دفتر دوم

مثنوی مولانا روم

رحمۃ اللہ علیہ



بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

Sri Kanth Kaul
Shastri, M.A., M.O.L,
old resident of Ishbar-
Guptaganga,
Srinagar, Kashmir
unwanted migrant
in India
going back to Jammu
to seek peace
God willing and
with the grace of
Shri Swami Lakshman Ji.
Pensioner — Lecturer
J & K

Mishra Hotel,
Kusha Ghat,
Haridwar, U.P.,
28.4.92

Sri Kanth Kaul
Guptaganga, Nishat,
Kashmir

باسمہ سبحانہ

دفتر دوم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبان پہلوی

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

سب رنگ کتاب گھر دہلی ۶

Price Rs. 18/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دفترِ اوّل کی اشاعت

جس وقت میں نے مثنوی کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا خود بھی مذبذب تھا اور احباب بھی مختلف الرائے تھے۔ کچھ احباب ہمت بندھاتے تھے تو کچھ احباب مخلصانہ طور پر اس اقدام کی مخالفت کرتے تھے لیکن میں نے خدا پر بھروسہ کر کے عواقب و انجام سے قطع نظر کی اور اشاعت کے کاموں میں لگ گیا۔ جب دفترِ اوّل مکمل ہوا تو سوچا کہ اس کا اجراء کسی جلسہ میں کرایا جائے۔ میں اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ بعض احباب نے توجہ دلائی کہ اس سال جبکہ مولانائے رومؒ کی سات سَو سالہ یادگار منائی جارہی ہے اور دیگر ممالک میں اس سلسلہ میں بہت سے اجتماعات ہو رہے ہیں ہندوستان میں بھی اس طرح کی تقریب منانی چاہیئے اور اسی میں دفترِ اوّل کے اجراء کی رسم ادا کی جائے۔ میں نے یہ خیال جناب پروفیسر سید نور الحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومت ہند کے سامنے ظاہر کیا تو موصوف نے اس کو پسند فرمایا اور اپنے ہاتھوں دفترِ اوّل کا اجراء کرنا منظور کر لیا۔ چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو غالب اکیڈمی بستی نظام الدین میں جناب حکیم عبد الحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی کی زیرِ صدارت جشن ۷۰۰ سو سالہ مولانائے رومؒ کے عنوان سے ایک کامیاب اجتماع ہوا جس میں جناب کوکب دری زاد لطفہٗ کا مجھے بھرپور تعاون حاصل رہا اور جناب مسعود حسن خاں صاحب وائس چانسلر جامعہ ملیہ نے ایک علمی مقالہ پڑھا۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی ایمبسی دہلی نے مولانا رومؒ اور مثنوی پر ایک فاضلانہ تقریر کی اور جناب محمد اعظم کامران نے اپنے دلنواز نغمہ سے مولانا رومؒ کی ایک غزل سنائی۔ دہلی کے اکثر علم دوست احباب اس میں شریک ہوئے، بقول بعض احباب کے یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا ایک قابلِ ذکر اجتماع تھا۔ دہلی کے انگریزی ہندی اور اردو اخبارات نیز آل انڈیا ریڈیو دہلی اور ٹی وی ویژن نے اس اجتماع اور مثنوی کے دفترِ اوّل کے اجراء اور اس کی پسندیدگی پر خوب خوب خبریں شائع کیں۔ محکمہ ٹیلی ویژن نے تو صرف اسی اجتماع کو رونما کرنے پر بس نہ کی بلکہ میری اور مثنوی کی مستقل فلم تیار کر کے اس کو مختلف اسٹیشنوں سے مختلف اوقات میں دکھایا۔ اس کے بعد سے آج تک شاید ہی اردو کا کوئی موقر اخبار یا رسالہ ایسا ہوگا جس نے دفترِ اوّل پر سیر حاصل تبصرہ نہ کیا ہو اور مثنوی شریف کے پورے دفتروں کی تکمیل کا اصرار نہ کیا ہو۔ میں

منعم و وہاب کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اُس کی رحمتِ بے پایاں سے اُس کی قبولیت وہم وگمان سے بھی زیادہ ہوئی۔ مُلک کے اہلِ علم نے بذریعہ خطوط اُس کی تعریف و توصیف کی اور مُلک کے ہر ہر گوشہ سے اُس کی مانگ شروع ہوگئی۔ میں نے اُس کی اشاعت کے بعد فوراً ہی دفترِ دوم پر کام شروع کر دیا، آج جبکہ میں یہ مقدمہ سپردِ قلم کر رہا ہوں یہ دفترِ دوم اِس قابل ہوگیا ہے کہ اُس کی طباعت شروع کرا سکوں اور قریبی عرصہ میں اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ دفترِ اوّل کی اشاعت کے بعد سے بقیہ دفتروں کی اشاعت و تکمیل کے لئے جو سہولتیں میسر آرہی ہیں اُن کا تفصیلی ذکر تو طویل ہے البتہ اِس سلسلہ میں اگر میں پروفیسر سیّد نور الحسن صاحب وزیرِ تعلیم اور وزارتِ تعلیم ہند کا ذکر نہ کروں تو بڑی ناسپاس گذاری ہوگی۔ میں موصوف اور اُن کی وزارت کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ موصوف نے دفترِ اوّل کی بڑی تعداد میں خریداری کرا کر دیگر دفاتر کی اشاعت کو آسان بنا دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کے لئے ایک گراں قدر مالی اعانت کرنا بھی منظور کر دیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے دفترِ دوم تو عنقریب ہی سامنے آجائیگا، اب میں نے تیسرے دفتر پر کام شروع کر دیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اُس کو نصف کے قریب لکھ چکا ہوں۔ اب جبکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کی مالی مشکلات سے میں بے نیاز ہو چکا ہوں ناظرین سے استدعا ہے وہ دعا فرمائیں رب العزت مجھے وہ طاقت بھی عطا فرمادے کہ میں قلمی اعتبار سے اِس خدمت کی جلد از جلد تکمیل کر سکوں۔ گو سنِ شتالہ میں پہنچ گیا ہوں اور اپنی عمر کی ۶۵ ویں منزل طے کر رہا ہوں، قوائے جسمانی بھی انحطاط پذیر ہیں لیکن مولائے کریم سے پُر اُمید ہوں کہ وہ اِس ناکارہ کو وہ طاقت عطا فرمادے گا جس سے میں اپنی اِس تمنا کو پورا کر سکوں گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيزٍ۔

مولانائے رومؒ اور مثنوی

دفترِ اوّل کے مقدمہ میں مولانا کے حالات اور مثنوی کے بارے میں کچھ معروضات کی گئی ہیں اُس کی اشاعت کے بعد ماہ مئی، جون، جولائی ۱۹۷۵ء کے رسالہ "جامعہ" کے شماروں میں اسی موضوع پر مسز انیماری شمیل پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی کے مقالہ کا ترجمہ از سید ضیاء الحسن صاحب ندوی نظروں سے گذرا اُس میں بعض جدید معلومات تھیں۔ موصوفہ وہ مستشرق خاتون ہیں جو مولانائے رومؒ پر ایک سند تسلیم کی جاتی ہیں۔ وہ امسال ماہ ستمبر میں ہندوستان بھی آئیں اور مجھے بھی اُن سے ملنے اور اِس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اُس کی تلخیص و اقتباس دفترِ دوم کے اِس مقدمہ میں بشکریہ رسالہ جامعہ ہدیۂ ناظرین کروں۔ اب مطالعہ کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اِس تلخیص اور غیر مرتب اقتباس کو دفترِ اوّل کے مقدمہ کے مضمون کے ساتھ مِلا کر مطالعہ کریں تاکہ پوری افادیت حاصل ہو سکے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے جو آج کل مملکت افغانستان کے زیرِ نگین ہے۔ اِس تاریخِ ولادت پر مورخین کا اتفاق ہے لیکن مولانا کی کتاب "فیہ ما فیہ" کی ایک

عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مولاناؒ خوارزم شاہ کے سمرقند کے محاصرہ کے جو کہ ۱۲۰۷ء میں ہوا تھا چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؒ کی پیدائش یقیناً اس سے کم از کم دس بارہ سال قبل ہو چکی تھی۔

بلخ اِس دَور میں علمی و دینی مرکز تھا، قدیم زمانے میں یہ شہر بودھ مذہب کا بھی مرکز رہ چکا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ تصوف کے قدیم رُجحانات میں جھلکنے والے بعض بودھ افکار اِسی شہر کی دین ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم اسی شہر کی پیداوار ہیں۔ دنیا سے اُن کی بیزاری گوتم بودھ کے زہد اور ترکِ دنیا سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مولانائے رومؒ نے بچپن میں فلسفی مفکر امام فخر الدین رازی کا زمانہ بھی پایا تھا، امام رازی کو سلطان خوارزم کے دربار میں بہت رُسوخ تھا اور سلطان کو صوفیوں کے خلاف کر دینے میں اُن کا بہت بڑا حصّہ تھا۔ ۱۲۰۹ء میں صوفی مجدد الدین بغدادی کے نہر جیحون میں ڈوب کر جان دیدینے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ مولانائے رومؒ کے والد شیخ بہاؤالدین ولد سے بھی امام کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ مولانائے رومؒ بھی دینی معاملات میں عقل و فلسفہ کی مداخلت کو ناپسند کرتے تھے۔ اِن کے دوست اور شیخ شمس الدین تبریزی تو امام فخر الدین رازی کو "الکافر الاحمر" سرخ کافر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مولانائے رومی کا یہ شعر

گر باستدلال کارِ دیں بُدے	فخر رازی رازدارِ دیں بدے
اگر دین کا معاملہ دلیل بازی پر موقوف ہوتا	تو فخر الدین رازی دین کے رازدار ہوتے

بھی اِن حالات کی غمازی کرتا ہے۔

شیخ بہاؤالدین ولد کے بلخ چھوڑنے کی بنیاد امام رازی کی عداوت کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام رازی کی وفات ۱۲۱۰ء میں ہوگئی تھی جبکہ شیخ بہاؤالدین نے بلخ ۱۹-۱۲۱۸ء میں چھوڑا ہے۔

شیخ بہاؤالدین ۱۲۲۰ء میں وسطِ روم میں پہنچے۔ یہاں سے مولانا جلال الدینؒ کے نام کے ساتھ رومی کی نسبت شروع ہوئی۔ ایک عرصہ تک شیخ بہاؤالدین "لارندا" میں مقیم رہے۔ مولانائے رومؒ کی والدہ کی یہاں ہی وفات ہوئی۔ لوگ آج بھی اُس قبر اور مسجد کی زیارت کو جاتے ہیں جو مولاناؒ نے اُن کی یادگار میں بنائی تھی مولانائے رومؒ نے یہاں ہی جوہر نامی ایک سمرقندی دوشیزہ سے شادی کی جس سے اُن کے عزیز ترین بیٹے سلطان ولد پیدا ہوئے جو آگے چل کر مولانائے رومؒ کے خلیفہ دوم اور مولاناؒ کے بہترین سوانح نگار اور اُن کی کتابوں کے شارح بنے۔ سلطان علاؤالدین کیقباد نے شیخ بہاؤالدین ولد کو قرمان (لارندا) میں بُلوا لیا تھا۔ قرمان، قونیہ سے تسّو کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ سلطان علاؤالدین نے قلعہ کے قریب ایک ٹیلہ پر ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی، قونیہ اُس دَور میں پُر رونق مدرسوں اور مسجدوں سے آباد تھا شیخ بہاؤالدین ولد اور اُن کے خاندان کے آجانے سے اس کی رونق دوبالا ہوگئی۔ ۲۲ جنوری ۱۲۳۱ء کو شیخ بہاؤالدین اِس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔

شیخ بہاؤالدین کی وفات کے چند سال بعد اُن کے شاگردِ رشید برہان الدین محقق ترمذی بھی قونیہ پہنچ گئے۔ مولانا رومؒ نے

انہی سے علوم لدنی، حکمتِ الہامی اور صوفیانہ زندگی کے رموز و اسرار کی معرفت حاصل کی اور پھر انہی کے حکم کی تعمیل میں آپ شام تشریف لے گئے اور وہاں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ سعد الدین حموی، شیخ اوحد الدین کرمانی کے حلقے کے بڑے بڑے صوفیوں سے آپ نے ملاقاتیں کیں۔ ہو سکتا ہے کہ ممتاز صوفی شمس الدین تبریزی سے پہلی ملاقات آپ کی یہاں ہی ہوئی ہو۔

برہان الدین محقق ۱۲۴۰ء میں قونیہ چھوڑ کر قیصریہ چلے گئے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی اور آج بھی ان کی قبر کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

منگول نے ۱۲۴۲ء میں روم کے علاقہ پر قبضہ کر لیا، اناطولیہ بھی اُن کے قبضہ میں آگیا قیصریہ بھی جلد ہی منگول کی لوٹ مار کی نذر ہو گیا۔ انہی حالات میں قونیہ پر منگول کا تسلط ہو چکا تھا، اِس سیاسی تاریکی کے باوجود مولانائے رومؒ نے شمسِ دوام کو اپنے سامنے درخشاں دیکھ لیا تھا۔ جنوری ۱۲۴۴ء کے اواخر میں مولاناؒ کی شمس الدین تبریزی سے ملاقات قونیہ میں ہوئی۔ مولانائے رومؒ اور شمس الدین تبریزی کی پہلی ملاقات کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں اُن میں سب سے زیادہ قرینِ قیاس وہی روایت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بایزید بسطامی کے فرقِ مراتب کے سلسلہ میں باہمی گفتگو کی ہے، اِس ملاقات کے بعد دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہوئے کہ چھ ماہ تک ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوئے۔ صلاح الدین زرکوب کی دوکان تھی اور اُس پر اِن دونوں کی مجلس اِس طور پر ہوتی تھی کہ نہ کھانے پینے کی فکر ہوتی نہ ضروریاتِ زندگی کی خبر، پورے چھ ماہ اسی عالم میں گذر گئے، یہ شمس الدین تبریزی کون تھے جو مولانائے رومؒ کی زندگی میں اِس قدر انقلاب کا سبب بنے اُن کے صحیح واقعات تو پردۂ خفا میں ہیں لیکن اِس قدر ضرور معلوم ہے کہ اُن کی سخت تنقید سے اُس دور کے صوفیا میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ شام و عراق کے بڑے بڑے مشائخ سے شمس الدین نے ملاقاتیں کیں۔ ان کی ملاقاتوں کا سب سے زیادہ دلچسپ قصہ وہ ہے جو اوحد الدین کرمانی کی ملاقات کے دوران پیش آیا۔ اوحد الدین کرمانی ان صوفیوں میں سے تھے جو مخلوق کی صورتوں میں خالق کا جمال دیکھتے اور اس کی پرستش کرتے تھے، انسانی شباب میں انھیں جمالِ خداوندی نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ اوحد الدین نے شمس الدین سے کہا کہ میں چاند کو اس وقت دیکھتا ہوں جبکہ وہ پانی کے پیالے میں عکس ریز ہوتا ہے۔ شمس الدینؒ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ اگر تمھاری گردن میں کجی نہیں ہے تو تم اس کو آسمان پر ہی کیوں نہیں دیکھتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین کی ملاقات محی الدین عربیؒ سے بھی ہوئی ہے۔ شیخ اکبر کے تصنیفی اور علمی شہ پارے اور اُن کے خیالات و افکار بھی شمس الدین کی نگاہِ تنقید سے نہیں بچ سکے ہیں۔ شمس الدینؒ ابن عربی کو نو آموز و خام کار سمجھتے تھے۔ وہ مولانائے رومؒ کو موتی سے تشبیہ دیتے تھے تو شیخ محی الدین عربی کو کنکریوں سے۔ شمس الدین صوفیا کے کس سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انھیں خواب میں براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے خرقۂ تصوف حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ہمیں ترک عالم
عبدالباقی کی اِس رائے سے اتفاق ہے کہ وہ عملاً قلندر اور ایک
جہاں گشت درویش تھے۔ شمس الدین کے بعض جملے اور عبارتیں بھی اِس کی
تصدیق کرتی ہیں جن میں وہ قلندریت کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ اُن کا اپنے بارے میں دعویٰ تھا کہ وہ
عاشقیت ہی سے نہیں بلکہ معشوقیت کے مقام سے بھی آگے نکل گئے تھے۔ وہ تمام مراحل طے کر کے
قطب المعشوقین کے مقام پر سرفراز تھے۔

سخت حیرت ہے کہ شمس الدین کی چند ماہ کی صحبت سے مولانائے رومؒ نے تمام سماجی ذمہ داریوں
بلکہ فرائض اور واجبات کو بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا اِسی بنیاد پر مولاناؒ کے متعلقین میں غیض و غضب کی وہ
آگ بھڑکی کہ شمس الدین کو قونیہ چھوڑنا پڑا۔ اِس جُدائی کا مولانائے رومؒ پر یہ اثر پڑا کہ اُن کو اپنا غم
ہلکا کرنے کے لئے رقص و سرود اور نغمۂ موسیقی کی پناہ لینی پڑی۔ ایک عرصہ کے بعد مولاناؒ کو پتہ چلا کہ شمس الدین
شام کے مرغزاروں میں فروکش ہیں تو مولاناؒ نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو اُن کو واپس لانے کے لئے روانہ
کیا۔ شمس الدین واپس آئے تو مولاناؒ پر سرور و انبساط کا عالم طاری ہوا۔ دونوں کی ملاقات ہوئی تو یہ تمیز کرنا
مشکل تھا کہ اُن میں طالب کون ہے اور مطلوب کون ہے۔ مولاناؒ نے اُن کو قونیہ کا پابند کرنے کے لئے "کیمیا"
نامی ایک دوشیزہ سے اُن کی شادی کرا دی اور پھر دونوں میں ہفتوں بلکہ کئی کئی ماہ مسلسل رُوحانی اور وجدانی
گفتگو میں گزرنے لگے۔ یہ بات پھر مولاناؒ کے عقیدتمندوں پر گراں گذرنے لگی جس سے اُنکے اندر پھر شمس الدین
کے خلاف غم و غصہ کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ اسی دَوران ۱۲۴۸ء میں "کیمیا" کا انتقال ہو گیا تو پھر شمس الدین
قونیہ سے ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈنے سے بھی کبھی نہ ملے۔ شمس الدین کی اِس رُوپوشی کے بارے میں
متضاد کہانیاں ملتی ہیں۔ بعض روایات بتاتی ہیں کہ شمس الدین قونیہ سے نامعلوم مقام کی طرف رُخصت ہوئے
"افلاکی" صراحت کرتے ہیں کہ اُن کو مولاناؒ کے صاحبزادے فخر العلماء علاؤالدین ولد کی دشمنی کی وجہ سے
قتل کر دیا گیا لیکن یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ ایسے محترم خانوادے کا کوئی فرد قتلِ عمد جیسے معیوب اور
ذلیل جُرم کا ارتکاب کرے یا کرائے۔

بہرحال کہا جاتا ہے کہ دسمبر ۱۲۴۸ء کی رات تھی دونوں بزرگ شب کے آخری حصّہ تک باہمی
گفتگو میں محو تھے کہ کوئی شخص شمس الدین کو باہر بلا کر اُن پر پے در پے قاتلانہ حملے کرنے لگا اور اُن کو قتل
کر کے قریب کے ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں آج تک موجود ہے جس کی نشاندہی کی جاتی
ہے صبح کو مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کو خبر ملی تو اُنھوں نے اُن کی نعش کو کنوئیں سے
نکال کر ایک قبر میں دفن کر دیا۔ اب یہی شمس الدین کی آخری آرامگاہ ہے جس پر ایک یادگاری تختی
لگا دی گئی ہے۔ حال ہی میں جو کُھدائی کی گئی ہے اُس سے ایک بڑی
قبر کا سراغ ملتا ہے جس کا تعلق عہدِ سلجوقی سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا
میوزیم کے ڈائرکٹر سید محمد اورند، افلاکی کے اِس بیان کی تائید

کرتے ہیں۔ مولانائے رومؒ سے اِس جانگسل واقعہ کو پوشیدہ رکھا گیا لیکن پھر بھی مولاناؒ کے بعض اشعار بتاتے ہیں کہ اُن کو اِس سانحہ کا علم ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں نے اُن سے کہا کہ شمس الدین دیارِ شام میں مقیم ہیں تو مولاناؒ وہاں پہنچ گئے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اُس نے شمس الدین کو دیکھا ہے تو اُس سے پوچھو کہ اُس فردوسِ بریں کا راستہ کدھر ہے؟ اِس کے بعد مولاناؒ کے اشعار میں شمس الدین کی ایسی چھاپ نظر آتی ہے کہ اُن کو ہر طرف شمس الدین ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں

تنہا میں ہی شمس الدین شمس الدین نہیں گاتا رہتا ہوں بلکہ اُدھر بطخیں اور سارس تالابوں میں اور ٹیلوں پر بلبلیں چمن زاروں میں وارفتگی کے عالم میں نغمہ سرا ہیں، اِدھر میں سرِ شام گنگناتا ہوں۔

شمس الدین کانِ جواہر، شمس الدین روز و شب، شمس الدین شام و سحر، شمس الدین جامِ جم، شمس الدین بحرِ بیکراں، شمس الدین دمِ عیسیٰ، شمس الدین یدِ بیضا، شمس الدین جمالِ یوسف۔

مولاناؒ کو اگرچہ جلد ہی شمس الدین کی وفات کا علم ہو گیا تھا لیکن اِس کا اعتراف و اقرار ان پر سخت گراں تھا۔

اِس کے بعد بھی شمس الدین تبریزی کی شخصیت کے بارے میں بہت سے حالات معرضِ خفا میں ہیں حتیٰ کہ بعض محققین اُن کے بارے میں اِس درجہ مشکوک ہیں کہ وہ سرے سے اِس جیسی شخصیت کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں لیکن وہ عظیم کلاہِ درویشی جو قونیہ میوزیم میں آج بھی موجود ہے اِس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اِس جیسی شخصیت ایک زمانہ میں موجود تھی، آنکھوں نے اُس کو دیکھا ہے اور اُس کے نقوش آج بھی تازہ ہیں۔

اِس میں کوئی شک نہیں مولانائے رومؒ اور شمس تبریزی کی باہمی انوکھی ملاقاتیں، باہمی شیفتگی اور یہ ربط صوفیائے اسلام میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا ہے۔

بعض لوگ شمس الدین تبریزی کو سقراط سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنے پیچھے تحریری شکل میں کچھ نہ چھوڑا لیکن افلاطون جیسا شاگرد چھوڑا جو اُس کی عظمت کا سبب بنا۔ اسی طرح مولاناؒ ایک چراغ کے مانند تھے اور شمس الدین وہ چنگاری تھے جو اُس چراغ کو روشن کر گئی۔

شمس الدین تبریزی کی جدائی کے بعد مولاناؒ کی روح، الہام و کشف کے ایک نئے سرچشمہ سے مانوس ہونے لگی۔ وہ ایک روز قونیہ میں صرّافہ کے بازار سے گذر رہے تھے وہاں صلاح الدین زرکوب کی دکان پر زرکوبی کی کھٹ کھٹ کی آواز ایک دلکش نغمہ کی طرح مولاناؒ کے کان میں پڑی اور مولاناؒ بے اختیار رقص کرنے لگے، تھوڑی دیر بعد صلاح الدین زرکوب بھی اس رقصِ مستانہ میں شریک ہو گئے۔ اِس طرح کچھ دیر دونوں سرِ بازار رقص کرتے رہے پھر صلاح الدین تو اپنی دکان کے کاموں میں لگ گئے اور مولاناؒ گھنٹوں اسی عالم میں رقصاں رہے۔ صلاح الدین زرکوب مولانا برہان الدین محقق سے فیض یافتہ تھے ازہد و تقشف میں

شیخ و مُرشد کی بولتی تصویر تھے۔ اِسی بنا پر شیخ محقق نے باوجود اُن کی
ناخواندگی کے اُن کو اپنا روحانی وارث اور اکلوتا خلیفہ قرار دیا تھا۔ شمس الدین
تبریزی کے بعد مولاناؒ کو پھر صلاح الدین زرکوب کی صحبتوں میں وہی پُرانا کیف و
سرور حاصل ہونے لگا، صحبتوں کا سلسلہ طویل ہونے لگا۔ بالآخر اس اتحاد و شیفتگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولاناؒ نے
اپنے صاحبزادے سلطان ولد کی شادی صلاح الدین زرکوب کی بیٹی فاطمہ سے کر دی۔ ایک وقت آیا کہ صلاح
الدین بیمار ہوئے۔ مولاناؒ اُن کی تیمارداری میں اِس قدر منہمک اور مصروف ہوئے کہ اپنے معمولات سے بھی غافل ہے
اور بہت ہی کم صلاح الدین سے جُدا ہوتے تھے جب وہ وقت آیا کہ صلاح الدین زرکوب اِس دُنیا سے
رخصت ہوئے اور اُن کی روح عالمِ ارواح کے تصرفات سے لطف اندوز ہونے لگی تو مولاناؒ تدفین سے فارغ
ہو کر گھر واپس آئے۔ مولاناؒ نے اُن کا جو مرثیہ لکھا اُس میں تحریر فرمایا:۔

اے وہ شخص جو زمین و آسمان کو چھوڑ جانے والے پر کبھی روتا تھا تیرے عہدِ زریں کی یاد میں ہوش
و حواس اشکبار ہیں اور روح کرب زدہ اور غمگسار ہے، اب کوئی نہیں جو تیری جگہ لے سکے۔ مکان
و لامکان تیرا ماتم کر رہے ہیں، جبرئیلِ امین کے پر تیرے غم میں پیلے پڑ گئے ہیں، اولیا و انبیا
سب کی آنکھیں نم ہیں۔ اے صلاح الدین تم ایک بلند پرواز برق رفتار طائر تھے تم کیا اُڑے
کہ وہ شاخ بھی اُڑ گئی جس سے کبھی تم تیر کی مانند اُڑتے تھے۔

یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ مولاناؒ صوفیانہ جذب و کیف اور رقص و سرود میں منہمک رہنے کے باوجود عین
اِسی وجدانی کیفیت کے دوران بھی صحیح شرعی رائے یا فتویٰ دینے سے کبھی قاصر نہ رہے۔ سپہ سالار نے جنھیں برسوں
مولاناؒ کی خدمت کا موقع ملا ہے، نماز اور اُس کے آداب سے اُن کے شغف اور اُن کی طویل روزہ کشی کا ذکر تفصیل
سے کیا ہے۔

مولاناؒ کا حُسنِ سلوک حُسنِ معاشرت اور شریعت کی غیر معمولی پابندی ہی لوگوں کو اُن کے در تک کھینچتی تھی
مولاناؒ کے دروازے خواص اور مالداروں سے زیادہ عوام اور غریبوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔ مولاناؒ کے معتقدین
میں جہاں مَردوں کے انبوہ در انبوہ نظر آتے ہیں وہاں معتقد عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ سلطان
غیاث الدین کی بیگم جو قونیہ سے قیصریہ چلی گئی تھیں، جب مولاناؒ کی جُدائی برداشت نہ کر سکیں تو انھوں نے
ایک بازنطینی آرٹسٹ سے مولاناؒ کی تصویر بنوائی جس کو وہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ خود مولاناؒ کی
پوتی سلطان ولد کی صاحبزادی ایک عرصہ تک کامیابی کے ساتھ طریقِ مولویت کی نشر و اشاعت کرتی رہیں۔ مولاناؒ
کی دوسری بیوی کرا خاتون کو بھی وہ روحانی مقام حاصل تھا کہ مولاناؒ ان کو "سارہ ثانی" اور "مریم زمانہ" کے
الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

تیسری شخصیت جو مولاناؒ کے جذب و کشش کا محور بنی وہ
حسام الدین چلپی کی شخصیت ہے۔ حسام الدین بن حسن اخی تُرک قونیہ
کی سوسائٹی میں درمیانی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حسام الدین

مولاناؒ کی زندگی میں اچانک نمایاں نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ برسوں پہلے سے اُن کی صحبت میں رہتے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شمس الدین تبریزی نے اُن کو ہونہاری کی حالت میں دیکھا تھا تو اُن پر اپنی پوری توجہ مبذول کی تھی۔ حسام الدین اِس قدر روشن ضمیر تھے کہ وہ دوستوں اور محبت کرنیوالوں کی تکلیف کو خود بخود اِس طرح محسوس کر لیا کرتے تھے جیسے کہ وہ تکلیفیں خود اُن کے روح اور جسم میں پائی جاتی ہوں۔ وہ تصوف اور سلوک کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ مولاناؒ نے اُن کو اپنے بعض خطوط میں "جنیدِ عصر" سے تعبیر فرمایا ہے اور کہتے تھے کہ وہ مجھ سے باپ اور بیٹے کی مانند قریب ہیں اور مجھے وہ نورِ عین کی طرح عزیز ہیں۔ مولاناؒ کے الہامی افکار اور اُن کی حکمت و تعلیمات کی تشریح اور تفسیر کا سہرا حسام الدین ہی کے سر پر ہے جنھوں نے مولاناؒ کے صوفیانہ فلسفہ اور حکمت کو اصل صورت میں محفوظ کر دیا اور مولاناؒ کی تحریروں کو اُن کے عقیدتمندوں اور مریدوں نے یکجا کر دیا۔ مولاناؒ نے اِنہی کی فرمائش پر اپنا روحانی سرمایہ جس کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے اُن کو املاء کرایا۔ چند برس تک حسام الدین مولاناؒ کے ساتھ رہے۔ مولاناؒ کی زبان سے جو شعر نکلتا وہ اُس کو قلمبند کر لیتے۔ سڑک ہو یا گھر، حمام ہو یا بازار، محفلِ سماع ہو یا خلوت خانہ، سایہ کی طرح مولاناؒ کے ساتھ رہتے تھے۔

مثنوی کی ابتداء کی تاریخ متعین کرنا تو دشوار ہے لیکن بقول عبدالباقی کے دفترِ اوّل کی بعض حکایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت تک بغداد میں عباسی حکومت قائم تھی۔ ۱۲۵۸ء میں جب تاتاریوں نے مستعصم باللہ عباسی خلیفہ کو قتل کیا اُس وقت دفترِ اوّل کا املا مکمل ہوا تھا۔ دفترِ اوّل کی تکمیل کے بعد حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو مولاناؒ کے اشعار کا الہامی سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور کافی تاخیر سے دفترِ دوم شروع کیا۔ مولاناؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تب ہی مثنوی کے املاء کا سلسلہ ختم ہوا۔

۱۲۷۳ء کے موسمِ خزاں میں مولاناؒ کی نقاہت بڑھ گئی۔ طبیب مرض کی تشخیص میں ناکام ہو گئے۔ طبیبوں نے بہرحال یہ محسوس کر لیا کہ مولاناؒ کے پھیپھڑے میں پانی اُتر آیا ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء کی شام ایک پُرملال شام تھی جس میں مولاناؒ ہمیشہ کے لئے اِس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی محبوب سے جا ملے۔ اُن کی وفات سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولاناؒ کی بلی نے بھی اُن کی وفات کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر چل دی جس کو مولاناؒ کی اہلیہ نے مولاناؒ کے پہلو میں دفن کرا دیا۔

مولانائے رومؒ کی احادیث و تفسیر اور سِیَرِ صحابہ

اِس موضوع پر میں دفترِ اوّل کے مقدمہ میں کچھ باتیں لکھ چکا ہوں۔ اِس سلسلہ میں آیات کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "غایۃ المقال" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات صوفیہ بعض آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس پر کوئی نقل شاہد نہیں ہوتی ہے اِس پر بعض جہلاء اُن کو کفر کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ اُن کی

مراد حقیقی تفسیر نہیں ہوتی ہے بلکہ صرف ایک اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض اصحاب غلبۂ ظن سے بلا دلیل کسی آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں اُن پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا چاہئیے بلکہ غور کرنا چاہئیے اگر اُن کی تفسیر و تاویل اصولی عقائد سے متعلق نہیں ہے تو اُن کی کسی طرح سے تکفیر جائز نہ ہوگی اور ایسی تاویل کے قائل کو مُبتدع اور کافر نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تک احادیث اور سیرِ انبیاء و صحابہ کی بحث ہے اِس کے متعلق بھی میں دفترِ اوّل کے مقدمہ میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔ مولانا نے دفتر دوم میں "سجدہ کردن یحییٰ مسیح در شکمِ مادر یک دگر را" کے ماتحت جو کلام فرمایا ہے اُس میں حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ کے ماؤں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے پر معترضین کے اعتراضات نقل کئے ہیں اور پھر فرمایا ہے :-

این بداند آنکہ اہلِ خاطر ست	غائب از آفاق اُو را حاضر ست
اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحبِ دل ہے	آفاق سے غائب (چیز) اُس کے لئے حاضر ہے
پیشِ مریم حاضر آمد در نظر	مادرِ یحییٰ کہ دور ست از بصر
حضرت مریم کی نگاہوں کے سامنے آگئی	حضرت یحییٰ کی ماں جو نگاہ سے دُور تھی

اور پھر فرمایا :-

ور ندیدش نز برون و نز دروں	از حکایت گیر معنیٰ اے زبوں
اور اگر مریم نے انکو ظاہری اور باطنی طور پر بھی نہ دیکھا ہو	اے ناقص! اِس حکایت سے معنیٰ اخذ کر لے
نے چناں افسانہا بشنیدۂ	ہمچو شیں بر نقشِ آں چسپیدۂ
کیا تو نے ایسے افسانے نہیں سُنے ہیں	تو اُن کے نقش پر شین کی طرح چپکا ہوا ہے

اور پھر فرمایا کہ کلیلہ و دمنہ اور گل و بلبل کے افسانے تم سنتے ہو اور ایسے نتائج اخذ کرتے ہو اِسی طرح مثنوی کے قصص اور حکایات کو سمجھ لو اور اُن سے صحیح نتائج اخذ کر لو۔

مولانا کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ بعض بزرگوں نے افسانوی قصوں سے بہترین نتائج نکالے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطار نے "منطق الطیر" لکھی اور پرندوں کی زبانی مسائل کو سمجھایا۔ کلیلہ و دمنہ بھی حکمت و دانائی سے لبریز بہترین کتاب سمجھی گئی ہے لیکن اِس فرق کو بہرحال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ افسانوں کو حدیث اور سیرِ صحابہ کر کے پیش کرنے کی جو مضرتیں ہیں وہ اُن کی افادیت سے زیادہ ہیں۔ اِس سلسلہ میں مَیں نے دفترِ اوّل کے مقدمہ میں جو معروضات پیش کی ہیں وہ بہر حال مثنوی شریف کے مطالعہ میں پیشِ نظر رہنی چاہئیں۔

دفترِ دوم کی تصوّف کی چند اصطلاحیں

فتوح۔ عباداتِ

دمکاشفات اور علوم و معارف کا دروازہ کُھل جانا۔ **فتح**۔ بندہ پر ذاتِ احدیت کی تجلیات کا نزول شروع ہو جانا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ میں اِس مقام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ **حسِّ خفّاش**۔ انسان کے مادّی حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ۔ **حسِّ دُرپاش**۔ روحانی حواس۔ **مراقبہ**۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر حضورِ دل کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ **حضورِ یار**۔ معیتِ حق تعالیٰ۔ **ظاہر**۔ صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقت کو کہتے ہیں۔ **مُظہر**۔ صورت اور مراۃ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو وہ شخص ظاہر ہے اور صورت و آئینہ مظہر ہے۔ **رُوح**۔ صوفیہ کی اصطلاح میں صورتِ نوعیہ کو کہتے ہیں۔ **روحِ اعظم**۔ انواع کی صورِ نوعیہ کے علاوہ جن کو ارواح کہا جاتا ہے۔ صوفیہ ایک اور روح مانتے ہیں: جو ذاتِ باری کے سب سے پہلے صدور میں آئی ہے اور وہ تمام ارواح کی مربّی ہے اُس کو روحِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہی روحِ اعظم روحِ محمدی ہے جیسا کہ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی (سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا ہے) میں مذکور ہے۔ **لاہوت**۔ ذاتِ باری بلا لحاظ اسماء و صفات۔ **جبروت**۔ مرتبۂ صفاتِ باری تعالیٰ۔ **ملکوت**۔ مرتبۂ اسمائے باری تعالیٰ۔ **حظیرۂ قدس**۔ وہ مقام ہے جس میں ملاءِ اعلیٰ اور روحِ اعظم کے انوار کا باہمی تداخل ہوتا ہے۔ **ملاءِ اعلیٰ**۔ افضل ملائکہ کی جماعت۔ **علم الیقین**۔ وہ علم ہے جو کسی سچے خبر دینے والے کی خبر سے حاصل ہو جیسے کسی سچے انسان کے کہنے سے آگ کے جلانے کا علم۔ **عین الیقین**۔ وہ علم ہے جو خود اپنی آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو مثلاً آگ کے جلانے کا علم جبکہ آگ سے کسی چیز کو جلتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ **حق الیقین**۔ وہ علم ہے جو اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے حاصل ہو جیسا کہ آگ کے جلانے کا علم جبکہ خود آگ نے اُس کو جلایا ہو۔ **قطب الاقطاب غوثِ اعظم**۔ وہ ولی ہوتا ہے جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقائے عالم کا سلسلہ اُس کی بقا سے قائم رہتا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اُس کے تابع ہوتے ہیں۔ شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے کہ اُن قطبوں میں سے بعض کو خلافتِ باطنہ کے ساتھ خلافتِ ظاہری بھی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ خلفائے اربعہ، امام حسن، حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن عبد العزیز۔ اور بعض کو محض خلافتِ باطنی حاصل ہوتی ہے جیسے شیخ احمد سبتی، حضرت بایزید بسطامی وغیرہ۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے قطبِ حقیقی اور غوثِ ازلی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک ہے۔ دنیا کے دیگر اقطاب اِس روحِ پاک کے خلیفہ ہیں اور اُن اقطاب میں سے بعض کو تحکمِ عظیم حاصل ہے اور یہ مقام شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "کلیدِ مثنوی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سالک پر ابتدائً حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلیِ افعال کہتے ہیں پھر صفات کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلیِ صفات کہتے ہیں۔ پھر ذاتِ بحت کا اُس کو تجلیِ ذات کہا جاتا ہے۔

شخصیتیں

واصل بن عطا۔ یہ معتزلہ کے فرقہ کا بانی ہے۔ بہت ذہین شخص تھا لیکن اس کے عقائد فلسفۂ یونان سے متاثر تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اُس نے بحث شروع کی اور دعویٰ کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ بین بین ہے اس پر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا یعنی وہ ہم (اہل سنّت والجماعت) سے کنارہ کش ہو گیا۔ اُس وقت سے اُس کو اور اُس کے ہم عقیدہ لوگوں کو معتزلی کہا جانے لگا۔

سکندر ذوالقرنین۔ یہ ایک خدا پرست اور برگزیدہ بادشاہ تھا، جس کا قصہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے، آبِ حیات کی جستجو اور اُس سے محرومی کا قصہ بھی اِسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ سکندرِ اعظم (جس کو سکندرِ رومی بھی کہتے ہیں) کے علاوہ شخصیت ہے، سکندرِ رومی شاہِ یونان تھا جس نے داراشاہِ ایران کو شکست دی تھی۔ یہ سکندر ذوالقرنین سے صدیوں بعد گذرا ہے۔

نمرود۔ یہ کافر بادشاہ تھا جو خدائی کا مدّعی بنا تھا جس کی سزا میں قدرت نے ایک مچھر اُس پر مسلط کر دیا تھا جو اُس کے دماغ میں گھس گیا تھا جس کی کُلبلاہٹ اور اذیت رسانی اُس وقت تک ختم نہ ہوتی تھی جب تک کہ نمرود کے سر پر جوتے کی دس پندرہ ضربیں نہ پڑیں۔

خضرؑ۔ حضرت خضرؑ کے نسب اور خاندان اور حالات سے متعلق مستند روایات ہمیں کم ملتی ہیں، بہرحال اس قدر ثابت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اُن سے ملاقات کی تھی اور وہ علمِ لدنّی اور تکوینیات کے بہت بڑے عالم تھے تفسیر خازن میں مذکور ہے کہ اکثر علماء اِس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندۂ جاوید شخصیت ہیں اور اہلِ معرفت اور صوفیاء اِس عقیدہ پر متفق ہیں۔

جرجیسؑ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے فلسطین میں رہتے تھے۔ اُس دَور میں موصل کا بادشاہ بہت بڑا ظالم تھا جو لوگوں کو بُت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ اُنھوں نے اُس کو نصیحت کی تو اُس نے اُن کے قتل کے احکام جاری کر دیئے۔ یہ متعدد بار قتل کئے گئے لیکن قدرتِ الٰہی ہر بار اُن کو زندہ کر دیتی تھی۔ اِس معجزے سے بہت سے لوگ اُن کے پیرو ہو گئے۔ لیکن سرکشوں کی سرکشی ختم نہیں ہوئی اور بالآخر وہ اِنہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سامری۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہ طور پر گئے تو اُس نے قوم میں شرارت پیدا کر دی۔ ایک گئوسالہ بنا کر قوم کو اُس کی پرستش پر لگا دیا، جس سے حضرت موسیٰؑ بہت برہم ہوئے اور اُس کو بددعائیں دیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

برصیصا۔ بنی اسرائیل میں سے ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو بہت بڑا عبادت گذار تھا، ستر سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا لیکن شیطان نے اُس پر غلبہ حاصل کیا اُس کو ابتداءً عملیات سکھائے جس سے اُس کی بہت شہرت ہوئی۔ شاہِ وقت کی ایک لڑکی اس کے پاس دعا کرانے آئی تو اُس سے زِنا کر بیٹھا،

شہزادی حاملہ ہوگئی تو اُس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی پاداشت میں وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

امام محمد بن عسکری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ اثنا عشری شیعہ صاحبان کے بارھویں امام ہیں اور اُن کے عقیدے کے مطابق اُن کو حضرت خضر کی طرح عمر جاوید دی گئی ہے اور وہ اس وقت سُرّ من رأی مقام کے ایک غار میں رُوپوش ہیں۔ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا اور ان صاحبان کے نزدیک وہی مہدی موعود ہیں۔ جو قیامت کے قریب ظاہر ہو کر دنیا سے ظلم و فساد کو مٹائیں گے۔ اہلِ سنت ان کی وفات کے قائل ہیں اور مہدی موعود بھی ان کو نہیں گِنتے ہیں بلکہ مہدی موعود محمد بن عبداللہ کو مانتے ہیں جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے اور قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا۔

بلعم بن باعور۔ بنی اسرائیل یا قوم عمالقہ میں سے ایک بہت بڑا زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات شخص تھا شیطان نے اس کا اغوا کیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہو گیا جس کی پاداش میں اس کی تمام برکتیں مسلوب ہو گئیں اور کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔

عوج بن عنق۔ قوم عمالقہ میں سے ایک کافر شخص کا نام ہے۔ جس کے قد اور عمر کے بارے میں مبالغہ آمیز قصے منقول ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس کے حالات نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اُس کے حالات بغوی نے بہت مبالغہ آمیز لکھے ہیں جن کو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی ہے اور محدثین بھی اُن کا انکار کرتے ہیں۔ ہاں وہ قوم جبابرہ میں سے ایک بڑے قد اور بڑی طاقت کا آدمی تھا اور یہ قوم بہت قد آور رہیبت ناک تھی۔

ابو عامر راہب۔ یہ مدینہ کا رہنے والا تھا اُس نے آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل مسیحیت اختیار کر لی تھی اور توریت و انجیل کا کافی مطالعہ کر دیا تھا۔ آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل نبی آخر الزماں کی بشارتیں لوگوں کو سناتا تھا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اُس کو حسد و رشک پیدا ہو گیا اور آنحضورؐ کی مخالفت کرنے لگا۔ آنحضورؐ نے اُس کو فہمائش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جنگِ بدر کی فتح کے بعد یہ مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ معظمہ میں جا بسا اور قریش کو آنحضورؐ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ جنگِ احد میں قریشِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور اسی نے مسلمانوں پر سب سے پہلا تیر چلایا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ بھاگ کر ہرقل شہنشاہِ روم کے دربار میں پہنچ گیا اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں اور آنحضورؐ کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ منافقوں نے قبا میں مسجدِ ضرار اسی کے مشورے سے بنائی تھی اور اُن کا ارادہ تھا کہ اُس کو بُلا کر اس مسجد میں بٹھائیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیں۔ آنحضورؐ نے اس سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا اور یہ منافقانہ حالت میں مدینہ نہ پہنچ سکا اور اسی حالت میں روم میں مرا۔

جعفر طرار۔ یہ ایک بہت بڑا حیلہ ساز اور چالاک شخص تھا۔ جیب تراشی میں بھی ماہر تھا۔ اُس نے دو مصنوعی پر بھی بنوائے تھے جن کے ذریعہ

یہ ٹڈوں کی طرح اُچھل کود کر لیتا تھا۔

مذہبی فرقے

مُشَبِّہہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو مخلوقات اور ممکنات سے تشبیہ دیتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلیدِ مثنوی میں فرمایا ہے کہ بعض کامل مشبہہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ممکنات کی مخصوص صفات کو بھی حضرت حق تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں جیسے شکل وصورت اور مکان اور جسم وغیرہ۔ پھر اُن کامل مشبہہ میں باہمی اختلاف ہے۔ حق تعالے کے لئے کوئی ایک شکل ثابت کرتا ہے تو دوسرا کوئی دوسری شکل ثابت کرتا ہے۔

منزّہہ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت حق تعالے کو ممکنات کی صفات سے پاک وخالی مانتا ہے۔ اُس میں بھی ایک کامل منزہ ہیں یہ لوگ وہ ہیں جو ممکنات کے ساتھ مختص اور غیر مختص جملہ صفات سے حضرتِ حق کو پاک مانتے ہیں حتّٰی کہ صفتِ علم سے بھی۔ **جامعۃ بین التشبیہ والتنزیہ**۔ یہ وہ جماعت ہے جو اللہ تعالے سے اُن صفات کی تو نفی کرتی ہے جو ممکن کے لئے مخصوص ہیں لیکن وہ صفات جو ممکن کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اُن کو اللہ کے لئے ثابت کرتی ہے پھر اُن میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو نفسِ صفات کی نفی کرتا ہے مگر صفات کے آثار اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے اور اُن آثار کا منشا ذاتِ باری تعالیٰ کو بتاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ خدا علیم ہے لیکن صفتِ علم اُس کے لئے ثابت نہیں ہے بلکہ انکشاف کا منشا اُس کی ذات ہے۔ اسی طرح وہ قدیر ہے لیکن صفت قدرت اُس کے لئے ثابت نہیں۔ قدرت کے جو آثار ہیں اُن کا منشا بھی اُس کی ذات ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو صفات کو بھی ثابت کرتا ہے۔ پھر اُس دوسرے گروہ میں بھی دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو اُن نصوص کی تاویل کرتا ہے۔ جن میں اللہ کے لئے صفتِ استواء، صفت بطش، صفت ضحک، ید، وجہ وغیرہ آیا ہے یہ گروہ متکلمین کا ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو اِن آیتوں کوئی تاویل نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہتا ہے کہ اِن صفات کے وہ معنی نہیں ہیں جن معنی کے اعتبار سے یہ ممکنات کے لئے بولی جاتی ہیں اور اِن صفات کی حقیقت کو اللہ کے علم کی طرف مفوض کرتا ہے۔ یہ گروہ محدثین کا ہے۔

معتزلہ۔ یہ فرقہ واصل ابن عطا کا پیرو ہے۔ اِس کی بہت سی شاخیں ہیں جن کے عقائد یہ ہیں قرآن مخلوق ہے۔ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ تقدیر کا عقیدہ غلط ہے۔ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن نہیں ہے۔ خدا کی صفات نہیں ہیں۔

دہریہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالَم کا کاروبار بغیر کسی متصرف کے خود چل رہا ہے اور اسی طرح قدیم سے چلا آرہا ہے۔ چونکہ یہ خود دہر اور زمانے کو متصرف مانتا ہے اِس لئے اُن کو دہریہ کہا گیا ہے۔

ثنویہ۔ یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ ایک کو یزداں کہتا ہے جو خالق خیر ہے دوسرے کو اہرمن کہتا ہے جو خالقِ شر ہے

فرقہ اباحیہ۔ یہ فرقہ اِس بات کا قائل ہے کہ اگر انسانی

قلب کا تصفیہ ہو جائے تو پھر اس کے لئے ہر کام جائز ہے۔
پھر اس کے لئے شریعت کے اوامر اور نواہی یکساں ہیں۔
اس سے کسی کبیرہ گناہ کا بھی مواخذہ نہ ہوگا۔

جبریہ - اس فرقے کے عقائد ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے۔ اس فرقہ کے انتہا پسند، بندے کی طرف افعال کی نسبت کرنے کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ جمادات کی طرف کسی فعل کی نسبت کی جائے۔

قدریہ - یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے اور بندہ کو اپنے افعال پر قادرِ مطلق مانتا ہے۔

سوفسطائیہ - یہ فرقہ توہم پرست فلاسفہ کے ایک گروہ کا پیرو ہے۔ یہ فلاسفہ اشیاء کی حقیقت کے منکر ہیں ان کی کئی شاخیں ہیں۔

عنادیہ - یہ فرقہ اشیاء کی حقیقت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جن کو حقیقتیں سمجھا جاتا ہے وہ محض اوہام اور خیالات ہیں۔

عندیہ - یہ فرقہ بھی اشیاء کی حقیقت واقعیہ کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جس چیز کی جو حقیقت فرض کر لی جائے وہی اس کی حقیقت ہے۔ جوہر کو اگر جوہر فرض کر لیا جائے تو وہ جوہر ہے اگر اس کو عرض فرض کر لیا جائے تو وہ عرض ہے۔

لاادریہ - اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ نہ کسی چیز کے وجود کا علم ممکن ہے نہ عدم کا۔ بلکہ ہر چیز کا عدم و وجود مشکوک ہے اور یہ شکوک بھی مشکوک ہی ہے:

سجاد حسین

۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ
یکم فروری ۱۹۷۶ء



مُدّتے[۱] ایں مثنوی تاخیر شُد — مُہلتے بایست تا خوں شیر شُد
ایک مدت کی اِس مثنوی میں تاخیر ہوئی — مُہلت درکار ہے تاکہ خون، دودھ بنے

تا نزاید بختِ تو فرزندِ نو — خوں نگردد شیرِ شیریں خوش شنو
جب تک تیرا نصیب نیا بچہ نہ جنے — خون، شیریں دودھ نہیں بنتا، خوب سُن لے

چوں ضیاء الحق حُسام الدیں عناں — باز گردانید ز اَوجِ آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدّین نے باگ — آسمان کی بلندی سے موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بُود — بے بہارش غُنچہا ناشگفتہ بُود
چونکہ وہ حقائق کی معراج میں پہنچے ہوئے تھے — اُن کی بہار کے بغیر، غُنچے نہ کھِلے تھے

چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت — چنگِ شعرِ مثنوی باساز گشت
جب وہ دریا سے کنارے کی طرف واپس آئے — مثنوی کے اشعار کی سارنگی باساز بن گئی

مثنوی کہ صیقلِ[۲] ارواح بُود — باز گشتش روزِ استفتاح بُود
وہ مثنوی جو رُوحوں کے لئے صیقل تھی — اُن کی واپسی (مثنوی کیلئے) روزِ استفتاح ہوئی

مطلعِ تاریخِ ایں سودا و سُود — سالِ ہجرت ششصد و شصت و دو بُود
اِس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع — چھ سَو ۶۶۲ باسٹھ ہجری کا سال تھا

[۱] مُدّتے۔ مثنوی کا دوسرا دفتر تاخیر سے شروع ہوا، اِس کی کئی وجہیں ہوئیں۔ (۱) مولانا حسام الدین جو مثنوی کی تحریر کا باعث تھے اُنکو اپنی اہلیہ کے اِنتقال سے پریشانیاں لاحق ہوئیں۔ (۲) سامعین کی بے التفاتی کہ شوق سے بدلنا تھا۔ (۳) مولانا نے دفترِ دوم کے مضامین کو ذہن میں جمع کیا۔ بخت۔ نصیبہ۔ خون۔ بچہ پیدا ہونے پر خون دودھ بنکر پستان میں آتا ہے۔ عناں۔ باگ۔ اَوج۔ بلندی۔ معراج۔ سیڑھی، آسمانوں وغیرہ کی سیر جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائی گئی تھی۔ بہار یعنی روحانی فیض۔ غُنچہا۔ یعنی وہ مضامینِ عالیہ جن کا دوسرے دفتر میں بیان ہے۔ دریا یعنی عالمِ ملکوت۔ ساحل۔ دریا کا کنارا یعنی عالمِ ناسوت۔ چنگ۔ سارنگی۔ باساز۔ باسامان۔
[۲] صیقل۔ قلعی۔ استفتاح۔ کھولنا یعنی علوم و معارف کا جو دروازہ بند ہو گیا تھا اُس کا کھولنا، رجب کی پندرہ تاریخ، جسمیں رحمتِ خداوندی کے دروازے کھلتے ہیں اور خانۂ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ مطلعِ تاریخ۔ وہ شعر یا عبارت جس کے حروف سے ابجدی حساب سے تاریخ نکلتی ہے۔ سودا۔ سامانِ تجارت۔ سُود۔ نفع۔

بُلبلے[۱] زینجا برفت و بازگشت
بُلبل اِس جگہ سے گئی اور واپس لوٹی

بہرِ صیدِ ایں معانی بازگشت
اِن معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی

ساعدِ شہ مسکنِ ایں باز باد
(خدا کرے) اِس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو

تا اَبد بر خلق ایں در باز باد
قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کُھلا رہے

آفتِ ایں در ہوا و شہوت ست
اِس دروازہ کی آفت خواہشِ نفسانی اور شہوت ہے

ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست
ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

ایں دہاں بر بند تا بینی عیاں
اِس مُنہ کو بند رکھ تا کہ تو (اسرار و معارف) کو آنکھ سے (دیکھے)

چشم بند آں جہاں حلق و دہاں
اُس جہانِ (معرفت) کیلئے مُنہ اور حلق آنکھوں کی پٹی ہیں

اے[۲] دہاں تو خود دہانہ دوزخی
اے مُنہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے

وے جہاں تو بر مثالِ برزخی
اور اے دنیا! تو برزخ جیسی ہے

نورِ باقی پہلوئے دنیایِ دُوں
ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے

شیرِ صافی پہلوئے جوہائے خوں
خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

چوں درو گامے زنی بے احتیاط
اگر تو اِس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا

شیرِ تو خوں می شود از اختلاط
خلط ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائیگا

یک قدم زد آدمؑ اندر ذوقِ نفس
نفس کی خوشی میں آدمؑ نے ایک قدم رکھا

شُد فراقِ صدرِ جنت طوقِ نفس
(تو) جنت کے صدر (مقام) کی جُدائی گلے کا ہار بنگئی

ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت
فرشتہ اُن سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان

بہرِ نانِ چند آبِ چشم ریخت
چند روٹیوں کی وجہ سے کس قدر آنسو بہائے

گرچہ[۳] یک مُو بُد گنہ کو جُستہ بُود
اگرچہ وہ گناہ جو اُنھوں نے کیا بال برابر تھا

لیک آں مُو در دو دیدہ رُستہ بُود
لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اُگا تھا

بود آدمؑ دیدۂ نورِ قدیم
آدمؑ تو قدیم نور کی آنکھ تھے

مُوئے در دیدہ بُود کوہِ عظیم
(لیکن) آنکھ میں بال، بڑا پہاڑ ہوتا ہے

فراق ۔ یعنی جنت سے جُدائی ہو گئی ۔ دیو ۔ آدمؑ سے شیطان متنفر تھا اب فرشتے بھاگنے لگے ۔
بہرِ نان ۔ یعنی گیہوں کے لئے ۔
[۳] گرچہ ۔ حضرت آدمؑ کی خطا معمولی تھی لیکن "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کی رُو سے اُن پر عتاب ہو گیا
بود آدمؑ ۔ معمولی خطا حضرت آدمؑ کے اعتبار سے بڑی سمجھی گئی جیسا کہ آنکھ جیسی شفاف چیز میں معمولی بال بھی بڑا پہاڑ بن جاتا ہے ۔

[۱] بُلبلے ۔ یعنی مولانا حسام الدینؒ چونکہ وہ مضامین عالیہ کا شکار نہیں کرتے تھے ۔ زینجا یعنی عالَم ناسوت ۔ برفت ۔ یعنی عالَم ملکوت میں گئے ۔ بازگشت ۔ واپس ہوئے ۔ باز ۔ شاہین یعنی مولانا حُسام الدین مضامین عالیہ کا شکار کرنے کے قابل ہو گئے ۔ ایں در یعنی مضامین عالیہ کے فیضان کا دروازہ جو مثنوی کے ذریعہ کُھلا ہے ۔ آفت ۔ اِس فیض سے وہ بہرہ مند ہو گا جو خواہش اور شہوتِ نفس سے بچے گا ۔ ایں دہاں یعنی حلق اور زبان کی لذتوں سے دست کش ہو جا ۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اندروں از طعام خالی دار
تا درو نورِ معرفت بینی

دہاں ۔ کھلا ہوا ۔ چشم بند آنکھ کی پٹی یعنی حلقوم اور مُنہ کی لذتیں اسرارِ معرفت سے مانع ہیں ۔
[۲] اے دہاں ۔ اگر انسان حرام لقمہ کھاتا ہے تو دوزخ میں پہنچ جاتا ہے ۔ برزخ ۔ دو متضاد چیزوں کے درمیان آڑ ۔ دنیاوی زندگی جنتی اور دوزخی زندگی کے درمیان ہے اِس میں جنت اور جہنم دونوں کے آثار ہیں ۔ نورِ باقی ۔ ابدی روشنی ، ہدایت ۔ شیرِ صافی یعنی اعمال صالحہ ۔ جوہائے خوں یعنی معاصی ۔ گام ۔ قدم ۔ احتیاط ۔ بچاؤ ۔ شیرِ تو یعنی نیکی بُرائی سے بدل جائیگی ۔ ذوقِ نفس خلود کے شوق میں ممنوعہ درخت سے کھالیا

گر دراں[۵۱] دم اُو بکردے مشورت — در پشیمانی نگفتے معذرت

اگر وہ اُس وقت مشورہ کر لیتے — (تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

زانکہ با عقلے چو عقلے جفت شُد — مانعِ بد فعلی و بد گفت شُد

اسلئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کی شریک بنی — (تو) بُرے کام اور بُری بات سے مانع ہوئی

نفس با نفسِ دگر چوں یار شُد — عقلِ جزوی عاطل و بیکار شُد

ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا — ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

گر ز تنہائی چو ناہیدے شوی — زیرِ ظلِّ یارِ خورشیدے شوی

اگر تو تنہائی میں زُہرہ جیسا بنے گا — یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

رَو بجو یارِ خدائے را تو زُود — چوں چُناں کردی خدا یارِ تو بُود

جا، خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے — جب تو نے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

آنکہ در خلوت نظر بر دوخت ست — آخر آں را ہم زِ یار آموخت ست

جس نے خلوت کو مطمحِ نظر بنا لیا ہے — آخر اُس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے

خلوت از اغیار باید نے زِ یار — پوستیں بہرِ دے آمد نے بہار[۵۲]

گوشہ نشینی غیروں سے چاہیئے نہ کہ یار سے — پوستین ماگھ کے مہینہ کیلئے ہے، نہ کہ موسمِ بہار کیلئے

عقل با عقلِ دگر دوتا شود — نور افزوں گشت و رہ پیدا شود

عقل، دوسری عقل کے ساتھ ملکر دوگنی ہوجاتی ہے — روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہوجاتا ہے

نفس با نفسِ دگر دوتا شود — ظلمت افزوں گشت و رَہ پنہاں شود

نفس، نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہوجاتا ہے — اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

یار چشمِ تست اے مردِ شکار — از خس و خاشاک اُو را پاک دار

اے شکاری! یار، تیری آنکھ ہے — کوڑے کرکٹ سے اُس کو محفوظ رکھ

ہیں بجاروبِ زباں گردے مکُن — چشم را از خس رہ آوردے مکُن

خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اُڑا — آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

چونکہ مومن[۵۳] آئینہ مومن بُود — روئے اُو ز آلودگی ایمن بُود

جبکہ مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے — اُس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہیئے

---

۵۳ مومن۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلْمُؤمِنُ مِرْآةُ الْمُؤمِنِ یعنی جس طرح آئینہ عیب دکھا دیتا ہے اور اُس کو مشہور کرتا نہیں پھرتا ہے اسطرح ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے۔ ایمن۔ محفوظ۔

۵۱ گر دراں۔ گناہ سے بچ جانے کی ترکیب یہ ہے کہ اہلِ علم سے مشورہ کر لیا جائے۔ عقلے۔ یعنی مشورہ کرنیوالے کی عقل اور صاحبِ معرفت کی عقل۔ نفس۔ یعنی امّارہ نفس۔ عقلِ جزوی۔ ناقص عقل لہٰذا بُری صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ناہید۔ زُہرہ ستارہ یار۔ پیر کی صحبت تنہائی کی عبادت سے زیادہ فیض رساں ہے۔ رَو۔ اہل اللہ کی صحبت اللہ کے قُرب کا سبب ہے۔ خلوت۔ تنہائی۔ نظر بردوختن۔ کسی کو مطمحِ نظر بنا لینا۔ یار یعنی خلوت پسندی کے فوائد کسی شیخ کی صحبت میں ہی سیکھے ہیں لہٰذا صحبت مفید ہوئی۔ اغیار بیگانے پوستین۔ بال دار کھال کا لباس دے۔ ماگھ کا مہینہ جس میں سخت سردی پڑتی ہے۔

۵۲ بہار یعنی پھاگن کا مہینہ، ہر خلوت میں فضیلت نہیں ہے۔ اغیار سے خلوت مفید ہے یار کے ساتھ صحبت مفید ہے۔ دوتا۔ دوگونہ۔ نور افزوں گشت۔ شیخ کی صحبت نور افزا ہے اُس سے خلوت اختیار کرنا مفید نہیں ہے۔ نفس۔ بُرے ساتھی سے خلوت مفید ہے۔ یار۔ جبکہ صحبتِ شیخ ضروری ہے تو اُس کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مردِ شکار شکاری۔ ہیں۔ شیخ کی شان میں بدگوئی نہ ہونی چاہیئے۔ پاک دار۔ شیخ راہِ ہدایت دکھاتا ہے لہٰذا وہ آنکھ کا کام دیتا ہے

یار آئینہ ست جاں را در حزن[1] — در رُخِ آئینہ اے جاں دم مزن

غم میں، یار جان کا آئینہ ہے — اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار

تا بپوشد رُوئے خود را از دمت — دم فرو بردن بباید ہر دمت

تاکہ تیری پھونک سے وہ اپنا مُنھ نہ چھپالے — ہر وقت تجھے سانس گھوٹے رہنا چاہیئے

کم ز خاکی! چونکہ خاکے یار یافت — از بہارے صد ہزار انوار یافت

کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پالیا — ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کریں

آں[2] درختے کو شود با یار جفت — از ہوائے خوش ز سر تا پا شگفت

وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا — عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھل گیا

در خزاں چوں دید او یارِ خلاف — در کشید او زود سر زیرِ لحاف

خزاں کے موسم میں جب اس نے مخالف ساتھی دیکھا — اُس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کرلیا

گفت یارِ بد بلا آشفتن ست — چونکہ او آمد طریقم خفتن ست

اُس نے کہا، بُرا ساتھی مصیبت ہے — جب وہ آگیا تو میرا شیوہ سوجانا ہے

پس بخسپم باشم از اصحاب کہف — بہ ز دقیانوس باشد خوابِ کہف

پس میں سوجاتا ہوں، اصحاب کہف میں سے ہوجاتا ہوں — غار میں سونا، دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

یقظ[3] شاں مصروفِ دقیانوس بود — خوابِ شاں سرمایۂ ناموس بود

اُنکی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی — اُن کا سوجانا عزت کا سرمایہ تھا

خواب بیداریست چوں با دانش ست — وائے بیدارے کہ با ناداں نشست

جو نیند، عقلمندی سے ہے، وہ بیداری ہے — اُس بیدار پر افسوس ہے جو نادان کے ساتھ بیٹھا

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند — بُلبلاں پنہاں شدند و تن زدند

چونکہ کوّوں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے — بُلبلیں چھپ گئیں اور چُپ ہوگئیں

زانکہ بے گلزار بُلبل خامش ست — غیبتِ خورشید بیداری کش ست

جس طرح کہ بغیر چمن کے بُلبل چُپ ہے — سورج کا غروب بیداری ختم کردینے والا ہے

---

[1] حزن۔ غم یعنی حالتِ انقباض۔ دم زدن۔ پھونک مارنا، پھونک سے آئینہ دُھندلا ہوجاتا ہے۔ ہر دمت۔ یعنی کسی وقت بھی شیخ کے سامنے لاف زنی نہ کرنی چاہیئے۔ خاک۔ جب زمین اپنے یار (موسمِ بہار) سے ہم صحبت ہوتی ہے تو طرح طرح کے پھول اُگا دیتی ہے مرید کو بھی شیخ کی صحبت سے اسی طرح کا استفادہ کرنا چاہیئے۔ انوار۔ جمع نور بمعنی غنچہ و کلی۔

[2] آں۔ موسمِ بہار، درخت کیلئے یارِ موافق ہے اسکی صحبت سے درخت شگفتہ ہوجاتا ہے اسی طرح پیر کی صحبت باعث شگفتگی ہوتی ہے۔ در خزاں۔ موسم خزاں درختوں کے لئے یارِ ناموافق ہے درخت اُس کی صحبت پسند نہیں کرتے ہیں لہٰذا سوجاتے ہیں یعنی بد صحبت سے خلوت میں سوجانا بہتر ہے۔ اصحابِ کہف۔ ان کا پورا قصہ دفتر اول میں گزر چکا ہے اُن کے دور میں دقیانوس ظالم بادشاہ تھا یہ بزرگ لوگ اُس سے جدا ہوکر غار کی تنہائی میں جاکر سو گئے تھے۔

[3] یقظ۔ بیداری۔ مصروف۔ زیرِ استعمال۔ ناموس۔ عزت۔ خواب۔ وہ سونا جو بہتر مقصد کے پیشِ نظر ہو اُس بیداری سے بہتر ہے جس میں بُروں کی صحبت ملے۔ دانش۔ عقل۔ وائے کلمۂ افسوس ہے۔ ناداں۔ عرفانِ حق سے خالی۔ زاغاں۔ زاغ کی جمع ہے، کوا یعنی نا اہل لوگ۔ خیمہ زدن۔ مقیم ہوجانا۔ بُلبلاں۔ یعنی اہلِ حق۔ تن زدن۔ خاموش ہوجانا۔ گلزار، گلشن یعنی حق کے طالب لوگ۔ غیبتِ خورشید۔ سورج کے غروب کرجانے سے بیداری کے پیچھے ختم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح طالبین کے غائب ہوجانے سے شیخ پر خاموشی طاری ہوجاتی ہے۔

آفتاب[1] از ترکِ ایں گلشن کُند — تا کہ تحت الارض را روشن کُند
سورج اگر اِس چمن کو چھوڑتا ہے — تو اِس لئے کہ زمین کے نچلے حصّہ کو روشن کرے

آفتابِ معرفت را نقل نیست — مشرقِ اُو غیرِ جان و عقل نیست
معرفتِ (خداوندی) کے سورج (پیر) کیلئے منتقل ہونا (نہیں) — اُس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

خاصہ خورشیدِ کمالِ کاں سَریست — روز و شب کردارِ اُو روشنگریست
خصوصًا وہ آفتابِ کمال جو اُس جانب کا ہے — اُس کا کام دن رات روشن کرنا ہے

مَطلعِ شمس آئی گر اسکندری — بعد ازاں ہر جا روی نیکو فری
اگر تو سکندر رہے تو سورج کے طلوع ہونیکی جگہ پر آ — اِس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہوگا

بعد ازاں ہر جا روی مشرق بود — شرقہا بر مغربت عاشق شود
اِس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہوگی — مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہونگی

حسِّ[2] خفاشت سوئے مغرب دواں — حسِّ دُر پاشت سوئے مشرق رواں
تیری چمگادڑ والی حِس مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے — تیری موتی برسانے والی حِس مشرق کی جانب رواں ہے

راہِ حس راہِ خران ست اے سوار — اے خراں را تو مزاحم شرم دار
اے سوار! حِس کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے — تو گدھوں سے بھڑتا ہے، شرم کر

پنج حسّے ہست جز ایں پنج حس — آں چو زرِ سُرخ و ایں حسّہا چو مِس
اِن پانچ حواس کے علاوہ پانچ حِس اور ہیں — وہ سُرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کیطرح ہیں

اندراں بازار کاہلِ محشر اند — حسِّ مِس را چوں حسِّ زر کے خرند
جس بازار میں اہلِ محشر ہیں — تانبے کے حِس کو سونے کے حِس کی طرح کب خریدتے ہیں؟

حسِّ ابداں قوتِ ظلمت می خورد — حسِّ جاں از آفتابے می چرد
بدنوں کی حِس ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے — رُوح کی حِس آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے

اے[3] ببردہ رختِ حسّہا سوئے غیب — دست چوں موسیٰ برون آور ز جیب
اے (وہ ذات) جو حِس کے سامان کو غیب کیطرف لے — موسیٰؑ کی طرح ہاتھ کو گریبان سے باہر نکال

اے صفاتت آفتابِ معرفت — و آفتابِ چرخ بندِ یک صفت
اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں — اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

---

[1] آفتاب۔ سورج کو فیض رسانی کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑتا ہے۔ زمین کی فوقانی سطح سے منتقل ہوکر زمین کی تحتانی سطح کے باشندوں کو نور پہنچاتا ہے لیکن شیخ اپنی جگہ رہتا ہے اور زمین کے ہر حصّہ کے باشندوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ آفتابِ معرفت۔ شیخِ کامل۔ مشرق۔ سورج کے طلوع کرنے کی جگہ۔ جان۔ شیخ کی توجہ سے روح اور عقل روشنی حاصل کرتی ہے۔ خورشیدِ کمال۔ اللہ تعالےٰ۔ آں سر۔ اُس جانب یعنی ذاتِ باری عالمِ امکان سے وراء ہے۔ روشنگری۔ روشنی پہنچانا۔ اسکندری۔ سکندر ذوالقرنین کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے، یہ نیک بادشاہ تھا اور اُس نے مشرق سے مغرب تک اپنی سلطنت کو وسیع کر دیا تھا۔ مطلعِ شمس۔ اہل اللہ۔ نیکو فر۔ بااقبال۔ مشرق۔ یعنی مطلعِ انوار۔ مغربت یعنی تیرے وہ حالات جن میں انوار کی کمی ہوگی اُس پر مشرقیں قربان ہوں گی۔

[2] حسِّ خفاشت۔ حواسِ خمسہ ظاہرہ، مادی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اور وہ ظلمت کے طالب ہیں۔ حسِّ دُر پاش۔ انسان کے لطائفِ ستہ قلب، روح، نفس، سِر، خفی، اخفیٰ مُراد ہیں جنکے انکشافات پر معرفتِ حق مبنی ہے۔ آں چو زر۔ مادی حواس لطائف کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ بازار۔ آخرت کے بازار میں لطائفِ ستہ کی قیمت اُٹھے گی۔ قوت۔ روزی۔ حسِّ جاں۔ لطائف۔ آفتاب یعنی ذاتِ باری۔

[3] اے۔ یہاں سے مولانا نے مناجات شروع کردی ہے۔ دست چوں موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کا یدِ بیضا تاریکی کو دور کر دیتا تھا۔ برون آور۔ تاکہ تیری تجلّیِ نور ہمارے جہل کی تاریکی کو دور کردے۔ صفاتت۔ صفاتِ خداوندی ذات کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ آفتابِ چرخ۔ سورج بھی صفتِ باری کا مظہر ہے۔

گاہ خورشید[۱] و گہے دریا شوی
(تو) کبھی سورج اور کبھی دریا (میں متجلی) ہوتا ہے

گاہ کوہِ قاف و گہ عنقا شوی
کبھی کوہِ قاف (میں) اور کبھی عنقا (کیطرح بے نشان) ہوتا ہے

تو نہ این باشی نہ آں در ذاتِ خویش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے

اے فزوں از وہمہا وز بیش بیش
اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

روح[۲] با علم ست و با عقل ست یار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے

روح را با تازی و ترکی چہ کار
روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ؟

از تو اے بے نقش با چندیں صور
اے بے نقش! اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری وجہ سے

ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
اہلِ تشبیہ بھی اور اہلِ توحید بھی حیران ہیں

گہ مشبہ را موحد می کنی
تو کبھی اہلِ تشبیہ کو اہلِ توحید بنا دیتا ہے

گہ موحد را بصورت رہزنی
کبھی اہلِ توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گہ ترا گوید ز مستی بوالحسن
کبھی مستی میں ابوالحسن تجھے کہتا ہے

یا صغیر السن یا رطب البدن
اے کم عمر! اے نازک بدن!

گاہ[۳] نقشِ خویش ویراں می کند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے

از پئے تنزیہ جاناں می کند
تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

چشمِ حس را ہست مذہب اعتزال
حس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے

دیدۂ عقل ست سنی در وصال
وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سنی ہے

سخرۂ حس اند اہلِ اعتزال
حس کے پابند معتزلی ہیں

خویش را سنی نمایند از ضلال
غلطی سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے ہیں

ہر کہ در حس ماند او معتزلی ست
جو حس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے

گرچہ گوید سنیم از جاہلی ست
اگرچہ وہ کہے "میں سنی ہوں" نادانی ہے

ہر کہ از حسِ خدا دید آیتے
جس نے حسِ خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی

در برِ حق ہست بہرِ طاعتے
وہ اطاعت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے

ہر کہ بیروں شد ز حس سنی وے ست
جو شخص حس سے بالاتر ہو گیا وہ سنی ہے

اہلِ بینش چشمِ عقلِ خویش بست
اہلِ نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے

---

۱ گاہ خورشید۔ یہ تمام چیزیں مظاہرِ قدرت ہیں۔ تو نہ مظاہرِ قدرت عینِ ذاتِ باری نہیں ہیں اُس کی ذات وہم سے بھی وراء الوراء ہے۔

۲ روح۔ روح اگرچہ مادی بدن میں متصرف ہے لیکن مادی اثر سے منزہ ہے۔ مشبہ۔ وہ لوگ جو خدا کو مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ موحد۔ وہ لوگ جو خدا کو ذات و صفات میں یکتا مانتے ہیں۔ خیرہ سر۔ حیران یعنی دونوں گروہوں میں سے اسکی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ گہ مشبہ۔ مشبہ حیران ہو کر تنزیہ کا قائل ہو جاتا ہے اور موحد بنجاتا ہے کبھی موحد حیران ہو کر تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہے۔ ابوالحسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ہے مراد عارفِ کامل ہے جو کسی بچہ میں جلوہ دیکھ کر مشبہ کے الفاظ بول جاتا ہے۔ صغیر السن۔ کم عمر۔ رطب البدن۔ نازک بدن۔

۳ گاہ۔ موحد غلبۂ تنزیہ میں اپنے وجود کو ہی معدوم سمجھنے لگتا ہے اور صرف ذاتِ واحد کو موجود مانتا ہے۔ چشمِ حس۔ ظاہری آنکھ۔ مذہبِ اعتزال۔ معتزلہ کا عقیدہ کہ حشر میں بھی دیدارِ خدا ناممکن ہے۔ دیدۂ عقل۔ باطنی بصیرت کا تقاضہ ہے کہ دیدارِ حق ہوگا یہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ سخرۂ حس۔ جو سنی محض حسِ ظاہری رکھتے ہیں وہ بھی حقیقتاً معتزلی ہیں انکو بھی دیدارِ حق میسر نہ آئیگا۔ سنی تو حقیقتاً وہ ہے جو باطنی بصیرت پیدا کرے اور دیدارِ حق کر سکے۔ حسِ خدا۔ حسِ باطن۔ آیت۔ نشانی۔ بر۔ پیش۔ جناب۔ بہرِ طاعتے۔ اللہ کی کسی نشانی میں اللہ کے جمال کا مشاہدہ کرنا مستقل عبادت ہے۔ اہلِ بینش۔ صاحب نظر عقل و حواس سے کام نہیں لیتا ہے وہ بصیرتِ قلبی سے کام لیتا ہے۔

گر بدیدے حسِ حیواں شاہ را[۱] — پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را

اگر حیوانی حس، شاہ کو دیکھ سکتی — تو گاؤ اور خر (بھی) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

گر نبودے حسِ دیگر مر ترا — جز حسِ حیوان بیروں از ہوا

اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی — حیوانی حس کے علاوہ، خواہشِ نفسانی سے بالاتر

پس بنی آدم مکرم کے بُدے — کے بہ حسِ مشترک محرم شُدے

تو بنی آدم مکرّم کب ہوتے؟ — مشترک حس کی وجہ سے محرمِ (راز) کب ہوتے؟

نا مصوّر[۲] یا مصوّر گفتنت — باطل آمد بے ز صورت رُفتنت

تیرا (خدا کو) باصورت یا بے صورت کہنا — بے کار ہے جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے

نا مصوّر یا مصوّر پیشِ اوست — کو ہمہ مغز ست بیروں شد ز پوست

باصورت یا بے صورت تو اُس کے سامنے ہے — جو مجسّم مغز ہے، چھلکے سے بالا ہے

گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج — ور نہ رَو کالصّبرُ مفتاحُ الفرج

اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں — ورنہ جا "صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے"

پردہائے دیدہ را داروئے صبر — ہم بسوزد ہم بسازد شرحِ صدر

(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو داروئے صبر — جلا بھی دیتی ہے اور شرحِ صدر بھی کر دیتی ہے

آئینۂ[۳] دل چوں شود صافی و پاک — نقشہا بینی بروں از آب و خاک

دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا — تو آب و خاک سے بالاتر نقش دیکھے گا

ہم بہ بینی نقش و ہم نقّاش را — فرشِ دولت را و ہم فرّاش را

نقش بھی دیکھے گا اور نقّاش کو بھی — دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

چوں خلیل[۴] آمد خیالِ یارِ من — صورتش بُت معنیِ او بُت شکن

میرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہوا — اُس کا ظاہر بُت اور اُس کی حقیقت بُت شکن ہے

شکرِ یزداں را کہ چوں او شد پدید — در خیالِ او خیالِ حق رسید

خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا — اُس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا

شکرِ مُعطی را کہ چوں او در رسید — در خیالش جاں خیالِ خود بدید

داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا — اُس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

---

۱ حسِ حیواں۔ ظاہری حس۔ شاہ۔ اللہ تعالیٰ۔ حسِ دیگر۔ حسِ باطنی۔ بیروں از ہوا۔ ہوا و ہوس سے بالاتر۔ مکرّم۔ قرآن میں ہے لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ "اور البتہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی"۔ حسِ مشترک یعنی وہ حواس جو حیوان اور انسان میں مُشترک ہیں۔ محرم۔ رازداں۔

۲ نا مصوّر۔ یعنی خدا کا باصورت ہونا یا صورت سے منزہ ہونا اُس شخص کیلئے متحقق ہے جو مجاہدے کر کے سراپا مغز بن گیا ہو۔ کوری۔ کور ہستی۔ اعمیٰ۔ نابینا۔ حرج۔ تنگی، گناہ۔ ورنہ۔ اگر استعداد ہی مفقود ہے تو مجبوری ہے ورنہ صبر سے مجاہدات کرو گے تو یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔ سوزد۔ یعنی صبر آنکھوں کے پردے ہٹا دے گا۔

۳ آئینۂ دل۔ بلغیر اضافت کے پڑھا جائے۔ آب و خاک۔ عالمِ ناسوت۔ نقش یعنی مخلوق۔ نقّاش یعنی خالق۔ فرشِ دولت دربار۔ فرّاش یعنی اللہ تعالیٰ۔

۴ خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ خیالِ یار۔ تصورِ شیخ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کو دیکھ کر ھٰذَا رَبِّیْ "یہ میرا رب ہے" کہا یہ ایک تدبیر تھا جو بظاہر بُت پرستی تھی لیکن دراصل اُس کا اثبات اس کے ابطال کیلئے تھا جو بُت شکنی تھی۔ اسی طرح تصورِ شیخ بظاہر بُت پرستی ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تک پہنچاتا ہے اسلئے حقیقتاً وہ بُت شکنی ہے۔ شکرِ یزداں۔ تصورِ شیخ نے اللہ تعالیٰ کے تصور تک پہنچا دیا۔ چوں او۔ تصورِ شیخ یعنی شیخ کے تصور کے ذریعہ ہمیں اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہو گئی اور اُس کے ذریعہ معرفتِ خداوندی حاصل ہوئی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا"۔

خاکِ درگاہت دلم را می فریفت (۱)
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کر دیا
خاک بر وے کو ز خاکت می شگیفت
اُس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی کی

گفتم ار خوبم پذیرد ایں از و
میں نے کہا اگر میں اچھا ہوں تو وہ (اللہ) اِس خوبی کو اُس (دل یعنی) مجھ سے قبول کرے گا
ورنہ خود خندید بر من زشت رُو
ورنہ مجھ بدصورت پر ہنس دے گا

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں
درخورِ آنیم و یا نادر خوریم
ہم اُس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

اُو جمیل ست و یُحِبُّ لِلجمال
وہ حسین ہے اور حُسن کو پسند کرتا ہے
کے جوانِ نو گزیند پیرہ زال
بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے؟

طیّبات از بہرِ کہ لِلطّیّبین
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مردوں کے لئے
خوب خوبی را کند جذب ایں یقیں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، یہ یقینی بات ہے

خوب خوبی را کند جذب (۲) ایں بداں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، سمجھ لے
طیّبات و طیّبین بر وے بخواں
طیّبات اور طیّبین اُس پر پڑھ دے

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا
می کُند با جنس سیر اے معنوی
اے معنی شناس! وہ اپنی ہم جنس کے ساتھ چلتی ہے

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے
گرم گرمی را کشید و سرد سرد
گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

قسمِ (۳) باطل باطلاں را می کشند
باطل اقسام باطلوں کو کھینچتی ہے
باقیاں از باقیاں ہم سرخوشند
باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند
جہنّمی جہنّمیوں کو کھینچنے والے ہیں
نوریاں مر نوریاں را طالب اند
نوری، نوریوں کے طالب ہیں

صاف را ہم صافیاں راغب شوند
صاف لوگ صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں
دُرد را ہم تیرگاں جاذب بوند
بدباطن، تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار
حبشی کے حبشی دوست ہوتے ہیں
روم را با رومیاں افتاد کار
رومی کا، رومیوں سے واسطہ ہے

چشم چوں بستی ترا جاں کندنیست
تو نے جب آنکھ بند کی، تجھے بیقراری ہے
چشم را از نورِ روزن صبر نیست
آنکھ روزن کے نور سے صبر نہیں کر سکتی ہے

---

۱ فریفتن - عاشق بنانا۔ شگیفتن - بے نیاز ہونا۔ ازو - ازدل۔ زشت رو - بدصورت۔ چارہ - تدبیر۔ درخور - لائق۔ پیرہ زال - بوڑھی عورت۔ ایں یقیں - یہ یقینی بات ہے۔

۲ جذب - کشش۔ طیّبات - قرآن پاک میں ہے۔ "الطیّبات للطیّبین" "پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں"۔ ناظر - دیکھنے والا۔ اے معنوی - اے حقیقت بیں۔

۳ قسم - فرقہ، گروہ۔ باقیاں - اہلِ ہدایت۔ ناریاں - جہنمی۔ نوریاں - جنتی۔ صافیاں - صاف باطن۔ تیرگاں - سیاہ باطن۔ زنگ - حبشی۔ روم - رومی۔ جاں کندنی - گھبراہٹ۔ روزن - روشندان۔

چشم چوں بستی ترا تاسہ گرفت — نورِ چشم از نورِ روزن می شگفت

جب تونے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا — آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

تاسۂ تو جاذبِ نورِ چشم بود — تا بہ پیوندد بہ نورِ روز زود

تیری بیقراری آنکھ کے نور کا جذبہ تھی — تاکہ جلد، دن کی روشنی سے وابستہ ہو جائے

چشمِ باز ار تاسہ گیرد مر ترا — دانکہ چشمِ دل بہ بستی بر کشا

کھلی ہوئی آنکھ، اگر تجھے بیقرار کرے — سمجھ لے کہ تونے دل کی آنکھ بند کی ہے کھول لے

آں تقاضائے دو چشمِ دل شناس — کو ہمی جوید ضیائے بیقیاس

سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضہ تھا — کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

چوں فراقِ آں دو نورِ بے ثبات — تاسہ آوردت کشادی چشمہات

جبکہ دو ناپائدار نوروں کی جدائی نے — تجھے بیقرار کر دیا، تونے اپنی آنکھیں کھولدیں

چوں فراقِ آں دو نورِ پائدار — تاسہ چوں آرد مر آں را پاس دار

تو دو پائدار نوروں کی جدائی — کیسی بے قراری پیدا کرے گی، اس کا خیال رکھ

او چو می خواند مرا من بنگرم — لائق جاذبم و یا بد پیکرم

وہ جب مجھے بلاتا ہے میں غور کرتا ہوں — میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

گر لطیفے زشت را در پے کند — تسخرے باشد کہ او بر وے کند

اگر کوئی خوبصورت، بدصورت کا پیچھا کرے — یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اس سے کرتا ہے

کے ببینم روئے خود را اے عجب — تا چہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب

تعجب ہے، میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں؟ — جو یہ کہوں کہ میں کس رنگ کا ہوں، میں دن کی طرح ہوں یا رات کی مانند

ق

نقشِ جانِ خویش می جستم بسے — ہیچ می ننمود نقشم از کسے

میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا — (لیکن) میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

گفتم آخر آئینہ از بہر چیست — تا بداند ہر کسے کہ جنسِ کیست

میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے — (اسی لئے) کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

آئینہ آہن برائے پوستہاست — آئینہ سیمائے جاں سنگیں بہاست

لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے — جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینہ جاں نیست الا روئے یار — روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار

جان کا آئینہ، یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہے — اس یار کا چہرہ جو اس دیار (عالمِ ملکوت) کا ہو

لہ تاسہ۔ بیقراری۔ نورِ چشم۔ آنکھ کا نور بیرونی نور کا طالب ہے ورنہ گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ چشمِ باز۔ آنکھ کھلی ہوئی ہونے پر اگر گھبراہٹ طاری ہو تو سمجھ لے کہ یہ اضطرابِ دل کی آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہے۔

۲ہ آں تقاضائے۔ دل کی گھبراہٹ، دل کی آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے ہوئی جو لا انتہا نور کا مشاہدہ چاہتی ہیں۔ دو نور یعنی دل کی آنکھ کا نور اور لامحدود نور۔ بدپیکر۔ بد صورت۔ گر لطیفے۔ جب یہ طے ہے کہ ہم جنس ہم جنس کا طالب ہوتا ہے تو اگر حسین کسی بدصورت کا طالب بنتا ہے تو وہ محض مذاق کے لئے ہوتا ہے۔

۳ہ اے عجب اس کا تعلق اگلے شعر کے دوسرے مصرع سے ہے۔ ہمچو روز یعنی منور۔ چو شب یعنی سیاہ باطن۔ نقشِ جان۔ شیخ کے ذریعہ مرید کی حقیقی تصویر سامنے آجاتی ہے یعنی میں نے ایسا شیخ تلاش کیا جس کی وجہ سے مجھ پر اپنی حقیقت واضح ہو جائے۔ گفتم۔ آئینہ میں دیکھ کر اپنی خوبصورتی و بدصورتی پہچان لی جاتی ہے۔ آئینہ سیمائے جاں جس آئینہ میں باطن کی خوبصورتی و بدصورتی نظر آتی ہے وہ مرشد و شیخ ہے جو بہت قیمتی چیز ہے۔ روئے یار۔ شیخ کی صحبت میں اپنے نقائص نظر آجاتے ہیں۔ آں دیار یعنی وہ شیخ جس کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہو۔

گفتم اے دل آئینۂ کُلّی[1] بجو || رَو بدریا کار بر ناید ز جُو
میں نے کہا اے دل! مکمل آئینہ تلاش کر || دریا پر جا، نہر سے کام نہ چلے گا

زیں طلب بندہ بکوئے تو رسید || درد مریم را بخُرما بُن کشید
اِس طلب کی وجہ سے خادم تیرے کوچہ میں پہنچا || مریم کو درد کھجور کے درخت کی طرف لے گیا

دیدۂ تو چوں دلم را دیدہ شد || صد دلِ نادیدہ غرقِ دیدہ شد
تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا || سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھنے ہوئے میں سما گئے

آئینۂ کُلّی بر آوردم زِ دود || دیدم اندر آئینہ نقشِ تو بود
میں نے دھوئیں سے مکمل آئینہ نکالا || میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا

آئینۂ کُلّی ترا دیدم اَبد || دیدم اندر چشمِ تو من نقشِ خود
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا || میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا

گفتم[2] آخر خویش را من یافتم || در دو چشمش راہِ روشن یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پا لیا || اُس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پایا

گفت وہمم کاں خیالِ تُست ہاں || ذاتِ خود را از خیالِ خود بداں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے خبردار! || اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

نقشِ من از چشمِ تو آواز داد || کہ منم تو تو منی در اتّحاد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی || کہ میں تو ہوں، تو میں ہے، یگانگت میں

کاندریں[3] چشمِ مُنیرِ بے زوال || از حقائق راہ کے یابد خیال
اس روشن، حقائق سے بے زوال آنکھ میں || خیال راستہ کب پا سکتا ہے؟

در دو چشمِ غیرِ من تو نقشِ خود || گر ببینی آں خیالے داں و رَدّ
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش || اگر تو دیکھے تو اُسکو (محض) خیال اور (قابلِ) ردّ سمجھ

زانکہ سُرمۂ نیستی در می کشد || بادہ از تصویرِ شیطاں می چشد
اس لئے کہ وہ نیستی کا سُرمہ لگاتا ہے || (اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

چشمِ او خانۂ خیالست و عدم || نیستہا را ہست بیند لاجرم
اُس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے || لامحالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

---

[1] آئینۂ کلی یعنی شیخِ کامل ڈھونڈ۔ یعنی شیخِ کامل بجو۔ نہر یعنی ناقص پیر۔ مریم حضرت عیسیٰؑ کی والدہ۔ خرما بُن۔ کھجور کا درخت حضرت مریمؑ کے دردِ زِہ کا اضطراب کھجور کے سائے، پھل اور ٹھنڈے پانی اور بچہ کے دیدار سے رفع ہوا تھا۔ صد دلِ نادیدہ۔ میرا دل جو بے معرفت ہونے میں سَو دلوں کی برابر تھا۔ بر آوردم زِ دود۔ یعنی میں نے نورِ مطلق کو تعینات کے دھوئیں سے جُدا کیا تو اُسمیں تیرا نقش محسوس کیا۔ آئینۂ کلی۔ مکمل آئینہ۔ اَبد۔ ہمیشہ۔ چشمِ تو۔ دل کا دیدۂ بصیرت۔

[2] گفتم۔ شیخ کے آئینۂ دل میں اپنی صورت دیکھ کر اطمینان ہو گیا اور اُس کی وجہ سے مجھے راہِ ہدایت حاصل ہوئی۔ خیال۔ خیالی بات۔ ہاں۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ ذات۔ نفس الامری صورت۔ نقش۔ میری صورت نے بتایا کہ یہ صورت واقعی ہے محض خیالی نہیں ہے۔

[3] کاندریں چشم۔ یعنی میرے نقش نے یہ بھی کہا کہ شیخ کی چشمِ دل میں جو کہ ہمیشہ حقائق سے وابستہ ہے کوئی غیر واقعی خیالی چیز نہیں سما سکتی۔ در دو چشمِ غیر۔ ناقص کی چشمِ دل میں غیر حقیقی چیز نمودار ہو سکتی ہے۔ نیستی۔ عالمِ فانی۔ بادہ۔ شراب۔ تصویر۔ تخیل۔ می چشد۔ چونکہ وہ ناقص ہے اور اُس کی چشمِ بصیرت عالمِ سفلی میں پھنسی ہوئی ہے وہاں شیطانی تصویر پہنچ جاتا ہے۔ خانۂ خیال۔ یعنی اُس کی آنکھ میں غیر حقیقی چیزیں گھر کیے ہوئے ہیں۔

چشمِ من چوں سُرمہ دید از ذوالجلال[۱] — خانۂ ہستی ست نے خانۂ خیال
میری آنکھ نے جبکہ جلال والے (اللہ) کا سُرمہ دیکھا ہے — وہ موجود کا خانہ ہے، نہ کہ خیال کا

تا یکے مُو باشد از ہستیِ تو — در خیالت گُم شود مستیِ تو
جب تک تیری ہستی کا ایک بال بھی رہے گا — تیری مستی تیرے خیال میں گم ہو جائے گی

تا یکے مُو باشد از تو پیشِ چشم — در خیالت گوہرے باشد چو یشم
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہوگا — تیرے خیال میں موتی، سنگِ یشم ہوگا

یشم را آنگہ شناسی از گُہر — کز خیالِ خود کُنی کُلّی گذر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اُسوقت تمیز کر سکیگا — جب اپنے خیال سے بالکلیہ گذر جائے گا

یک حکایت بشنو اے گوہر شناس — تا بدانی تو عیاں را از قیاس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے — تاکہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جُدا) جان لے

ہلال پنداشتنِ آں شخص خیال را در عہدِ امیر المومنین عمرؓ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہِ روزہ[۲] گشت در عہدِ عُمرؓ — بر سرِ کوہے دویدند آں نفر
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں رمضان آیا — سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

تا ہلالِ روزہ را گیرند فال — آں یکے گفت اے عُمرؓ اینک ہلال
تاکہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں — ایک شخص بولا، اے عمرؓ! چاند یہ ہے

چوں عمرؓ بر آسماں مہ را ندید — گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید
جب (حضرت) عمرؓ نے آسمان پر چاند نہ دیکھا — فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

ورنہ من بیناترم[۳] افلاک را — چوں نمی بینم ہلالِ پاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں — پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟

گفت تر کُن دست و بر ابرو بمال — آنگہاں تو بر نگر سوئے ہلال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو پر مل — پھر تو چاند کی طرف دیکھ

چونکہ اُو تر کرد ابرو مہ ندید — گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
جب اُس نے ابرو تر کر لی چاند کو نہ دیکھا — بولا، اے شاہ! چاند نہیں ہے، وہ غائب ہو گیا

گفت آرے مُوئے ابرو شد کماں — سُوئے تو افگند تیرے از گماں
فرمایا ہاں ابرو کا بال کمان بن گیا — اُس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا

---

۱ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ کے تصور کے ساتھ باطل جمع نہیں ہو سکتا۔ تا یکے مُو۔ یعنی جب تک عالمِ ناسوت سے ادنیٰ تعلق رہے گا۔ مستیِ تو۔ عالمِ وجد۔ یشم۔ ایک کم قیمت پتھر ہے۔ کلّی گذر۔ فنا کے بعد حقائق منکشف ہوں گے۔ عیاں۔ مشاہدہ۔ قیاس۔ تخمینی بات۔

۲ ماہِ روزہ۔ رمضان شریف۔ نفر۔ جماعت۔ فال نیک۔ شگون۔ از خیالِ تو یعنی تیرا چاند محض خیالی ہے۔

۳ بیناتر۔ حضرت عمرؓ کی نگاہ اُس سے زیادہ تیز تھی یا حضرت عمرؓ کا اپنے کشف کی طرف اشارہ تھا۔

چوں یکے مُو کژ شد از ابروئے اُو
شکلِ ماہے نو نمود آں موئے اُو

جب اُس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا
اُس کے اُس بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی

چوں یکے مُو کژ شد او را راہ زد
تا بدعوئ لافِ دیدِ ماہ زد

جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اُس نے گمراہ کر دیا
یہاں تک کہ دعوے کیساتھ چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری

موئے کژ چوں پردۂ گردوں بود
چوں ہمہ اجزات کژ شد چوں بود

ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا
جب تیرے تمام اجزا ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا؟

راست کُن اجزات را از راستاں
سرکش اے راست رَو زاں آستاں

سچوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کرلے
اے سیدھا چلنے والے اُس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا

ہم ترازو را ترازو راست کرد
ہم ترازو را ترازو کاست کرد

ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے
ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے

ہر کہ با ناراستاں ہم سنگ شد
در کمی افتاد و عقلش دنگ شد

جو گمراہوں کے ساتھ تُلا
کمی میں مُبتلا ہوا اور اُس کی عقل ماری گئی

رَو اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّار باش
خاک بر دلدارئ اغیار پاش

جا، کفار پر بھاری پڑ
بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال

بر سرِ اغیار چوں شمشیر باش
ہیں مکُن روباہ بازی شیر باش

بیگانوں کے سر پر تلوار بن
خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن

تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند
زانکہ آں خاراں عدوِ ایں گلند

تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں
اِسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اِس گلستان (وحدت) کے دشمن ہیں

آتش اندر زن بگرگاں چوں سپند
زانکہ ایں گرگاں عدوِ یوسف اند

کالے دانہ کی طرح اُن بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگادے
کیونکہ یہ بھیڑیئے یوسف (محبوبِ حقیقی) کے دشمن ہیں

جانِ بابا گویدت ابلیس ہیں
تا بدم بفریبدت دیوِ لعیں

خبردار! شیطان تجھے جانِ پدر کہے گا
تاکہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسالے

ایں چنیں تلبیس با بابات کرد
آدمے را ایں سیہ رُخ مات کرد

(شیطان نے) تیرے آبا (حضرت آدمؑ) سے ایسی
(حضرت) آدمؑ کو اُس سیاہ رُو نے ہرا دیا

بر سرِ شطرنج چُست ست ایں غراب
تو مبیں بازی بچشمِ نیم خواب

یہ کوّا شطرنج پر چُست (ہوکر بیٹھا) ہے
تو بازی کو اونگھتی آنکھ سے نہ دیکھ

ف۱ راہ زد۔ گمراہ کردیا۔ لاف۔ بیہودہ دعویٰ۔ اجزات۔ اجزائے تو۔ راستاں۔ عارفین۔ سرکش۔ روگردانی نہ کر۔ ترازو۔ یعنی ترازو کا باٹ۔ کاست۔ کم۔ ہم سنگ شدن۔ برابر تُلنا۔ دنگ شدن۔ حیران ہونا۔

ف۲ اشدّاء۔ شدید کی جمع ہے سخت۔ اغیار۔ غیر کی جمع ہے۔ پاش۔ چھڑک۔ روباہ بازی۔ مکاری۔ تا ز غیرت۔ غیروں سے جُڑنا، اپنوں سے ٹوٹنا ہے۔ خاراں۔ یعنی اللہ سے بیگانے۔ گُل۔ ذاتِ خداوندی۔

ف۳ آتش زدن۔ برباد کرنا۔ گرگاں۔ یعنی اللہ کے دشمن۔ سپند۔ کالا دانہ جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے اور نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے اُسکو جلایا جاتا ہے۔ یوسف۔ یعنی محبوبِ حقیقی، حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کھالیا، اگرچہ یہ غلط تھا۔ مولانا نے اُن کے قول کے مطابق بھیڑیئے اور حضرت یوسفؑ کی دشمنی کو ذکر کر دیا ہے۔ جانِ بابا۔ نورِ نظر، لاڈلا بیٹا۔ دَم۔ فریب۔ بابات۔ بابائے تو۔ مات۔ شاہِ شطرنج کو مقید کر دینا جس شطرنجی کا شاہ مقید ہو جائے وہ ہار جاتا ہے، لہٰذا "مات کردن" مطلقاً ہرا دینے کے معنیٰ میں مستعمل ہو جاتا ہے۔

Infidel

زانکه فرزین بندها داند بسے — که بگیرد در گلویت چوں خسے
اِس لئے کہ وہ فرزین کے بہت سے گھراؤ جانتا ہے — تاکہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

در گلو ماند خسِ او سالہا — چیست آں خس مہر جاہ و مالہا
اُس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے — وہ تنکا کیا ہے، رُتبہ اور مال کی محبت

مال خس باشد چو ہست آں بے ثبات — در گلویت مانعِ آبِ حیات
مال چونکہ فانی ہے، وہ تنکا ہے — تیرے گلے میں وہ آبِ حیات سے مانع ہے

گر بَرَد مالت عدوّے پُر فنے — رہزنے را بُردہ باشد رہزنے
اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے — ایک ڈاکو، دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

دزدیدنِ مارگیرے مارے را از مارگیرے دیگر
ایک سپیرے کا دوسرے سپیرے کے سانپ کو چُرانا

دُزدکے از مارگیرے مار بُرد — ز ابلہی آں را غنیمت می شمرد
ایک چور، ایک سپیرے کا سانپ لے گیا — بیوقوفی سے اُس کو (مالِ) غنیمت سمجھ رہا تھا

وارہید آں مارگیر از زخمِ مار — مار کُشت آں دزد را بس زار زار
وہ سپیرا، سانپ کے زخم سے بچ گیا — سانپ نے اُس چور کو بُری طرح مار ڈالا

مارگیرش دید پس بشناختش — گفت از جاں مارِ من پرداختش
سپیرے نے اُس کو دیکھا تو پہچان گیا — بولا، اُس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

در دُعا می خواستے جانم ازو — کش بیابم، مار بستانم ازو
دعا میں میری جان اُس کو طلب کرتی تھی — کہ میں اُس کو پکڑ لوں، سانپ اُس سے لے لوں

شکر حق را کاں دُعا مردود شد — من زیاں پنداشتم آں سود شد
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہوگئی — میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

بس دُعاہا کاں زیانست و ہلاک — از کرم می نشنود یزدانِ پاک
بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں — اللہ پاک اُن کو کرم کی وجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

مُصلح ست و مصلحت را داند او — کاں دعا را باز می گرداند او
وہ مُصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے — کہ اُس دعا کو وہ لوٹا دیتا ہے

واں دُعا گوینده شاکی می شود — مے برد ظنِ بد و آں بد بُود
دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے — بُرا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بُری ہوتی ہے

---

۱ فرزین۔ شطرنج کے مُہرں میں بمنزلہ وزیر کے ہوتا ہے جو دو رُخی چال چل سکتا ہے اُس کے گِھر جانے سے مات دیدینا آسان ہوجاتا ہے، فرزین بند ایسی چال کو کہا جاتا ہے جس میں فرزین گِھر جائے۔ خس۔ گھاس کا تنکا۔ مِہر۔ محبت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ بے ثبات۔ ناپائیدار۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس سے ابدی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔ پُرفن۔ مکار۔ رہزنے۔ مال بھی راہزن ہو، گمراہ کردیتا ہے۔

۲ دزدک۔ کمینہ چور۔ مارگیر۔ سپیرا۔ وارہید۔ نجات پاگیا۔ زخمِ مار۔ سانپ کا ڈسنا۔ زار۔ بُری حالت۔ پرداخت۔ خالی کردیا۔ در دُعا۔ یعنی سانپ کے مِل جانے کی دُعا کرتا تھا۔ کش۔ کہ اش۔

۳ مردود۔ نامقبول۔ زیاں۔ نقصان۔ سُود۔ فائدہ۔ مُصلح۔ بہتری کرنے والا۔ باز گردانیدن۔ لوٹا دینا۔ شاکی۔ شکوہ کرنے والا۔ بد بود۔ یعنی بدگمانی بُری ہوتی ہے۔

می نداند کہ بلائے خویش خواست
وہ نہیں سمجھتا کہ اس نے اپنی مصیبت کی دعا کی ہو

وز کرم حق آں بدو نا ورد رست
اور خدا نے کرم کر کے اُس کو قبول نہیں کیا ہے

التماس کردن ہمراہِ عیسیٰ علیہ السّلام بزندہ کردن استخوانہا از عیسیٰ علیہ السّلام

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھی کا اُن سے ہڈیوں کو زندہ کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰؑ یکے ابلہ رفیق
ایک بیوقوف (حضرت) عیسیٰؑ کا سفر کا ساتھی بن گیا

استخوانہا دید در گورے عمیق
اُس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

گفت اے ہمراہ نامِ آں سَنیؑ
کہنے لگا کہ اے ساتھی! اُس بلند ذات کا نام

کہ بداں تو مُردہ زندہ می کنی
جس کے ذریعہ تم مُردے کو زندہ کرتے ہو

مر مرا آموز تا احساں کنم
مجھے سکھا دو، تاکہ میں اچھا کام کروں

استخوانہا را بداں با جاں کنم
اُس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامُش کُن کہ آں کارِ تو نیست
فرمایا چُپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے

لائقِ انفاس و گفتارِ تو نیست
تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

کاں نفس خواہد ز باراں پاک تر
وہ (نام) ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ

وز فرشتہ در روش چالاک تر
اور رفتار میں فرشتہ سے زیادہ تیز ہو

عمرہا بایست تا دم پاک شُد
عمریں چاہئیں تاکہ سانس پاک ہو

تا امینِ مخزنِ افلاک شُد
اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے

خود گرفتی ایں عصا در دستِ راست
یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑ لی ہے

دست را دستانِ موسیٰ از کجاست
ہاتھ میں موسوی اعجاز کہاں ہے؟

گفت گر من نیستم اسرار خواں
وہ بولا، اگر میں اسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں

ہم تو بر خواں نام را بر استخواں
(تو) آپ ہی ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت عیسیٰؑ یا رب ایں اسرار چیست
حضرت عیسیٰؑ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟

میلِ ایں ابلہ دریں گفتار چیست
اس بیوقوف کا میلان اس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

چوں غمِ خود نیست ایں بیمار را
اس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟

چوں غمِ جاں نیست ایں مُردار را
اس مُردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟

اھ بدو۔ با او۔ نا ورد نیاورد۔ راست۔ مقبول۔ الہٰذا رضی برضاءِ الٰہی رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول بھی نہ کرے تو یہی سمجھنا چاہیئے کہ بھلائی اسی میں تھی۔ التماس کردن۔ اِس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ انسان ایک بات کی خواہش کرتا ہے لیکن اُس کی بھلائی اُس میں نہیں ہوتی ہے۔ اَبلَہ۔ بیوقوف۔ گور۔ قبر۔ بعض نسخوں میں گوے ہے جو گڑھے کے معنی میں ہے۔

۵۲ سَنی۔ بلند۔ احسان۔ اچھا کام کرنا۔ باجان۔ جاندار۔ خامُش کُن۔ چُپ ہو جا۔ اَنفاس۔ نفس کی جمع، سانس۔ عصا۔ لاٹھی۔ راست۔ دایاں۔ دستان۔ افسوں، اعجاز۔

۵۳ اسرار۔ راز۔ نام۔ اسم اعظم۔ چوں۔ دوسرے کے لئے اسم اعظم کا خواہاں ہے۔

مُردهٔ[1] خود را رہا کردست او | مُردهٔ بیگانه را جوید رَفو
اُس نے اپنے مُردے کو چھوڑا ہے | غیر کے مُردے کی بھلائی چاہتا ہے

گفت حق اِدبار اگر ادبار جوست | خار روئیدن جزائے کِشتِ اوست
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویاں ہے | اُس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اُگنا ہے

آنکه تخمِ خار را کارد در جہاں | ہاں وہاں او را مجو در گلستاں
جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بویا | خبردار، خبردار! اُس کو گلستاں میں تلاش کر

گر گُلے گیرد بکف خارے شود | ور سُوئے یارے رود مارے شود
اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بنجائیگا | اگر دوست کی طرف جائیگا تو سانپ بنجائیگا

کیمیائے زہرِ مارست آں شقی | بر خلافِ کیمیائے مُتّقی
وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے | مُتّقی کی کیمیا کے برخلاف

ہیں مکُن بر قول و فعلش اعتمید[2] | کو ندارد میوهٔ مانندِ بید
خبردار! اُس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر | وہ (درخت) بید کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار داشتِ
صوفی کا خادم کو جانور کی خبرگیری کرنے کی نصیحت کرنا
بہیمه و لاحول گفتنِ آں خادم
اور اُس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفیئے می گشت در دورِ اُفق | تا شبے در خانقاہے شد قُنُق
ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا | ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہو گیا

یک بہیمه داشت در آخُر بہ بست | اُو بصدرِ صُفّه با یاران نشست
اُس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل میں باندھا | وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

پس مُراقب گشت با یارانِ خویش | دفترے باشد حضورِ یار بیش
پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا | یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

دفترِ صوفی سوادِ[3] حرف نیست | جز دلِ اسپید ہمچوں برف نیست
صوفی کا دفتر، سیاہی اور حرف نہیں ہے | برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

زادِ دانشمند آثارِ قلم | زادِ صوفی چیست انوارِ قدم
عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں | صوفی کا توشہ کیا ہے، اللہ (تعالیٰ) کے انوار

---

[1] مُردہ خود یعنی اپنی مُردہ رُوح۔ رَفو۔ سلائی، اِصلاح۔ اِدبار۔ بدبختی، مبالغۃً بدبخت کے معنی میں بولا گیا ہے۔ کِشت۔ کھیتی۔ کارد۔ کاشتن بمعنی بونا کا مضارع ہے۔ مارے شود۔ دوست کی صحبت ہلاکت کا سبب بنجائیگی۔ کیمیا۔ وہ فن ہے جس کے ذریعہ چیزوں کی ماہیت بدلتے ہیں، تانبے کو سونا بنادیتے ہیں۔ شقی یعنی شقی سانپ کے زہر کی طرح کی کیمیا ہے جو زندہ کو مردہ کر دیتا ہے۔ مُتّقی۔ یعنی متقی شخص بُروں کی ماہیت تبدیل کرکے اُن کو بھلا بنا دیتا ہے۔

[2] اعتمید۔ اِعتماد کا امالہ ہے، بھروسہ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔ اندرز۔ نصیحت۔ بہیمہ۔ چوپایہ، یعنی سواری کا جانور۔ دورِ اُفق۔ اطرافِ عالم۔ قنق۔ ترکی لفظ ہے بمعنی مہمان۔ آخُر۔ اصطبل۔ صدر۔ صدر مقام۔ صُفّہ۔ چبوترہ۔ مراقب۔ مراقبہ کرنے والا یعنی ماسوا اللہ سے توجہ ہٹا کر خدا کی طرف متوجہ ہونے والا۔ حضورِ یار۔ معیتِ حق۔ بیش۔ اکثر، بیشتر۔

[3] سواد۔ سیاہی۔ اِسپید۔ سفید۔ زاد۔ توشہ۔ آثارِ قلم۔ یعنی نوشتۂ قلم۔ انوارِ قدم۔ انوارِ الٰہی۔

ہمچو صیادے[1] سوئے اشکار شد — گامِ آہو دید و بر آثار شد

اُس شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا — ہرن کے قدم دیکھے اور نشانِ قدم پر چل پڑا

چندگاہش گامِ آہو در خورست — بعد ازاں خود نافِ آہو رہبرست

اُس کو کچھ دیر ہرن کے قدموں کی ضرورت ہے — اُس کے بعد خود ہرن کا نافہ اُس کا رہنما ہے

چونکہ شکرِ گام کرد و رہ برید — لاجرم زاں گام در کامے رسید

چونکہ اُس نے نشانِ قدم کی قدر کی اور راستہ طے کیا — لامحالہ اُس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

رفتنِ یک منزلے بر بوئے ناف — بہتر از صد منزلِ گام و طواف

نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا — چکر کی سَو منزلوں سے بہتر ہے

آں[2] دلے کو مطلعِ مہتابہاست — بہرِ عارف فُتِّحَتْ اَبْوابُہاست

وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے — عارف کے لئے فُتِّحَتْ اَبْوَابُہا (کا مصداق) ہے

با تو دیوارست و با ایشاں درست — با تو سنگ و با عزیزاں گوہرست

(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور اُن کیلئے دروازہ ہے — تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں — پیر اندر خشت بیند بیش ازاں

تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے — پیر، لوہے کے ٹکڑے میں اُس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

پیر ایشانند کایں[3] عالم نبود — جانِ ایشاں بود در دریائے جود

وہ اُس وقت سے پیر ہیں جبکہ یہ جہان نہ تھا — اُن کی روحیں دریائے حق میں تھیں

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند — پیشتر از کشت بر برداشتند

اِس جسم سے پہلے اُنھوں نے عمریں گزاری ہیں — اُنھوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چُنے ہیں

پیشتر از نقش جاں پذرفتہ اند — پیشتر از بحر دُرہا سُفتہ اند

وہ جسم سے پہلے جان حاصل کر چکے ہیں — دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

مشورت کردنِ خدائے تعالیٰ با فرشتگان در ایجادِ خلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

---

[1] صیاد۔ شکاری۔ اِشکار۔ شکار۔ گام۔ یعنی نشانِ قدم۔ آثار۔ اثر کی جمع ہے نشانِ قدم۔ چندگاہ۔ کچھ دیر، سالک ابتدا؁ تجلیاتِ افعال کا مشاہدہ کرتا ہے پھر فرطِ شوق میں مطلوبِ حقیقی کے منازلِ قرب طے کرنے لگتا ہے پھر منجانب اللہ جذب و کشش ہوتی ہے تو منازل کی دشواریاں کم ہونے لگتی ہیں اور تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی ہو جاتی ہے سلوک کا تعلق سالک کی ذاتی سعی اور کوشش سے ہے اور اسمیں غلطی کا امکان ہے، جذب منجانب اللہ ہے لہٰذا اُنھیں شیطانی مداخلت ممکن نہیں ہے اِسی وجہ سے مجرد سالک سے مجذوب سالک بدرجہا افضل ہے۔ بوئے ناف۔ نافۂ ہرن کی خوشبو یعنی منجانب اللہ جذب۔ بہتر۔ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ جَذْبَۃٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الرَّحْمٰنِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ اللہ کی جانب سے ایک کشش جن و انس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

[2] آں دلے۔ پہلے کہا تھا صوفی کیلئے اُس کا دل دفتر ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اُس دل کے ذریعہ معارف کے دروازے کھلتے ہیں فُتِّحَتْ اَبْوَابُہَا۔ قرآنِ پاک میں فرمایا ہے کہ جنتیوں کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے کھولدیئے جائینگے۔ شعر میں ضرورت کی وجہ سے فُتِّحَتْ کی پہلی تا کو مشدد اور ابوابُہا کی دوسری با کو ساکن پڑھنا پڑیگا۔ با تو۔ عامی انسان دفترِ دل سے کچھ نہیں پڑھ سکتا لہٰذا اُس کے لئے بمنزلہ دیوار کے ہے۔ عزیزان۔ گرامی قدر لوگ۔ خشت۔ مراد وہ لوہے کا ٹکڑا ہے جس کو صیقل کرکے آئینہ بنایا جاتا تھا۔

[3] ایں عالم۔ عالمِ ناسوت۔ اولیاء کی روحیں عالمِ ارواح میں وہ سب کچھ حاصل کرتی ہیں جو عوام کو عالمِ ناسوت میں آنے کے بعد حاصل ہوگا۔ کشت۔ عالمِ ناسوت کے اعمالِ صالحہ۔ بَر۔ پھل یعنی اجر۔ نقش۔ یعنی جسمِ عنصری۔ بحر۔ یعنی عالمِ ناسوت۔ دُر۔ یعنی اعمالِ صالحہ کے نتائج۔

مشورت می رفت[۱] در ایجادِ خلق — جانِ شاں در بحرِ قدرت تا بحلق
مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا — اُنکی روح گلے گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی

چوں ملائک مانعِ آں می شدند — بر ملائک خفیہ خنبک می زدند
جب فرشتے اُس کے لئے مانع بنے — اُنھوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

مُطلع بر نقشِ ہر چہ ہست شد — پیش ازاں کیں نقشِ گِل پابست شد
وہ ہر اُس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی — اُس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

پیشتر زافلاک کیواں دیدہ اند — پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند
اُنھوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے — اُنھوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

بے دماغ و دل پُر از فکرت بُدند — بے سپاہ و جنگ بر نُصرت زدند
وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پُر تھے — اُنھوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل (کی)

آں عیاں[۲] نسبت بایشاں فکرت ست — ورنہ خود نسبت بدوراں رویت ست
وہ مشاہدہ اُن کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے — ورنہ دور والوں کے اعتبار سے (وجود کے بعد مشاہدہ ہوگا)

فکرت از ماضی و مستقبل بود — چوں ازیں دو رست مشکل حل شود
فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے — جبکہ اُن کا فکر اِس (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں مسئلہ حل ہو گیا

دیدہ چوں بے کیف ہر با کیف را — دیدہ پیش از کاں صحیح و زیف را
چونکہ اُنھوں نے ہر با کیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے — اُنھوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے کھوٹے

پیشتر[۳] از خلقتِ انگور ہا — خوردہ مےہا و نمودہ شور ہا
انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی — اُنھوں نے شرابیں پی لی ہیں اور مستیاں کھائی ہیں

در تموزِ گرم می بینند دے — در شعاعِ شمس می بینند فے
وہ ساون میں، ماگھ کو دیکھتے ہیں — وہ سورج کی شعاع میں، سایہ دیکھتے ہیں

در دلِ انگور مے را دیدہ اند — در فنائے محض شیٔ را دیدہ اند
اُنھوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے — اُنھوں نے عدمِ محض میں وجود کو دیکھا ہے

رُوح از انگور مے را دیدہ است — رُوح از معدوم شیٔ را دیدہ است
روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے — رُوح نے معدوم سے موجود کو دیکھا ہے

---

[۱] می رفت۔ می آمد۔ ایجاد۔ آفرینش۔ تا بحلق یعنی غریق۔ مانع۔ فرشتوں نے ایجادِ انسان اور اُس کی خلافت کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا، چونکہ اولیا کی ارواح کو مصالح کا علم تھا لہٰذا فرشتوں کی رائے پر از راہِ بے تکلفی ہنسی اُڑائی۔ نقش۔ جسمِ عنصری۔ کیواں۔ زحل ستارہ بلندی میں مشہور ہے۔ پیشتر۔ یعنی اعمال کے نتائج کا اُن کو علم تھا۔ بے دماغ۔ اُن کو ازل میں قوتِ علمیہ حاصل تھی۔ بے سپاہ۔ اُن کو ازل میں نصرت حاصل تھی۔

[۲] آں عیاں۔ عالمِ ناسوت کی خلق سے قبل جو کچھ اُس کی چیزوں کا مشاہدہ اولیاء کو ہوا وہ اُن کے علوم میں بمنزلہ فکر کے ہے جس کے ذریعہ ادنیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ عوام کو یہی مشاہدہ اگر حاصل ہوگا تو بمنزلہ رویت کہلاتا ہے، جس کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے اسلئے کہ عوام کے علوم میں اِس سے زیادہ اعلیٰ کوئی علم نہیں ہے۔ دُوراں۔ وہ لوگ جو تجلّیٔ حق سے دُور ہیں۔ فکرت۔ فکر کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے۔ حل شود۔ چونکہ اولیاء کے سامنے سب حاضر ہے لہٰذا اُن کا فکر، فکر نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔ بے کیف۔ وہ حقائق جو مادّی نہیں ہیں، ذاتِ باری۔ زیف۔ کھوٹا۔

[۳] پیشتر۔ ممکنات کے وجود سے پہلے ہی وہ اُن کی کیفیات حاصل کر چکے تھے۔ تموز۔ ماگھ، ساون کے بعد آتا ہے۔ شعاع۔ سورج ڈھلے سایہ نمودار ہوتا ہے۔

آسماں در دورِ ایشاں جرعہ[1] نوش — آفتاب از جودِ شاں زربفت پوش

آسمان ان کے دَور (جام) میں شراب نوش ہے — سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو[2] یار — ہم یکے باشند وہم شش صد ہزار

جب تو ان میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے — وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)

بر مثالِ موجہا اعدادِ شاں — در عدد آوردہ باشد بادشاں

اُن کی شمار موجوں جیسی ہے — جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے

مُفترق شد آفتابِ جانہا — در درونِ روزنِ ابدانہا

روحوں کا سورج جدا جدا ہو گیا ہے — جسموں کے سوراخوں میں

چوں نظر در قرص داری خود یکیست — آنکہ شد محجوبِ ابداں در شکیست

جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے — جو بدنوں کے حجاب میں ہے وہ شک میں ہے

تفرقہ[2] در روحِ حیوانی بود — نفسِ واحد روحِ انسانی بود

تعدد، حیوانی روح میں ہوتا ہے — انسانی روح ایک جان ہوتی ہے

روحِ انسانی کنفسٍ واحدۃ ست — روحِ حیوانی سفالِ جامدست

انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے — حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے

گفت حق رشَّ علیہم نورہٗ — مُفترق ہرگز نہ گردد نورِ اُو

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن پر اپنا نور چھڑک دیا ہے — اُس کا نور متعدد نہیں ہو سکتا ہے

عقلِ[3] جزو از رمزِ ایں آگاہ نیست — واقفِ ایں سرّ بجز اللہ نیست

ناقص عقل اس راز سے آشنا نہیں ہے — اِس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار — کرّ مادر زاد را سرنا چہ کار

اِس معاملے میں عقل کا کیا کام؟ — پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال — تا بگویم وصفِ خالے زاں جمال

اے ساتھی تھوڑی دیر کیلئے ملال کو چھوڑ دے — تاکہ میں تجھ سے اُس حُسن کے ایک تل کی تعریف کروں

در بیاں ناید جمالِ حالِ اُو — ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ اُو

اُس کی خوبی کا حُسن بیان نہیں کیا جا سکتا — دونوں جہان کیا ہیں؟ اُس کے تل کا عکس

چونکہ من از خالِ خوبش دم زنم — نطق می خواہد کہ بشگافد تنم

جب میں اُس کے حسین تل کا بیان کرتا ہوں — گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے

[1] جرعہ گھونٹ۔ زربفت۔ ایک قسم کا ریشمین سنہرا کپڑا۔ چوں از ایشاں۔ روحِ اعظم میں سب کا اشتراک ہے لہٰذا تمام اولیا حقیقت میں متحد اور ایک ہیں۔ ہم شش صد ہزار۔ تشخص کے اعتبار سے اُن میں دوئی ہے اور باطنی قوت کے اعتبار سے وہ دو قائم مقام چھ لاکھ کے ہیں۔ بر مثالِ موج۔ موجوں کا تعدد ہوا کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں سب سمندر ہیں۔ مفترق سورج کا تعدد مختلف روزنوں کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں وہ ایک ہے۔

[2] روحِ حیوانی۔ اُس کا خاصہ زندگی اور شہوت ہے جو تفرقہ کا سبب ہے۔ روحِ انسانی۔ تعدد کے باوجود حقیقت میں متحد ہے۔ نورِ او۔ خدا کے نور میں تفرقہ ممکن نہیں ہے۔

[3] عقلِ جزو۔ ناقص عقل، عام انسانی عقل۔ رمز۔ اشارہ بھید کی بات۔ کرّ۔ بہرا۔ مادر زاد۔ پیدائشی۔ سرنا۔ شہنائی۔ خال۔ تل، مراد روحِ اعظم ہے۔ بشگافد تنم۔ جوش کے اظہار کے لئے صرف زبان کافی نہیں ہوتی، بدن پھٹ پڑنا چاہتا ہے۔

چون کُنم لب را گشادن نیست راہ — فکر تے کُن تا نماید رہ اِلٰہ

میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے — تدبیر کر تاکہ خدا رہنمائی کر دے

ہمچو مورے[1] اندریں خرمن خوشم — تا فزوں از خویش بارے میکشم

اس ڈھیر میں مَیں چیونٹی کی طرح خوش ہوں — اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھا رہا ہوں

بستہ شدن تقریرِ معنیِ حکایت بسببِ میلِ مُستمع باستماعِ صورتِ ظاہرِ حکایت وغیرِ آں

حکایت کے معنیٰ کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گذارد آنکہ رشکِ روشنی ست — تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست

(اسرار کی) وضاحت پر رشک (کرنیوالی ذات) کب موقع دیتی ہے؟ — کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

بحر کف پیش آرد و سدّے کُند — جر کُند وز بعدِ جر مدّے کُند

سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بندش کر دیتا ہے — کھینچ کرتا ہے اور کھینچ کے بعد ڈھیل دیدیتا ہے

ایں زماں بشنو چہ مانع شد، مگر — مُستمع را رفت دل جائے دگر

اب سُن کہ مانع کیا پیش آیا، شاید — سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

خاطرش[2] شد سوئے صوفیِ قنُق — اندراں سودا فرو شد تا عُنُق

اُس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا — اِس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

لازم آمد باز رفتن زیں مقال — سوئے آں افسانہ بہرِ وصفِ حال

اس گفتگو سے پلٹنا ضروری ہو گیا — اُس افسانہ کی طرف، حال بیان کرنے کیلئے

صوفیِ صورت مپندار اے عزیز — ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مویز

اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا — بچوں کی طرح اخروٹ اور منقیٰ سے کبتک دلچسپی؟

جسمِ ما جوز و مویزست اے پسر — گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر

اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقیٰ ہے — اگر تو مرد ہے تو اِن دونوں چیزوں سے گزر جا

ور تو[3] اندر نگذری اِکرامِ حق — بگذراند مر ترا از نُہ طبق

اگر تو خود، نہ گذر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم — تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

بشنو اکنوں صورتِ افسانہ را — لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را

اب افسانہ کی صورت سُن لے — لیکن خبردار! بھُس سے غلہ کو جدا کر لینا

---

[1] مور۔ چیونٹی۔ خرمن۔ انبار۔ فزوں۔ زیادہ۔ بار۔ بوجھ۔ رشکِ روشنی۔ اللہ تعالیٰ جو اسرار کے افشار سے روکتا ہے۔ بحر۔ سمندر۔ کف۔ جھاگ۔ سد۔ روک۔ جر۔ کھینچنا۔ مد۔ پھیلانا۔ مُستمع۔ سننے والا۔

[2] خاطر۔ طبیعت، دل۔ قنُق۔ ترکی لفظ ہے مہمان۔ عُنُق۔ گردن۔ مقال۔ بات چیت۔ صوفیِ صورت۔ ظاہری صوفی۔ جوز۔ اخروٹ۔ مویز۔ منقیٰ۔ جسم۔ مادی جسم کی مشغولیت طفلانہ حرکت ہے۔

[3] ور تو۔ اگر انسان ذاتی کوشش سے روح کے منازل طے نہیں کر پاتا ہے تو خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ نہ طبق۔ نو آسمان یعنی ملاء اعلیٰ۔ دانہ را۔ یعنی قصّہ کی روح کو سمجھ لے۔

Chinese KOAN.

Inattention. These stories are dealing with states of mind rather than words. The whole intent is to help the pupil break the shell of his limited mind.

التزام کردنِ خادم تعہّدِ بہیمہ را و تخلّف نمودن

خادم کا چوپائے کی نگرانی اپنے ذمّہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

حلقۂ آں صوفیانِ مستفید[1] — چونکہ در وجد و طرب آخر رسید
استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ — جب وجد اور طرب میں ختم ہوا

خوان بیاوردند بہرِ میہماں — از بہیمہ یاد آورد آں زماں
وہ مہمان کے لئے خوان لائے — تب اُس نے چوپائے کو یاد کیا

گفت خادم را کہ در آخُر برو — راست کن بہرِ بہیمہ کاہ و جو
خادم سے کہا اصطبل میں جا — چوپائے کے لئے گھاس اور جو تیار کر

گفت لاحول ایں چہ افزوں گفتن ست — از قدیم ایں کارہا کارِ من ست
اُس نے کہا لاحول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے — یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں

گفت تر کن آں جوش را از نخست[2] — کاں خرک پیر ست و دندانہاش سست
اُس نے کہا اُس کے جو کو پہلے بھگو لینا — کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اُسکے دانت کمزور ہیں

گفت لاحول ایں چہ می گوئی مِہا — از من آموزند ایں ترتیب ہا
اُس نے کہا لاحول یہ جناب کیا فرماتے ہیں؟ — یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت پالانش فرو نہ پیش پیش — داروئے منبل بنہ بر پُشتِ ریش
اُس نے کہا اُس کا فوراً پالان اُتار دے — زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت لاحول آخر ایں حکمت گذار — جنسِ تو مہمانم آمد صد ہزار
اُس نے کہا لاحول اِس حکمت کو رہنے دے — تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

جملہ راضی[3] رفتہ اند از پیشِ ما — ہست مہماں جانِ ما و خویشِ ما
ہمارے پاس سے سب خوش گئے ہیں — مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

گفت آبش دہ ولیکن شیر گرم — گفت لاحول از توام بگرفت شرم
اُس نے کہا اُس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم — اُس نے کہا لاحول میں تو تجھ سے شرمندہ ہو رہا ہوں

گفت اندر جَو تو کمتر کاہ کن — گفت لاحول ایں سخن کوتاہ کن
اُس نے کہا جو میں گھاس کم ملانا — اُس نے کہا لاحول، بات مختصر کر

گفت جایش را بروب از سنگ و پشک — ور بود تر ریز بر وے خاک خشک
اُس نے کہا اُس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کر دینا — اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

[1] مُستفید۔ فائدہ حاصل کرنے والا۔ وجد۔ کیفیت وجدیہ جو صوفیا پر طاری ہوتی ہے۔ خوان۔ کھانے کی سینی۔ بہیمہ۔ چوپایہ یعنی صوفی کا گدھا۔ آخُر۔ اصطبل، چراگاہ۔ کاہ۔ گھاس۔ افزوں گفتن۔ زیادہ کہنا۔

[2] نخست۔ ابتدا۔ خرک۔ معمولی گدھا۔ مِہا۔ بزرگ، بڑا۔ پالان۔ گدھے کا چارجامہ۔ منبل۔ ایک دوا کا نام ہے جو زخموں پر لگائی جاتی ہے۔ ریش۔ زخم، زخمی۔ صد ہزار۔ لاکھ۔

[3] راضی۔ چونکہ میں نے اچھی خدمات انجام دی ہیں۔ شیر گرم۔ نیم گرم۔ بگرفت شرم۔ آپ کی غیر ضروری باتوں سے شرمندہ ہو رہا ہوں۔ پُشک۔ مینگنی، لید۔

گفت لاحول اے پدر لاحول کن
اُس نے کہا لاحول، اے باوا لاحول پڑھ
با رسولِ اہل[۱] کمتر کن سخن
لائق قاصد سے بات کم کر

گفت بستاں شانہ پُشتِ خر بخار
اُس نے کہا کھریرا لے، گدھے کی کمر پر پھیر دے
گفت لاحول اے پدر شرمے بدار
اُس نے کہا لاحول اے باوا! شرم کر

گفت دُم افسار را کوتہ بہ بند
اُس نے کہا پچھاڑی چھوٹی کرکے باندھ
تا ز غلطیدن نیفتد اُو بہ بند
تاکہ لوٹنے میں اُس میں نہ پھنس جائے

گفت لاحول اے پدر چندیں مثال
اُس نے کہا لاحول، اے باوا! اِس قدر نہ رو
بہرِ خر چندیں مرو اندر جوال
گدھے کے لئے اِس قدر پریشان نہ ہو

گفت برپشتش فگن جُل[۲] زود تر
اُس نے کہا کہ اُس کی کمر پر جلد جھول ڈالدے
زانکہ شب سرماست آ کانِ ہُنر
اے ہُنر مند! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت لاحول اے پدر چندیں مگو
اُس نے کہا لاحول اے باوا! اِس قدر باتیں نہ کر
اُستخواں در شیر چوں نبود مجو
دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے تلاش نہ کر

من ز تو اُستاترم در فنِ خود
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ اُستاد ہوں
میہماں آید مرا از نیک و بد
میرے پاس اچھے اور بُرے مہمان آتے رہتے ہیں

لائقِ ہر میہماں خدمت کنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں
من ز خدمت چوں گُل و چوں سوسنم
میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں

خادم ایں گفت و میاں را بست چُست
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی
گفت رفتم کاہ و جو آرم نخست
بولا، جاتا ہوں پہلے گھاس اور جَو لاؤں

رفت وز آخر نکرد اُو ہیچ یاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی
خوابِ خرگوشے بداں صوفی فتاد
اُس صوفی کو غفلت کی نیند آگئی

رفت خادم جانبِ اوباش[۳] چند
خادم چند آواروں کے پاس پہنچا
کرد بر اندرزِ صوفی ریشخند
صوفی کی نصیحت کی مذاق اُڑائی

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز
صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا، لیٹ گیا
خوابہا می دید با چشمِ فراز
بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا

کاں خرش در چنگِ گرگے ماندہ بود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیئے کے پنجے میں ہے
پارہا از پشت و رانش می ربود
وہ اُس کی کمر اور ران کے ٹکڑے اُڑا رہا ہے

[۱] رسولِ اہل۔ سمجھدار قاصد۔ شانہ۔ یعنی کھریرا۔ دُم افسار۔ پچھاڑی۔ غلطیدن۔ لوٹنا۔ مثال۔ نہ رُو۔ جوال۔ صاحب غیاث نے بمعنی بورا جس میں غلہ یا گھاس بھر کر گھوڑے گدھے پر لادا جاتا ہے نیز بمعنی جسم لکھا ہے۔ بعض شارحین نے در جوال افتن کے معنی دھوکا کھانا اور پریشان ہونا لکھا ہے ہم نے اِسی اعتبار سے ترجمہ کردیا ہے۔

[۲] جُل۔ جھول۔ استخوان۔ دودھ میں ہڈی ڈھونڈنا فضول کام ہے۔ اُستا۔ استاد۔ سوسن۔ آسمانی رنگ کا ایک خوشبودار پھول ہے۔ خوابِ خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کی بازی کے مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی خوابِ غفلت۔

[۳] اوباش۔ فارسی میں مُفرد سمجھا جاتا ہے، کمینہ، آوارہ۔ ریشخند۔ مذاق، دل لگی۔ شد دراز۔ لمبے پیر کرکے سوگیا۔ بعض نسخوں میں شب دراز ہے یعنی شب دراز بود۔

گفت لاحول این چہ مالیخولیاست[1]
بولا، لاحول، یہ کیا دیوانگی ہے؟

ای عجب آن خادم مشفق کجاست
ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟

باز میدید آن خرش در راہ رو
پھر اُس نے دیکھا کہ اُس کا وہ گدھا راستہ چلتے میں

گہ بچاہے می فتاد و گہ بہ گو
کبھی کنوئیں میں گرتا تھا، کبھی گڑھے میں

گونا گون می دید ناخوش واقعہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا

فاتحہ می خواند با القارعہ
سورۂ الحمد مع سورۂ القارعہ کے پڑھتا تھا

گفت چارہ چیست یاران خستہ اند
اُس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں

رفتہ اند و جملہا در بستہ اند
سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟

باز می گفت ای عجب آن خادمک
پھر کہتا ہائے تعجب، وہ نالائق نوکر

نے کہ با ما گشت ہم نان و نمک
کیا ہمارا ہم پیالہ و ہم نوالہ نہیں بنا ہے

من نکردم با وے الا لطف و لین
میں نے تو اُسکے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی

او چرا با من کند بر عکس کین
وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟

ہر عداوت را سبب باید سند
دشمنی کی بنا کے لئے کوئی سبب ہونا چاہیئے

ورنہ جنسیت وفا تلقین کند
ورنہ ہم جنس ہونا، وفاداری سکھاتا ہے

باز[2] می گفت آدم با لطف و جود
پھر کہتا کہ مہربانی اور کرم کرنیوالے آدم نے

کے بر آن ابلیس جورے کردہ بود
کب اُس شیطان پر ظلم کیا تھا؟

آدمی مر مار و کژدم را چہ کرد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟

کو ہمیخواہند او را مرگ و درد
کہ وہ اُس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں

گرگ را خود خاصیت بدریدن ست
بھیڑیئے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے

این حسد در خلق آخر روشن ست
مخلوق میں یہ حسد کرنا کھُلا ہوا ہے

باز میگفت این گمان بد خطاست
پھر کہتا یہ بدگمانی بُری ہے

بر برادر این چنین ظنم چراست
بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

باز گفتے حزم سوء الظن گفتست
پھر کہتا بدگمانی تیری پختہ کاری ہے

ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچتا ہے؟

صوفی اندر وسوسہ وآن خر چنیان
صوفی وسوسوں میں، اور وہ گدھا اِس حال میں

کہ چنان[3] بادا جزائے دشمنان
کہ دشمنوں کی یہ سزا ہو

---

[1] مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ گو۔ گڑھا۔ گوناگوں۔ قسم قسم۔ فاتحہ۔ سورۂ الحمد، القارعۃ۔ یہ دونوں سورتیں مصیبت کے دفع کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ خستہ۔ تھکا ماندہ۔ خادمک۔ کاف تحقیر کا ہے۔ لطف۔ مہربانی۔ لین۔ نرمی۔ کین۔ کینہ وری۔ سند۔ ٹیک، بنیاد۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا۔ تلقین۔ پڑھانا، سکھانا۔

[2] باز می گفت۔ پہلے سوچا کہ بدی کرنے کا کوئی سبب ہوتا ہے، پھر خیال آیا کہ بُرائی کرنے والے بلاوجہ بھی بُرائی کرتے ہیں۔ جور۔ ظلم۔ کژدم۔ بچھو۔ شعر
نیش عقرب نہ از پے کین است
مقتضائے طبیعتش این است
حسد۔ اپنے ذاتی حسد کی وجہ سے انسان دوسرے کے ساتھ بلاوجہ بُرائی کرتا ہے۔ برادر۔ یعنی خادم۔ سوء الظن۔ بدگمانی حزم۔ پختہ کاری، احتیاط۔

[3] کہ چنان۔ گدھا ایسی مصیبت میں مبتلا تھا کہ دشمن کو نصیب ہو۔

آں خرِ مسکیں میانِ خاک و سنگ
وہ بیچارہ گدھا پتھر اور مٹی میں
کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ[1]
پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

خستہ از رہ جملہ شب بے عَلَف
راستہ کا تھکا ماندہ، تمام رات بغیر گھاس کے
گاہ در جاں کندن و گہ در تلف
کبھی جاں کنی میں، اور کبھی ہلاکت میں

خر ہمہ شب ذکر می کرد اے اِلٰہ
گدھا تمام رات کہتا تھا، اے خدا!
جو رہا کردم کم از یکمشت کاہ
میں نے جَو چھوڑے، ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے

با زبانِ حال می گفت اے شیوخ
زبان حال سے کہتا تھا، اے بزرگو!
رحمتے کُن سوختم زیں خامِ شوخ
رحم کرو میں اس ناتجربہ کار بے شرم کے ہاتھوں جل گیا

انچہ آں خر دید از رنج و عذاب
جو رنج اور عذاب اُس گدھے نے دیکھا
مُرغِ خاکی بیند اندر سیلِ آب
خشکی کا پرند پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

بس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر
رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا
آں خرِ بیچارہ از جوع البقر[2]
وہ بیچارہ گدھا، بھوک کی شدت سے

نالہ می کرد از فراقِ کاہ و جو
گھاس اور جَو کی جدائی میں روتا تھا
مُستمند از اشتیاقِ کاہ و جو
گھاس اور جَو کے شوق میں غمزدہ تھا

ہمچنیں در محنت و درد و سوز
درد و سوزش اور تکلیف میں اسی طرح
نالہا می کرد آں شب تا بروز
اُس رات (میں) دن تک روتا رہا

روز شد خادم بیامد بامداد[3]
دن ہوا، خادم صبح کو آیا
زود پالاں جُست بر پشتش نہاد
بہت جلد اُس کی کمر پر پالان کس دیا

خر فروشانہ دو سہ زخمش بزد
گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں
کرد با خر آنچہ زاں سگ می سزد
گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خر جہندہ گشت از تیزیِ نیش
چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا
کو زباں تا خر بگوید حالِ خویش
زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟

گمان بُردنِ کاروانیاں کہ بہیمۂ صوفی رنجور ست
قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی بر نشست و شد رواں
جب صوفی بیٹھا، اور روانہ ہوا
خر بروُ افتادن آمد در زماں
اُس وقت گدھا مُنہ کے بل گرنے لگا

---

[1] پالہنگ۔ باگ ڈور۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ جاں کندن۔ نزع، جان نکلنا۔ تلف۔ ہلاکت۔ ذکر یعنی گدھا دعا کرتا تھا کہ جَو نہ سہی ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔ خام یعنی ناتجربہ کار مالک جس نے خادم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ شوخ شریر۔ مرغ خاکی خشکی کا پرندہ۔ سیل۔ بہاؤ۔

[2] جوع البقر۔ بیل کی سی بھوک، ایک مرض ہے جب انسان اُس میں مبتلا ہو جاتا ہے ہر وقت کھاتا ہے کسی وقت بھوک بند نہیں ہوتی۔ مستمند۔ رنجیدہ۔

[3] بامداد۔ صبح۔ زخم۔ چوٹ۔ بزد۔ تاکہ وہ تیز چلنے لگے۔ آنچہ یعنی مارنا، ڈانٹنا۔ جہندہ۔ کودنے والا۔ نیش۔ یعنی ڈنڈے کی چوٹ۔ بہیمہ یعنی گدھا۔ رنجور۔ بیمار۔ بروُ افتادن۔ مُنھ کے بل گرنا۔

ہر زمانش خلق[۱] می برداشتند — جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
ہر موقع پر لوگ اُس کو اُٹھا دیتے — سب جانے اُس کو بیمار سمجھا

آں یکے گوشش ہمی پیچید سخت — واں دگر در زیرِ گامش جُست لخت
کوئی اُس کا کان، سخت مروڑتا — کوئی دوسرا اُس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

واں دگر در نعلِ او می جُست سنگ — واں دگر در چشمِ او می دید رنگ
کوئی اُس کے کُھر میں پتھر ڈھونڈتا — کوئی اُس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

باز می گفتند اے شیخ ایں ز چیست — دی ہمی گفتی کہ شکر ایں خر قویست
پھر کہتے اے شیخ! اس کو کیا ہوا ہے؟ — کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

گفت آں خر کو بشب لاحول خورد — جز بدیں شیوہ نداند راہ بُرد
اُس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہو — اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کرسکتا ہے

چونکہ قوتِ خر بشب لاحول بود — شب مسبّح بود و روز اندر سجود
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی — رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چوں ندارد کس غمِ تو ممتحن[۲] — خویش کارِ خویش باید ساختن
اے مُبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو — اپنا کام خود کر لینا چاہیئے

آدمی خوارند اغلب مردماں — از سلام علیک شاں کم جو اماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں — اُن کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

خانۂ دیو ست دلہائے ہمہ — کم پذیر از دیوِ مردم دمدمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں — انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

از دمِ دیو آنکہ او لاحول خورد — ہمچو آں خر در سر آید در نبرد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا — معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گریگا

ہر کہ در دنیا خورد تلبیسِ[۳] دیو — وز عدوّے دوست رو تعظیم ریو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے — اور دوست نما دشمن سے تعظیم (پر پھولتا) اور فریب کھاتا ہے

ق

در رہِ اسلام بر پولِ صراط — در سر آید ہمچو آں خر از خباط
اسلامی طریقہ کے مطابق پُل صراط پر — حماقت کی وجہ سے اُس گدھے کی طرح سر کے بل گریگا

عشوہائے یارِ بد منیوش ہیں — دام بیں ایمن مرو تو بر زمیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سہہ — جال کو دیکھ، زمین پر بے پروا ہو کر نہ چل

[۱] خلق۔ لوگ۔ پنداشتند۔ اُس کے گرنے سے اُس کو بیمار سمجھنے لگے۔ گام۔ قدم۔ لخت یعنی کوئی سخت ٹکڑا۔ در چشمِ او۔ جانور کی آنکھوں کے رنگ سے بیماری کی شناخت کی جاتی ہے۔ ز چیست۔ گرنے کا کیا سبب ہے۔ دی۔ کل گذشتہ۔ کو۔ کہ او۔ لاحول خورد۔ یعنی اُس گدھے نے چارے کے بجائے خادم کی لاحول کھائی ہے۔ شیوہ۔ طریقہ۔ راہ بردن۔ چلنا۔ مسبّح۔ تسبیح پڑھنے والا۔ سجود۔ مُنہ کے بل گرنے کو سجدے سے تعبیر کیا ہے۔

[۲] ممتحن۔ مبتلائے آزمائش۔ آدمی خوار۔ مردم خور۔ اغلب۔ اکثر۔ کم۔ نفی کے معنی میں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ دیوِ مردم۔ شیطان سیرت انسان۔ دمدمہ۔ فریب۔ لاحول خوردن۔ دھوکے میں آجانا۔ در سر آمدن۔ سر کے بل گرنا۔

[۳] تلبیس۔ فریب۔ ریو۔ مکر۔ چوک۔ بھول۔ خباط۔ دیوانگی۔ بیوقوفی۔ عشوہ۔ ناز و انداز۔ فریب۔ منیوش۔ نہ سُن۔ دام۔ جال۔ ایمن۔ مطمئن۔

صد ہزار ابلیس لاحول آر بیں[1] — آدما ابلیس را در مار بیں

لاحول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو مدِنظر رکھ — اے آدمؑ! شیطان کو سانپ میں دیکھ

دم دہد گوید ترا اے جانِ دوست — تا چو قصابے کشد از گوشت پوست

دھوکا دے گا تجھے "اے جانِ دوست" کہے گا — تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ دے

دم دہد تا پوستت بیروں کشد — وائے آں کز دشمناں افیوں چشید

وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے — اُس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

سر نہد بر پائے تو قصاب وار — دم دہد تا ریزدت خوں زار زار

قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے — فریب دیتا ہے تاکہ خوب تت سے تیرا خون بہادے

ہمچو شیراں صیدِ خود را خویش کن — ترکِ عشوہ اجنبی و خویش کن

شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر — اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو خادم داں مراعاتِ خساں — بیکسی بہتر ز عشوہ ناکساں

کمینوں کی رُو رعایت خادم جیسی سمجھ — نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بیکسی بہتر ہے

در زمینِ مردماں خانہ مکن — کارِ خود[2] کن کارِ بیگانہ مکن

دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا — اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

کیست بیگانہ تنِ خاکیِ تو — کز برائے اوست غمناکیِ تو

بیگانہ کون ہے تیرا خاکی جسم ہے — جس کے لئے تو فکرمند ہے

تا تو تن را چرب و شیریں می دہی — جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی

جب تک تو جسم کو تر اور میٹھے (لقمے) دیتا ہے — روح کے جوہر میں تو مُٹاپا نہ پائے گا

گر میانِ مشک تن را جا شود — روزِ مُردن گندِ اُو پیدا شود

اگر جسم کی جگہ مُشک میں (بھی) ہو گی — موت کے دن اُس میں بدبُو پیدا ہوجائیگی

مشک[3] را بر تن مزن بر دل بمال — مشک چہ بود نامِ پاکِ ذوالجلال

مُشک کو جسم پر نہ مَل، دل پر مَل — مُشک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا اسمِ گرامی ہے

آں منافق مشک بر تن می نہد — روح را در قعرِ گلخن می نہد

منافق جسم پر مُشک مَلتا ہے — رُوح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

بر زباں نامِ حق و در جانِ اُو — گندہا از کفرِ بے ایمانِ اُو

زبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اُسکی رُوح میں — بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

---

[1] لاحول آر۔ یعنی لاحول پڑھنے والے۔ آدما۔ اے آدمؑ۔ ابلیس در مار۔ مشہور ہے کہ جنت میں حضرت آدمؑ کو دھوکا دینے کیلئے شیطان سانپ کے پیٹ میں چھپ کر گیا تھا۔ جانِ دوست۔ دھوکا دینے کے لئے جانِ من کہتا ہے اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ دم دہد۔ دھوکا دیتا ہے۔ افیوں چشیدن۔ کسی کی باتوں سے دھوکا کھا جانا۔ زار زار۔ بُری طرح۔ عشوہ۔ ناز و انداز۔ خادم۔ یعنی خانقاہ والا خادم۔ مراعات۔ رعایتیں۔ خساں۔ کمینے لوگ۔ ناکس۔ نالائق۔

[2] کارِ خود۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ کیست۔ لوگ بیگانہ صرف غیر آدمی کو سمجھتے ہیں لیکن جسمِ خاکی بھی بیگانہ ہے جو ساتھ نہ دیگا۔ تا تو تن۔ تن پروری بھی بیگانے کے کام میں لگنا ہے۔ جوہرِ جاں۔ تن پروری سے روح کمزور ہوتی ہے۔ گر میان۔ گل سڑ جانے والی چیز کی نگہداشت زیادہ مناسب نہیں ہے۔

[3] مُشک۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح مُعطر ہوتی ہے۔ قعر۔ گہرائی۔ گلخن۔ بھٹی، دوزخ۔ بر زباں۔ منافق بظاہر خدا کا نام لیتا ہے لیکن اُس کے دل میں گندگی ہے۔

ذکر با او ہمچو سبزہ گلخن ست
اُس کا ذکر (و فکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح ہے

بر سر مبرز گلست و سوسن ست
پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

آں نبات آنجا یقین عاریت ست
وہ سبزہ اُس جگہ پر یقیناً عارضی ہے

جائے آں گل مجلس ست و عشرت ست
اُس پھول کی جگہ مجلس اور (مقام) عشرت ہے

طیبات آمد برائے طیبین
اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں

للخبیثات الخبیثین ست ہیں
ہاں، برائیاں بروں کے لئے ہیں

کیں مدار آنہا کہ از کیں گمرہند
کینہ وری نہ کر وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گمراہ ہیں

گورِ شاں پہلوئے کیں داراں نہند
اُن کی قبر کینہ وروں کے پہلو میں بنائینگے

اصلِ کینہ دوزخ ست و کین تو
کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ

جزو آں کلست و خصمِ دینِ تو
اُس کُل کا جزو ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

چوں تو جزو دوزخی پس ہوش دار
چونکہ تو دوزخ کا جزو ہے، لہٰذا سمجھ لے

جزو سوئے کلِ خود گیرد قرار
جزو اپنے کُل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

ور تو جزو جنتی اے نامدار
اے نامور! اگر تو جنت کا جزو ہے

عیشِ تو باشد ز جنت پائدار
تیری زندگی جنت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

تلخ با تلخاں یقیں ملحق شود
یقیناً کڑوا، کڑووں کے ساتھ مل جاتا ہے

کے دمِ باطل قرینِ حق شود
باطل بات، حق (بات) کیساتھ کب مل سکتی ہے؟

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) ہے

مابقی تو استخوان و ریشۂ
باقی تو ہڈیاں اور رگیں ہیں

گر گل ست اندیشۂ تو گلشنی
اگر تیرا فکر پھول ہے تو تو گلزار ہے

ور بود خارے تو ہیمۂ گلخنی
اور اگر کانٹا ہے تو تو بھٹی کا ایندھن ہے

گر گلابی بر سر و جیبت زنند
اگر تو گلاب ہے تو سر اور گریبان پر ملینگے

ور تو چوں بولی بروں ات افگنند
اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دینگے

طبلہا در پیشِ عطاراں بہ بیں
عطار کے سامنے ڈبیوں کو دیکھ

جنس را با جنسِ خود کردہ قریں
جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

جنسہا با جنسہا آمیختہ
ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے

زیں تجانس زینتے انگیختہ
اس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

---

۱ ذکر۔ ذکرِ خداوندی کا مقام منافق نہیں ہے۔ گلخن۔ یعنی کوڑی۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ سوسن۔ مشہور خوشبودار پھول ہے۔ نبات۔ اُگنے والی چیز۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ عشرت۔ عیش و راحت۔ کیں مدار۔ کینہ وری نہ کر۔ یہ پاکیزہ بننے کی ترکیب ہے۔

۲ دوزخ۔ شعر
کینہ دل کا اک بڑا آزار ہے
کینہ کیا ہے اک عذاب النار ہے
خصم۔ دشمن۔ حدیث شریف میں ہے کینہ ور جنت میں نہ جائیگا۔ جزو دوزخی جبکہ کینہ کی اصل دوزخ ہے تو کینہ ور دوزخ کا جزو ہے۔

۳ اے برادر۔ جنتی اور دوزخی ہونے کا مدار خیالات اور اعتقادات پر ہے اور یہی انسان کی خصوصیت ہے ورنہ گوشت و پوست تو دیگر حیوانات میں بھی ہے۔ گل۔ اعمالِ صالحہ۔ خار یعنی برے اعمال۔ گلابی۔ نیک کاموں کی وجہ سے اگر تو بمنزلہ گلاب کے ہے۔ بول۔ پیشاب۔ طبلہ۔ ڈبہ، ڈبیہ۔ عطار۔ عطر فروش۔ قرین۔ ساتھی۔ تجانس۔ دو چیزوں کا ہم جنس ہونا۔

تو رہائی جو ز ناجنساں بجِد[1]
تو کوشش کر کے ناجنسوں سے رہائی حاصل کر لے
صُحبتِ ناجنس گورست و لحد
ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

گر در آمیزند عُود و شکّرش
اگر اُس کی شکر اور عود گڑبڑ ہو جائیں
بر گزیند یک بیک از دیگرش
ایک کو دوسرے سے چھانٹ لے گا

طبلہا بشکست و جانہا ریختند
ڈبیاں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں
نیک و بد در ہمدگر آمیختند
اچھی اور بُری آپس میں رل گئیں

حق فرستاد انبیاء را با ورق
اللہ (تعالےٰ) نے انبیاء کو کتابیں دیکر بھیجا
تا گزید ایں دانہا را بر طبق
یہاں تک کہ اِن دانوں کو (مختلف) طبق پر چُن دیا

حق فرستاد انبیاء را بہرِ دیں
اللہ (تعالےٰ) نے انبیاء کو اسلئے بھیجا ہے
تا جُدا گردد ز ایشاں کفر و دیں
تاکہ اُن کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

مؤمن و کافر مسلمان و جہود
مؤمن اور کافر، مسلمان اور یہودی
پیش از ایشاں جملہ یکساں می نمود
اُن سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

پیش از ایشاں ما ہمہ یکساں بُدیم
اُن سے پہلے ہم سب یکساں تھے
کس ندانستہ کہ ما نیک و بدیم
کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا بُرے

قلب[2] و نیکو در جہاں بودے رواں
کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا
چوں جہاں شب بود و ما چوں شب رواں
چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کی طرح تھے

تا بر آمد آفتابِ انبیاء
یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا
گفت اے غش دور شو صافی بیا
اُس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو (اور اے) صاف تو آ

چشم داند فرق کردن رنگ را
آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے
چشم داند لعل را و سنگ را
آنکھ لعل اور پتّھر کو جانتی ہے

چشم داند گوہر و خاشاک را
آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے
چشم را زاں می خلد خاشاکہا
اِسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

دشمنِ روزند ایں قلّابگاں[3]
یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے، دن کے دشمن ہیں
عاشقِ روزند آں زرہائے کاں
کان کے سونے، دن کے عاشق ہیں

زانکہ روز ست آئینہ تعریف را
اِس لئے کہ دن، پہچاننے کا آئینہ ہے
تا ببیند اشرفی تشریف را
تاکہ اشرف بلند رتبے کو دیکھ لے

لے بجِد۔ کوشش۔ صُحبت ناجنس۔ شعر
پارسا را بس ایں قدر زندان
کہ بود ہم طویلۂ رنداں
عُود۔ اگر۔ طبلہا۔ یعنی عالمِ ارواح میں نیک و بد روحیں جداگانہ تھیں عالمِ ناسوت میں نیک و بد مِل جُل گئے۔ ورق۔ یعنی آسمانی صحیفے۔ طبق بعض شارحین نے بمعنی مطابقت لکھا ہے، بعض نے طباق کے معنی میں لیا ہے۔ ایشاں۔ انبیاء۔ مؤمن۔ یہ تقسیمیں انبیاء کی بعثت کے بعد ہوتی ہیں۔
ﷺ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ رواں۔ رائج۔ شب رواں۔ رات کے مسافروں میں باہمی امتیاز نہیں ہوتا ہے۔ غش۔ کھوٹ۔ صافی۔ خالص۔ چشم داند انبیاء بمنزلہ آنکھ کے ہیں جو اچھے بُرے کو پہچان لیتے ہیں۔ می خلد۔ آنکھ کو تنکا اسی لئے ستاتا ہے کہ وہ اُسکی قدر گھٹا دیتی ہے۔
ﷺ قلابگاں۔ کھوٹا سکہ بنانے والے، یہ لوگ اندھیرے سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ زرہائے۔ چونکہ وہ خالص ہے اور دن میں اُس کی قدر بڑھتی ہے۔ اشرفی۔ زیادہ شریف، بعض نسخوں میں اشرفی ہے جو کہ ایک سونے کا سکّہ ہے۔ تشریف۔ اعلیٰ منزلت۔ بلند مرتبہ۔

حق قیامت را لقب زاں روز کرد[1] | روز بنماید جمالِ سُرخ و زرد

اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسی وجہ سے دن بنایا ہے کہ دن سُرخ اور زرد کا حُسن دکھا دیتا ہے

پس حقیقت روز سرِّ اولیاست | روز پیشِ مہرشاں چوں سایہاست

پس (اس) روز (قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے | اُنکے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

عکسِ رازِ مردِ[2] حق دانید روز | عکسِ ستّاریش شامِ چشم دوز

دن کو مردِ حق کے باطن کا عکس سمجھو | آنکھ کو بند کر دینے والی شام اُسکی ستاری کا عکس ہے

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ | والضحیٰ نورِ ضمیرِ مصطفیٰ[3]

اسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے) ضحیٰ کی فرمایا، | اور ضحیٰ مصطفیٰ کے دل کا نور ہے

قولِ دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست | ہم برائے آنکہ اینہم عکسِ اوست

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) نے | وہ بھی اسلیئے کہ یہ (چاشت کا وقت) اُنکے (دل کے نور) کا عکس ہے

ورنہ بر فانی قسم گفتن خطاست | خود فنا چہ لائقِ گفتِ خداست

ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے | کیا فنا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

از خلیلے لا اُحِبُّ الآفلین | پس فنا چوں خواست ربُّ العالمین

خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا | تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرما لیا؟

لا اُحِبُّ الآفلیں گفت آں خلیل | کے فنا خواہد ازیں ربِّ جلیل

میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا | ربِّ جلیل فنا کو کب پسند کرے گا؟

باز واللیل ست ستّاریِ اُو | واں تنِ خاکیِ زنگاریِ اُو

پھر "واللیل" آنحضور کی ستاری ہے | اور آپ کا زنگاری، خاکی جسم ہے

آفتابش[4] چوں برآمد زاں فلک | باشبِ تن گفت ہیں ما وَدَّعک

اُن (آنحضور) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلکِ | جسم کی رات کو فرمایا خبردار! اُسنے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

وصل پیدا گشت از عینِ بلا | زاں حلاوت شد عبارت ما قلیٰ

خود ابتلاء سے وصل پیدا ہو گیا | "اُس نے کینہ وری نہیں کی" کی تعبیر شیرینی ہوئی

اش ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ۔ فلک ۔ یعنی آسمانِ الوہیت ۔ شبِ تن ۔ رات کی طرح جسم بھی نور کے لئے ساتر ہے ۔ ما وَدَّعک ۔ اُس خدا نے تجھے چھوڑا نہیں ہے ۔ عینِ بلا ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا آنحضورؐ نے بتانے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ کہنا بھول گئے ۔ اِس پر بطور تنبیہ کچھ دن کیلئے وحی منقطع ہو گئی اور پھر سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی جسمیں فرمایا گیا خدا نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے یعنی تمہیں وصل حاصل ہے لہٰذا اُنھیں ابتلاء سے وصل کی بشارت ملی۔

[1] قیامت ۔ قرآن میں قیامت کو دن بتایا گیا ہے ۔ حقیقت ۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ظاہر کو حقیقت اور مظاہر کو صورت کہا جاتا ہے ، تمام کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے اور اسماءِ الٰہی ظاہر و حقیقت ہیں اور تمام کائنات میں انسان مظہرِ اتم ہے قیامت کے دن کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے چونکہ وہ اسمِ مُقسِط کا مظہر ہے تو کھوٹے کھرے کو جُدا کرنے کا مظہر قیامت کا دن ہے اور اُس کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے۔

[2] مردِ حق ۔ اولیاء کے قلوب میں کھرے کھوٹے کو جدا کر دینے کی صلاحیت ہے اور پردہ پوشی کی بھی ۔ لہٰذا دن اور رات اُن کے قلوب کا عکس ہیں ۔

[3] والضحیٰ ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اِس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کا نور مراد ہے جس کی قسم خدا نے کھائی ہے ۔ اگر دوسرے مفسرین کے قول کے مطابق ضحیٰ کے معنی چاشت کے وقت کے لئے جائیں تب بھی اُس کی قسم اسی بنیاد پر ہے کہ وہ نورِ مصطفوی کا مظہر ہے ورنہ محض چاشت کا وقت ایک فانی چیز ہے جو خدا کی قسم کی لائق نہیں ہے واللیل ۔ خدا نے جو رات کی قسم کھائی ہے اُس سے آنحضورؐ کی ستاری اور جسدِ عنصری مراد ہے جس میں نور پنہاں ہے۔

[4] آفتاب ۔ ذاتِ خداوندی

ہر عبارت[1] خود نشانِ حالتیست / حال چوں دست و عبارت آلتیست

ہر عبارت ایک حالت کی علامت ہے / حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

آلتِ زرگر بدستِ کفش گر / ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در

سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں / ایسا ہی ہے جیسے ریتے میں بویا ہوا دانہ

وآلتِ اسکاف پیشِ برزگر / پیشِ سگ کہ استخواں در پیشِ خر

اور موچی کا اوزار کاشتکار کے سامنے / کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے

بود اَنَا الْحَق در لبِ منصور نور / بود اَنَا اللہ در لبِ فرعون زور

اَنَا الْحَق منصور کے لب پر نور تھا / "میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

شد عصا[2] اندر کفِ موسیٰ گوا / شد عصا اندر کفِ ساحر ہبا

لاٹھی موسیٰ ع کے ہاتھ میں گواہ بنی / جادوگر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

زیں سبب عیسیٰ بداں ہمراہِ خود / در نیاموزید آں اسمِ احد

اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ ع نے اپنے ساتھی کو / اللہ کا نام (اسمِ اعظم) نہ سکھایا

کو نداند نقص بر آلت نہد / سنگ بر گِل زن تو آتش کے جہد

کیونکہ وہ (اپنا) نقص نہ سمجھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا / تو چقماق کو مٹی پر رگڑ شعلہ کب دے گا؟

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست / جفت باید جفت شرطِ زادن ست

ہاتھ اور آلہ، چقماق اور لوہے کی طرح ہے / جوڑا چاہیئے جننے کے لئے جوڑا شرط ہے

آنکہ[3] بے جفت ست و بے آلت یکیست / در عدد شک ست و آں یک بے شکیست

جو (ذاتِ خدا) بے جوڑے کے اور بے آلے کے ہے وہ ایک / (اسکے) چند ہونے میں شک ہے اور اُس کا ایک ہونا بے شک ہے

آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں / متفق باشند در واحد یقیں

جنھوں نے (اسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے زیادہ کہا / یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں

اَحولی چوں دفع شد یکساں شوند / آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند

بھینگا پن جب جاتا رہا، یکساں ہو جائیں گے / دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے

گر یکے گوئی تو در میدانِ او / گرد بر میگرد از چوگانِ او

اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اُس کے میدان میں / اُس کے بلے پر چکر کاٹ

در عدد۔ چند خدا ہونا ثابت نہیں ہیں۔ دو گفت۔ چند خداؤں کے ماننے والے بھی ایک خدا کے تو لامحالہ قائل ہوئے۔ احولی۔ بھینگا پن جس کی وجہ سے ایک کے چند نظر آتے ہیں۔ گر یکے۔ موحّد کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا تابع فرمان بنے۔

[1] ہر عبارت۔ عبارت کے ذریعہ کسی حالت کو بیان کیا جاتا ہے اور اُن دونوں کی وہی نسبت ہے جو ہاتھ اور کاریگر کے اوزار کی ہے۔ اگر ہاتھ اور اوزار میں مناسبت ہے، تو کام ٹھیک ہوگا ورنہ غلط۔ اسی طرح عبارت اگر حال کے مطابق ہوگی تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ آلتِ زرگر۔ ہر آلہ ہر ہاتھ میں کام نہیں کرتا ہے ہاتھ اور آلہ میں تناسب ضروری ہے۔ پیشِ سگ۔ کتا گھاس نہیں کھا سکتا نہ گدھا ہڈی چبا سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گھاس کھا سکتا ہے نہ کہ ہڈی۔ منصور۔ حلاج نے اپنے آپ کو فنا کر کے انا الحق کہا تھا۔ عبارت اور حال میں مطابقت تھی۔ فرعون۔ نے خدائی کی نفی کے لئے کہا جو جھوٹ تھا عبارت اور حال میں مطابقت نہ تھی۔

[2] عصا۔ حضرت موسیٰ ع کے ہاتھ میں ہاتھ کی لکڑی اژدہا بنی جو معجزہ ہونے کی وجہ سے رسالت کی گواہ بنی، آلہ اور ہاتھ میں مناسبت تھی۔ ساحر۔ ہار گئے اور انکی لاٹھیاں بیکار ہو گئیں۔ زیں سبب۔ جب ہاتھ کام کا نہ ہو تو اوزار کام نہ کریگا۔ کو۔ اپنا تصور نہ سمجھے گا اسمِ اعظم کو غلط کہے گا۔ سنگ۔ یعنی چقماق۔ جفت۔ جوڑے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

[3] آنکہ۔ صحیح نتیجہ کیلئے جوڑا اور صحیح آلہ ہونا ضروری ہے لیکن یہ انسانوں کیلئے ہے خدا جوڑے اور آلہ سے پاک ہے۔

گوئی آنگہ راست و بے نقصاں شود
گیند اس وقت صحیح اور بے عیب ہوتی ہے

کو ز زخم دستِ شہ رقصاں شود
جبکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے

گوش دار اے احول اینہا را بہوش
اے بھینگے! اس کو ہوش سے سن لے

دارُوئے دیدہ بکش از راہِ گوش
کان کے راستے سے آنکھ کی دوا لگالے

پس کلامِ پاک در دلہائے کور
بہت سے پاک کلام ہیں جو اندھے دلوں میں

می نپاید می رود تا اصلِ نور
نہیں ٹھہرتے ہیں، اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں

واں فسونِ دیو در دلہائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں

می رود چوں کفشِ کژ در پائے کژ
اتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پیر میں

گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دہرائے

چوں تو نا اہلی شود از تو بری
جبکہ تو نااہل ہے، وہ تجھ سے علیحدہ رہیگی

ور چہ بنویسی نشانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے، اس کی پہچان بنالے

ور چہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو ڈینگیں مارے اس کو بیان کرے

او ز تو رُو در کشد اے پُر ستیز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے منہ پھیرلیں گی

بندہا را بگسلد بہرِ گریز
بھاگنے کے لئے پھندے توڑیں گی

ور نخوانی و ببیند سوزِ تو
اگر تو (علم ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو دیکھے

علم باشد مرغِ دست آموزِ تو
علم تیرے ہاتھ کا پلا ہوا پرندہ ہوگا

او نپاید پیشِ ہر نا اوستا
وہ بے استادے کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے

ہمچو بازِ شہ بخانۂ رُوستا
جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

یافتنِ پادشاہ باز گم کردہ را بخانۂ پیر زن
بادشاہ کا گم شدہ باز کو بڑھی عورت کے گھر میں پالینا

علم آں بازیست کو از شہ گریخت
علم، وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا

گندہ پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
بوڑھی نے نادانی سے اسکے سامنے گھاس ڈالی

علم بازے داں کہ او از شہ گریخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا

سوئے آں کمپیر کو می آرد بیخت
اس بوڑھی کے پاس جو آٹا چھانتی تھی

تاکہ تتماجے پزد اولاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے

دید آں بازِ خوش خوش زاد را
اس نے اس خوبصورت، اچھی نسل کے باز کو دیکھا

لہ گوئی یعنی گیند وہی ہے جو بلّے کی مار کے مطابق حرکت کرے۔ مُوحّد کو بھی چوگانِ قضا کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ راہِ گوش۔ نصیحت سُن کر صحیح عقیدہ قائم کرلے۔ پس نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جو دل کا اندھا نہ ہو۔ فسون، شیطانی باتوں کو بھی دل قبول کرتا ہے چونکہ وہ باتیں بھی ٹیڑھی ہیں۔ گرچہ حکمت، علم سیکھنے کے لئے مناسبت شرط ہے۔

لہ ور چہ، علم حاصل کرنے کی سب تدبیریں کرے۔ لافیدن۔ شیخی بگھارنا۔ رُو درکشیدن۔ منہ موڑنا۔ پُرستیز۔ جھگڑالو۔ ور نہ خوانی۔ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، معارف کا سرچشمہ ہے۔ نپاید، پائیدار نہیں ہوتا۔ رُوستا۔ دیہاتی۔

لہ گندہ پیر۔ بوڑھی۔ جہل۔ یعنی باز کی خوراک سے ناواقفیت۔ کمپیر۔ بوڑھی۔ می آرد بیخت۔ آٹا چھانتی۔ تتماج۔ حریرہ۔ خوش۔ خوبصورت۔ خوش زاد۔ اعلیٰ نسل والا۔

پایکش[۱] بست و پرش کوتاہ کرد
اُس کے نازک پیر باندھے اور اُس کے پر کاٹے

ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
اُسکے ناخن چھانٹے اور اُس کو گھاس کا چارہ دیا

گفت نا اہلاں نکردند ت بساز
بولی، نا اہلوں نے تجھے درست نہ کیا

پر فزود از حدّ و ناخن شد دراز
پر حد سے بڑھ گئے، اور ناخن لمبے ہو گئے

دستِ ہر نا اہل بیمارت کند
ہر نا اہل کا ہاتھ تجھے بیمار کر دے گا

سوئے مادر آکہ تیمارت کند
ماں کے پاس آ، تاکہ تیری خبر گیری کرے

مہرِ جاہل راچنیں داں اے رفیق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ

کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

جاہل ار باتو نماید ہمدلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے

عاقبت زخمت زند از جاہلی
نادانی سے آخرکار تجھے زخمی کر دے گا

روزِ شہ در جستجو[۲] بیگاہ شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا

سوئے آں کمپیر و آں خرگاہ شد
(بالآخر) اُس بڑھیا اور اُسکے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

دید ناگہ باز را در دود و گرد
اچانک باز کو دھویں اور غبار میں دیکھا

شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

گفت ہر چند ایں جزائے کارِ تست
بولا، درحقیقت تیرے کام کی یہی سزا ہے

کہ نباشی در وفائے ما درست
کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

چوں کُنی از خلد در دوزخ فرار
تو جنّت سے دوزخ میں ٹھکانا کیوں کرتا ہے؟

غافل از لَا یَسْتَوِی اَصْحَابُ نَار
اے لَا یَسْتَوِی اَصْحَابُ النَّارِ سے غافل

ایں سزائے آنکہ از شاہِ خبیر[۳]
یہی اُس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے

خیرہ بگریزد بخانہ گندہ پیر
شوخی سے بھاگ کر بوڑھی عورت کے گھر جائے

گندہ پیرِ جاہل ایں دنیا دنی ست
جاہل، بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے

ہر کہ مائل شد بدو خوار و غبی ست
جو اُس کی طرف جھکا، ذلیل اور بیوقوف ہے

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے

عاقل آں باشد کز یں جاہل برست
عقلمند وہ ہے جو اُس جاہل سے نجات پالے

ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز
جو جاہل کا ہمراز ہو گا بالآخر

آں رسد با او کہ با آں شاہ باز
اُس کو وہ ملے گا جو اُس شاہباز کو

---

۱ پایکش۔ پا یک اش کا تصغیر کے لئے ہے۔ کوتاہ کرد۔ کاٹ کر چھوٹے کر دئے۔ قوت۔ خوراک۔ کاہ۔ گھاس۔ ساز۔ ساخت پرداخت۔ دست۔ نا اہل کے ہاتھوں بُری گت بنتی ہے۔ مادر۔ بڑھیا نے محبت میں اپنے آپ کو باز کی ماں کہا ہے۔ مہر۔ شعر۔
بود محبتِ ناداں بلا کہ یوسف را
طرب سرائے زلیخا تمام زنداں ست

۲ در جستجو۔ باز کے ڈھونڈنے میں۔ بیگاہ۔ ضائع، بیکار۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ دود۔ بڑھیا کے چولہے کا دھواں۔ کار۔ یعنی بے وفائی۔ لَا یَسْتَوِی۔ قرآن پاک میں ہے "دوزخی اور بہشتی برابر نہیں ہو سکتے ہیں بہشتی نجات پانیوالے ہیں"۔

۳ خبیر۔ باخبر، حق شناس۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ دنی۔ کمینہ۔ بدو۔ باؤ۔ غبی۔ کُند ذہن۔ جاہل پرست۔ دنیا جاہلوں کی زیادہ قدرداں ہے۔ باز۔ پھر، بالآخر۔

بازمی مالید پر بر دستِ شاہ — بی زباں[1] می گفت من کردم گناہ

باز، بادشاہ کے ہاتھ پر بازو ملتا تھا — بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی

پس کجا زارد کجا نالد لئیم — گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم

کمینہ کہاں زاری کرے، کہاں روئے؟ — اے کریم! اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں (کرتا)

سر کجا بنہد ظلوم شرمسار — جز بدرگاہِ تو اے آمرزگار

ظالم، شرمندہ سر کہاں جھکائے؟ — تیری درگاہ کے سوا، اے بخشنے والے!

لطفِ شہ جاں را جنایت جو کند — زانکہ شہ ہر زشت را نیکو کند

شاہ کی مہربانی، جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے — کیونکہ شاہ ہر برائی کو بھلائی کر دیتا ہے

رو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما — زشت آید پیشِ آں زیبائے ما

گناہ کا رخ نہ کر، کیونکہ ہماری نیکیاں (بھی) — اُس ہمارے محبوب کے سامنے بری نظر آتی ہیں

خدمت[2] خود را سزا پنداشتی — تو لوائے جرم ازاں افراشتی

تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا — اسلئے تو نے خطا کاری کا جھنڈا بلند کر دیا

چوں ترا ذکر و دعا دستور شد — زاں دعا کردن دلت مغرور شد

چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہو گئی ہے — اس دعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

ہم سخن دیدی تو خود را با خدا — اے بسا کو زیں گماں افتد جدا

تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا — بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

گرچہ[3] با تو شہ نشیند بر زمیں — خویشتن بشناس و نیکوتر نشیں

اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے — اپنے آپ کو پہچان، اور سلیقے سے بیٹھ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم — توبہ کردم نو مسلماں می شوم

باز نے کہا، اے شاہ! میں شرمندہ ہوں — میں نے توبہ کی، از سرِ نو مسلمان ہوتا ہوں

آنکہ تو مستش کنی و شیرگیر — گر ز مستی کژ رود عذرش پذیر

جس کو تو مست اور نیم مست کرے — اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے تو اُس کا عذر قبول فرما

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا — بر کنم من پرچمِ خورشید را

اگرچہ ناخن جاتے رہے، (لیکن) جب تو میرا ہو گا — میں سورج کا جھنڈا اکھاڑ دوں گا

ور چہ پرّم رفت چوں بنوازیم — چرخ بازی کم کند در بازیم

اگرچہ میرے پر جلتے رہے (لیکن)، جب تو مجھے نوازے گا — آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں بد سکتا

[1] بے زبان یعنی زبانِ حال۔ زارد۔ زاریدن کا فعلِ ماضی ہے۔ لئیم۔ کمینہ، گنہگار۔ ظلوم۔ بہت ظلم کرنے والا۔ جنایت جو۔ خطا کار۔ نیکو کند۔ برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دیتا ہے۔ رو مکن۔ خدا کی رحمت کے بھروسے پر گناہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نیکیہائے ما۔ ہماری نیکیاں بھی اُس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔

[2] خدمت۔ یعنی عبادت۔ سزا یعنی خدا تعالےٰ کے لائق۔ لوا۔ جھنڈا۔ جرم۔ گناہ۔ مغرور شد۔ ہماری دعا قبولیت کے لائق کہاں ہے۔ زیں گمان۔ عبادت کا گھمنڈ، ہلاکت کا سبب ہے۔

[3] گرچہ۔ بڑے کی بے تکلفی سے انسان کو گستاخ نہ ہونا چاہیئے۔ باز۔ یہاں سے پھر باز کی گفتگو ہے۔ نو مسلماں۔ از سرِ نو فرمانبردار۔ شیرگیر۔ وہ مست جو اپنی گفتار و رفتار پر قابو رکھتا ہو۔ کژ۔ کج۔ ناخن رفت۔ بوڑھی نے ناخون تراش دیئے تھے۔

گر کمر بخشیم کُہ را بر کنم ۔۔۔ گر دہی کلکم علمہا بشکنم

اگر تو میرے پٹکا باندھ دے پہاڑ کو اکھاڑ دوں ۔۔۔ اگر تو مجھے قلم کا پورا دیدے میں جھنڈے گرا دوں

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم ۔۔۔ مُلکِ نمرودی بپر برہم زنم

آخر میرا جسم مچھر سے کم نہ ہوگا ۔۔۔ نمرودی سلطنت کو پر سے زیروزبر کر دوں

در ضعیفی تو مرا بابیل گیر ۔۔۔ ہر یکے خصمِ مرا چوں پیل گیر

کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ ۔۔۔ میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

قدرِ فندق افگنم بندق خرلیق ۔۔۔ بندقم در فعل صد چوں منجنیق

فندق کی بقدر پہاڑنے والا غلہ پھینکوں گا ۔۔۔ میرا غلہ کام میں سو گوپھنوں کی طرح ہوگا

گرچہ سنگم ہست مقدارِ نخود ۔۔۔ لیک در ہیجا نہ سر ماند نہ خود

اگرچہ میرا پتھر چنے کی بقدر ہے ۔۔۔ لیکن جنگ میں نہ سر بچے گا نہ خود

رفت موسیٰ در وغا بایک عصاش ۔۔۔ زد براں فرعون و بر شمشیر ہاش

موسیٰ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے ۔۔۔ اُس کو فرعون اور اُس کی تلواروں پر چلایا

ہر رسولے یک تنہ کاں در زدست ۔۔۔ بر ہمہ آفاق تنہا بر زدست

ہر پیغمبر تنہا جو اس جنگ میں داخل ہوا ہے ۔۔۔ تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے

نوح چوں شمشیر درخواہید ازو ۔۔۔ موجِ طوفاں گرد حق شمشیر او

نوح نے جب اُس (اللہ) سے تلوار چاہی ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو اُن کی تلوار بنا دیا

احمدا خود کیست اسپاہِ زمیں ۔۔۔ ماہ بیں بر چرخ و بشگافش جبیں

اے احمد! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟ ۔۔۔ آسمان پر چاند کو دیکھ اور اُس کی پیشانی چیر دے

تا بداند سعد و نحس بے خبر ۔۔۔ دورِ دورِ تست نے دورِ قمر

تاکہ نیک بخت اور جاہل بدبخت جان لے ۔۔۔ یہ تیرا دور دورہ ہے نہ کہ قمر کا

دورِ تست ایراکہ موسیٰ کلیم ۔۔۔ آرزو می برد زیں دورت مقیم

یہ تیرا دور ہے اسی لئے موسیٰ کلیم (اللہ) ۔۔۔ تیرے اس دور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے

چونکہ موسیٰ رونقِ دورِ تو دید ۔۔۔ کاندرو صبحِ تجلی می دمید

چونکہ موسیٰ نے تیرے دور کی رونق دیکھی ۔۔۔ کہ اُس میں تجلی کی صبح چمکتی ہے

گفت یارب ایں چہ دورِ رحمت ست ۔۔۔ آں گذشت از رحمت اینجا رویت ست

کہا، اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟ ۔۔۔ وہ تو رحمت سے (بھی) بڑھ گیا اس جگہ تو دیدار ہے

ف۱ کمر۔ پٹکا۔ بخشیم۔ بخشی مرا۔ کلک۔ قلم کا پورا۔ علم۔ جھنڈا۔ پشہ۔ مچھر۔ نمرود ایک ظالم بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی تھا، ایک مچھر اُسکی ناک میں گھس گیا جو اُسکی ہلاکت کا سبب بنا۔ بابیل۔ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر سے حملہ کیا، چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھرمٹ نے اُس لشکر پر حملہ کیا اور معمولی کنکریاں اپنے پنجوں کے ذریعہ ان پر گرا کر ان کو ہلاک کر دیا۔ خصم۔ مقابل، دشمن۔ پیل۔ ہاتھی۔ فندق۔ عناب کی وضع کا ایک پھل ہے، چھوٹی گیند۔ بندق۔ غلہ۔ خرلیق۔ پھاڑنے والا۔ نخود۔ چنا۔ ہیجا۔ جنگ۔ خود۔ لوہے کی ٹوپی جو جنگ میں اوڑھی جاتی ہے۔

ف۲ موسیٰ ؑ ساحروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ عصا لیکر گئے تھے۔ وغا۔ جنگ۔ یک تنہ۔ تنہا۔ در۔ دروازہ۔ زد۔ داخل ہوا، تاراج کیا۔ نوح۔ حضرت نوح ؑ کے طوفان کی موجوں نے وہ کام کیا جو تلواریں کرتی ہیں۔ احمدا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اسپاہ۔ سپاہ۔ ماہ۔ آنحضور ؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ نے دورِ قمر۔ ستاروں اور چاند کی پرستش کا زمانہ ختم ہوگیا ہے۔

ف۳ مقیم۔ ابو نعیم ؒ نے کتاب حلیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں حضرت موسیٰ ؑ کی اس تمنا

غوطہ خور موسیا اندر بحار
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا

گفت یا موسیٰ بداں بنمودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ! اسی لئے میں نے تمہیں دکھایا ہے

گر توزاں دوری دریں دور اے کلیم
اے کلیم! اگرچہ تو اس دور سے دور ہے (لیکن) اسی میں ہے

من کریمم ناں نمایم بندہ را
میں کریم ہوں، بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں

بینیِ طفلے بمالد مادرے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے

کُنتُ کَنزاً رَحمَۃً مَخفِیَّۃً
میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا

ہر کراماتے کہ میجوئی بجاں
جن عطاؤں کو تو جان (و دل) سے چاہتا ہے

چند بُت بشکست احمدؐ در جہاں
احمدؐ نے دنیا میں چند بُت توڑے

گر نبودے کوششِ احمدؐ تو ہم
اگر احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی، تو بھی (اے مخاطب)

ایں سرت وارست از سجدہ صنم
تیرا یہ سر بُت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا

گر بگوئی شکرِ ایں رستن بگو
اگر تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کر

مر سرت را چوں رہانید از بتاں
جس طرح اس نے تیرے سر کو بتوں سے آزاد کر دیا

وز میانِ دورِ احمدؐ سر برآر
اور احمدؐ کے دور کے درمیان سر ابھار دے

راہِ آں خلوت بداں بکشودمت
اس خلوت کا راستہ تم پر اسی لئے کھولا ہے

پا بکش زیرا دراز است ایں گلیم
پیر پھیلا دے، اس لئے کہ یہ کمبلی دراز ہے

تا بگریاند طمع آں زندہ را
تاکہ اس زندہ کو لالچ رُلا دے

تا شود بیدار و وا جوید خورے
تاکہ جاگ جائے، اور کھانا مانگے

واں دو پستاں می چکد از مہر در
اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

فَانبَعَثتُ اُمَّۃً مَّهدِیَّۃً
تو میں نے ایک ہدایت یافتہ اُمت پیدا کی

او نمودت تا طمع کردی دراں
اُس نے وہ تجھے دکھا دیں تاکہ تو اُن کا لالچ کرے

تا کہ یارب گوی گشتند امتاں
تو امتیں یارب کہنے والی بن گئیں

می پرستیدی چو اجدادت صنم
اپنے باوا دادا کی طرح بُت پوجتا

تا بدانی حقِ او را بر اُمم
خبردار، امتوں پر اُن کے حق کو سمجھ لے

کز بتِ باطن ہمت برہاند او
تاکہ اندرونی بُت سے بھی تجھے چھٹکارا دلا دے

ہم بداں قوت تو دل را وارہاں
اسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو (بُت پرستی سے) آزاد کر

۱؎ گر تو۔ اگرچہ تیرا زمانہ دورِ احمدیؐ سے دُور ہے لیکن تو اُس سے متمتع اور لطف اندوز ہے۔ گلیم۔ چادر یعنی آنحضورؐ کا زمانہ۔ من کریم۔ میں دینا چاہتا ہوں اور بندوں کو اپنی نعمتوں کی جھلک دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ اُنکی خواہش میں گریہ وزاری کریں اور میرا دریائے رحمت جوش میں آجائے، حضرت موسیٰؑ کو دورِ احمدیؐ کی جھلک اسی لئے دکھائی گئی۔ مادرے۔ ماں سوئے ہوئے بچہ کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ روئے اور پستان سے دودھ جوش مار کر نکلے اور وہ اُس کو پلائے۔

۲؎ کُنتُ۔ حدیث شریف ہے۔ "کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ" میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اُمَّۃً مَّهدِیَّۃً۔ ہدایت یافتہ اُمت یعنی امتِ محمدی جس کو معرفتِ ذات و صفات کا پورا علم عطا کیا گیا ہے۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ کی بعثت بھی انہی عطیات میں سے ہے جس کی نمائش کی وجہ سے اشرفُ المخلوقات نے اپنا مقام پا لیا ورنہ اپنے سے ادنیٰ کے سامنے سر بسجود تھا۔

۳؎ وارست۔ چھوٹ گیا۔ بگو۔ اس کا شکریہ مزید نعمت کا سبب بنے گا اور انسان باطنی بُت سے بھی نجات پا لیگا۔ قوت۔ یعنی آنحضورؐ کے اتباع کی قوت۔

سر[۱] ز شکرِ دیں ازاں برتافتی | کز پدر میراث ارزاں یافتی
دین کے شکریہ سے تونے اس لئے منہ موڑا ہے | کہ تونے باپ سے سستی میراث پائی ہے

مردِ میراثی چہ داند قدرِ مال | رستمے جاں کند مجّاں یافت زال
وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟ | رستم نے جان کھپائی، بوڑھی نے مفت حاصل کرلیا

چوں بگریانم بجوشد رحمتم | آں خروشندہ نیوشد نعمتم
جب میں رُلاتا ہوں، میری رحمت جوش مارتی ہے | وہ رونے والا اُس لیتا ہے "میں نعمت ہوں"

گر نخواہم داد خود ننمایمش | چونش کردم بستہ دل بگشایمش
اگر میں دینا نہ چاہوں تو اس کو نہ دکھاؤں | جب میں اسکو تنگدل بناتا ہوں تو اُس دل کو کشادہ کردیتا ہوں

رحمتم موقوفِ آں خوش گریہ ہاست | بعد ازاں از بحرِ رحمت موج خاست
میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے | اس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اٹھتی ہے

تا نگرید[۲] طفل کے جوشد لبن | تا نگرید ابر کے خندد چمن
جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش مارتا ہے؟ | جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟

حلوا خریدنِ شیخ احمد خضرویہ از جہتِ غریماں بالہامِ حق تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے الہام سے شیخ احمد خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

بود شیخے دائماً او وام دار | از جوانمردی کہ بود او نامدار
ایک شیخ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے | اس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے

دہ ہزاراں وام کردے از مہاں | خرج کردے بر فقیرانِ جہاں
وہ مالداروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے | دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کردیتے تھے

ہم بوام او خانقاہے ساختہ | جان و مال و خانقہ درباختہ
انھوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی | گھربار اور خانقاہ (قرض میں) کھو چکے تھے

احمدِ خضرویہؒ بودے نامِ او | خدمتِ عشاق بودے کامِ او
اُن کا نام احمد خضرویہؒ تھا | (خدا کے) عاشقوں کی خدمت اُن کا کام تھا

وام او را حق ز ہر جا می گذارد | کرد حق بہرِ خلیل از ریگ[۳] آرد
(اللہ تعالیٰ) ان کے قرض کہیں نہ کہیں سے اتار دیتا تھا | خدا (تعالیٰ) نے (حضرت) ابراہیمؑ کیلئے ریت سے آٹا کردیا

۱ سر۔ نسلی مسلمان کو نعمتِ اسلام کی قدر نہیں ہے۔ انسان جس قدر ذاتی کمائی کی قدر کرتا ہے میراثِ پدر کی اتنی قدر نہیں کرتا۔ میراثی۔ جس کو ورثہ میں مال مل گیا ہو۔ رستم۔ یعنی کمانے والا بہادری اور محنت سے مال کماتا ہے وارث اُس کو اڑا ڈالتے ہیں۔ زال۔ یعنی وارث۔ چوں۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کو شروع کیا ہے کہ گریہ وزاری سے میری رحمت کو جوش آتا ہے۔ نعمتم۔ یعنی نعمتِ خداوندی پکارتی ہے کہ میں موجود ہوں۔ گر نخواہم۔ جس کو دینا مقصود نہیں ہوتا ہے اسکو نعمت کی جھلک بھی نہیں دکھاتا ہوں۔ چونش۔ جب وہ شوق کی وجہ سے دل گرفتہ ہوتا ہے تو اسکو دیکر خوش کردیتا ہوں۔

۲ تا نگرید۔ اِس سنت اللہ کا مشاہدہ کائنات میں کرلو۔ بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے ابر کے رونے اور پانی برسانے سے باغ شگفتہ ہوتا ہے۔ حلوا خریدن۔ اس قصہ کا مقصد بھی گریہ کی فضیلت اور اُس پر نعمتوں کے نزول کا بیان ہے۔ خضرویہ۔ فارسی والے یا، پر زبر ہا، کو ساکن کرکے پڑھتے ہیں۔ وام قرض۔ جوانمردی۔ سخاوت۔

۳ ریگ آرد۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خادم کو مہمانوں کی خاطر گیہوں قرض لینے بھیجا وہاں اُس کو قرض نہ ملا تو واپسی پر شرمندگی سے بچنے کے لئے اُس نے اونٹ پر ریت لادلیا۔ جب گھر واپس آیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا گیہوں کی بجائے آٹا لائے ہو۔ اب اُس خادم نے دیکھا تو وہ ریت نہ تھا بلکہ آٹا تھا۔

گفت پیغمبر کہ در بازارہا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں
دو فرشتہ می کنند از دل دعا[۱]
دو فرشتے دل سے دعا کرتے ہیں

کاے خدا تو منفقاں را دہ خلف
کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دیدے
وے خدا تو ممسکاں را دہ تلف
اے خدا تو بخیلوں کو ہلاکت دیدے

خاصہ آں منفق کہ جاں انفاق کرد
خصوصاً وہ خرچ کرنیوالا جس نے جان خرچ کی
حلقِ خود قربانیِ خلّاق کرد
اپنے گلے کو اللہ (تعالیٰ) کی قربانی بنایا

حلق پیش آورد اسماعیلؑ وار
(حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اس نے گلا پیش کردیا
کارد بر حلقش نیارد کردگار
خدا اس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

پس شہیداں زندہ زیں رویند و خوش
پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں
تو بداں قالب بمنگر گبر وش
تو انکے (خاکی) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

چوں خلف دادست شاں جانِ بقا
چونکہ انکو (اللہ تعالیٰ نے) باقی رہنے والی جان عوض [illegible]
جانِ ایمن از غم و رنج و شقا
وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

شیخ وامی[۲] سالہا ایں کار کرد
قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا
می ستد می داد ہمچوں پائمرد
مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

تخمہا می کاشت تا روزِ اجل
مرنے کے دن تک (نیکیوں کی) تخم ریزی کرتے رہے
تا بود روزِ اجل میرِ اجل
تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

چونکہ عمرِ شیخ در آخر رسید
جب شیخ کی آخری عمر آگئی
در وجودِ خود نشانِ مرگ دید
انھوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

وام خواہاں گردِ او بنشستہ جمع
قرض خواہ اُن کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے
شیخ بر خود خوش گدازاں ہمچو شمع
شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش
قرض خواہ ناامید اور ناراض تھے
دردِ دلہا یار شد با دردِ ششش
دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہوگیا تھا

شیخ گفت ایں بدگماناں[۳] را نگر
شیخ نے فرمایا ان بدگمانوں کو دیکھ
نیست حق را چار صد دینارِ زر
(کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں

کودکے حلوا ز بیروں بانگ زد
ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی
لافِ حلوا بر امیدِ دانگ زد
پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

[۱] دعا یعنی فرشتے ندا دیتے ہیں۔ مُنفق یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے والے۔ خلف یعنی خرچ کا بدلہ۔ مُمسک۔ بخیل۔ تلف۔ ہلاکت۔ حلق۔ حلقوم۔ خلّاق۔ اللہ تعالیٰ۔ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کی خواب کے مطابق حضرت اسماعیلؑ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قالب۔ شہداء کو اُخروی حیاتِ ابدی ملی ہے اُن کے جسمِ خاکی کو دیکھ کر کافر اس کا منکر بنتا ہے۔ جانِ بقا۔ باقی رہنے والی جان۔

[۲] وامی۔ قرض لینے کا عادی۔ پائمرد۔ مستقل مزاج۔ اَجَل۔ موت کا وقت۔ اَجَل۔ بزرگ۔ نشان۔ علامت۔ شمع۔ شیخ شمع کی طرح پگھل رہے تھے۔ ترش۔ بدمزاج۔ شُش۔ پھیپھڑا یعنی دلوں کو درد کے ساتھ پھیپھڑے کے درد کا بھی اضافہ ہوگیا۔

[۳] بدگماناں۔ قرض خواہ جو قرض کی ادائیگی میں بدگمان تھے۔ چار صد۔ شیخ کے ذمہ چار سو اشرفیوں کا قرض تھا۔ دینار۔ سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن مثقال کی برابر یعنی ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ دانگ۔ چھ رتی کا ہوتا ہے۔

شیخ اشارت کرد خادم را بسر [۵۱]
شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا

کہ برو آں جُملہ حلوا را بخر
کہ جا تمام حلوا خرید لے

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند
کیونکہ قرض خواہ جب وہ حلوا کھا لیں گے

یک زمانے تلخ در من ننگرند
تھوڑی دیر تیکھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

در زماں خادم برُوں آمد ز در [۵۲]
فوراً خادم دروازے سے باہر آیا

تا خرد آں جُملہ حلوا زاں پسر
تاکہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

گفت اُو را جُملہ حلوا بچند
(خادم نے) اُس سے پوچھا سب حلوا کتنے کا ہے؟

گفت کودک نیم دینارست و اَند
لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو
اُس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ

نیم دینارت دہم افزوں مگو
تجھے آدھا دینار دوں گا زیادہ نہ بول

اُو طبق بنہاد اندر پیشِ شیخ
اُس نے اندر جاکر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا

تو ببیں اسرارِ سِرّ اندیشِ شیخ
(اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ

کرد اشارت با غریماں کیں نوال [۵۳]
(شیخ نے) قرضخواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ عطا ہے

نَک تبرّک خوش خورید ایں را حلال
یہ تبرک ہے اِس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ

بہرِ فرماں جُملگی حلقہ زدند
حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا

خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند
قند جیسے حلوے کو خوب کھایا

چوں طبق خالی شد آں کودک ستد
جب طباق خالی ہو گیا اُس لڑکے نے اُٹھا لیا

گفت دینارم بدہ اے پُرخِرد
بولا، اے دانشمند میرا دینار دے

شیخ گفتا از کجا آرم درم
شیخ نے فرمایا، درہم کہاں سے لاؤں

وام دارم میروم سوئے عدم
میں مقروض ہوں۔ (دنیا کے) عدم کی طرف جا رہا ہوں

کودک از غم زد طبق را بر زمیں
لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا

نالہ و گریہ بر آورد و حَنین
رونا اور چیخنا شروع کر دیا

بانگ می کرد و فغان و ہائے ہائے
شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا

کاے مرا اشکستہ بودے ہر دو پائے
کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے

کاشکے من گردِ گلخن گشتمے
کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا

بر درِ ایں خانقاہ نگذشتمے
اِس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا

---

۵۱ بسر۔ سر سے اشارہ کیا، بولنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ غریماں۔ غریم کی جمع ہے، قرضخواہ۔ تلخ یعنی غصہ۔

۵۲ در زماں۔ فوراً۔ بچند۔ کس قیمت کا ہے۔ اَند۔ مبہم عدد کے لئے بولا جاتا ہے جس کا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہے۔ افزوں مگو۔ زیادہ نہ بول۔ اسرار۔ سِر کی جمع ہے، راز۔ سِرّ اندیش۔ راز کو سوچنے والا۔

۵۳ نوال۔ عطیہ۔ نک۔ اینک کی تخفیف ہے بمعنی اینست واکنوں۔ درم۔ درہم ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ حنین۔ رونا چلانا۔ گلخن۔ بھٹی یعنی حلوا پکانے کی بھٹی۔

صوفیانِ طبلِ خوارِ[۱] لقمہ جو — سگ دلان، ہمچو گربہ روئے شو
پیٹو صوفی ، لقمہ ڈھونڈنے والے — کتوں کا دل رکھنے والے، بلی کی طرح منہ دھونے والے

از غریوِ کودک آنجا خیر و شر — گرد آمد گشت بر کودک حشر
لڑکے کے شور وغل سے اُس جگہ بھلے اور بُرے — جمع ہوگئے ، لڑکے پر بھیڑ لگ گئی

پیشِ شیخ آمد کہ اے شیخ درشت[۲] — تو یقیں داں کہ مرا اُستاد کشت
شیخ کے سامنے آیا، کہ اے سنگدل شیخ! — تو یقین کرلے کہ اُستاد نے مجھے مار ہی ڈالا

گر روم من پیشِ او دستِ تہی — او مرا بکشد اجازت میدہی
اگر میں اُس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں — وہ مجھے مار ڈالے گا، تو روا رکھتا ہے؟

واں غریماں ہم بانکار و جحود — رُو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
قرضخواہ بھی تردید اور اِنکار کے ساتھ — شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ کیا تماشہ تھا؟

مالِ ما خوردی مظالم می بری — از چہ بود ایں ظلمِ دیگر بر سری
ہمارا مال مارا، حقوق لے جارہا ہے — علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا؟

تا نمازِ دیگر آں کودک گریست — شیخ دیدہ بست و در وے ننگریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا — شیخ نے آنکھیں بند کرلیں اور اسکی طرف دیکھا بھی نہیں

شیخ فارغ از جفا و از خلاف — در کشیدہ روی چوں مہ در لحاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (ابال) تھے — چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

با ازل خوش با ابد خوش شادکام — فارغ از تشنیع و طعنِ خاص و عام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش اور مسرور! — خاص و عام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

آنکہ[۳] جاں در روئے او خندد چو قند — از ترش روئیِ خلقش چہ گزند
جس کی جان اسکے سامنے قند کی طرح (میٹھی) مسکرا رہی ہو — اُس کو مخلوق کی بد مزاجی سے کیا نقصان؟

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشمِ او — کے خورد غم از فلک و ز خشمِ او
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے — وہ آسمان اور اُس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

در شبِ مہتاب مہ را بر سماک — از سگاں و عوعوِ ایشاں چہ باک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر — کتوں اور ان کے بھونکنے سے کیا خوف؟

سگ وظیفہ خود بجا می آورد — مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
کُتا اپنا کام کررہا ہے — چاند اپنا کام (روشنی) رُخ پر ڈال رہا ہے

---

۱ طبل خوار۔ طبل، ڈھول یعنی کھاکر ڈھول سا پیٹ پھلانے والے۔ گربہ۔ بلی اپنا زہد دکھانے کے لئے اپنا منہ اپنے لعاب سے صاف کرتی رہتی ہے۔ غریو۔ شور وغل۔ خیر وشر۔ بھلے بُرے لوگ۔ حشر۔ مجمع۔

۲ درشت۔ یعنی سنگدل۔ استا۔ استاد۔ کشت۔ مارتے۔ مارڈالے گا۔ دستِ تہی۔ خالی ہاتھ۔ جحود۔ دیدہ و دانستہ انکار۔ بازی۔ تماشہ۔ مظالم۔ حقوق، مطالبات۔ بر سری۔ علاوہ۔ نمازِ دیگر۔ نماز اول ظہر دوسری نماز عصر۔ دیدہ۔ آنکھ۔ فارغ۔ خالی۔ جفا۔ ظلم۔ خلاف۔ لڑائی جھگڑا۔ ازل۔ یعنی مقدر۔ ابد۔ یعنی انجام۔ تشنیع۔ لعنت ملامت کرنا۔

۳ آنکہ جس کی روح اُس کے سامنے مسکرائے کسی کا منہ بنانا اُس کے لئے مضر نہیں ہے۔ شبِ مہتاب۔ چاندنی رات۔ سماک۔ قمر کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے۔ عوعو۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز۔ وظیفہ۔ معمول۔

کارکِ[۱] خود می گذارد ہر کسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے
آب نگذارد صفا بہرِ خسے
تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

خس خسانہ می رود بر روئے آب
تنکا کمینوں کی طرح پانی کے اوپر جا رہا ہے
آبِ صافی می رود بے اضطراب
صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

مصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب
(حضرت) مصطفیٰ، آدھی رات چاند کو شق کر رہے ہیں
ژاژ می خاید ز کینہ بولہب
کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کر رہا ہے

آں مسیحا مردہ زندہ می کند
(حضرت) عیسیٰؑ مردے کو زندہ کر رہے ہیں
واں جہود از خشم سبلت می کند
یہودی غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

بانگ سگ ہرگز رسد در گوشِ ماہ
کتوں کی آواز کبھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟
خاصہ ماہے کو بود خاصِ الٰہ
خصوصاً وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

مے خورد شہ بر لبِ جو تا سحر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے
در سماع از بانگِ چغزاں بے خبر
گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

ہم شدے توزیعِ[۲] کودک دانگ چند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہو سکتے تھے
ہمتِ شیخ آں سخا را کرد بند
شیخ کی باطنی توجہ نے اس سخاوت کو روک دیا

تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز
تاکہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے
قوتِ پیراں ازیں بیش ست نیز
بزرگوں کی قوت اس سے بھی بڑھ کر ہے

شد نمازِ دیگر[۳] آمد خادمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا
یک طبق بر کف ز پیشِ حاتمے
ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

صاحبِ مالے و حالے پیشِ پیر
ایک صاحبِ مال و حال نے پیر کی خدمت میں
ہدیہ بفرستاد کز وے بد خبیر
ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اس کی حالت سے باخبر تھا

چار صد دینار بر گوشہ طبق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار
نیم دینارِ دگر اندر ورق
آدھا دینار اور، کاغذ میں

خادم آمد شیخ را اکرام کرد
خادم آیا، شیخ کی تعظیم کی
واں طبق بنہاد پیشِ شیخِ فرد
اور اس طبق کو یگانہ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھ دیا

چوں طبق را از عطا بکشود زود
جب فوراً عطیہ کے طباق کو کھولا
خلق دیدند آں کرامت بے جحود
لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

---

[۱] کارک۔ معمولی کام۔ خس۔ تنکا۔ خسانہ۔ کمینہ پن۔ اضطراب۔ پریشانی دریا کا جوش۔ مصطفیٰ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ ابولہب آنحضورؐ کا چچا جو آپ کی دشمنی میں مشہور ہے۔ مسیحا۔ حضرت عیسیٰؑ جن کا معجزہ مردے کو زندہ کرنا تھا۔ جہود۔ یہودی لوگ۔ سبلت۔ مونچھ۔ مے خورد۔ شراب می نوشد۔ بر لبِ جو۔ دریا کے کنارے شراب نوشی فرید لطف کا سبب ہوتی ہے۔

[۲] توزیع۔ تقسیم چندہ مراد ہے۔ آں سخا۔ لوگوں کے چندہ دینے میں شیخ کی باطنی توجہ مانع بنی۔ کودک۔ یعنی حلوا بیچنے والا لڑکا۔ قوت۔ باوجود دوسرے قرضخواہوں کے لڑکے کے قرض کی ادائیگی دوسروں سے پسند نہ کی اسلئے کہ بزرگوں کی قوتِ باطنی کے مقابلہ میں یہ سب قرض ہیچ تھا۔

[۳] نمازِ دیگر۔ عصر کی نماز، اول نماز ظہر کی کہلاتی ہے چونکہ فرضیتِ نماز کے بعد امامتِ جبرئیل میں پہلی نماز ظہر کی ادا ہوئی ہے۔ حاتم۔ یعنی سخی۔ بد خبیر۔ وہ سخی شیخ کے مقروض ہونے سے واقف تھا۔ نیم دینار۔ جس کا حلوا خریدا تھا۔ فرد۔ یکتائے زمانہ۔ کرامت۔ بزرگوں سے جو بات غیبی نظام کے ماتحت عام سنت اللہ کے خلاف ظاہر ہو وہ کرامت کہلاتی ہے۔

آہ و افغاں از ہمہ برخاست زُود — کاے سَرِ[1] شیخان و شاہاں ایں چہ بود

فوراً سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی — کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار یہ کیا تھا!

ایں چہ سرّست اینچہ سلطانیست باز — اے خداوندِ خداوندانِ راز

یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی شہنشاہی ہے؟ — اے راز داروں کے آقا!

ماندانستیم مارا عفو کن — بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن

ہم نہ سمجھے، ہمیں معاف کر دیجئے — وہ بہت بیہودہ باتیں جو ہم سے ہوئیں

ماکہ کورانہ عصاہا می زنیم — لاجرم قندیلہا را بشکنیم

ہم جو اندھا دُھند لاٹھی گھماتے ہیں — یقیناً قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

ماچو کرّاں ناشنیدہ یک خطاب — ہرزہ گویاں از قیاسِ خود جواب

ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سُنے بغیر — اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

ما ز موسیٰؑ پند نگرفتیم کُو — گشت از انکار خضرے زرد رُو

ہم نے (حضرت) موسیٰؑ (کے واقعہ) سے نصیحت حاصل نہ کی — (حضرت) خضرؑ پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

باچناں چشمے[2] کہ بالا می شتافت — نورِ چشمش آسماں را می شگافت

ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالمِ (بالا) کی طرف جاتی تھیں — اُن کی آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

کردہ با چشمت تعصّب موسیا — از حماقت چشمِ موشِ آسیا

اے موسیٰ! (شیخ خضر دیہ) تیری آنکھوں کے ساتھ تعصب برتا — حماقت کیوجہ سے (ہماری) چکی کے چوہے (جیسی) آنکھ نے

شیخ فرمود آں ہمہ انکار و قال — مَن بحل کردم شمارا آں جدال

شیخ نے فرمایا وہ سب انکار اور گفتگو — وہ لڑائی جھگڑا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

سرّ آں ایں بود کز حق خواستم — لاجرم بنمود راہِ راستم

اُس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی — لامحالہ اُس نے سیدھا راستہ مجھے دکھا دیا

گفت[3] ایں دینار اگرچہ اندک ست — لیک موقوفِ غریوِ کودک ست

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ یہ اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں — لیکن بچہ کے رونے پر موقوف ہیں

تا نگرید کودکِ حلوا فروش — بحرِ بخشش در نمی آید بجوش

جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے — بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

اے برادر طفل طفلِ چشم تست — کامِ خود موقوفِ زاری داں نخست

اے بھائی! بچہ تیری آنکھ ہے — پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھ لے

---

[1] سَر۔ سردار۔ بہتر۔ راز۔ خداوند۔ آقا۔ قندیلہا۔ یعنی بزرگوں کے روشن دل۔ ماچو کرّاں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عوام بزرگوں کی بات کی تہ تک نہیں پہنچتے ہیں اور اپنے قیاس سے اٹکل پچو باتیں بنانے لگتے ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے کاموں کی تہ تک نہ پہنچے تھے اور اعتراضات کر کے شرمندہ ہوئے تھے۔

[2] باچناں چشمے۔ اولیاء کی چشمِ بصیرت آسمانوں کو پار کر جاتی ہے۔ تعصّب۔ بیجا حمایت۔ موسیا یعنی شیخ خضر دیہ۔ موش۔ چوہا۔ آسیا۔ چکی۔ انکار۔ یعنی وہ تمام بیہودہ باتیں جو ان لوگوں نے کی تھیں۔ بحل کردم۔ میں نے معاف کر دیں۔ جدال۔ لڑائی جھگڑا۔

[3] گفت۔ یعنی میری دعا پر اللہ نے فرمایا۔ غریو۔ شور و غل۔ اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ جس طرح بخشش کا دروازہ حلوا فروش بچے کے رونے سے کُھلا اسی طرح تو بھی اپنے معاملہ کو سمجھ۔

کامِ خود موقوفِ زاریِ دل ست — بے تضرّع[1] کامیابی مشکل ست
اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے — گڑگڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

گر ہمی خواہی کہ مشکل حل شود — خارِ محرومی بگل مبدل شود
اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے — محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے

گر ہمی خواہی کہ آں خلعت رسد — پس بگریاں طفلِ دیدہ بر جسد
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے — تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رُلا

ترسانیدنِ شخصے زاہدے را کہ کم گری تا کور نہ شوی
ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر، تاکہ تو اندھا نہ ہو جائے

زاہدے را گفت یارے در عمل — کم گری تا چشم را ناید خلل
عمل (تصوّف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا — کم رویا کر، تاکہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال — چشم بیند یا نہ بیند آں جمال
زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے — اُس حسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گر بہ بیند نورِ حق خود چہ غم[2] ست — در وصالِ حق دو دیدہ کے کم ست
اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھیں گی تو پھر کیا غم ہے؟ — اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

ور نخواہد دید از حق نور و ضَو — ایں چنیں چشمِ شقی گو کور شو
اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکیں گی — تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں

غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰ[2] تراست — چپ مرو تا بخشدت او چشمِ راست
آنکھوں کی فکر نہ کر، عیسیٰ (خدا) تیرا ہے — ٹیڑھا نہ چل تاکہ وہ تجھے صحیح آنکھیں بخش دے

عیسیِ روحِ تو با تو حاضر ست — نصرت از وے خواہ کو خوش ناصر ست
تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے — مدد اُس سے مانگ، وہ بہترین مددگار ہے

لیک بیگارِ تنِ پُر استخواں — بر دلِ عیسیٰ منہ تو ہر زماں
لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار — کسی وقت (بھی) عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

ہمچو آں ابلہ[3] کہ اندر داستاں — ذکرِ او کردیم بہر راستاں
اُس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں — اہلِ حق کے لئے ہم نے اُس کا ذکر کیا ہے

زندگیِ تن مجو از عیسیت — کامِ فرعونی مخواہ از موسیت
اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب نہ بن — اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

---

[1] تضرّع۔ عاجزی، گڑگڑانا۔ خارِ محرومی۔ یعنی مصیبتیں نعمتوں میں تبدیل ہو جائیں۔ خلعت۔ شاہی لباس۔ یارے در عمل۔ یارِ طریقت، ہم مشرب۔ گری۔ گریستن سے صیغہ امر ہے۔ خلل۔ نقصان۔ گفت۔ یعنی زاہد نے جواب میں کہا میں اللہ کی یاد میں رو کر آنکھیں خراب کر رہا ہوں تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس رونے کے نتیجہ میں میری آنکھیں برباد ہونگی اور مجھے دیدارِ حق میسر آجائیگا۔ تو پھر مجھے اِن جسمانی آنکھوں کی بربادی کی کوئی پروا نہیں اور اگر دیدارِ حق میسر نہ آئے تو پھر ایسی آنکھوں کا برباد ہو جانا ہی بہتر ہے جو دیدارِ حق سے محروم ہوں۔

[2] چہ غم۔ یعنی جسمانی آنکھوں کی بربادی کا کوئی رنج نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ جو آنکھیں دیدارِ حق کیلئے ملیں گی۔ عیسیٰ۔ یعنی وہ خدا جو مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ چپ مرو۔ کجروی نہ اختیار کر۔ راست۔ درست۔ عیسیِ روح۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو روحوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ نصرت۔ مددگار۔ بیگار۔ بے مزدوری کا کام۔ بر دلِ عیسیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے رُوح کی زندگی چاہو۔

[3] ابلہ۔ حضرت عیسیٰ کا وہ بیوقوف ساتھی جس نے ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اصرار کیا۔ کامِ فرعونی۔ یعنی تن پروری، لذاتِ جسمانی۔ موسیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

بر دلِ خود کم نہ اندیشہ معاش[1]
اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر

عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

ایں بدن خرگاہ آمد روح را
یہ جسم روح کا خیمہ ہے

یا مثالِ کشتیِ مر نوح ؑ را
یا کشتی جیسا ہے، نوح ؑ کے لئے

تُرک چوں باشد بیابد خرگہے
سپاہی جب (ملازم) ہوتا ہے اُسکو خیمہ ملجاتا ہے

خاصہ چوں باشد عزیزِ درگہے
خصوصاً جبکہ وہ دربار میں باعزت ہو

تمامیِ قصۂ زندہ شدنِ استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہڈیوں کے زندہ ہوجانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰ ؑ دید آں ابلہ رفیق
جب حضرت (عیسیٰ ؑ) نے اُس بیوقوف ساتھی کو دیکھا

جز کہ استیزہ نمیداند طریق
کہ جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

می نگیرد پند را از ابلہی
بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے

بُخل می پندارد او از گمرہی
نادانی کی وجہ سے (اسمِ اعظم نہ پڑھنے کو) بُخل سمجھتا ہو

خواند عیسیٰ ؑ نامِ حق[2] بر استخواں
حضرت (عیسیٰ ؑ) نے ہڈیوں پر اسمِ اعظم پڑھ دیا

از برائے التماسِ آں جواں
اُس جوان کے اصرار کی وجہ سے

حکمِ یزداں از پئے انجامِ مرد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم نے (اُس) انسان کے انجام کیلئے

صورتِ آں استخواں را زندہ کرد
اُن ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کردیا

از میاں برجست یک شیرِ سیاہ
درمیان سے ایک کالا شیر کودا

پنجہ زد کرد نقشش را تباہ
اُس (شیر) نے پنجہ مارا اور اُس کے نقش کو مٹادیا

کلّہ اش برکند و مغزش ریخت زود
اُسکی کھوپڑی اُکھاڑدی اور جلد اُس کا بھیجا بکھیر دیا

ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود
اُس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

گر ورا مغزے بُدے زاشکستنش
اگر اُس میں گودا ہوتا، اُس کے ٹوٹنے سے

خود نبودے نقص الّا بر تنش
محض اُس کے جسم کو نقصان پہنچتا

گفت عیسیٰ ؑ[3] چوں شتابش کوفتی
حضرت (عیسیٰ ؑ) نے اُس (شیر) سے فرمایا تونے اسقدر جلدی

گفت زاں رُو کہ تو زو آشوفتی
اُس نے کہا اِس لئے کہ تم اُس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰ ؑ چوں نخوردی خونِ مرد
حضرت (عیسیٰ ؑ) نے فرمایا تونے مرد کا خون کیوں نہ پیا؟

گفت در قسمت نبودم رزقِ خود
اُس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

---

[1] معاش۔ یعنی جسمانی زندگی کا گذارا۔ درگاہ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ خرگاہ خیمہ یعنی اصل روح ہے اور جسم محض اُس کی قیامگاہ ہے۔ کشتی۔ اصل حضرت نوح ؑ کی ذات تھی اور کشتی محض اُنکی نشست گاہ تھی۔ تُرک یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے وفادار سپاہی بنوگے تو وہ خود تمہارا بندوبست فرمادے گا۔ عزیز۔ باعزت۔ اِستیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ طریق۔ راستہ۔ پند یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کی نصیحت۔ بُخل۔ حضرت عیسیٰ ؑ کے اسمِ اعظم نہ پڑھنے کو اُن کے بُخل پر محمول کر رہا تھا۔

[2] نامِ حق یعنی اسمِ اعظم۔ جواں۔ یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کا بیوقوف ساتھی۔ از میاں۔ یعنی گڑھے کے اندر سے یا فوراً۔ شیرِ سیاہ۔ کالا شیر، خوفناک شیر۔ نقش۔ یعنی ہستی۔ ہمچو۔ یعنی کھوپڑی خالی اخروٹ کی طرح رہ گئی۔ مغزے بُدے۔ یعنی عقل ہوتی۔

[3] گفت عیسیٰ ؑ۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے شیر سے کہا۔ آشوفتی۔ اُس نے بے جا سوال کرکے حضرت عیسیٰ ؑ کو پریشان کیا تھا۔ در قسمت۔ شیر اپنی مقدار روزی کھاکر طبعی موت مرا تھا۔

No benediction at the beginning of Mathnavi for the Maulana ... Thus there can be no objection.

اے بسا[۵۱] کس ہمچو آں شیر ژیاں
اے (مخاطب) بہت سے لوگ اُس غضبناک شیر کی طرح

صیدِ خود نا خوردہ رفتہ از جہاں
دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

قسمتش کاہے نہ و حرصش چو کوہ
اُنکی قسمت میں ایک تنکا نہیں اور اُنکی حرص پہاڑ جیسی

جستہ بے وجہے وجوہ از ہر گروہ
ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنیوں کا جویاں ہے

جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور
مال کو جمع کیا، اور قبر میں چلا گیا

دشمناں در ماتمِ اُو کردہ سُور
دشمنوں نے اُس کے ماتم میں جشن منایا

اے میسّر کردہ بر ما در جہاں
اے (وہ ذات) تو نے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے

سُخرہ و بیگار ما را وارہاں
فرمانبرداری اور بیگار سے ہمیں نجات دے

طُعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست
ہمیں چارہ نظر آیا، اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا

آنچناں بنما بما آں را کہ ہست
ہمیں اُسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار
اُس شیر نے کہا، اے مسیحا! یہ شکار

بود خالص از برائے اعتبار
محض عبرت کے لئے تھا

گر مرا روزی بُدے اندر جہاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا

خود چہ کارستے مرا با مُردگاں[۵۲]
میرا مُردوں سے کیا واسطہ ہوتا؟

ایں سزائے آنکہ یابد آبِ صاف
یہ اُس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے

ہمچو خر در جُو بمیزد از گزاف
بیہودگی سے گدھے کی طرح اُسمیں پیشاب کر دے

گر بداند قیمتِ آں جوئے خر
اگر گدھا اُس نہر کی (قدر و) قیمت جانتا

اُو بجائے پا نہد در جوئے سر
وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

او بیابد آنچناں پیغمبرے
وہ ایسا پیغمبر پائے

میرِ آبِ زندگانی پرورے
جو زندگی کے پرورش کرنے والے پانی (آبِ حیات) کا سردار ہے

چوں نمیرد پیشِ اُو از امرِ کُن[۵۳]
(لفظاً) کُن کے حکم سے اُس کے سامنے جان کیوں

اے امیرِ آب مارا زندہ کن
اے آبِ حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے

ہیں سگِ ایں نفس را زندہ مخواہ
خبردار! اپنے نفس کُتّے کی زندگی نہ چاہ

کُو عدوِ جانِ تست از دیر گاہ
کیونکہ وہ مُدّت سے تیری جان کا دشمن ہے

خاک بر سر استخوانے را کہ آں
اُن ہڈّیوں پر خاک، جو کہ

مانع ایں سگ بُوَد از صیدِ جاں
اِس کُتّے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں

---

[۵۱] اے بسا کس۔ یہاں سے مولانا نے نصیحت شروع کی ہے۔ کاہ۔ تنکا، معمولی مال۔ کوہ۔ پہاڑ، بڑی چیز۔ بے وجہ۔ ناموزوں۔ وجوہ۔ آمدنیاں۔ ماتم۔ سوگ۔ سُور۔ محفلِ نشاط جشنِ مسرّت۔ سُخرہ۔ بیگار، بغیر اُجرت کی مزدوری۔ طُعمہ۔ خوراک۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ خالص۔ محض۔ اعتبار۔ عبرت پکڑنا یعنی تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بزرگوں کو لاحاصل سوال کر کے پریشان کرتے ہیں۔

[۵۲] مُردگاں۔ یعنی میں مَر کر مُردوں میں شامل نہ ہوتا۔ بمیزد۔ میزیدن بمعنی پیشاب کرنا یہ فعل مضارع ہے۔ گزاف۔ بیہودگی، اس بیوقوف کو حضرت عیسیٰ کی ذاتِ گرامی میسّر آئی جو بمنزلہ صاف پانی کے تھے، ان کے ذریعہ اُس کو اپنی روح کی پاکیزگی کرنی چاہیئے تھی لیکن اُس نے گدھے کی طرح ان کا غلط استعمال کیا۔

[۵۳] امرِ کُن۔ یعنی خدائی حکم۔ امیرِ آب۔ یعنی آبِ حیات کے سردار۔ عدو۔ حدیث میں آیا ہے تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔ استخواں۔ یعنی جسمِ انسانی۔ جاں۔ یعنی روحانی کمالات۔

سگ نہ[51] بر استخواں چوں عاشقی — دلو چہ وار از چہ برخوں عاشقی

تو کتا نہیں ہے ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے؟ — جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟

آں چہ چشم است آنکہ بینائیش نیست — ز امتحانہا جز کہ رسوائیش نیست

وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے — امتحانوں میں رسوائی کے سوا اس کیلئے کچھ نہیں ہے

سہو باشد ظنہا را گاہ گاہ — ایں چہ ظن است اینکہ کور آمد براہ

گمانوں میں کبھی کبھی بھول ہوتی ہے — یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہو!

کردۂ بر دیگراں نوحہ گری — مدتے بنشیں و برخود می گری

تو دوسروں پر رویا ہے — کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

ز ابر گریاں شاخ سبز و تر شود — زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود

رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے — جیسا کہ شمع، رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

ہر کجا نوحہ کنند آنجا نشیں — زانکہ تو اولی تری اندر حنیں

جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ — کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

زانکہ ایشاں[52] در فراق فانی اند — غافل از لعل بقائے کانی اند

کیونکہ وہ فنا ہونیوالے (مُردے) کے فراق میں (مبتلا) ہیں — بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ بر دل نقش تقلید است بند — رو بآب چشم بندش را برند

کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رکاوٹ ہے — جا، آنسوؤں سے اس رکاوٹ کو صاف کر دے

زانکہ تقلید آفت ہر نیکویست — کہ بود تقلید گر کوہ قوی ست

کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے — تقلید اگر مضبوط پہاڑ (بھی) ہے تو وہ تنکا ہے

گر ضریرے[53] لمترست و تیز خشم — گوشت پارہ اش داں کہ او را نیست چشم

اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے — اسکو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اس کے آنکھ نہیں ہے

گر سخن گوید ز مو باریک تر — آں سرش را زاں سخن نبود خبر

اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے — اس کے دماغ کو اس بات کا پتہ نہیں ہے

مستیٔ دارد ز گفت خود ولیک — از برِ وے تا بمے راہست نیک

اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن — اس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

فربہ۔ موٹا۔ تیز خشم غضبناک۔ سخن۔ یعنی باریک نکتے۔ سرش۔ جب تک حال نہ ہو قال بیکار ہے۔ از برِ وے۔ میں نے لفظ بر کو زیادہ مان کر ترجمہ کیا ہے۔ مے۔ یعنی عشقِ خداوندی کا نشہ۔

[51] سگ نہ۔ انسانی جسم ہڈیوں اور خون کا مجموعہ ہے۔ ہڈی کتے کی خوراک ہے اور خون جونک کی خوراک ہے۔ دلو چہ۔ جونک، دیرک۔ آں چہ۔ اگر تمہاری نگاہ میں چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہیں تو تمہاری آنکھیں بیکار ہیں امتحان کے وقت رسوا ہوں گی۔ سہو۔ اگر انسان لذائذ جسمانی اور اُخروی نعمتوں میں فرق نہیں کر سکتا ہے تو قابلِ معافی بھول نہیں ہے یہ تو اندھاپن ہے۔ بر دیگراں یعنی دوسروں کے عیب۔ برخود یعنی اپنے مصائب پر رونا چاہیئے۔ ز ابر گریاں۔ جس طرح بارش سے نباتات کا فروغ ہے اسی طرح اپنے مصائب پر رونے سے روح کا فروغ ہوتا ہے۔ از گریہ۔ موم پگھل کر آنسوؤں کی صورت میں ٹپکتا ہے۔ نوحہ۔ مُردے پر رونا۔ حنیں۔ رونا چلانا۔

[52] ایشاں۔ مُردے پر رونے والے۔ فانی۔ یعنی مرنے والا انسان۔ لعل کانی۔ معدنی لعل یعنی ابدی زندگی۔ زانکہ۔ نوحہ اسلئے ممنوع ہے کہ وہ دیکھا دیکھی کا رونا ہے اس ممانعت کو پُر خلوص رونے سے ختم کرو۔ برند۔ صاف کر دے۔ رندیدن بمعنی ستردن سے امر کا صیغہ ہے۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند کسی کی پیروی کرنا۔ کہ بود۔ تقلیدی کام خواہ بڑا ہو اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

[53] ضریر۔ ناقص، اندھا۔ لمتر۔

ہمچو[٥١] جُو نیست اُو نہ آبے میخورد — آب ازو بر آب خوراں بگذرد

اُس کی مثال نہر کی سی ہے جو پانی نہیں پیتی — اُس کا پانی، پانی پینے والوں تک چلا جاتا ہے

آب در جُو زاں نمی گیرد قرار — زانکہ آں جُو نیست تشنہ و آب خوار

پانی اِس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا — کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

ہمچو نائے نالۂ و زاری کُند — لیک بیگارِ خریدارے کُند

جیساکہ بانسری نالہ و زاری کرتی ہے — لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے

نوحہ[٥٢] گر باشد مُقلّد در حدیث — جُز طمع نبُود مرادِ آں خبیث

نوحہ گر بات میں مُقلّد ہوتا ہے — اُس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے

نوحہ گر گوید حدیثِ سوزناک — لیک کو سوزِ دل و دامانِ چاک

نوحہ گر دردناک بات کہتا ہے — لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟

از مُقلّد تا مُحقّق فرقہاست — کیں چو داوٗد ست وآں دیگر صداست

مُقلّد اور مُحقّق میں بہت فرق ہے — یہ داوٗدؑ کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے

مَنبعِ گفتارِ ایں سوزے بُود — واں مقلّد کہنہ آموزے بُود

اُسکی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے — اور وہ مقلّد کہنہ آموز ہوتا ہے

ہیں مشو غرّہ[٥٣] بداں گفتِ حزیں — بار بر گاوست بر گردُوں حنیں

اُس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا — بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے

ہم مُقلّد نیست محروم از ثواب — نوحہ گر را مُزد باشد در حساب

مُقلّد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے — نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے

کافر و مومن خدا گویند ولیک — درمیانِ ہر دو فرقے ہست نیک

کافر اور مومن (یا) خدا کہتے ہیں، لیکن — دونوں میں بہت فرق ہے

آں گدا گوید خدا از بہرِ ناں — مُتّقی گوید خدا از عینِ جاں

بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے — مُتّقی (دل و) جان سے خدا کہتا ہے

اَللہ اَللہ می زنی از بہرِ ناں — بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں

تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے — لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ اللہ کہہ

گر بدانستے گدا از گفتِ خویش — پیشِ چشمِ او نہ کم ماندے نہ بیش

اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا — اُس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا

---

٥١ ہمچو۔ یعنی واعظِ بے عمل اور مقلّدِ بے بصر کی مثال نہر اور بانسری کی سی ہے۔ نہر خود نفع نہیں اُٹھاتی بانسری کے دل میں سوز نہیں ہے۔

٥٢ نوحہ گر۔ وہ عورت یا مرد جو اُجرت پر رونے کا پیشہ کرے۔ مُقلّد۔ نوحہ گروں میں سے ایک کچھ کہتا ہے دوسرے اُسی کو دُہراتے ہیں۔ خبیث یعنی نوحہ گر۔ مُحقّق۔ وہ شخص جو اپنی تحقیق سے بات کی تہ تک پہنچے۔ داوٗدؑ۔ مشہور نبی ہیں جن کا لحن و لہجہ بڑا پُراثر تھا انسانوں کے علاوہ حیوانات تک وَجد کرنے لگتے تھے۔ صدا۔ آوازِ بازگشت۔

٥٣ غرّہ۔ مغرور، دھوکے میں پڑا ہوا۔ حزیں۔ غمناک۔ گردُوں۔ گاڑی، چھکڑا۔ مُقلّد۔ اچھے کام کی تقلید بھی باعثِ ثواب ہے۔ مُزد۔ مزدوری۔ در حساب۔ طے شدہ۔ خدا گویند۔ خدا کا نام لیتے ہیں یا خدا کے قائل ہیں۔ بہرِ ناں۔ روٹی کمانے کے لئے۔ عینِ جاں۔ یعنی تہِ دل۔ گفتِ خویش۔ یعنی اللہ کا نام۔

سالہا گوید خدا آں نانِ خواہ[۵۱] — ہمچو خر مصحف کشد از بہرِ کاہ

روٹی مانگنے والا سالوں (یا)، خدا کہتا ہے — گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے

گر بدل در تافتے گفتِ لبش — ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش

اگر اُس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی — تو اُس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

نامِ دیوے رہ بَرَد در ساحری — تو بنامِ حق پشیزے می بَری

جادوگری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے — تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

خاریدنِ روستائی در تاریکی شیر را بہ ظنّ آنکہ گاؤ ست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اِس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی[۵۲] گاؤ در آخر بہ بست — شیر گاوش خورد و برجایش نشست

ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا — شیر نے اُس کی گائے کھالی اور اُسکی جگہ بیٹھ گیا

روستائی شد در آخر سوئے گاؤ — گاؤ را می جُست شب آں کنجکاؤ

دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا — وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

دست می مالید بر اعضائے شیر — پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر

شیر کے اعضاء پر ہاتھ پھیرتا تھا — کمر اور کروٹ پر، کبھی اوپر، کبھی نیچے

گفت شیر ار روشنی افزوں[۵۳] بُدے — بر دریدے زہرہ اش و دل خوں شدے

شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی — اُس کا پتا پھاڑ دیتی اُس کا دل خون ہوجاتا

ایں چنیں گستاخ زاں می خاردم — کو دریں شب گاؤ می پنداردم

اس طرح نڈر ہوکر مجھے سہلا رہا ہے — کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

حق ہمی گوید کہ اے مغرورِ کور — نے زِ نامم پارہ پارہ گشت طور

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے! — کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا؟

کہ لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِلْجَبَل — لَانْصَدَعْ ثُمَّ انْقَطَعْ ثُمَّ ارْتَحَل

کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اتارتے — تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا پھر جگہ سے ہل جاتا

از من ار کوہِ اُحد واقف بُدے — پارہ گشتے و دلش پُرخوں شدے

اگر اُحد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا — ٹکڑے ہوجاتا اور اُس کا دل پُرخون ہوجاتا

از پدر و ز مادر ایں بشنیدۂ — لاجرم غافل ازیں پیچیدۂ

تو نے ماں باپ سے یہ سُنا ہے — لامحالہ تو غفلت سے اِس میں لگا ہوا ہے

---

۵۱ نان خواہ - روٹی کا بھکاری۔ ہمچو خر - قرآن میں فرمایا گیا ہے ان لوگوں کی مثال جو تورات کے حامل بنائے گئے اور پھر انھوں نے اُس پر عمل نہ کیا اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ قالبش۔ اُس کا جسم اُسکے نام کی حقیقت سے ... پارہ پارہ ہوجاتا۔ نامِ دیو - بتعلیمات میں جادوگر شیطان کے نام سے کام لیتے ہیں۔ پشیز۔ دمڑی۔

۵۲ روستائی۔ دیہاتی۔ آخر۔ جانوروں کے باندھنے کی جگہ۔ کنج کاؤ۔ کونے کونے کو کھودنے والا، کنج گوشہ۔ کاؤ، کاویدن سے بنا ہے، کھودنے والا۔

۵۳ افزوں۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ شیر کو گائے سمجھ کر اُس پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ زہرہ۔ پتا۔ گستاخ۔ نڈر۔ حق ہمی گوید جس طرح سے ناواقفیت کی وجہ سے شیر پر ہاتھ پھیرنے کے باوجود اُس دیہاتی کا دل شق نہ ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کما حقہ معرفت نہ ہونے سے اُس کے نام کا تحمل ہوجاتا ہے ورنہ کوہِ طور کی طرح جسمِ انسانی پارہ پارہ ہوجائے۔ کہ۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو ایک پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اسکو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔ اُحد۔ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ از پدر۔ ماں باپ سے جو سنتا ہے انسان اُس کی زیادہ قدر نہیں کرتا ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی
اگر بغیر تقلید کے تو اس سے واقف ہو جائے
بے نشاں از لطف چوں ہاتف[1] شوی
ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

بشنو ایں قصہ پئے تہدید را
تنبیہ کے لئے یہ قصہ سن لے
تا بدانی آفت تقلید را
تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

فروختن صوفیاں بہیمہ صوفی مسافر را جہت سماع
سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفی در خانقاہ از رہ رسید
ایک صوفی (سفر کے) راستہ سے ایک خانقاہ میں پہنچا
مرکب خود برد و در آخر کشید
اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

آبکش داد و علف از دست خویش
اپنے ہاتھ سے اس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا
نے چناں صوفی کہ ما گفتیم پیش
اس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

احتیاطش کرد از سہو و خباط
اس (صوفی) نے اس (سواری) کی بھول اور بیوقوفی
چوں قضا آید چہ سود ست احتیاط
جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ ؟

صوفیاں درویش بودند و فقیر
صوفی درویش اور فقیر تھے
کاد فقر ان یکن کفراً یبیر
قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

اے تو نگر تو کہ سیری[2] ہیں مخند
اے مالدار تو کہ پیٹ بھرا ہے، نہ ہنس
بر کژی آں فقیر درد مند
اس دکھی فقیر کی کج روی پر

از سر تقصیر آں صوفی رمہ
اس صوفی گروہ نے غلط کاری سے
خر فروشی در گرفتند آں ہمہ
سب نے خر فروشی شروع کردی

کز ضرورت ہست مردار مباح
کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مردار جائز ہے
بس فسادے کز ضرورت شد صلاح
بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہوجاتی ہیں

ہم در آں دم آں خرک[3] بفروختند
فوراً ہی انھوں نے وہ گدھیا بیچ دی
لوت آوردند و شمع افروختند
مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ولولہ افتاد اندر خانقہ
خانقاہ میں غل مچ گیا
کامشباں لوت و سماع ست و ولہ
کہ آج رات لذیذ کھانا ہے، سماع ہے مستی ہے

چند ازیں صبر و ازیں سہ روزہ چند
کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ!
چند ازیں زنبیل و زیں دریوزہ چند
کہاں تک یہ کشکول اور کہاں تک بھیک!

---

[1] ہاتف۔ وہ فرشتہ جس کی آواز سنائی دے اور نظر نہ آئے۔ تہدید۔ دھمکی، تنبیہ۔ فروختن۔ اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی سنائی بات کو رٹ لینا اور حقیقت پر غور نہ کرنا بہت مُضر ہوتا ہے۔ مَرکب یعنی گدھا۔ آبکَش۔ تھوڑا پانی۔ کَنے۔ پہلے جس صوفی کا ذکر گذرا ہے اُس نے خود اپنے گدھے کو چارہ، پانی نہ دیا تھا خادم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ سہو۔ بھول۔ خباط۔ خبط، دیوانگی۔ کاد نقرُ۔ حدیث میں ہے قریب ہے کہ افلاس کفر بنجائے یعنی مُفلس کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔

[2] سیر۔ پیٹ بھرا۔ کژی۔ کجروی۔ رَمہ۔ بکریوں کا ریوڑ، یہاں صوفیوں کا گروہ مراد ہے۔ خر فروشی یعنی انھوں نے اُس مسافر کے گدھے کے بیچنے کا معاملہ کر ڈالا۔ کز ضرورت۔ شرعی اصول ہے، مجبوریاں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔ بس۔ ضرورت کے وقت مردار کھانا جائز ہے۔

[3] خرک۔ معمولی گدھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ سماع۔ سننا یعنی قوالی سننا۔ وَلَہ۔ مستی، جوشِ عشق۔ سہ روزہ۔ اسمیں ہا نسبت کی ہے اور اُس کا موصوف محذوف ہے یعنی فاقہ۔ زنبیل۔ چمڑے کا تھیلا جس میں فقراء اپنے کھانے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔

ما ہم از خلقیم جاں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں
دولت امشب میہماں داریم ما
آج رات دولت ہماری مہمان ہے

تخم[1] باطل را ازاں می کاشتند
باطل کا بیج انھوں نے اس لئے بویا
کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
کہ جو جان نہیں ہے اُس کو انھوں نے جان سمجھا

واں مسافر نیز از راہِ دراز
وہ (صوفی) مسافر، طویل راستہ کی وجہ سے
خستہ بود و دید آں اقبال و ناز
تھکا ہوا تھا اور اُس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش یک بیک بنواختند
ایک ایک صوفی نے اُس کو نوازا
نردِ خدمتہاش خوش می باختند
اُس کی خدمتگذاری کی اچھی چالیں چل رہے تھے

آں یکے پایش ہمی مالید و دست
ایک اُس کے ہاتھ پیر دبا رہا تھا
واں یکے پرسیدش از جائے نشست
ایک اُس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

واں یکے افشاند گرد از رختِ او
ایک اُس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا
واں یکے بوسید دستش را و رُو
دوسرا اُس کے ہاتھ اور مُنہ کو چومتا تھا

گفت چوں می دید میلانِ شاں بوے
جب اُس نے اُن کا جھکاؤ اپنی طرف دیکھا تو کہا
گر طرب امشب نخواہم کرد کے
اگر آج (عیش د) طرب نہ کرونگا تو کب کرونگا؟

لُوت خوردند و سماع آغاز کرد
سبنے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا
خانقہ تا سقف شُد پُر دُود[2] و گرد
خانقاہ، چھت تک دھوئیں اور گرد سے بھر گئی

دودِ مطبخ، گردِ آں پاکوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی
زاشتیاق و وجدِ جاں آشوفتن
شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہو

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند
کبھی بھاؤ دکھاتے ہوئے رقص کرتے تھے
گہ بسجدہ صفّہ را می رُوفتند
کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

دیر یابد صوفی آز از روزگار
صوفی زمانہ سے مُراد دیر میں پاتا ہے
زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
اسی لئے صوفی پُرخور ہوتا ہے

جُز[3] مگر آں صوفی کز نورِ حق
مگر سوائے اُس صوفی کے جو اللہ کے نور سے
سیر خورد و فارغ ست از ننگ و دق
پیٹ بھرا ہوا اور ذلّت اور (دروازہ) پیٹنے سے بے نیاز ہو

از ہزاراں اندکے زیں صوفی اند
ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں
باقیاں در دولتِ آں می زیند
باقی اُن کی بدولت جیتے ہیں

[1] تخمِ باطل۔ یعنی بُرے اعمال۔ کانکہ۔ انھوں نے نفسِ امّارہ کو روح سمجھ کر اُس کی پرورش شروع کردی۔ اِقبال۔ متوجہ ہونا۔ ناز۔ مہربانی۔ یک بیک۔ با اتصال کے لئے ہے جیسے دربدر۔ نواختن۔ نوازنا۔ نرد باختن۔ چال چلنا، دھوکا دینا۔ پرسید۔ یعنی کھانے کیلئے جائے نشست کے بارے میں پوچھتا تھا یا قیامگاہ کو پوچھتا تھا۔ رخت۔ سامان۔ گفت۔ یعنی مسافر صوفی نے دل میں کہا۔ میلان۔ توجہ۔ طرب۔ مستی، وجد میں رقص کرنا۔

[2] دُود۔ دھواں یعنی مطبخ کا دھواں۔ گرد۔ یعنی رقص کی۔ پاکوفتن۔ رقص کرنا۔ دست افشاندن۔ ہاتھ نچاتے ہوئے یعنی بھاؤ دکھلاتے ہوئے۔ گہ بسجدہ۔ کبھی سجدہ رُو ہو کر چبوترے پر پیشانی گھستے تھے گویا کہ پیشانیوں سے چبوترے پر جھاڑو دے رہے ہیں۔ آز۔ حرص، مقصد۔ زاں سبب۔ بھوکا زیادہ کھاتا ہے۔

[3] جُز۔ یعنی حقیقی صوفی کسی حالت میں بھی بسیار خور نہیں ہوتا ہے۔ ننگ۔ یعنی بھیک مانگنے کی ذلّت۔ دق۔ کوٹنا یعنی دروازہ کھٹکھٹانا۔ در دولت۔ بناوٹی صوفی بھی حقیقی صوفیوں کے بدولت کھا کما لیتے ہیں۔

چوں سماع آمد ز اوّل تا کرانؔ[1]
جب سماع (کا سامان) اوّل تا آخر ہو گیا

مُطرب آغاز ید یک ضرب گراں
گویئے نے ایک مؤثر گت شروع کی

خر برفت خر برفت آغاز کرد
"گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا" (کی دُھن) کو شروع کیا

زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گرمی نے سب کو (دُھن میں) شریک کر دیا

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر
اس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے

کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تالیاں بجاتے ہوئے اے لڑکے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا

از رہِ تقلید آں صوفی ہمیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی) یہی

خر برفت آغاز کرد اندر حنیں
روتے ہوئے "گدھا چلا گیا" (گانا) شروع کر دیا (گاتے رہے)

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع
جب وہ (کھانا) پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا

روز گشت و جملہ گفتند الوداع
دن نکل آیا اور سب رخصت ہو گئے

خانقہ خالی شد و صوفی بماند
خانقاہ خالی ہو گئی اور (مسافر) صوفی رہ گیا

گرد از رخت آں مسافر می فشاند
وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

رخت از حجرہ بروں آورد او
اُس نے حجرے سے سامان باہر نکالا

تا بخر بندد آں ہمراہ جو
تاکہ وہ ساتھیوں کو تلاش کرنیوالے (صوفی) گدھے پر (لاد دیں)

تا رسد در ہمرہاں[2] خوش می شتافت
بہت جلدی کر رہا تھا تاکہ ساتھیوں سے جا ملے

رفت در آخر خرِ خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے

زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟

گفت خادم ریش بیں[3] جنگے بخاست
خادم نے کہا اپنی داڑھی کا خیال کر (اسپر دونوں میں) جھگڑا

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
(صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے

من ترا بر خر مؤکل کردہ ام
میں نے تجھے گدھے کا محافظ بنایا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر

وانچہ من بسپردمت واپس بیار
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس دے

از تو خواہم انچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں

بازدہ انچہ کہ بسپردم بہ تو
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس کر

---

[1] کراں۔ کنارہ، آخری حد۔ مُطرب۔ گویّا۔ قوال۔ ضرب گراں۔ بھاری چوٹ، ایسی گت جو بے چین کر دے۔ حرارت۔ گرمی۔ انباز۔ شریکِ کار۔ پاکوبیدن۔ رقص کرنا۔ کف زناں۔ تالیاں بجاتے ہوئے۔ تقلید۔ دیکھا دیکھی۔ حنین۔ آہ و بکا۔ الوداع۔ رخصت کرنا۔

[2] ہمرہاں۔ یعنی سفر کے وہ ساتھی جو پہلے روانہ ہو گئے تھے۔ دوش۔ گذشتہ رات، گذشتہ دن کے معنی صحیح نہیں ہیں۔

[3] ریش بیں۔ یعنی اپنی داڑھی کا خیال کر اور مجھ سے غلط سوال نہ کر۔ موکل۔ وکیل، محافظ۔ بحث۔ گفتگو۔ توجیہ۔ دلیل پیش کرنا۔ حجت۔ دلیل۔

گفت پیغمبر۱ کہ دستت ہر چہ بُرد
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ لے

بایدش در عاقبت واپس سپرد
اُس کو آخر میں واپس کرنا چاہیئے

ور نہ از سرکشی راضی بدیں
اور اگر سرکشی سے تو اس پر راضی نہیں ہے

نک من و تو خانۂ قاضیِ دیں
ابھی میں ہوں اور تو ہے اور شریعت کے قاضی کا گھر ہے

گفت من مغلوب بودم صوفیاں
(خادم نے) کہا، میں مجبور تھا، صوفیوں نے

حملہ آوردند و بودم بیمِ جاں
حملہ کر دیا، اور مجھے جان کا خوف تھا

تو جگر بندے۲ میانِ گربگاں
تو کلیجہ کچھ بلّیوں میں

اندر اندازی و جوئی زاں نشاں
پھینکتا ہے اور اُس کا نشان ڈھونڈتا ہے

در میانِ صد گرسنہ گردۂ
تو بھوکوں میں ایک روٹی

پیشِ صد سگ گربۂ پژمردۂ
مری بلی تو کتّوں کے سامنے

گفت گیرم کز تو ظلماً بستدند
(صوفی نے) کہا مانتا ہوں، تجھ سے وہ ظلماً چھین کر لے گئے

قاصدِ خونِ منِ مسکیں شدند
مجھ غریب کے خون کے درپے ہوئے

تو نیائی و نگوئی مر مرا
تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے

کاں خرت را می برند اے بینوا
کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جا رہے ہیں

تا خر از ہر کہ بُرد من واخرم۳
تاکہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لیتا

ور نہ توزیعے کنند ایشاں زرم
ورنہ وہ چندہ کر کے میری قیمت دیدیتے

صد تدارک بود چوں حاضر بُدند
جب وہ تھے تو سَو بندوبست ہو سکتے تھے

ایں زماں ہر یک باقلیمے شدند
اب تو ہر ایک، ایک مُلک کو روانہ ہو گیا

من کرا گیرم کرا قاضی برم
میں کس کو پکڑوں؟ کس کو قاضی کے پاس لیجاؤں؟

ایں قضا خود از تو بر آمد سرم
یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے سر پر آئی ہے

چوں نیائی و نگوئی کاے غریب
تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن!

پیش آمد ایں چنیں ظلمِ مہیب
ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے

گفت واللہ آمدم من بارہا
(خادم نے) کہا، خدا کی قسم میں کئی بار آیا

تا ترا واقف کنم زیں کارہا
تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کردوں

تو ہمی گفتی کہ خر رفت اے پسر
تو کہہ رہا تھا، اے بیٹا! گدھا چلا گیا

از ہمہ گویندگاں با ذوق تر
سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

---

۱ گفت۔ حدیث میں ہے۔ علی الید ما اخذت "ہاتھ جو کچھ لے اُس کا ادا کرنا ضروری ہے۔" ورنہ۔ یعنی ورنہ راضی۔ مغلوب۔ عاجز۔ بیمِ جان۔ جان کا خوف۔

۲ جگربند۔ جگر، پھیپھڑے اور دل کا مجموعہ۔ گربگان۔ گربہ کی جمع یعنی بھوکے صوفی۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ گردہ۔ روٹی، پہیلی، خیمہ۔ گیرم۔ میں مانتا ہوں۔

۳ واخرم۔ میں لوٹا لیتا۔ توزیع۔ تقسیم، چندہ۔ زر یعنی گدھے کی قیمت۔ تدارک۔ فوت شدہ چیز کو حاصل کر لینا۔ اقلیم۔ ملک، ولایت۔ قضا۔ مصیبت یعنی گدھے کا بک جانا۔ غریب۔ مسافر، بے وطن۔ مہیب۔ خوفناک۔ کارہا یعنی صوفیوں کے کارنامے۔ باذوق تر یعنی دوسرے صوفیوں سے بھی زیادہ ذوق سے کہتا تھا۔

باز می گشتم کہ او خود واقف ست
میں واپس ہو جاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے
زیں قضا راضیست مردِ عارفست[1]
اِس مصیبت پر راضی ہے، عارف انسان ہے

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش
(صوفی نے) کہا وہ سب اُسکو ذوق سے گا رہے تھے
مر مرا ہم ذوق آمد گفتنش
اُن کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہو گیا

مر مرا تقلیدِ شاں بر باد داد
مجھے اُن کی تقلید نے برباد کیا
کہ دو صد لعنت براں تقلید باد[2]
ایسی تقلید پر دو سو لعنتیں ہوں

خاصہ تقلیدِ چنیں بے حاصلاں
خصوصاً ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید
کابروراریختند از بہرِ ناں
جنھوں نے روٹی کی خاطر آبرو لُٹا دی

عکسِ ذوقِ آں جماعت میزدے
اُس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا
ویں دلم از عکس ذوقیں می شدے
میرا دل عکس سے صاحبِ ذوق بن رہا تھا

عکس چنداں باید از یارانِ خوش
اچھے دوستوں کا عکس اس قدر درکار ہے
کہ شوی از بحرِ بے عکس[2] آب کش
کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس کاول زد تو آں تقلید دا
شروع میں جو عکس پڑے تو اُس کو تقلید سمجھ
چوں پیاپے شد بود تحقیق آں
جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہوگی

تا نشد تحقیق از یاراں مبُر
جبتک تحقیق (کا درجہ حاصل) نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ
از صدف مگسل نگشتہ قطرہ دُر
جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جُدا نہ ہو

صاف خواہی چشمِ عقل و سمع را
اگر تو عقل کی آنکھ اور کان کو صاف رکھنا چاہتا ہے
بر دراں تو پردہائے طمع را
تو لالچ کے ----- پردوں کو چاک کردے

زانکہ[3] آں تقلیدِ صوفی از طمع
اسلئے کہ لالچ کی وجہ سے اُس صوفی کی تقلید نے
عقلِ او بر بست از نور و لمع
اُس کی عقل کو نور اور چمک سے روک دیا

زانکہ صوفی را طمع بُردش ز راہ
کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا
ماند در خسران و شد کارش تباہ
ٹوٹے میں پڑا اور اُس کا کام برباد ہو گیا

طمع لوت و طمع آں ذوقِ سماع
مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ
مانع آمد عقلِ او را ز اطلاع
اُس کی عقل کے لئے باخبر ہونے سے مانع بنگیا

گر طمع در آئینہ برخاستے
لالچ، اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے
در نفاق آں آئینہ چوں ماستے
نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

لہ مردِ عارف۔ باخدا انسان۔ تقلید۔ یعنی اندھا دُھند بغیر سوچے سمجھے پیروی کرنا۔ بہرِ ناں۔ یعنی شکم پُری کے لئے اُن صوفیوں نے خیانت کی۔ عکس۔ یعنی اُن لوگوں کے ذوق نے میرے اندر بھی ذوق پیدا کر دیا۔ یارانِ خوش۔ اچھے دوست یعنی مُرشدینِ کاملین، یہ اچھی تقلید کا بیان ہے۔

لہ بحرِ بے عکس۔ ذاتِ ہمتا، اللہ تعالیٰ۔ عکس کا اول سالک ابتدا مُرشدِ کامل کی تقلید کرتا ہے اور کمال حاصل ہو جانے پر یہ مُقلد، مُحقق بن جاتا ہے۔ مَبُر۔ منقطع نہ ہو تا کہ وہ شیخِ کامل تربیت کرتا ہے۔ صَدَف۔ سیپ یعنی شیخ۔ دُر۔ موتی۔ صاف خواہی۔ شیخ سے مُستفیض ہونے کے لئے بُرے اخلاق کا ترک ضروری ہے۔

لہ زانکہ۔ اِس لئے کہ۔ طمع۔ لالچ۔ لمع۔ چمک۔ ز اطلاع۔ یعنی صوفیوں کی سازش کی خبر۔ آئینہ۔ آئینہ حقیقتِ حال کو صحیح طور پر واضح کر دیتا ہے۔ لہٰذا وہ صاف گوئی میں ضرب المثل ہے۔

گر ترازو[1] را طمع بودے بمال
اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا

راست کے گفتے ترازو وصفِ حال
(تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گفت گیرم از طمع قاروں شوی
(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں لالچ سے تو قارون بن جائیگا

آخر الامر اندریں ہاموں شوی
انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا

ہر نبی می گفت با قوم از صفا
ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا

من نخواہم مزدِ پیغام از شما
میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

من دلیلم حق شما را مشتری
میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے

داد حق دلالیم ہر دو سری
اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دیدی ہے

ہست مزدِ کار مر دلال را
ہر دلال کی اجرت ہوتی ہے

مزد باید داد تا گوید سزا
اجرت دیدینی چاہیئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

چیست مزدِ کارِ من[2] دیدارِ یار
میرے کام کی اجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار

گرچہ خود بوبکر بخشد چل ہزار
اگرچہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چل ہزارِ او نباشد مزدِ من
اُن کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہوسکتے

کے بود شبہ شبہ دُرِّ عدن
پوتھ، عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

یک حکایت گویمت بشنو بہوش
میں تجھے ایک قصّہ سناتا ہوں ہوش سے سُن لے

تا بدانی کیں طمع شد بندِ گوش[3]
تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

ہر کرا باشد طمع الکن شود
جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے

با طمع کے چشمِ دل روشن شود
لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ کب روشن ہوتی ہے؟

پیشِ چشمِ او خیالِ جاہ و زر
اُس کی آنکھ کے سامنے رُتبے اور مال کا خیال

ہمچناں باشد کہ موی اندر بصر
ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ آنکھ میں بال

جز مگر مستے کہ از حق پُر بود
ہاں سوائے اُس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو

گرچہ بدہی گنجہا او حُر بود
اگرچہ تو اُس کو خزانے بخشدے وہ آزاد ہوتا ہے

ہر کہ از دیدار برخوردار شد
جو دیدارِ (خداوندی) سے بہرہ ور ہوگیا

ایں جہاں در چشمِ او مُردار شد
یہ دنیا اُس کی نظر میں مُردار ہو گئی

لیک آں صوفی ز مستی دور بود
لیکن وہ صوفی مستی سے دُور تھا

لاجرم از حرصِ خود بے نور بود
لامحالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

---

[1] ترازو۔ ترازو بھی کم و بیش کو بھیج صحیح بتا دیتی ہے قارون۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا مشہور مالدار بخیل ہے۔ ہاموں جنگل یعنی قبرستان جہاں مالدار اور فقیر یکساں ہیں۔ ہر نبی۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ وغیرہ سب نے قوم سے یہی کہا تھا۔ دلیل۔ راستہ بتانے والا، دلال۔ مشتری۔ خریدار۔ ہر دو سری۔ دونوں جانب، دلال دونوں جانب سے دلالی وصول کرتا ہے۔ سزا۔ مناسب؛ دلال کو دلالی ملجاتی ہے تو ٹھکانے کی بات کرتا ہے۔

[2] من۔ یعنی یہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ بوبکرؓ۔ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ پر اپنی تمام دولت صرف کر ڈالی۔ بعض روایات میں ہے کہ جس وقت وہ مسلمان ہوئے اُن کی ملکیت میں چالیس ہزار دینار تھے۔ شبہ۔ شین کے زیر کے ساتھ بمعنی مثل اور شین کے زبر کے ساتھ بمعنی پوتھ۔

[3] بندِ گوش۔ یعنی لالچ میں پڑ کر انسان کسی نصیحت کو قبول نہیں کرتا ہے۔ الکن۔ ہکلا یعنی لالچی آدمی صحیح بات کہنے پر قادر نہیں رہتا۔ پیشِ چشم۔ مال و جاہ کا لالچ انسان کو بے بصیرت بنا دیتا ہے۔ حُر بود۔ جو مئے حق کا مست ہے وہ آزاد ہوتا ہے کسی کا بے جا دباؤ قبول نہیں کرتا ہے۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ مردار۔ حدیث شریف میں ہے "دنیا مردار ہے اُس کے

صد حکایت بشنود مدہوشِ حرص — در نیاید نکتۂ در گوشِ حرص

حرص سے مدہوش سَو قصے سنتا ہے — لیکن حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا ہے

تعریف[1] کردن مُنادیانِ قاضی مُفلِس را گردِ شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مُفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مُفلسے بے خان و مان — ماند در زندان و بندِ بے اماں

ایک شخص مُفلس اور خانہ خراب تھا — جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف — بر دلِ خَلق از طمع چوں کوہِ قاف

خواہ مخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا — لالچ کیوجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہِ قاف کیطرح (بھاری) تھا

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد — زانکہ آں لقمہ رُبا چابک برد

کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے — کیونکہ وہ لقمہ اُچک لینے والا فوراً (اُڑا) لے جائے گا

ہر کہ دور از رحمتِ رحماں بوُد — او گدا چشم ست گر سُلطاں بود

جو رحمان کی رحمت سے دُور ہو — اگرچہ وہ بادشاہ ہو اُسکی آنکھ بھکاری کی ہے

مر مروّت را نہادہ زیرِ پا — گشت زنداں دوزخے زاں ناں رُبا

اُس نے مروّت کو پامال کر رکھا تھا — اُس روٹی اُچکے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

گر گریزی بر امیدِ راحتے — زاں طرف ہم پیشت آید کوفتے

اگر تو راحت کی تمنا میں بھاگے گا — اُس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آئیگی

ہیچ کُنجے بے دد[2] و بے دام نیست — جز بخلوتگاہِ حق آرام نیست

کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے — حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے

کُنجِ زندانِ جہانِ ناگزیر — نیست بے پامزد و بے دَقُ الحصیر

دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ — محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

واللہ ار سوراخِ موشے در روی — مبتلائے گربہ چنگالے شوی

خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں گھُس جائیگا — کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

آدمی[3] را فربہی ہست از خیال — گر خیالاتش بوُد صاحب جمال

خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے — اگر اُس کے تصورات حسین ہوں

ور خیالاتش نماید ناخوشے — می گدازد ہمچو موم آتشے

اگر اُس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں — آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

---

[1] تعریف کردن۔ تشہیر کرنا۔ خان و مان۔ خان، خانہ مان، گھر سامان، یعنی بے گھر و بے در۔ گزاف۔ بیہودہ۔ کوہِ قاف۔ ایران کا مشہور پہاڑ ہے۔ زہرہ۔ پتا۔ چابک۔ تیزی، جلدی۔ گدا چشم۔ فقیر کی آنکھ والا، لالچی۔

[2] دد۔ درندہ۔ دام۔ چرندہ۔ زندانِ جہاں۔ پہلے رسمی قید خانہ کے مصائب کا ذکر تھا اب دنیا جو ایک مومن کا قید خانہ ہے اسکے مصائب کا ذکر ہے۔ ناگزیر۔ دنیوی زندگی میں اس جہان سے چھٹکارا نہیں ہے۔ پامزد۔ محنت، مزدوری۔ دَقُ الحصیر۔ دق، کوٹنا حصیر، بوریا، جم کر بیٹھنے اور مشقت کا کام کرنے سے نیچے کا بوریا جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے معنی محنت مشقت کے آتے ہیں۔

[3] آدمی۔ پہلے اشعار میں انسان کے خارجی مصائب میں مبتلا ہونے کا بیان تھا۔ اب اِن اشعار میں اُن مصائب کا ذکر ہے جن کے اسباب خود انسان کے اندر ہیں۔ صاحب جمال۔ اچھے خیالات انسان کی تر و تازگی کا سبب ہیں۔ ناخوشے۔ اگر انسانی خیالات کوئی ناخوشگوار تصور بندھا دیتے ہیں تو انسان موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔

own idea

درمیانِ مار و کژدم گر ترا[1]
اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان

باخیالاتِ خوشاں دارد خدا
عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

مار و کژدم مر ترا مونس شود
سانپ بچھو تیرے غم خوار ہوجائیں گے

کاں خیالت کیمیائے مس شود
کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کیلئے کیمیا ہوجائینگے

صبر شیریں از خیالِ خوش شدست
اچھے خیال سے صبر، شیریں بنا ہے

کاں خیالاتِ فرح پیش آمدست
کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

آں فرح آید ز ایماں در ضمیر
دل میں خوشی، ایمان سے آتی ہے

ضعفِ ایماں ناامیدی و زحیر
ایمان کی کمزوری ناامیدی اور ناخوشی ہے

صبر از ایماں بیابد سر کلہ
صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے

حَیْثُ لَا صَبْرَ فَلَا اِیْمَانَ لَہٗ
جس کو صبر نصیب نہیں اس کا ایمان نہیں ہے

گفت پیغمبر خدایش ایماں نداد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا خدا نے اسکو ایمان

ہر کرا صبرے نباشد در نہاد
جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

آں یکے[2] در چشمِ تو باشد چو مار
ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے

ہم وے اندر چشمِ آں دیگر نگار
وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

زانکہ در چشمت خیالِ کفرِ اوست
اس لئے کہ تیری نظر میں اس کے کفر کا خیال ہے

واں خیالِ مومنی در چشمِ دوست
دوست کی نگاہ میں (اس کے) مومن ہونے کا خیال ہے

کاندریں[3] یک شخص فعلے ہر دو ہست
ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں

گاہ ماہی باشد او گاہے شست
کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی (پکڑنے) کا کانٹا

نیمِ او مومن بود نیمیش گبر
اس کا نصف مومن ہوتا ہے، نصف کافر

نیمِ او حرص آوری نیمیش صبر
اس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

گفت یزدانت فَمِنْکُمْ مُؤْمِنٌ
تیرے خدا نے فرمایا ہے بس تم میں سے مومن ہیں

باز مِنْکُمْ کَافِرٌ گبرِ کہن
پھر (فرمایا) تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

ہمچو گاوے نیمہ جلدش سیاہ
اس بیل کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے

نیمۂ دیگر سپید و ہمچو ماہ
اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہر کہ ایں نیمہ ببیند رد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اس کو رد کر دیتا ہے

ہر کہ آں نیمہ ببیند کد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے (خریداری کی) کوشش کرتا ہے

---

[1] درمیانِ مار۔ انسان اچھے خیالات کی بنا پر دشمنوں میں بھی راحت سے زندگی گزار لیتا ہے برعکس یعنی اچھے خیالات دشمنوں کو دوست بنا دیتے ہیں۔ خیالِ خوش۔ یعنی صبر کے ثواب کا خیال۔ فرح۔ خوشی۔ ز ایماں۔ مومن کا ایمان ہوتا ہے کہ صبر کا ثواب ملے گا۔ سر کلہ۔ کلاہِ سر۔ نداد۔ حدیث شریف میں ہے صبر ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ضمیر۔ دل۔ زحیر۔ پیچش، ناخوشی۔

[2] آں یکے۔ خیالات جس طرح اثرات کے اعتبار سے مختلف ہیں اسی طرح اپنی ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں، ایک ہی انسان کے بارے میں ایک انسان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ڈسنے والا سانپ ہے دوسرا اس کو اپنا دوست خیال کرتا ہے۔ زانکہ۔ سانپ سمجھنے والے کی نظر میں اس کی برائیاں ہیں، دوست سمجھنے والے کے خیال میں اس کی بھلائیاں ہیں۔

[3] کاندریں۔ ہر شخص میں نفس الامر میں برے اور بھلے اخلاق ہوتے ہیں۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ نیم او۔ ہر انسان میں کافرانہ صفات بھی ہوتی ہیں مومنانہ صفات بھی۔ ہمچو گاوے۔ انسان کی مثال چتکبرے بیل کی طرح ہے۔ نیمہ۔ ایں نیمہ۔ یعنی کالا حصہ۔ آں نیمہ۔ یعنی سفید حصہ۔

از جمالِ یوسفؑ اخواں بس نفور — لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور

یوسف (علیہ السلام) کے حُسن سے بھائی سخت متنفر — لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نورِ چشم تھے

از خیالِ بد مراُورا زشت دید — چشمِ فرع و چشمِ اصلی ناپدید

(بھائیوں نے) بُرے خیال کی وجہ سے اُنکو بدشکل دیکھا — (اُنکی) فروعی آنکھ تھی اور اصلی آنکھ ناپید تھی

چشمِ ظاہر سایۂ آں چشم داں — ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں

ظاہری آنکھ کو اُس آنکھ کا پرتو سمجھ — جو وہ (دل کی آنکھ) دیکھے گی یہ اِسی طرف گھوم جائیگی

سایۂ اصل ست فرع امّا کجا — سایہ با خورشید دارد پا بجا

فرع اصل کا سایہ ہے، لیکن کہاں — ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

تو مکانی اصلِ تو در لامکاں — ایں دکاں بربند و بکشا آں دکاں

تو مکانی ہے، تیری اصل لامکان میں ہے — یہ دکان بند کردے وہ دکان کھول لے

شش جہت مگریز زیرا در جہات — ششدر ست و ششدرہ مات ست مات

چاروں طرف بھاگ اس لئے کہ تمام جانبوں میں — پھنساؤ کی جگہ ہے اور پھنساؤ والے کیلئے ہار ہی ہار ہے

ایں سخن را نیست حد زنداںیاں — مضطر اند از دستِ آں خر قلتباں

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قیدی — اُس دیوث، گدھے سے پریشان ہیں

شکایت کردن اہلِ زنداں پیشِ وکیلِ قاضی از دستِ آں مفلس

قیدیوں کا اُس مفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

با وکیلِ قاضیِ ادراک مند — اہلِ زنداں در شکایت آمدند

عقلمند، قاضی کے وکیل سے — قیدی شکایت کرنے لگے

کہ سلامِ ما بقاضی بر کنوں — باز گو آزارِ ما زیں مردِ دوں

کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا — پھر اُس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچ رہی ہے وہ

کاندریں زنداں بماند او مستمر — یاوہ تاز و طبل خوار ست و مضر

وہ ہمیشہ اِس قیدخانہ میں رہتا ہے — فضول گشت کرنے والا پُرخور اور تکلیف دہ ہے

مردِ زندانی نیابد لقمہ — ور بصد حیلت کشاید طعمہ

قیدی کو (اوّل تو) روٹی ملتی نہیں ہے — اگر سَو تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

در زماں پیش آید آں دوزخ گلو — حجتش اینکہ خدا گفتہ کلو

وہ جہنم (جیسے) حلق والا فوراً آجاتا ہے — اُس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

ف۱ یوسفؑ۔ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کے نورِ نظر تھے اور اُنکو اُن کے بھائی بُرا سمجھتے تھے۔ از خیال۔ چونکہ اُن کے بھائیوں کے خیالات بُرے تھے اُن کو یوسف بُرے نظر آئے۔ چشمِ اصلی۔ دل کی آنکھ۔ چشمِ ظاہر۔ جسم کی آنکھ۔ آں چشم۔ دل کی آنکھ۔ ہر کہ۔ جسمانی آنکھ دل کی آنکھ کے تابع ہے۔ اصل یعنی دل کی آنکھ۔ فرع یعنی جسمانی آنکھ۔

ف۲ تو مکانی۔ انسان میں اصل روح ہے اور اُس کا مسکن عالمِ بالا ہے لہذا انسان کو عالمِ اَرواح کے کاروبار میں لگنا چاہیئے۔ شش جہت۔ چھ جانبیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے۔ ششدر۔ وہ جگہ جس سے رہائی مشکل ہو وہ چھ خانے جس میں نرد کا مہرہ پھنس کر مشکل سے بچتا ہے۔ ششدرہ۔ نرد کا وہ مہرہ جو ششدر میں پھنس جائے۔ مات۔ شاہِ شطرنج کا گرفتار ہو جانا جس کی وجہ سے بازی میں ہار ہو جاتی ہے۔

ف۳ بر۔ بُردن سے امر کا صیغہ ہے۔ آزار۔ تکلیف۔ دوں۔ کمینہ۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار پھرنے والا، آوارہ گرد۔ طبل خوار۔ کھاکر پیٹ کو ڈھول کی طرح بنا لینے والا۔ طعمہ۔ خوراک۔ دوزخ گلو۔ وہ شخص جس کا گلا ہر وقت کھانا مانگے۔ کلوا۔ تم کھاؤ۔

چوں مگس حاضر شود بر ہر طعام
ہر کھانے پر مکھی کی طرح گرتا ہے
از وقاحت[1] بے صلاح و بے سلام
بے شرمی سے، بغیر بُلائے اور بغیر سلام کے

پیشِ اُو ہیچست لُوتِ شصت کس
اُس کے لئے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے
کر کند خود را اگر گوئیش بس
اگر اُس کو بس کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا لیتا ہے

زیں چنیں قحطِ سہ سالہ داد داد
اِس تین سالہ قحط سے فریاد ہے، فریاد ہے
ظلِّ مولانا اَبد پاینده باد
جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

گو ز زنداں تا رود ایں گاومیش
حکم دیدیجئے کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے
یا وظیفہ کن ز وقفے لقمہ ایش
یا اُس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کردیجئے

اے ز تو خوش ہم ذکور[2] و ہم اناث
اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں!
داد کن اَلمُستَغاث اَلمُستَغاث
انصاف کیجئے اَلمدد اَلمدد

سُوئے قاضی شد وکیلِ با نمک
خوش مزاج وکیل، قاضی کے پاس گیا
گفت با قاضی شکایت یک بیک
ایک ایک کرکے قاضی سے شکایتیں کردیں

خواند از زنداں وُرا قاضی بہ پیش
قاضی نے اُس کو قید خانہ سے (اپنے) سامنے بلایا
پس تفحص کرد از اعیانِ خویش
اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

گشت ثابت پیشِ قاضی آں ہمہ
وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہو گیا
کہ نمودند از شکایت آں رمہ
جو شکایت میں اُس جماعت نے ظاہر کیا تھا

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو
قاضی نے کہا اُٹھ اس قید خانہ سے تو چلا جا
سُوئے خانہ مُردہ ریگِ[3] خویش شو
اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت خان و مانِ من احسانِ تست
اُس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے
ہمچو کافر جنتم زندانِ تست
کافر کی طرح میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گر ز زندانم برانی تو بَرَد
اگر تو دھکے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دیگا
خود بمیرم من ز درویشی و کَدّ
میں مُفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام
شیطان کی طرح کہ کہتا تھا اے خدا!
رَبِّ اَنْظِرْنِی اِلٰی یَوْمِ الْقِیَام
مجھے قیامت تک مُہلت دیدے

کاندریں زندانِ دنیا من خوشم
کہ اِس دنیا کے قید خانہ میں مَیں خوش ہوں
تا کہ دشمن زادگاں را می کُشم
تا کہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

[1] وَقاحت۔ بے شرمی۔ صلاح۔ نیکی، کھانے کیلئے بُلانا۔ کر کند یعنی اگر اُسے کھانا کھانے سے روکو تو بہرا بن جاتا ہے۔ قحطِ سہ سالہ۔ وہ پیٹو شاید تین سال سے جیل خانہ میں تھا۔ گاومیش بھینس۔

[2] ذکور۔ ذکر کی جمع، مرد۔ اِناث۔ اُنثیٰ کی جمع، عورت۔ اَلمُستَغاث۔ وہ شخص جس سے مدد مانگی جائے۔ با نمک۔ خوش مزاج، باذاق۔ یک بیک۔ ایک ایک۔ تفحص۔ جستجو۔ اعیان۔ سردار۔ رمہ۔ جماعت، گروہ۔

[3] مُردہ ریگ۔ موروثی چیز۔ ہمچو۔ حدیث میں ہے "دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے" کَدّ۔ محنت، مشقت۔ ربّ۔ قرآنِ پاک میں شیطان کا مقولہ مذکور ہے "اے میرے پروردگار مجھے روزِ قیامت تک مہلت دے"۔ دشمن زادگان۔ بنی آدم، حضرت آدمؑ سے شیطان کی دشمنی ہے۔

ہر کہ اُورا قُوتِ[۵۱] ایمانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو

وز برائے زادِ رہ نانے بود
اور توشہ کے لئے روٹی ہو

می ستانم گہ بمکر و گہ بریو
(اُس سے) کبھی مکر سے کبھی دھوکے سے چھین لونگا

تا بر آرند از پشیمانی غریو
تاکہ شرمندگی سے چیخنے لگے

گہ بدرویشی کُنم تہدیدِ شاں
کبھی اُن کو افلاس سے ڈراؤں

گہ بزلف و خال بندم دیدِ شاں
کبھی اُن کی نگاہ زُلف اور تل میں پھنساؤں

قُوتِ[۵۲] ایمانی دریں زنداں کم ست
اِس قید خانہ میں ایمان کی روزی کم ہے

وانکہ ہست از قصدِ ایں سگ در خم ست
جو ہے وہ اِس کتے کی وجہ سے پیچ و خم میں ہے

از نماز و صوم و صد بیچارگی
نماز اور روزہ اور سو قسم کے عجز سے

قُوتِ ذوق آید بُرد یکبارگی
ذوق میسّر آتا ہے، جس کو وہ ایکدم لے بھاگتا ہے

اَسْتَعِیْذُ اللہِ مِنْ شَیْطَانِہٖ
میں اللہ سے اُس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں

قَدْ ھَلَکْنَا آہ مِنْ طُغْیَانِہٖ
آہ، ہم اِس کی سرکشی سے ہلاک ہو گئے ہیں

یک سگ ست و در ہزاراں می رود
ایک کُتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے

ہر کہ در وے رفت اُو آں می شود
جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

ہر کہ[۵۳] سردت کرد میداں کو درو ست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) سُست بنائے سمجھ لے

دیو پنہاں گشت اندر زیرِ پوست
کھال کے اندر شیطان چھپا ہے

چوں نیابد صورت آید در خیال
جب (اپنی) صورت میں نہ آئے تو تصور میں آ جائیگا

تا کشاند آں خیالت در وبال
تاکہ وہ تصور تجھے وبال میں ڈال دے

از خیالاتِ تو می آید بلا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے

چوں خیالت فاسد آمد جا بجا
چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

گہ خیالِ فرجہ و گاہے دُکاں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دُکان (کا خیال)

گہ خیالِ علم و گاہے خان و ماں
کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیالِ مکسب و سوداگری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال

گہ خیالِ تاجری و داوری
کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیالِ نقرہ و فرزند و زن
کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال

گہ خیالِ بُوالفضول و بُوالحزن
کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال

---

۵۱ قُوت۔ خوراک۔ رَاہ۔ یعنی راہِ آخرت۔ نانے۔ یعنی کوئی نیک عمل۔ می ستانم۔ یعنی میں اُس کی زادِ راہ چھین لیتا ہوں۔ ریو۔ مکر و فریب۔ غریو۔ شور و غل۔ گہ بدرویشی۔ قرآن پاک میں ہے "شیطان تمھیں اِفلاس کے اِحتمال میں مبتلا کر دیتا ہے اور تم کو بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے"۔

۵۲ قُوت۔ اِس دنیا کے قید خانہ میں مُومن اور شیطان کی وہی صورت ہے جو دوسرے قیدیوں کی تھی اور اس پیٹو مفلس کی تھی۔ از نماز۔ عبادات سے جو روزی حاصل ہوتی ہے اُس کو شیطان اُڑا دیتا ہے۔ یک سگ۔ ابلیس ایک ہے اُس کی ذریت بہت سے شیاطین ہیں۔ شیطانی اثر سے انسان بھی شیطان بن جاتا ہے۔

۵۳ ہر کہ۔ ہر وہ چیز جو انسان کی عبادت کی سرگرمیوں کو سرد کر دے اُس میں شیطانی اثر سمجھو۔ چوں۔ شیطان کی تباہ کاری کے لئے اُس کا مجسّم ہو کر سامنے آنا ضروری نہیں ہے وہ انسانی خیالات میں شیطنت ملا دیتا ہے جو تباہی کا سبب بنجاتے ہیں۔ از خیالات۔ انسان کی تباہی اُس کے فاسد خیالات سے ہوتی ہے۔ گہ خیال۔ اِن تمام چیزوں میں فاسد خیالات کی آمیزش ہلاکت کا سبب ہے۔ بوالفضول بیہودہ انسان۔ بوالحزن۔ غمگین۔

گہ خیالِ آسیا و باغ و راغ
کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا خیال

گہ خیالِ میغ و ماغ و لیغ و لاغ
کبھی ابر اور کہر اور بد دلی اور شوخی کا خیال

گہ خیالِ آشتی و جنگہا
کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال

گہ خیالِ نامہا و ننگہا
کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیالِ کالہ و گاہے قماش
کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا

گہ خیالِ مفرش و گاہے فراش
کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

ہیں بروں کن از سر ایں تخییلہا
خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے

ہیں برو بزدا زدل چنیں بد حیلہا
خبردار! اِن بُری تدبیروں کو دل سے نکال دے

ہاں بگو لاحول ہا در ہر زماں
خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ

از زبان تنہا نہ بل از عینِ جاں
صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

تتمہ قصہ آں مفلس
اُس مفلس کے قصہ کا بقیہ

گفت قاضی مفلسی را وانما
قاضی نے کہا، مفلسی کو ثابت کر

گفت اینک اہلِ زندانت گواہ
اُس نے کہا یہ قیدی آپ کے (سامنے) گواہ ہیں

گفت ایشاں متہم باشند چوں
(قاضی نے) کہا وہ متہم ہوں گے کیونکہ

می گریزند از تو می گریند خوں
وہ تجھ سے گریزاں ہیں تیری وجہ سے خون کے آنسو بہا رہے ہیں

وز تو می خواہند تا ہم وارہند
وہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کریں

زیں غرض باطل گواہی می دہند
اِس وجہ سے غلط گواہی دیں گے

جملہ اہلِ محکمہ گفتند ما
محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم

ہم بر ادبار و بر افلاسش گوا
بھی اُس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں

ہر کرا پرسید قاضی حالِ او
قاضی نے جس سے بھی اُس کا حال پوچھا

گفت مولا دست زیں مفلس بشو
اُس نے کہا جناب! اِس سے دستبردار ہو جائیں

گفت قاضی کش بگردانید فاش
قاضی نے کہا اُس کو علی الاعلان گھماؤ

گردِ شہر ایں مفلس ست و ہم قلاش
شہر کے چاروں طرف کہ یہ مفلس اور کنگال ہے

کو بکو او را منادیہا کنید
کوچہ بکوچہ اُس کے بارے میں اعلانات کردو

طبلِ افلاسش عیاں ہر جا زنید
علی الاعلان اُسکے افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹ دو

۵۱ آسیا۔ چکی۔ راغ۔ جنگل۔ میغ۔ بادل۔ ماغ۔ کہر، غبار۔ لیغ۔ بددل۔ لاغ۔ شوخی۔ کالہ۔ سامان۔ قماش۔ ریشمین کپڑا، گھر کا ساز و سامان۔ مفرش۔ فرش بچھانے کی جگہ۔

۵۲ ہاں۔ اِن فاسد خیالات کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ انسان دل و جان سے لاحول پڑھتا رہے۔ وانما۔ اگر مفلس کا افلاس ثابت ہو جاتا ہے تو اُس کو قید نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ گواہ یعنی قیدی افلاس ثابت کر دینگے۔

۵۳ متہم۔ اگر گواہی میں گواہ کی غرض ثابت ہو جاتی ہے تو اُس کی گواہی معتبر نہیں رہتی ہے۔ غرض۔ صاحبِ غرض کی گواہی معتبر نہیں ہوتی۔ کش۔ کہ اش۔ قلاش۔ مفلس، کنگال۔

تا کسے نسیہ[۵۱] نبفروشد بدو
تاکہ کوئی اُس کے ہاتھ اُدھار نہ بیچے

قرض ندہد ہیچکس او را تسو
کوئی اُس کو آدھا حبّہ (بھی) قرض نہ دے

ہر کہ دعوی آردش اینجا بفن
جو کوئی اُس پر اِس جگہ چالاکی سے دعوٰی کریگا

پیش زندانش نخواہم کرد من
اُس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا

پیشِ من افلاس او ثابت شد ست
میرے روبرو اُس کا افلاس ثابت ہوگیا ہے

نقد و کالا[۵۲] نیستش چیزے بدست
نقد اور جنس کچھ اُس کے پاس نہیں ہے

آدمی در حبسِ دنیا زاں بود
انسان دنیا کے قیدخانہ میں اِسی وجہ سے ہوتا ہے

تا بود کافلاسِ او ثابت شود
تاکہ اُس کا اِفلاس ثابت ہو جائے

مُفلسیِّ دیو را یزدانِ ما
ہمارے خدا نے شیطان کی مُفلسی کا

ہم منادی کرد در قرآن ما
بھی ہمارے قرآن میں اعلان کر دیا ہے

کو دغا و مُفلس ست و بدسخن
کہ وہ (مجسّم) دغا اور مُفلس اور بدکلام ہے

ہیچ با او شرکت و سودا مکن
تو کبھی اُس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر

ور کُنی او را بہانہ آوری
اگر تو کرے گا تو اُسکے لئے بہانہ مہیا کرے گا

مُفلس ست او صرفہ از وے کم بری
(وہ) مُفلس ہے اُس سے ڈگری وصول نہ کرسکیگا

حاضر آوردند[۵۳] چوں فتنہ فروخت
جب فتنہ روشن ہوگیا (لوگ) لائے

اُشترے کُردی کہ ہیزم می فروخت
ایک کُردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا

کُرد بیچارہ بسے فریاد کرد
بیچارے کُردی نے بہت فریاد کی

ہم مُوکّل را بدانگے شاد کرد
سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

اُشترش بُردند از ہنگامِ چاشت
چاشت کے وقت سے اُس کا اونٹ لے گئے

تا شبِ افغانِ او سودے نداشت
رات تک کے لئے، اور اُس کا رونا دھونا مفید نہوا

بر شتر بنشست آں قحطِ گراں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا

صاحبِ اُشتر پئے اُشتر دواں
اونٹ والا، اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

سُو بسُو و کُو بکُو می تاختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے

تا ہمہ شہرش عیاں بشناختند
یہانتک کہ تمام شہر نے اُسکو نمایاں طور پر پہچان لیا

پیشِ ہر حمّام و ہر بازار گہ
ہر حمّام اور ہر بازار کے سامنے

کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
سب لوگوں نے اُسکی صورت پر نگاہ ڈال لی

۵۱ نسیہ۔ اُدھار۔ تسو۔ چار جَو کا وزن۔ ہر کہ۔ نادہندگی کی سزا قید ہے لیکن جبکہ اُس کا اِفلاس ثابت ہوجائے تو پھر قید نہیں کیا جاسکتا۔

۵۲ کالا۔ سامان۔ آدمی۔ انسان کو دنیا کی قید میں قدرت نے اِسی لئے مقیّد کیا ہے تاکہ عملِ صالح سے اُس کا افلاس یا مالداری ثابت ہوسکے۔ مُفلسی۔ اللہ تعالےٰ نے شیطان کی مُفلسی کا اِسی لئے اعلان کیا ہے تاکہ کوئی اُس سے کسی قسم کا معاملہ نہ کرے جیسا کہ قاضی نے اُس مُفلس کے بارے میں کرایا تھا۔ صرفہ۔ یعنی زرِ ڈگری۔

۵۳ حاضر آوردند۔ چونکہ اُس مُفلس کا اعلان اور تشہیر کرنی تھی اور مُفلس کو سارے شہر میں گھمانا تھا۔ کُرد۔ ایک صحرا نورد قوم ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ مُوکّل۔ کارندہ۔ دانگ۔ چھ رتّی کے وزن کا سکہ ہے۔ شاد کرد۔ یعنی سپاہی کو ایک دانگ دے کر خوش کرنا چاہا تاکہ اُس کا اونٹ چھوڑ دے۔ قحطِ گراں۔ یعنی وہ مُفلس قیدی چونکہ وہ سب کو بھوکا مارتا تھا۔ نگہ۔ اُس کو شناخت کرنے کے لئے سب نے اُس کو دیکھا۔

دہ[1] منادیگر بلند آوازیاں
دس بلند آواز منادی کرنے والے

ترک و کرد و رومیان و تازیاں
ترک، اور کرد، اور رومی، اور عرب

جملگاں آوازہا برداشتنہ
سب چیختے تھے

کایں ہمہ تخم جفاہا کاشتہ
کہ اس نے سب بدمعاملگیوں کا بیج بویا ہے

مفلس ست و ایں ندارد ہیچ چیز
یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے

تا کسے اُورا قرض ندہد یک پشیز
ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

ظاہر و باطن ندارد حبۂ
کھلا ڈھپا اُس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے

مفلسے قلبے دغائے دِبۂ
مفلس ہے کھوٹا ہے دغاباز ہے مٹی کا ڈھیر ہے

بینوائے بدادائے[2] بے وفا
مفلس ہے، نادہند ہے، بے وفا ہے

ناں ربائے نرگدائے بے حیا
روٹی کا اُچکا ہے، پکا بھکاری ہے، بے شرم ہے

ہاں وہاں با او حریفی کم کنید
خبردار! خبردار! اُس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا

چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
چونکہ قینچی رکھتا ہے اسلئے مضبوط گرہ لگا لو

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را
اس موئے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے

من نخواہم کرد زنداں مردہ را
میں مُردے کو قید نہ کروں گا

خوش دم ست و آں گلویش بس فراخ
بہت بنا (باتونی) ہے اور اُس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے

با شعارِ نو دثارِ شاخ شاخ
اوپر کا لباس نیا ہے اندرونی تار تار ہے

گر بپوشد[3] بہرِ مکر آں جامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے

عاریہ است آں نا فریبد عامہ را
وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے

حرفِ حکمت بر زبانِ ناحکیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات

حلّہائے عاریت داں اے سلیم
اے عزیز! مانگی ہوئی پوشاک سمجھ

گرچہ دزدے حلّہ پوشیدہ است
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے

دستِ تو چوں گیرد آں ببریدہ دست
(مصافحہ میں) وہ تیرا ہاتھ کیسے پکڑے کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے

چوں شبانگہ از شتر آمد بزیر
رات کو جب وہ (مفلس)، اونٹ سے نیچے اترا

کُرد گفتش منزلم دور ست و دیر
کُردی نے اُس سے کہا میرا مکان دور ہے اور دیر (ہو گئی ہے)

بر نشستی اشترم را از پگاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے

جو رہا کردم کم از اخراجِ کاہ
جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچہ (دے)

---

[1] دہ۔ دس آدمی مختلف زبانوں میں منادی کر رہے تھے۔ پشیز۔ تانبے کا سکہ، پیسہ، دھیلا۔ حبّہ۔ دانہ، رتی بھر چاندی کا سکہ۔ قلب۔ کھوٹا۔ دِبہ۔ دال کے زیر کے ساتھ، مٹی کا ڈھیر دال کے ضمہ کے ساتھ ریچھنی۔

[2] بدادا۔ نادہند، بدمعاملہ۔ نر۔ بڑا۔ حریفی۔ معاملہ۔ چونکہ یہ گرہ کٹ ہے، جیب کی حفاظت رکھو۔ بحکم۔ یعنی محکمۂ قضا۔ خوش دم۔ چرب زبان، باتونی۔ شعار۔ اوپری لباس۔ دِثار۔ اندرونی لباس، یعنی بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بُرا شخص ہے۔

[3] گر بپوشد۔ مانگ کر اچھا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ حرفِ حکمت بیوقوف شخص دانائی کی بات کہتا ہے تو وہ بھی کسی اور کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔ گرچہ۔ چور کا عموماً ہاتھ کٹا ہوا ہوتا ہے اگر وہ چھپانے کے لئے دراز آستین قمیص بھی پہن لے تو مصافحہ کے وقت راز کھل جاتا ہے۔ یہی بیوقوف کا حال ہے۔ شبانگہ۔ رات کے وقت۔ آمد۔ یعنی وہ مفلس اترا۔ پگاہ۔ صبح۔ رہا کردم۔ میں نے جو صاف نہ کئے۔

گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس — ہوشِ تو کو نیست اندر خانہ کس [۱]

(مفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟ — تیرے ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!

چرخ افلاسم شنید اے پُر طمع — تو نہ بشنیدی بگوشِ بے لمع

اے لالچی! میرے افلاس (کی بات) آسمان نے سُن لی — پھوٹے کان سے تو نے نہ سُنی

طبلِ [۲] افلاسم بچرخِ سابعہ — رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ

میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک — پہنچ گیا اور تو نے یہ واقعہ نہ سُنا

گوشِ تو پُر بودہ است از طمعِ خام — پس طمع کر می کند گوش اے غلام

تیرا کان بیہودہ لالچ سے پُر ہے — اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے

تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں — مفلس ست و مفلس ست ایں قلتباں

یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سُن لیا — (کہ) یہ دیوث مفلس ہے مفلس ہے

تا بشب گفتند و در صاحبِ شتر — بر نزد کو از طمع پُر بود و پُر

وہ (منادی کرنیوالے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے پر اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھرپور تھا

ہست بر سمع و بصر مُہرِ خدا — در حجب بس صورت ست و بس صدا

کان اور آنکھ پر خدا کی مُہر ہے — بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

آنچہ [۳] او خواہد رساند آں بہ چشم — از جمال و از کمال و از کرشم

جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے — (یعنی) حُسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

وانچہ او خواہد رساند آں بگوش — از سماع و از بشارت و ز خروش

جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے — (یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں — وقتِ حاجت حق کند آنرا عیاں

اگرچہ تو اب اُن سے غافل ہے — ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اُنکو ظاہر کر دیگا

گفت پیغمبر کہ یزدانِ مجید — از پئے ہر درد درماں آفرید

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے — ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں — کاے خدا درمانِ کارِ من رساں

اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے — کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

لیک زاں درماں نہ بینی رنگ و بو — بہرِ دردِ خویش بے فرمانِ او

لیکن تو اُس علاج کا رنگ و بُو نہیں دیکھے گا — اُس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے

---

[۱] کو. کجا. نیست اندر خانہ کس. گھر میں کوئی لائق آدمی نہیں ہے، یہ محاورہ اُس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے. چرخ. آسمان. لمع. نور، روشنی، قوتِ سماعت مراد ہے.

[۲] طبل. ڈھول. سابعہ. ساتواں. طمعِ خام. بیہودہ لالچ. کر. بہرا. قلتبان. دیوث، بھڑوا. حجب. حجاب کی جمع ہے، پردہ. بس. بہت.

[۳] آنچہ. تمام تاثیرات اللہ تعالیٰ کی اجازت پر موقوف ہیں. کرشم. ناز و انداز. بگوش. آنکھ، کان وغیرہ اپنا کام جب کرتے ہیں جب خدا چاہتا ہے. وقت. قیامت کے روز سب باتیں عیاں ہو جائیں گی. درماں آفرید. حدیث شریف میں ہے خدا نے جو بیماری پیدا کی ہے اُس کی دوا بھی پیدا کی ہے لہٰذا حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکنے کے مرض کی بھی دوا ضرور ہے. لیک. اِس مرض کی دوا بھی بتائیدِ خداوندی حاصل ہو سکے گی.

چشم را اے چارہ جو در لامکاں[1]
اے علاج کی جستجو کرنیوالے! آنکھ کو لامکاں میں

ہیں بنہ چوں چشم کشتہ سوئے جاں
لگائے رکھ جس طرح مقتول کی آنکھ جان کیطرف لگی رہتی ہے

کوں پرچارہ است و سیحت چارہ نے
دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے

تا کہ نکشاید خدایت روزنے
جب تک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

ایں جہاں از بے جہت پیدا شد ست
یہ جہان، بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے

کہ ز بے جائے جہاں را جا شد ست
لامکاں (خدا کی قدرت) سے دنیا کو (عالم وجود میں جگہ ملی)

باز گرد از ہست سوئے نیستی
ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ

گر تو از جاں طالب مولیستی
اگر تو (دل و) جان سے مولا کا طالب ہے

جائے دخل ست ایں عدم از وے مرم
یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز نہ کر

جائے خرج ست ایں وجود بیش و کم
یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

کارگاہِ صنع حق چوں نیستی ست
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا محل نیستی ہے

جز معطّل در جہانِ ہست کیست
عالم ہستی میں بیکار کے علاوہ کچھ نہیں ہے

فی المناجات

اے خدائے پاک بے انباز[2] و یار
اے خدائے پاک جو لاشریک اور مددگار سے مستغنی ہے

دست گیر و جرم ما را در گذار
دست گیری فرما اور ہماری خطا سے درگذر فرما

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق
ہمیں رقّت آمیز باتیں سکھا دے

کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق
اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو
دعا (کی توفیق) بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی

ایمنی از تو مہابت ہم ز تو
اطمینان تیری طرف سے ہے، ڈر بھی تجھی سے ہے

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن
اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کر دے

مصلحی تو اے تو سلطانِ سخن
اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنیوالا ہے

کیمیا[3] داری کہ تبدیلش کنی
تیرے پاس کیمیا ہے تو اس کو تبدیل کر سکتا ہے

گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی
اگر خون کی نہر ہو تو اسکو (دریائے) نیل بنا دیتا ہے

ایں چنیں میناگریہا کارِ تست
ایسی میناکاری تیرا کام ہے

ایں چنیں اکسیرہا اسرارِ تست
ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

---

[1] لامکاں۔ عالم ملکوت۔ چوں چشم کشتہ۔ مقتول کی آنکھیں عموماً پھیل رہ جاتی ہیں کو گویا وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہو تو بھی درد کے علاج کے لئے عالم ملکوت پر نظر رکھ۔ ایں جہاں۔ اس عالم کون ومکان کو ذاتِ بے جہت اور لامکان نے پیدا کیا ہے تو اسی کی طرف نظر رکھ اور جہت ومکان سے نگاہ ہٹا لے۔ عدم۔ یعنی لامکان عالم ملکوت۔ مرم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔ کارگاہ۔ اللہ تعالےٰ نیست سے ہست کرتا ہے تو اس کی ایجاد کا تعلق نیستی سے ہے لہذا اپنے آپ کو نیست بنا لے۔

[2] انباز۔ شریک، ساتھی، یار، مددگار۔ ہم دعا۔ خدا ہی ایسی دعا کی توفیق عطا فرماتا ہے جس کو وہ قبول کرے۔ ایمنی۔ خدا کی غفاریت سے اطمینان ہے اور اس کی قہاریت سے ڈر ہے۔ گر خطا۔ دعا میں اگر کوئی غلط بات نکلے تو اس کی اصلاح فرما دے۔

[3] کیمیا۔ جس طرح کیمیا تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اللہ تعالےٰ بھی سیّئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ میناگری۔ کسی چیز میں آبگینے جڑنا یعنی خطا کو صواب بنا دینا۔ اکسیرہا یعنی گناہوں کو نیکیاں بنا دینا۔

آب۱ را و خاک را بر ہم زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملا دیا

ز آب و گل نقشِ تنِ آدم زدی
پانی اور مٹی سے آدم کے جسم کی صورت بنا دی

نسبتش دادی بجفت و خال و عم
(پھر) تو نے اُسکے ساتھ شوہر اور ماموں اور چچا ہونے کی

با ہزار اندیشۂ شادی و غم
مع ہزاروں شادی اور غمی کے خیالات کے

باز بعضے را رہائی دادہ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا

زیں غم و شادی جدائی دادہ
اِس غم اور خوشی سے جدا کر دیا

بردہ از خویش و پیوند و سرشت
(اُس کو) اپنے دوستوں عزیزوں اور سرشت سے نکال لیا

کردہ در چشمِ اُو ہر خوب زشت
اُس کی نظر میں ہر لُبھانے والی چیز کو بُرا بنا دیا

ہر چہ محسوس ست اُو رد می کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کر دیتا ہے

وانچہ ناپیداست مسند می کند
جو غیر محسوس ہے اُس کو سہارا بناتا ہے

عشقِ اُو پیدا و معشوقش نہاں
اُس کا عشق ظاہر ہے اور اُس کا معشوق پوشیدہ ہے

یار بیروں فتنۂ اُو در جہاں
یار (کائنات سے) باہر ہے جہان میں اُسکا فتنہ ہے

ہیں۲ رہا کن عشقہائے صورتی
خبردار! صورت کے عشقوں کو چھوڑ دو

نیست بر صورت نہ بر روئے ستی
وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

آنچہ معشوق ست صورت نیست آں
جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے

خواہ عشقِ اینجہاں خواہ آنجہاں
خواہ اِس جہان (عالمِ ناسوت) کا عشق ہو یا اُس جہان

آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ
جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے

چوں بروں شد جاں چرایش ہشتۂ
جب (اُسکی) جان نکل گئی تو اُسکو کیوں چھوڑا ہے

صورتش برجاست ایں سیری ز چیست
اُس کی صورت موجود ہے، یہ دل بھرنا کیوں ہے؟

عاشقا واجو کہ معشوقِ تو کیست
اے عاشق، ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

آنچہ محسوس۳ ست گر معشوقہ است
اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے

عاشقستے ہر کہ اُو را حس ہست
تو جس میں بھی حس ہے وہ عاشق ہوتا

چوں وفا آں عشق افزوں می کند
جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے

کے وفا صورت دگرگوں می کند
(تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

---

۱ آب۔ جب اللہ تعالیٰ پانی اور مٹی سے اشرف المخلوقات بنا دیتا ہے تو برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کرنا معمولی بات ہے۔ نسبتش۔ معمولی آب و گل میں یہ نسبتیں بھی پیدا فرما دیں اور اُس کو ایسا ذی حس بنا دیا کہ اُس میں غم و شادی کے جذبات ہیں۔ باز۔ پھر انہی انسانوں میں سے بعض کو تمام دنیا سے بے نیاز کر کے اپنا بنا لیا۔ پیوند۔ تعلقات۔ سرشت۔ بناوٹ، خمیر۔ ہر خوب۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا سے غافل بنائیں۔ محسوس۔ یعنی دنیاوی چیزیں۔ ناپید۔ یعنی حواسِ ظاہر سے غیر محسوس، اللہ تعالیٰ۔ مسند۔ بھروسہ کی چیز، معتمد علیہ۔ بیروں۔ یعنی دنیا و عقبیٰ سے باہر۔ فتنہ۔ یعنی اُس کے عشق میں جہان مبتلا ہے۔

۲ ہیں۔ پہلے اشعار میں عشقِ حقیقی کا ذکر تھا اب عشقِ مجازی سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ اینجہاں یعنی عالمِ ناسوت کا عشق۔ آنجہاں یعنی عالمِ ملکوت کا عشق۔ آنچہ۔ اگر معشوق در اصل صورت ہے تو مر جانے کے بعد بھی تو وہ صورت باقی ہے اب اُس سے عشق کیوں نہیں ہے، یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

۳ محسوس۔ صورت کے معشوق نہ ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ یعنی صورت جس کا حواس سے ادراک ہوتا ہے اگر وہی معشوق ہے تو جانوروں کو بھی اُس سے عشق ہونا چاہیئے تھا۔ کیوں کہ صورت کو تو وہ بھی دیکھتے ہیں۔ چوں وفا۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی تیسری دلیل ہے معشوق کی وفا سے عشق میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ صورت وہی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عشق کا تعلق صورت سے نہیں ہے۔

پرتوِ خورشید[1] بر دیوار تافت
آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا
تابشِ عاریتے دیوار یافت
(تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کرلی

بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم
اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے
وا طلب اصلی کہ او تابد مقیم
اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

اے کہ تو ہم عاشقی بر اصلِ خویش
اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق ہے
خویش بر صورت پرستاں دیدہ بیش
اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ (افضل) سمجھتا ہے

پرتوِ عقل ست آں بر حسِّ تو
تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑگیا ہے
عاریت میداں ذہب بر مسِ تو
اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

چوں زر اندود[2] ست خوبی در بشر
انسان کا حسن مُلمّع کی طرح کا ہے
ورنہ چوں شد شاہدِ تو پیرِ خر
ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شد
فرشتہ جیسا تھا، بھوت جیسا بن گیا
کاں ملاحت اندرو عاریہ بُد
کیونکہ اُس میں حسن عارضی تھا

اندک اندک می ستاند آں جمال
(اللہ تعالیٰ، اُس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے
اندک اندک خشک می گردد نہال
آہستہ آہستہ (ہرا بھرا) پودا خشک ہوجاتا ہے

رو نُعَمِّرْهُ[3] نُنَكِّسْهُ بخواں
جا نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ کو پڑھ
دل طلب کن دل مَنِہ بر استخواں
دل کی طلب کر، ہڈی سے دل نہ لگا

کاں جمالِ دل جمالِ باقی ست
کیونکہ دل کا حسن باقی رہنے والا حسن ہے
دو لبش از آبِ حیواں ساقی ست
اُس کے دونوں ہونٹ آبِ حیات کے ساقی ہیں

خود ہم اُو آب ست و ہم ساقی و مست
خود وہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست ہے
ہر سہ یک شد چوں طلسمِ تو شکست
جب تیرا طلسم ٹوٹا تینوں ایک ہوئے

آں یکے را تو ندانی از قیاس
تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا
بندگی کن ژاژ کم خا ناشناس
اے جاہل! عبادت کر، بکواس نہ کر

معنئ تو صورت ست و عاریہ
تیری اصل (بھی) صورت (ہی) ہے اور عارضی ہے
بر مناسب شادی و بر قافیہ
تناسب (اعضا) اور موزونیت پر تو خوش ہے

[1] خورشید یعنی اللہ تعالیٰ اصلِ جمال، جمالِ حق ہے اور ممکنات پر اُس کا پرتو ہے لہٰذا اِس سے عشق کا تعلق ہے، جب یہ حال ہے تو پھر عشق اصل ہی سے کرنا چاہیئے۔ کلوخ یعنی جس پر اصل جمال کا پرتو پڑا ہے۔ اے کہ تو۔ بعض لوگ مجازی معشوق کو معشوقِ حقیقی کا مظہر قرار دے کر اُس سے عشق کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صورت پرستوں سے افضل سمجھتے ہیں، یہ محض اُن کے عقلی ڈھکوسلے ہیں اور یہ اُن کی مُلمّع سازی ہے عقلی دلائل کے زور سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔

[2] زر اندود۔ مُلمّع کیا ہوا۔ شاہد معشوق یعنی حسین معشوق بھی بڑھاپے میں بوڑھے گدھے جیسا نظر آنے لگتا ہے۔ اندک اندک۔ اللہ تعالیٰ اپنے جمال کو انسان سے واپس لے لیتا ہے اور سرسبز شاداب چیز جھاڑ بن جاتی ہے

[3] نُعَمِّرْهُ۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ "اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اُسکو بناوٹ میں اُلٹا گھٹاتے ہیں"۔ دل۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ استخواں یعنی ممکنات۔ جمالِ دل۔ اللہ تعالیٰ کا حسن۔ دو لبش۔ اُس کے دونوں ہونٹ، بعض نسخوں میں دولتش ہے یعنی اُس کا عشق۔ خود ہم او۔ جب انسان کی خودی مٹ جاتی ہے تو تمام ممکنات میں اسکو وجودِ واحد ہی نظر آتا ہے۔ یکے یعنی ذاتِ احد۔ قیاس یعنی عقلی دلائل۔ بندگی یعنی ذاتِ خداوندی کو مجاہدات کے ذریعہ پہچانا جاسکتا ہے۔ ژاژ۔ ایک کڑوی اور خار دار گھاس ہے جسکو اونٹ بھی نہیں کھاسکتا ہے اسی سے ژاژ خائیدن بمعنی بکواس کرنا بنا ہے۔ معنئ تو۔ یعنی جسکو تو حقیقت سمجھ کر عاشق ہوا ہے وہ بھی محض صورت ہے اور تیرا عشق محض صورت پر، تناسب اور موزوں اعضا کی وجہ سے ہے۔ عاریہ۔ عارضی۔ شادی۔ تازگی۔ موزونیت۔

آں[1] بود معنیٰ کہ بستاند ترا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کردے
بے نیاز از نقش گرداند ترا
تجھے صورت سے بے نیاز بنادے

نبود آں معنیٰ کہ کور و کر کند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بہرا بنائے
مر ترا بر نقش عاشق تر کند
تجھے صورت پر زیادہ عاشق کردے

کور را قسمت خیالِ غم فزاست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں
بہرۂ چشم ایں خیالاتِ فناست
(ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

حرفِ قرآں را ضریراں[2] معدن اند
اندھے، قرآن کے حروف کی کان ہیں
خر نہ بینند و بپالاں بر زنند
گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لوٹتے ہیں

چوں تو بینائی پئے خر رو کہ جست
اگر تو بینا ہے، گدھے کا پیچھا کر جو کہ کود گیا
چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟

خر چو ہست آید یقیں پالاں ترا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا
کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا
جب تک تیری جان ہے رزق ناپید نہ ہوگا

خر چو باشد کم نباید اے عمو
اے چچا! جب گدھا ہوگا پالان کی کمی نہ ہوگی
خود بہ پشتش رو نہد پالانِ او
خود بخود اس کی کمر پر اس کا پالان آجائے گا

پشتِ خر دکانِ مال و مکسب ست
گدھے کی کمر، مال اور کمائی کی جگہ ہے
جانِ تو سرمایۂ صد قالب ست
تیری جان سَو قالبوں کا سرمایہ ہے

خرِ برہنہ[3] بر نشین اے بوالفضول
اے بکواسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا
خرِ برہنہ نے کہ راکب شد رسول
کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار

اَلنَّبِیُّ قَدْ رَکِبَ مُعْرَوْرِیًا
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ننگی پشت (گدھے) پر سوار ہوئے
وَالنَّبِیُّ قِیْلَ سَافَرَ مَاشِیًا
کہا گیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدل سفر کیا

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است
بلکہ وہ شاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں
بارِ ایں و آں بسے بذرفتہ است
اِس کا اور اُس کا بوجھ بہت اٹھایا ہے

شد خرِ نفسِ تو بر میخش بہ بند
تیرا خرِ نفس (قبضہ سے) نکل گیا اُسکو کھونٹے سے باندھ
چند بگریزد ز کار و بارِ چند
تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟

بارِ صبر و شکر او را بردنیست
صبر اور شکر کا بوجھ اس کو اٹھانا ہے
خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
خواہ سو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں

[1] آں بود حقیقت کا عشق انسان کی خودی مٹاتا ہے اور صورت پرستی سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کور و کر۔ یعنی حقیقت سے۔ کور را۔ یعنی حقیقت بینی سے محروم شخص۔

[2] ضریر۔ اندھا۔ معدن۔ کان۔ خر نہ بینند۔ چشم بصیرت کے اندھے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر فریفتہ ہیں۔ چوں تو بینائی۔ صاحب بصیرت کو اصلی مقصود کے درپے ہونا چاہیئے فروعات میں نہ پھنسنا چاہیئے۔ خر چو ہست۔ جب مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اُس کے لوازم بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ پشتِ خر۔ ایک چیز ایک چیز کے اعتبار سے مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور دوسری چیز کے اعتبار سے وہ اصلی مقصد نہیں ہوتی ہو گدھا، پالان کے اعتبار سے مقصود ہے لیکن کمائی کے اعتبار سے اصلی مقصد نہیں ہے بلکہ گدھے سے کماکر کھانا اصلی مقصد ہے۔

[3] خرِ برہنہ۔ اصل مقصد سے سروکار رکھنا چاہیئے خواہ فروع نہ حاصل ہوں اگر پالان نہ بھی ہو تو گدھے پر سوار ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر گدھا بھی نہ ہو تو منزل تک پیدل ہی چلنا چاہیئے۔ شد خرِ نفس۔ نفسِ آمارہ کو قابو میں رکھنا چاہیئے اور اُسکی حیلہ جوئی کی وجہ سے مجاہدات سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ بارِ صبر۔ انسان کو لامحالہ اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔

ہیچ وازِرِ وزرِ غیرے برنداشت
کسی بوجھ اُٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھایا

ہیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا

طمعِ خام ست آں مخور خام اے پسر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا

خام خوردن علت آرد در بشر
کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پا لیا

من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں تو دکان کی جستجو کیوں کروں؟

کارِ بخت ست آں وآں ہم نادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے

کسب باید کرد تا تن قادرست
جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہیئے

کسب کردن[2] گنج را مانع کے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رکاوٹ ہے؟

پا مکش از کار آں خود در پے ست
کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

تا نگردی تو گرفتارِ اگر
تو "اگر مگر" میں ہرگز نہ پھنس

کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا

کز اگر گفتن رسولِ باوفاق
باتوفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اگر کہنے سے

منع کرد و گفت ہست آں از نفاق
منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے

کاں منافق در اگر گفتن بمرد
کیونکہ منافق "اگر مگر" میں ہی مر گیا

وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد
اور "اگر مگر" کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا

اے بسا کس مردہ در بوک[3] و مگر
بہت سے انسان "شاید کہ ہو" اور "اگر" میں مر گئے

از نہالِ عاقبت ناخوردہ بر
آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

ور نمی یابی تو نقصانِ اگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا

ایں مثل بشنو کہ دریابی مگر
تو یہ قصہ سُن لے شاید تو سمجھ جائے

حکایت در معنی ایں بیت اگر را با مگر ہم جفت کردند
اِس شعر کے معنی سے متعلق قصّہ انھوں نے "اگر" اور "مگر" کی شادی کر دی اُن سے

از ایشاں بچہ آمد کاشکے نام
"کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جُست از شتاب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا

دوستے بُردش سوئے خانہ خراب
ایک دوست اُس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

---

[1] وازر - بوجھ اُٹھانے والا۔ وزر - بوجھ۔ ہیچکس۔ بغیر عمل کے کوئی پھل نہیں ملتا ہے۔ طمعِ خام۔ بے بنیاد لالچ۔ خام۔ کچا۔ پکا۔ علت۔ بیماری۔ کاں فلانے۔ یہ بے بنیاد لالچ ہے۔ کسب باید۔ شیخ چلی کی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک انسان میں طاقت ہے کام کرنا چاہیئے۔

[2] کسب کردن۔ انسان جس غیبی خزانے کے لالچ میں پڑا ہے، کما کر کھانا اُس کیلئے کب مانع ہے، اگر ملنا ہے تو وہ بھی خود مل جائیگا۔ تا نگردی۔ اگر مگر میں پھنسنا، کسب در عمل سے مانع بنتا ہے اور اُس سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کز۔ اگر مگر میں پھنسنا یقین کے منافی ہے اور یقین عینِ ایمان ہے لہٰذا اگر مگر میں پھنسا ہوا انسان مومن نہیں ہے۔ منع کرد۔ آنحضورؐ نے فرمایا اِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ۔ اگر مگر کا خیال شیطانی کام کا دروازہ کھولتا ہے۔

[3] بوک۔ یہ بود کہ کا مخفف ہے یعنی شاید کہ یہ جملہ بھی شکی انسان بولتا ہے۔ اگر یعنی لفظ اگر کہنے کا نقصان۔ اگر را با مگر۔ "اگر" اور "مگر" کا نکاح کیا اُس سے "کاشکے" بچہ پیدا ہوا۔ خانہ خراب۔ ڈھیا ہوا گھر۔

گفت او این را اگر سقفے بُدے
پہلوئے من مر ترا مسکن شُدے

اُس (دوست) نے کہا کہ اگر (اُس گھر پر) چھت ہوتی
میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ ہوتی

ہم عیالِ[1] تو بیاسودے اگر
درمیانہ داشتے حجرہ دگر

تیرے بال بچّوں کو بھی آرام مِلتا، اگر
دوسرا حجرہ درمیان میں ہوتا

ور رسیدے میہماں روزے ترا
ہم بیاسودے اگر بودیت جا

اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا
وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

کاشکے معمور بودے ایں سرا
خانۂ تو بودے ایں معمورِ ما

کاش یہ مکان آباد ہوتا
تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

گفت آرے پہلوئے یاراں خوش ست
لیک اے جاں در اگر نتواں نشست

(مسافر نے) کہا بیشک دوستوں کا پڑوس اچھا ہے
لیکن اے جانِ (من)، "اگر" میں سکونت نہیں ہوسکتی ہے

ایں ہمہ عالم طلبگارِ خوش اند
وز خوشِ تزویر اندر آتش اند

یہ تمام جہان اچھائی کا طلبگار ہے
لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں

طالبِ زر گشتہ جملہ پیر و خام
لیک قلب از زر نداند چشمِ عام

تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں
لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے

پرتوے[2] بر قلب زد خالص ببیں
بے محک زر را مکن از ظن گزیں

دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے
بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے

گر محک داری گزیں کن ورنہ رو
نزدِ دانا خویشتن را کن گرو

اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا
اپنے آپ کو کسی دانا کے سپرد کر دے

پس محک[3] باید میانِ جانِ خویش
ور نداری رہ مرو تنہا بہ پیش

کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہیئے
اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ

بانگ غولاں ہست بانگِ آشنا
آشنائے کو کشد سوئے فنا

چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے
(لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کیطرف کھینچتا ہے

بانگ می دارد کہ ہاں اے کارواں
سوئے من آئید نک راہ و نشاں

وہ (چھلاوا) پکارتا ہے، کہ خبردار اے قافلے!
میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل) ہے

نامِ ہر یک می برد غول اے فلاں
تا کند آں خواجہ را از آفلاں

چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے!
تاکہ اُن صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کردے

لہ عیاں۔ بال بچے۔ معمور۔ آباد۔ آرے۔ ہاں۔ در اگر۔ اگر مگر کا جو خیالی مکان ہے اُس میں رہائش نہیں ہوسکتی ہے۔ ایں ہمہ عالم۔ سب یہ چاہتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی حاصل ہو لیکن شیطان اُن کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ آتشِ حسرت میں جلتے ہیں جیسا کہ اِس مسافر کے ساتھ اُس دوست نے کیا۔ طالبِ زر۔ ہر انسان نیک عمل چاہتا ہے لیکن شیطان نے جو ملمع سازی کی وہ نہیں پہچان سکتا ہے۔

سلہ پرتوے۔ شیطان بُرے اعمال کو مزیّن کر کے دکھاتا ہے اگر کوئی ایسا صاحبِ باطن ہو کہ خود اُس فریب کو سمجھ سکے تو امتیاز کر کے عمل کرے ورنہ اپنے آپ کو کسی شیخِ کامل کے سپرد کر دے تاکہ وہ شیطانی اور رحمانی عمل میں امتیاز کر دے۔

سلہ محکات۔ کسوٹی، یعنی بُرے بھلے میں تمیز کرنے کا نورِ فراست۔ غولاں۔ چھلاوے جو مسافر کو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ آشنا۔ دوست۔ نک۔ اینک، اینست۔ نشاں۔ یعنی نشانِ منزل۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہونے والا۔

چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر
وہ جب اُس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہو

عمر ضائع راہ دور و روز دیر
عمر برباد (ہوئی) راستہ دور (رہ گیا) اور دن بے وقت (ہو گیا)

چہ[1] بُوَد آں بانگِ غُول اے سیخ خو
اے نیک مزاج! چھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟

مال خواہم جاہ خواہم آبرو
مال چاہتا ہوں، رتبہ چاہتا ہوں، آبرو (چاہتا ہوں)

اندرونِ خویش ایں آوازہا
اپنے اندر سے ان آوازوں کو

منع کُن تا کشف گردد رازہا
روک دے تاکہ راز کھلیں

ذکرِ حق کُن بانگِ غُولاں را بسوز
اللہ کا ذکر کر، چھلاووں کی آواز کو پھونک دے

چشم چوں نرگس ازیں کرگس بدوز
نرگس جیسی آنکھ اس گدھ سے بند کرلے

صبحِ کاذب را ز صادق و اشناس
صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان

رنگِ مے را باز داں از رنگِ کاس
شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے علیحدہ کر

تا بُوَد کز دیدگانِ[2] ہفت رنگ
ہو سکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے

دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
صبر اور استقلال ایک آنکھ پیدا کردے

رنگہا بینی بجُز ایں رنگہا
ان رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے

گوہراں بینی بجائے سنگہا
سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی
موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے

آفتابِ چرخ پیمائی شوی
آسمان کو طے کرنے والا سورج بن جائے

کارکُن در کارگاہ باشد نہاں
کاریگر، کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے

تو برو در کارگہ بینش عیاں
تو جا، کارخانہ میں اُس کا مشاہدہ کرلے

کار[3] چوں بر کارکُن پردہ تنید
کام نے جبکہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے

کارکُن بر کارگہ باشد پدید
کاریگر کارخانہ میں رونما ہوگا

خارجِ ایں کار نتوانیش دید
کام سے علیحدہ تو اس کو نہ دیکھ سکے گا

مُنتظر در کارگہ آید پدید
جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہوگا

کارگہ چوں جائے باشِ عامل ست
جبکہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے

آں کہ بیرون ست ازو غافل ست
جو اس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اس سے غافل ہے

---

[1] چہ بُوَد۔ چھلاوے کی آواز انسان کے اپنے اندرونی جذبات ہیں جو مال اور جاہ اور آبرو سے متعلق ہیں۔ رازہا۔ یعنی حقیقت کے اسرار۔ چشم چوں نرگس۔ نرگس کی آنکھ بے نور اور حسین ہونے میں ضرب المثل ہے یہاں دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ کرگس۔ گدھ مردہ خوری میں مشہور ہے۔ صبح۔ آسمان کے مشرقی کنارے پر پہلے سفیدی آتی ہے وہ صبحِ کاذب کہلاتی ہے اس لئے کہ اُس کے بعد پھر تاریکی آجاتی ہے اُس تاریکی کے بعد کی سفیدی کو صبحِ صادق کہا جاتا ہے جو در اصل صبح ہے، یعنی اصل کو عارضی چیز سے جدا کر لینے کی استعداد پیدا کر۔

[2] دیدگانِ ہفت رنگ۔ انسان کی آنکھ میں سات پردے ہیں جن کو ہفت رنگ کہا ہے۔ دیدہ۔ یعنی صبر و استقلال دل کی آنکھ کھول دے گا۔ رنگہا۔ جب قلب کی آنکھ کھل جائیگی تو اصل حقیقت واضح ہو جائیگی۔ گوہرے۔ یعنی صرف گوہر کو دیکھنا ہی نہیں بلکہ تو ایسا سمندر بن جائیگا جس میں موتی پیدا ہوتے ہیں اور عالمِ بالا کی سیر کرنے لگے گا۔ کارکن۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مصنوعات و مخلوقات میں دیکھا جاسکتا ہے مصنوع سے صانع کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے۔

[3] کار۔ اللہ کی صنعت اُس کے لئے پردہ پوش ہے تو اب اُس کو کارگاہِ عالم ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کارگہ۔ کاریگر کارخانہ میں ہوتا ہے اُس کو باہر تلاش کرنا بے وقوفی ہے۔

پس در آدر کارگہ یعنی عدم [۱]
لہٰذا کارخانہ یعنی عدم میں آ

تا بہ بینی صُنع و صانع را بہم
تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چوں جائے روشن دیدگیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے

پس برونِ کارگہ پوشیدگیست
پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے

رُو بہ ہستی داشت فرعونِ [۲] عنود
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا

لاجرم از کارگاہش کور بود
لامحالہ اُس کے کارخانہ سے اندھا تھا

لاجرم میخواست تبدیلِ قدر
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا

تا قضا را باز گرداند ز در
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازے سے واپس لوٹا دے

خود قضا بر سُبلت آں حیلہ مند
فیصلہ (خداوندی) اُس حیلہ گر کی مونچھوں پر

زیرِ لب می کرد ہر دم ریشخند
ہر وقت زیرِ لب مُسکرا رہا تھا

صد ہزاراں طفل کُشت اُو بے گناہ
اُس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کر ڈالے

تا بگردد حُکم و تقدیرِ الٰہ
تاکہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

تاکہ موسیٰؑ نبی ناید بروں
تاکہ موسیٰؑ نبی ظاہر نہ ہوں

کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
اُس نے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لے لئے

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰؑ زادہ شُد
اُس نے بہت (کشت و) خون کیا اور موسیٰؑ پیدا ہو گئے

وز برائے قہرِ اُو آمادہ شُد
اور اُس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے

گر بدیدے کارگاہِ لایزال
اگر وہ (خدائے) لایزال کا کارخانہ دیکھ لیتا

دست و پایش خشک گشتے ز احتیال
حیلہ گری سے اُس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

اندرونِ خانہ اش موسیٰؑ معاف
اُس کے گھر میں موسیٰؑ آرام سے تھے

وز بروں می کُشت طفلاں را گزاف
وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

ہمچو صاحب نفس [۳] کو تن پرورد
اُس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے

بر دگر کس ظنِ حقدے می برد
دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

کایں عدوٌ و آں حسود و دشمن ست
کہ یہ دشمن، اور وہ حاسد اور مخالف ہے

خود حسود و دشمنِ اُو آں تن ست
(حالانکہ) اُس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

---

۱ یعنی عدم۔ اپنے وجود اور ہستی کو فنا کرنے کے بعد ہی وجودِ واحد کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ کارگہ۔ کارخانہ عالم۔ ہستی کو ختم کر کے مشاہدہ حق کرنے کا مقام ہے جب تک انسان اپنی ہستی کا قائل ہے وہ مشاہدہ سے محروم ہے۔

۲ فرعون۔ فرعون اپنی ہستی کی طرف متوجہ تھا لہٰذا وہ کارگاہِ عدم سے اندھا تھا۔ تبدیلِ قدر۔ مُقدر یہ ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اُس کی سلطنت کو زیر و زبر کر دینگے۔ سُبلت۔ مونچھ۔ بر سُبلت کسے خندیدن کے معنیٰ ہیں کسی کو بنظرِ حقارت دیکھنا۔ ریشخند۔ مذاق اُڑانا۔ طفل۔ بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ تاکہ موسیٰؑ۔ فرعون کو اُس کی ایک خواب کی تعبیر میں بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی لڑکا اُس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا۔ کارگاہِ لایزال۔ اللہ تعالیٰ کا کارخانۂ قدرت۔ ز احتیال قضائے الٰہی سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل۔ اندرونِ خانہ۔ حضرت موسیٰؑ کی پرورش فرعون کے گھر میں ہو رہی تھی اور باہر اُس نے قتلِ عام کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

۳ ہمچو صاحب نفس۔ جو انسان تن پروری کر رہا ہے اور دوسروں پر دشمنی کا گمان کر رہا ہے اُس کی مثال فرعون کی سی ہے کہ اصل دشمن موسیٰؑ کو پال رہا تھا اور بے قصور بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ آں تن ست۔ تن پروری روح کی موت کا سبب ہے تو اصل دشمن انسان کا تن ہے۔

اُو[1] چو موسیٰ و تنش فرعونِ اُو — اُو بہ بروں می دود کہ کو عدو؟
وہ موسیٰ کی طرح ہے اور اُس کا جسم اُسکا فرعون ہے — وہ باہر بھاگا پھرتا ہے، کہ دشمن کہاں ہے؟

نفس اندر خانۂ تن نازنیں — بر دگر کس دست می خاید بکیں
نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے — وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

ملامت کردنِ مردم شخصے را کہ مادر را کُشت بہ تہمت

لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکُشت — ہم بزخمِ خنجر و ہم زخمِ مُشت
ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا — خنجر کے زخم اور مکّوں کی مار سے

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری — یاد ناوردی تو حقِ مادری
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ بدذاتی کی وجہ سے — تو نے ماں کا حق یاد نہ کیا

ہے چرا کُشتی وُرا اے زشت رُو — می نگوئی اُو چہ کرد آخر بتو
افسوس! اے بدرُو تو نے اُسکو کیوں مار ڈالا؟ — کیوں نہیں بولتا؟ آخر اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا تھا؟

ہیچ کس کُشتست مادر اے عنود — می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بود
اے سرکش! کسی نے ماں کو (بھی) قتل کیا ہے؟ — کیوں نہیں بولتا کہ اُسنے کیا کیا؟ آخر کیا بات تھی؟

گفت کارے[2] کرد کان عارِ ویست — کُشتمش کاں خاک ستّارِ ویست
اُس نے کہا، اُس نے وہ کام کیا جو اُسکے لئے عار تھا — میں نے اُسکو قتل کر دیا کیونکہ مٹی ہی اُسکی پردہ پوشی کرنیوالی ہے

مُتّہم شد با یکے زاں کُشتمش — غرقِ خوں در خاکِ گور آغشتمش
وہ ایک کیساتھ مُتّہم ہوئی اسلئے میں نے اُسکو قتل کر دیا — خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اُسکو ملا دیا

گفت آں کس را بکُش اے محتشم — گفت پس ہر روز مردے را کُشم
اُس نے کہا، ارے بھلے اُس شخص کو قتل کر — اُس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

کُشتم اُو را رستم از خونہائے خلق — نائے اُو بُرّم بہ است از نائے خلق
میں نے اُس کو قتل کر دیا، لوگوں کے خون سے چھٹکارا ہے؟ — اُس کا گلا کاٹوں یہ اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا گلا

نفسِ[3] تُست آں مادرِ بد خاصیت — کہ فسادِ اُوست در ہر ناحیت
وہ بد عادت ماں تیرا نفس ہے — کہ ہر جانب اِسی کا فساد ہے

ہیں بکُش اُو را کہ بہرِ آں دنی — ہر دمے قصدِ عزیزے می کُنی
آگاہ! اُسی کو قتل کر اُس کمینے کی وجہ سے — تو ہر وقت کسی عزیز (کی جان لینے) کا قصد کرتا ہے

---

[1] اُو۔ یعنی اُس کی روح۔ نفس اندر تن۔ یعنی نفسِ اَمّارہ۔ نازنین۔ نازوں سے پلا ہوا۔ ملامت کردن۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بُرائی کی جڑ کو ختم کرنا چاہیئے۔ نفسِ اَمّارہ ہی سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ زخمِ مُشت۔ گھونسوں کی چوٹ۔ بد گوہری۔ اِس میں یار کو مصدری اور خطاب کے لئے مان کر دو طرح ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ عنود۔ سرکش۔

[2] کارے۔ یعنی وہ ایک اجنبی سے ملوّث تھی۔ خاک۔ یعنی قبر کی مٹی ہی اُس کی پردہ پوشی ہے۔ آں کس۔ یعنی جس کے ساتھ وہ مُتّہم ہوئی تھی۔ خونہائے خلق۔ یعنی آج جس سے مُتّہم ہے اُس کو قتل کر دوں کل کو کسی دوسرے سے مُتّہم ہو تو اُس کو قتل کروں۔

[3] نفس۔ انسان کی تمام بُرائیاں نفسِ اَمّارہ کی وجہ سے ہیں۔ ناحیت۔ گوشہ، جانب۔ آں دنی۔ کمینہ نفس۔

از وے[۱] این دنیائے خوش بر تست تنگ
اسی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے
از پئے او باحق و باخلق جنگ
اسی کے لئے (اللہ تعالےٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

نفس کشتی باز رستی ز اعتذار
(اگر) تو نے نفس کو مار ڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائیگا
کس ترا دشمن نہ ماند در دیار
دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

گر اشکال آرد کسے بر گفت ما
اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے
از برائے انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

کانبیا را نے کہ نفس کشتہ بود
کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا
پس چرا ایشاں دشمناں بود و حسود
تو اُن کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

گوش نہ تو اے طلبگار صواب
اے بھلی بات کے طالب! کان دھر
بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب
اِس اشکال اور شبہ کا جواب سن نے

دشمن[۲] خود بودہ اند آں منکراں
وہ منکر خود اپنے دشمن تھے
زخم بر خود می زدند ایشاں چناں
اس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کر رہے تھے

دشمن آں باشد کہ قصد جاں کند
دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے
دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

نیست خفاشک عدو آفتاب
چمگادڑ، سورج کی دشمن نہیں ہے
او عدو خویش آمد در حجاب
وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

تابش خورشید او را می کشد
سورج کا نور اُس کو مارے ڈالتا ہے
رنج او خورشید ہرگز کے کشد
اُس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

دشمن آں باشد کزو آید عذاب
دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے
مانع آید لعل را از آفتاب
لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

مانع خویشند جملہ کافراں
تمام کافر اپنے لئے روک ہیں
از شعاع جوہر پیغمبراں
پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

کے حجاب[۳] چشم آں فرد ند خلق
لوگ اُس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟
چشم خود را کور و کژ کردند خلق
لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور (اپنے آپ کو) بہرا بنا دیا ہے

چوں غلام ہندوی کو کیں کشد
ہندوستانی غلام کی طرح کہ وہ کینہ رکھتا ہے
از ستیز خواجہ خود را می کشد
آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

ف۱ از وے۔ اِس نفس کی وجہ سے۔ اِعتذار۔ عذر خواہی ایک دوسرے سے دشمنی کرتا ہے اور پھر اُس کو معذرت بھی کرنی پڑتی ہے، جب دشمنی ختم ہوجائیگی تو معذرت کی ضرورت نہ رہیگی۔ کانبیا۔ یہ اشکال کی وضاحت ہے کہ انبیا اور اولیا نے تو اپنے نفس امارہ کو مار دیا تھا پھر اُنسے دشمنی اور حسد کیوں تھا۔

ف۲ دشمن خود۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے دشمن اُنکے دشمن نہ تھے بلکہ اپنے دشمن تھے کیونکہ دشمنی کے نقصانات خود اُن کو پہنچتے تھے۔ قصد جاں یعنی روح اور اُس کے مراتب کو نقصان پہنچائے۔ می کند خود مخالفوں کی روح تباہ ہوئی۔ خفاشک۔ ذلیل چمگادڑ خود ہی آفتاب کے نور سے محروم ہے اُس کے نور میں خلل انداز نہیں ہے۔ عذاب۔ یعنی دشمن تو وہ ہے جس کی دشمنی سے منافع کو نقصان پہنچے لعل بعل آفتاب سے فیض حاصل کرتا ہے۔

ف۳ کے حجاب۔ اپنے زمانہ کے یکتا کے ساتھ دشمنوں کی دشمنی اُنکی آنکھ کا حجاب نہیں بن سکتی ہے بلکہ دشمن خود اپنے آپ کو اندھا اور بہرہ بنا لیتے ہیں۔ کیں۔ کینہ۔ ستیز۔ لڑائی جھگڑا۔

سرنگوں می افتد از بام سرا
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے

تا زیانے کردہ باشد خواجہ را[51]
تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

گر شود بیمار دشمن با طبیب
اگر بیمار، طبیب کا دشمن ہو جائے

ور کند کودک عداوت با ادیب
اگر بچہ اُستاد سے عداوت کرے

در حقیقت دشمنِ جانِ خود اند
درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں

راہِ عقل و جانِ خود را خود زنند
اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گازرے[52] گر خشم گیرد ز آفتاب
دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے

ماہیے گر خشم می گیرد ز آب
مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

ق

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں
تو غور کر، نقصان کس کا ہے

عاقبت کہ بُود سیاہ اختر ازاں
آخر کار اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا!

گر ترا حق آفریند زشت رُو
اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہو

ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خُو
خبردار، بدصورت اور بدعادت نہ بن

ور بود کفشت مرو در سنگلاخ
اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں چل

ور دو شاخستت مشو تو چار شاخ
اگر تیرے دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن

تو حسودی[53] کز فلاں من کمترم
تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں

می فزاید کمتری در اخترم
وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے

خود حسد نقصان و عیبِ دیگرست
خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے

بلکہ از جملہ بدیہا بدترست
بلکہ تمام بُرائیوں سے بُرا ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری
شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے

خویشتن افگند در صد ابتری
اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

از حسد می خواست تا بالا بُود
اُس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اُونچا بنے

خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بُود
اُونچا تو کیا بنتا، بلکہ خون آلود ہو گیا

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت
ابوجہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی

وز حسد خود را ببالا می فراشت
اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

بوالحکم نامش بُد و بوجہل شد
اُس کا نام بوالحکم تھا، بوجہل ہو گیا

اے بسا اہل از حسد نا اہل شد
بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نااہل بنے

---

[51] خواجہ را۔ خواجہ کو نقصان کیا پہنچا دشمنی میں خود اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا۔ راہِ عقل۔ نہ عقل کی تکمیل ہوگی نہ جان کی بالیدگی ہوگی۔

[52] گازر۔ دھوبی کو کپڑے سکھانے کیلئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ماہیے۔ مچھلی کو اپنی زندگی کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ سیاہ اختر۔ بدنصیب۔ گر ترا۔ ایک عیب ہے تو انھیں اضافہ نہ کرنا چاہیئے انبیا اور اولیاء کے دشمنوں میں جہل تو تھا ہی دشمنی کر کے اور اپنے آپ کو تباہ کرلیا۔ ور کود۔ پیادہ پا جوتے پہن کر چلنا ایک مصیبت ہے۔ اُسکو پتھریلی زمین میں چل کر دوگنا نہ کر۔ شاخ۔ سینگ، ٹہنی، ٹکڑا یعنی اپنی مصیبت میں اضافہ نہ کر۔

[53] تو حسودی۔ حسد کی بنیاد دوسرے کے مال و جاہ کی زیادتی ہے، حاسد کا مال تو کم ہی ہوتا ہے۔ حسد کر کے اور مصائب میں اضافہ کرتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا اور سو مصیبتوں میں اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ از حسد۔ حسد کی وجہ سے بلندی تو کیا ملتی تباہ ہوگیا۔ ابوجہل۔ ہم حضور ؐ کے چچا عمر بن ہشام کو ابوالحکم کہا جاتا تھا وہ سب کے فیصلے کرتا تھا حسد میں مبتلا ہوا تو ابوجہل یعنی نادان لقب پڑا۔

jealousy

من ندیدم در جہانِ جُستجو — ہیچ اہلیّت بہ از خُوئے[1] نکو

میں نے تگ و دَو کی دنیا میں نہیں دیکھی — کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

انبیا را واسطہ زاں کرد حق — تا پدید آید حسدہا در فلق

اللہ (تعالیٰ) نے انبیا کا واسطہ اسی سے بنایا ہے — تاکہ حسد، روشنی میں نمایاں ہو جائے

در گذر از فضل وز چُستی و فن — کار خدمت دارد و خُلقِ حَسَن

بُرائی اور چالاکی اور ہنر سے درگزر کر — خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

زانکہ[2] کس را از خدا عارے نبود — حاسِدِ حق ہیچ دیّارے نبود

اِس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی — کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

آں کسے کش مثلِ خود پنداشتے — زاں سبب با اُو حسد برداشتے

جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے — اُس سے اِسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

چوں مقرّر شد بزرگیؐ رسولؐ — پس حسد ناید کسے را از قبول

جب رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بُزائی طے ہو گئی — تو کسی (مومن)، کو ماننے میں حسد نہیں آتا

پس[3] بہر دَورے ولیؔ قائم ست — تا قیامت آزمائش دائم ست

ہر زمانے میں ایک ولیِ قائم ہے — قیامت تک دائمی آزمائش ہے

ہر کرا خوئے نکو باشد برَست — ہر کسے کو شیشۂ دل باشد شکست

جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پاگیا — جس کا دل شیشے کا ہوگا وہ ٹوٹ گیا

پس امامِ حیؔ و قائم آں ولی ست — خواہ از نسلِ عمرؓ خواہ از علیؓ ست

زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے — خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

مہدیؔ و ہادی ولیست اے نیکخو — ہم نہان و ہم نشستہ پیشِ رُو

اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے — چُھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

اُو چو نور ست و خرد جبرئیلِ اُو — آں ولیِ کم از و قندیلِ اُو

وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبرئیلؑ ہے — اُس سے کم (درجہ کا) ولی اُس کا قندیل ہے

امامِ حیّ و قائم ہے مہدی بھی وہی ہے اور ہادی بھی وہی ہے، اُس کی یہ خوبیاں مخفی ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کی نگاہوں سے سُرّ مَن رَآی کے غار میں پوشیدہ ہیں۔ خرد جبرئیلِ او۔ اُس کی عقل اُس کے لئے منجانب اللہ پیغام رساں ہے۔ قندیلِ اُو۔ دوسرے اولیا۔ اُس کے ہی نور سے فیض پہنچاتے ہیں۔

---

[1] خوئے نیکو۔ نیک خصلت ہونا سب سے بڑی خوبی ہے۔ انبیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیا کو واسطہ اِسی لئے بنایا ہے تاکہ حاسدوں کا مخلصوں سے امتیاز ہو جائے۔ کار۔ خدمت گذاری اور خوش خُلقی ہی کام کی چیزیں ہیں۔

[2] زانکہ۔ اگر اللہ تعالےٰ رسولوں کا واسطہ نہ بناتا تو حاسِدوں کا حسد ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ کو کوئی بھی اپنے برابر کا تصوّر کر کے حسد نہ کرتا۔ آں کسے۔ اِنسان کے حسد کی بنیاد یہی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے پھر اُس کی بُرائی پر حسد کرتا ہے۔

[3] پس۔ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو جانے سے حاسدوں کے حسد کے اظہار کا موقع ختم نہیں ہوا۔ اب اولیاء اللہ کی ذات بھی حاسدوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ ولیِ قائم۔ قطب الاقطاب جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقاءِ عالم اُسکی بقا سے ہے۔ ہرکرا۔ اچھی عادت والے اُس کا اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں گے تُنک مزاج محروم رہیں گے۔ امامِ حیّ و قائم۔ شیعہ حضرات بارھویں امام محمد مہدیؑ کو زندہ اور قائم مانتے ہیں چونکہ اُن کے نزدیک امام صرف اہلِ بیت میں سے ہی ہو سکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ امام کے لئے نسلی کوئی خصوصیت نہیں ہے ہر دور کا قطب الاقطاب

سرنگوں می افتد از بام سرا
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے
تا زیانے کردہ باشد خواجہ را[1]
تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

گر شود بیمار دشمن با طبیب
اگر بیمار، طبیب کا دشمن ہو جائے
ور کند کودک عداوت با ادیب
اگر بچہ اُستاد سے عداوت کرے

در حقیقت دشمن جانِ خود اند
درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں
راہِ عقل و جانِ خود را خود زدند
اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گازرے[2] گر خشم گیرد ز آفتاب
دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے
ماہیے گر خشم می گیرد ز آب
مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

تو یکے بنگر کرا دارد زیاں
تو غور کر، نقصان کس کا ہے
عاقبت کہ بُود سیاہ اختر ازاں
آخر کار اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا!

گر ترا حق آفریند زشت رُو
اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہو
ہاں مشو ہم زشت رُو ہم زشت خُو
خبردار، بدصورت اور بدعادت نہ بن

ور بود کفشت مرو در سنگلاخ
اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں چل
ور دو شاخستت مشو تو چار شاخ
اگر تیرے دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن

تو حسودی[3] کز فلاں من کمترم
تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں
می فزاید کمتری در اخترم
وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے

خود حسد نقصان و عیبِ دیگر ست
خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے
بلکہ از جملہ بدیہا بدتر ست
بلکہ تمام بُرائیوں سے بُرا ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری
شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے
خویشتن افگند در صد ابتری
اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا!

از حسد می خواست تا بالا بُود
اُس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اُونچا بنے
خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بُود
اُونچا تو کیا بنتا، بلکہ خون آلود ہو گیا

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت
ابوجہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی
ور حسد خود را ببالا می فراشت
اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

بُوالحکم نامش بُد و بوجہل شد
اُس کا نام بُوالحکم تھا، بُوجہل ہو گیا
اے بسا اہل از حسد نا اہل شد
بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نا اہل بنے

---

[1] خواجہ را۔ خواجہ کو نقصان کیا پہنچتا دشمنی میں خود اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ راہِ عقل۔ نہ عقل کی تکمیل ہوگی نہ جان کی بالیدگی ہوگی۔

[2] گازر۔ دھوبی کو کپڑے سکھانے کیلئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ماہیے۔ مچھلی کو اپنی زندگی کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ سیاہ اختر۔ بدنصیب۔ گر ترا۔ ایک عیب ہے تو اسمیں اضافہ نہ کرنا چاہیئے۔ انبیا اور اولیاء کے دشمنوں میں جہل تو تھا ہی دشمنی کر کے اور اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ ور بود۔ پیادہ پا جوتے پہن کر چلنا ایک مصیبت ہے۔ اسکو پتھریلی زمین میں چل کر دوگنا نہ کر۔ شاخ۔ سینگ، ٹہنی، ملکہ ایستو یعنی اپنی مصیبت میں اضافہ نہ کر۔

[3] تو حسودی۔ حسد کی بنیاد دوسرے کے مال و جاہ کی زیادتی ہے، حاسد کا مال تو کم ہی ہوتا ہے حسد کر کے اور مصائب میں اضافہ کرتا ہے۔ ابلیس شیطان نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا اور نئی مصیبتوں میں اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ از حسد۔ حسد کی وجہ سے بلندی تو کیا ملتی تباہ ہو گیا۔ ابوجہل۔ آنحضورؐ کے بچچا عمر بن ہشام کو ابوالحکم کہا جاتا تھا وہ سب کے فیصلے کرتا تھا حسد میں مبتلا ہوا تو ابوجہل یعنی نادان لقب پڑا۔

jealousy

من ندیدم در جہانِ جستجو — ہیچ اہلیّت بہ از خوئے[۱] نکو

میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی — کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

انبیا را واسطہ زاں کرد حق — تا پدید آید حسدہا در فلق

اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اسی سے بنایا ہے — تاکہ حسد، روشنی میں نمایاں ہو جائے

درگذر از فضل و زجُستی و فن — کار خدمت دارد و خُلقِ حسن

بُرائی اور چالاکی اور ہنر سے درگزر کر — خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

زانکہ[۲] کس را از خدا عارے نبود — حاسدِ حق ہیچ دیّارے نبود

اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی — کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

آں کسے کِش مثلِ خود پنداشتے — زاں سبب با اُو حسد برداشتے

جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے — اُس سے اسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

چوں مقرّر شد بزرگیِ رسولؐ — پس حسد ناید کسے را از قبول

جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑائی طے ہو گئی — تو کسی (مومن)، کو ماننے میں حسد نہیں آتا

پس[۳] بہر دورے ولیّ قائم ست — تا قیامت آزمائش دائم ست

ہر زمانے میں ایک ولیِ قائم ہے — قیامت تک دائمی آزمائش ہے

ہر کرا خوئے نکو باشد برست — ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست

جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پا گیا — جس کا دل شیشے کا ہوگا وہ ٹوٹ گیا

پس امامِ حیّ و قائم آں ولی ست — خواہ از نسلِ عمرؓ خواہ از علیؓ ست

زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے — خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

مہدی و ہادی ویست اے نیکخو — ہم نہان و ہم نشستہ پیشِ رُو

اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے — چُھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

اُو چو نور ست و خرد جبرئیلِ اُو — آں ولیِ کم ازو قندیلِ اُو

وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبرئیلؑ ہے — اُس سے کم (درجہ کا) ولی اُس کا قندیل ہے

امامِ حیّ و قائم ہے مہدی بھی وہی ہے اور ہادی بھی وہی ہے، اُس کی یہ خوبیاں مخفی ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کی نگاہوں سے سُرّ مَن رَآی کے غار میں پوشیدہ ہیں۔ خرد جبرئیل او۔ اُس کی عقل اُس کے لئے منجانب اللہ پیغام رساں ہے۔ قندیلِ اُو۔ دوسرے اولیاء اُس کے ہی نور سے فیض پہنچاتے ہیں۔

۱ خوئے نیکو۔ نیک خصلت ہونا سب سے بڑی خوبی ہے۔ انبیاء۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیا کو واسطہ اسی لئے بنایا ہے تاکہ حاسدوں کا مخلصوں سے امتیاز ہو جائے۔ کار۔ خدمت گزاری اور خوش خُلقی ہی کام کی چیزیں ہیں۔

۲ زانکہ۔ اگر اللہ تعالےٰ نے رسولوں کا واسطہ نہ بنایا تو حاسدوں کا حسد ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ کو کوئی بھی اپنے برابر کا تصور کر کے حسد نہ کرتا۔ آں کسے۔ انسان کے حسد کی بنیاد یہی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے پھر اُس کی بڑائی پر حسد کرتا ہے۔

۳ پس۔ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو جانے سے حاسدوں کے حسد کے اظہار کا موقع ختم نہیں ہوا، اب اولیاء اللہ کی ذات بھی حاسدوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ ولیِ قائم۔ قطب الاقطاب جو تمام عوام پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقاءِ عالم اُسکی بقا سے ہے۔ ہر کرا۔ اچھی عادت والے اُس کا اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں گے تنگ مزاج محروم رہیں گے۔ امامِ حیّ و قائم۔ شیعہ حضرات بارھویں امام محمد مہدیؑ کو زندہ اور قائم مانتے ہیں چونکہ اُن کے نزدیک امام صرف اہلِ بیت میں سے ہی ہو سکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ امام کے لئے نسلی کوئی خصوصیت نہیں ہے ہر دور کا قطب الاقطاب

وانکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃِ ماست[1]
اور جو اُس قندیل سے کم (درجہ کا) ہے وہ ہمارا طاقچہ ہے
نور را در مرتبہ ترتیبہاست
مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

زانکہ ہفصد پردہ دارد نورِ حق
اِسلئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے
پردہائے نور داں چندیں طبق
تو اِن مراتب کو نور کے پردے سمجھ

از پسِ ہر پردہ قومے را مقام
ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے
صف صف اند ایں پردہاشاں تا امام
اُن کے یہ پردے اِمام تک صف بصف ہیں

اہلِ[2] صفِ آخریں از ضعفِ خویش
آخری صف والے، اپنی کمزوری کی وجہ سے
چشمِ شاں طاقت ندارد نورِ پیش
اُنکی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

واں صفِ پیش از ضعیفیِ بصر
اگلی صف، نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے
تاب نارد از شعاعِ بیش تر
زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

روشنی کو حیاتِ اوّل ست
وہ روشنی جو پہلی (صف) کی زندگی ہے
رنجِ جان و فتنۂ ایں احول ست
اِس کمزور آنکھ والے کی جان کیلئے مصیبت و آفت ہے

احولیہا اندک اندک کم شود
اِس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے
چوں ز ہفصد بگذرد او یم شود
جب سات سو پردوں سے گزر جاتا ہے "میں وہ ہوں" ہو جاتا ہے

آتشے[3] کا صلاحِ آہن یا زرست
وہ آنچ جو لوہے یا سونے کی (باعثِ) اِصلاح ہے
کے صلاحِ آبی و سیبِ ترست
تازہ سیب اور بہی کی (باعثِ) اِصلاح کب ہے؟

سیب و آبی خامیئ دارد خفیف
سیب اور بہی تھوڑا سا کچاپن رکھتے ہیں
نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
لوہے جیسا نہیں، (اِسلئے) ہلکی گرمی چاہتے ہیں

لیکن آہن را لطیف آں شعلہاست
لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں
کو جذوبِ تابشِ آں اژدہاست
کیونکہ وہ گرمی کے اُن اژدہوں کو خوب جذب کرنے والا ہے

ہست آں آہن فقیرِ سخت کش
سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے
زیرِ پتک و آتش ست او سرخ و خوش
ہتھوڑے اور آگ کے نیچے وہ اور سرخ اور خوش ہے

حاجبِ آتش بود بے واسطہ
وہ بلا واسطہ آگ کی روک بنتا ہے
در دلِ آتش رود بے رابطہ
بغیر کسی ذریعہ آگ کے درمیان گھس جاتا ہے

شعلے۔ فقیرِ سخت کش۔ وہ درویش جو مجاہدات کی بھٹی میں تپتا ہے اس کی حالت لوہے کی طرح ہے۔
حاجب۔ وہ اُس آگ کو براہِ راست بدن پر لے لیتا ہے۔

[1] وانکہ۔ قطب الاقطاب نور ہے جو اولیا اُس سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیلوں کے ہیں دیگر بزرگ جو اُن اولیاء سے منور ہیں اُن کی مثال طاقچہ کی سی ہے جو قندیل سے منور ہوتا ہے۔ ہفصد یعنی بہت سے۔ طبق یعنی اولیاء کے طبقات۔ از پس۔ اولیاء کے مختلف طبقات ہیں جو قطب الاقطاب پر جاکر ختم ہو جاتے ہیں۔

[2] اہلِ صف۔ آخری صف والے زیادہ تجلی کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ صفِ پیش یعنی آخری صف سے اگلی صف والے۔ شعاع۔ یعنی نورِ خداوندی۔ حیاتِ اوّل۔ یعنی وہ تجلی جو صفِ اوّل کے لئے باعثِ حیات ہے۔ احول۔ بھینگا، کمزور نگاہ والا۔ احولیہا۔ دوسرے تیسرے درجہ کے اولیاء بھی مجاہدات کے ذریعہ ترقی کرکے اور حجابات طے کرکے عارفِ کامل بن جاتے ہیں۔ او یم۔ میں وہ ہوں، وحدت کی طرف اشارہ ہے۔

[3] آتشے۔ یعنی جس طرح محسوسات میں ہر آگ کو ہر چیز برداشت نہیں کر سکتی اسی طرح ہر تجلی کا ہر شخص متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر وہ آنچ جو لوہے کیلئے مفید ہے سبزی پر ڈال دی جائے تو وہ جل کر خاک ہو جائیگی۔ آبی۔ بہی۔ آں شعلہا۔ جو سخت آنچ لوہے کیلئے درکار ہے لوہے کے لئے وہی لطیف ہے۔ اژدہا یعنی

بے حجابے آب و فرزندانِ آب[1] — **پختگی ز آتش نیابند و خطاب**

پانی اور پانی کی پیداوار بغیر آڑ کے — آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

واسطہ دیگے بُود یا تابۂ — **ہمچو پا را در روش پاتابۂ**

دیگ کا واسطہ ہو، یا توے کا — جس طرح چلنے میں پیر کے لئے جوتا

یا مکانے در میاں تا آں ہوا — **میشود سوزاں و می آرد نما**

یا درمیان میں الگ جگہ ہو تاکہ وہ ہوا — گرم ہو، اور بڑھائے

پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست — **شعلہا را با وجودش رابطہ ست**

درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے — شعلوں کو اُس کی وجود سے تعلق ہے

پس دلِ عالم ویست ایرا کہ تن — **می رسد از واسطہ ایں دل بفن**

وہ درویش عالم کیلئے (بمنزلہ) دل ہے کیونکہ جسم — اِسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

دل نباشد تن چہ داند گفتگو — **دل نہ جوید تن چہ داند جستجو**

اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟ — دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

پس نظرگاہِ شعاع آں آہن ست — **پس نظرگاہِ خدا دل نے تن ست**

لہٰذا شعلے کا منظورِ نظر، لوہا ہے — خدا کا منظورِ نظر دل ہے، نہ کہ جسم

باز ایں دلہائے جزوی چوں تن ست — **با دلِ صاحبدلے کو معدن ست**

پھر یہ جزوی دل جسم کی طرح ہیں — صاحبِ دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بس مثال و شرح خواہد ایں کلام[2] — **لیک ترسم تا نہ لغزد فہمِ عام**

یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے — لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

تا نہ گردد نیکوئیِ ما بدی — **ایں کہ گفتم ہم نہ بُد جز بیخودی**

تاکہ ہماری نیکی، بدی نہ بن جائے — یہ بھی جو کچھ میں نے کہہ دیا سوائے بیخودی کے کچھ نہ تھا

پائے کژ را کفشِ کژ بہتر بود — **مر گدا را دستگہ بر در بود**

ٹیڑھے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے — گداگر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

امتحانِ[3] بادشاہ بآں دو غلام کہ نو خریدہ بود

بادشاہ کا اُن دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

بادشاہے دو غلام ارزاں خرید — **تا یکے زاں دو سخن گفت و شنید**

ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے — ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی اور سُنی

---

[1] فرزندانِ آب۔ پانی کی پیداوار۔ خطاب۔ یعنی ان کو مثلاً روٹی، پلاؤ وغیرہ نہیں کہلاتا۔ تابہ۔ توا، آٹا جب توے کے واسطے سے آگ پر پکے گا تب اُس کو روٹی کہا جائیگا۔ پاتابہ۔ جوتہ۔ نما۔ گرم ہوا سے درخت وغیرہ نشو و نما پاتے ہیں۔ پس فقیر۔ عارفِ کامل براہِ راست کسبِ فیض کرتا ہے۔ دلِ ویست۔ قطبُ الاقطاب عالم کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ دل نباشد۔ جسم کے سارے کمالات دل کی وجہ سے ہیں۔ نظرگاہِ خدا دل۔ خدا کا منظورِ نظر قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ دلہائے جزوی یعنی اُس دور کے دیگر اولیاء۔ بادلِ صاحب دلے۔ قطبُ الاقطاب دیگر اولیاء کو فیض پہنچاتا ہے۔

[2] ایں کلام۔ اولیاء کے مراتب کی وضاحت کے لئے مفصّل کلام درکار ہے جس کا مآل وحدتُ الوجود کا مسئلہ ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تا نہ گردد نیکی بر باد گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔ پائے کژ۔ عوام کے ذہن کے مطابق عوام سے بات کرنی چاہیئے، باریک مسائل اُن کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مر گدا را۔ فقیر دروازے پر سے بھیک مانگے گا تو کچھ مل جائیگا گھر میں گھسے گا تو گت بن جائے گی۔

[3] امتحان۔ پہلے کہا گیا تھا کہ ہر شخص کے مناسب حال اس سے بات

یا فتش زیرک دل و شیریں جواب — از لبِ[1] شکر چہ زاید شکر آب

اُس نے اُس کو ذہین اور شیریں جواب پایا — حسین ہونٹوں سے کیا ٹپکتا ہے؟ شربت

آدمی مخفیست در زیرِ زباں — ایں زباں پردہ است بر درگاہِ جاں

انسان زبان میں پوشیدہ ہے — یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید — سِرِّ صحنِ خانہ شد بر ما پدید

جب ہوا نے پردہ ہٹا دیا — گھر کے صحن کا راز ہم پر کھُل گیا

کاندراں خانہ گہر[2] یا گندم ست — گنجِ زر یا جملہ مار و کژدم ست

کہ اُس گھر میں موتی ہیں، یا گیہوں — سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں

یا درو گنجست و مارے بر کراں — زانکہ نبود گنجِ زر بے پاسباں

یا اُس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے — اسلئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

بے تأمل اُو سخن گفتے چناں — کز پسِ پانصد تأمل دیگراں

وہ بے تأمل ایسی باتیں کرتا — جو دوسرے پانچسو بار غور کرکے (کرتے)

گفتے در باطنش دریاستے — جملہ دُر یا گوہرِ گویاستے

گویا اُس کے اندر ایک دریا ہے — جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا موتی ہے

نورِ[3] ہر گوہر کزو تاباں شدے — حق و باطل را ازاں فرقاں شدے

ہر موتی (بات) کا نور جو اُس سے چمکتا — حق اور باطل اُس سے الگ الگ ہو جاتا

نورِ فرقاں فرق کردے بہرِ ما — ذرّہ ذرّہ حق و باطل را جُدا

قرآن کا نور ہمارے لئے جدا کر دیتا — حق اور باطل کے ذرّے ذرّے کو علیحدہ

نورِ گوہر نورِ چشمے ما شدے — ہم سوال و ہم جواب ما بُدے

موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہو جاتا — ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہو جاتا

چشم کژ کردی دو دیدی قرصِ ماہ — چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ

تو نے آنکھ کو ٹیڑھا کر لیا، چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا — اشتباہ (کے معاملہ) میں یہ ٹیڑھی نظر سوال (اعتراض) جیسی ہے

راست گرداں چشم را در ماہتاب — تا یکے بینی تو مہ را اینک جواب

چاند (کو دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کر لے — تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے، یہ جواب ہے

---

[1] لبِ شکر- شیریں دہن- زیرِ زباں۔ عربی کا مشہور محاورہ ہے۔ اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ چونکہ۔ جب آدمی بول پڑا تو زبان کا پردہ ہٹ گیا۔ صحنِ خانہ یعنی انسان کا باطن۔

[2] گہر- یعنی اچھی خصلتیں۔ گندم یعنی معمولی خصلتیں۔ مار و کژدم یعنی بُری خصلتیں۔ یا درو۔ یعنی اُس میں اچھی اور بُری دونوں خصلتیں ہیں۔ زانکہ۔ عموماً اچھوں میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہی ہے۔ بے تأمل۔ وہ برجستہ ایسی بات کہتا تھا کہ دوسرا سینکڑوں بار سوچ کر بھی نہ کہہ سکے۔ تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقاں۔ الگ الگ نظر آنا

[3] نورِ فرقاں۔ پہلے اشعار میں مولانا نے اُس غلام کی باتوں کے بارے میں فرمایا کہ اُس سے حق و باطل میں اِمتیاز ہو جاتا تھا اِس پر شبہ ہوا کہ یہ صفت تو قرآن میں بھی نہیں ہے ورنہ دنیا میں کوئی گمراہ نہ رہتا۔ اِن اشعار میں مولانا نے اِس شبہ کا جواب دیا ہے کہ بیشک قرآن میں اپنی جگہ یہی خوبی ہے لیکن دیکھنے والے کی آنکھ کی کجی اُس میں آڑے آجاتی ہے۔ فرقان۔ کلام اللہ کا نام ہے چونکہ وہ حق و باطل میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ گوہر یعنی قرآن کی آیتیں۔ ہم سوال۔ جو شبہ پیدا ہوتا اُس کا جواب خود قرآن میں مل جاتا۔ چشم کژ۔ بھینگے کو صحیح حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔ اینک جواب۔ جواب یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو صحیح کرے قرآن کی فرقانیت واضح ہو جائے گی۔

فکرتت را راست کن نیکو نگر
اپنی فکر کو سیدھا کر لے، اچھی طرح دیکھ
ہست ہم نور و شعاعِ آں گہر [1]
وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے

ہر جوابے کاں ز گوش آید بدل
جو جواب کان کے ذریعہ سے دل میں پہنچتا ہے
چشم گفت از من شنو آں را بہل
چشم (بصیرت) کہتی ہے مجھ سے سن، اس کو چھوڑ

گوش دلّالست و چشم اہلِ وصال
کان (تو) دلّال ہے اور چشم (بصیرت خود) صاحبِ وصل ہے
چشم صاحب حال و گوش اصحابِ قال
چشمِ (بصیرت) صاحبِ حال ہے اور کان زبانی بات کرنے والوں میں سے ہے

در شنیدِ [2] گوش تبدیلِ صفات
کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے
در عیانِ دیدہا تبدیلِ ذات
مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

ز آتش ار علمت یقیں شد لے سخن
بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے
پختگی جو در یقیں منزل مکن
یقین میں پختگی طلب کر، ٹکاؤ نہ کر

تا نسوزی نیست آں عین الیقیں
جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عین الیقین نہیں ہے
ایں یقیں خواہی در آتش نشیں
تو یہ یقین چاہتا ہے، تو آگ میں بیٹھ

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود
کان اگر پرکھنے والا ہو تو چشم (بصیرت) بنجاتا ہے
ورنہ قُل در گوش پیچیدہ شود
ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے، واپس لوٹ
تا کہ شہ با آں غلامانش چہ کرد
دیکھ، بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

رواں کردن بادشاہ یکے را ازاں دو غلام وازیں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا ان دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک [3] را چو دید اہلِ ذکا
جب اُس (شاہ) نے اُس پیارے غلام کو ذہین سمجھا
آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

کافِ رحمت گفتمش تصغیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کیلئے بولا ہے تحقیر کا
جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
دادا جب میرا بچونگڑا کہتا ہے تو تحقیر نہیں ہے

چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاہ
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا
بود او گندہ دہاں دنداں سیاہ
وہ گندہ دہن اور کالے دانتوں والا تھا

لگایا جاتا ہے اُس کو چھوٹا کر کے ظاہر کرنا ہوتا ہے، اب یہ چھوٹا ظاہر کرنا کبھی اُس چیز کی ذلت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے) بندے اور پیار کے اظہار کے لئے۔

[1] ہست - صحیح فکر خدا کی دین ہے۔ گُہر - یعنی ذاتِ باری۔ ہر جوابے - کسی شبہ کا حقیقی جواب صحیح فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسروں کا جواب سُن لینے سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ گوش - سنی سنائی بات اور صحیح فکر سے حاصل شدہ بات میں وہی نسبت ہے جو ایک دلّال اور محبوبہ میں ہے۔ صاحب حال - جو کسی کیفیت میں خود مبتلا ہو۔ اصحاب قال - وہ لوگ جنھوں نے اُس کیفیت کو لوگوں سے سُنا ہو۔

[2] در شنید - کسی بُری بات کے نتیجہ کو سُن کر انسان اُس سے پرہیز کرتا ہے جس میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اُس بُرائی کو پھر کر بیٹھے لیکن انجامِ بد میں پھنس کر ایسی نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ اُس بُرائی کا ارتکاب ممکن نہیں رہتا ہے۔ یقین - آگ کے جلا دینے کی اگر کوئی مخبرِ صادق خبر دے اُس سے جو یقین آگ کے جلانے پر حاصل ہوا وہ علم الیقین ہے۔ کسی کو آگ میں جلتے دیکھ کر جو اُس کے جلانے پر یقین حاصل ہوا وہ عین الیقین ہے۔ خود اپنا ہاتھ آگ میں جلنے سے جو آگ کے جلانے پر یقین حاصل ہوا وہ حق الیقین ہے۔ گوش - کان کو اگر کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بھی آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے اور سننا بھی دیکھنے کے قائم مقام بن جاتا ہے۔

[3] غلامک - اِس میں کاف تصغیر کا ہے یعنی جس میں یہ

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ او
بادشاہ اگرچہ اُسکی گفتگو سے (مُنہ کی بدبُو) ناخوش ہوا
جُستجوئے کرد ہم زاَسرارِ[1] او
(تاہم) اُس کے بھیدوں کی جُستجو کی

گفت با ایں شکل و گندہ دہاں
اُس (بادشاہ) نے کہا اِس شکل اور مُنہ کی بدبُو ہوتے ہوئے
دور بنشیں مرکب ایں سو تر مراں
پرے ہو کر بیٹھ، سواری اِس جانب زیادہ نہ بڑھا

کہ تو زاہلِ نامہ و رُقعہ بُدی
کیونکہ تو نامہ و پیام کے لائق ہے
نے جلیس و یار و ہم بُقعہ بُدی
نہ کہ ہم نشین اور ہم مجلس دوست ہونے کے

تا علاجِ آں دہانِ تو کنیم
جبتک کہ ہم تیرے مُنہ کا علاج کریں
تو حبیب و ما طبیبِ پُر فنیم
تو بیمار ہے اور ہم ہُنرمند طبیب ہیں

بہرِ کیکے نو گلیمے سوختن
ایک پسّو کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)
نیست لائق از تو دیدہ دوختن
(اسی طرح) تجھ سے آنکھیں بند کر لینا مناسب نہیں ہے

لیک قابل تر بُدی زاں یارِ خود
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے
نزدِ ما آکہ تو بہ زاں یارِ بد
ہمارے پاس آجا کیونکہ تو اُس بُرے دوست سے بہتر ہے

با ہمہ بنشیں دو سہ دستاں بگو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصے سُنا
تا بہ بینم صورتِ عقلت نکو
تاکہ میں تیری عقل کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

آں ذکی[2] را پس فرستاد او بکار
پھر اُس ذہین کو اُس نے کام کیلئے بھیج دیا
سوئے حمّامے کہ رو خود را بخار
حمّام کی جانب کہ جا اپنے آپ کو مَل دَل

ویں دگر را گفت تو چہ زیرکی
اُس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے
صد غلامی در حقیقت نے یکی
درحقیقت تو سَو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

آں نہ کاں خواجہ تاشِ تو نمود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے
از تو مارا سرد کرد آں حسود
اُس حاسد نے ہمیں تجھ سے برگشتہ کیا ہے

گفت کو دُزد و کژ است و کژ نشیں
اُس نے کہا ہے کہ وہ (تو) چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت (ہے)
حیز و نامرد و چناںست و چنیں
کم ہمت (ہے) اور نامرد ہے) اور ایسا ہے اور ویسا (ہے)

گفت[3] پیوستہ بُدست او راست گو
اُس نے کہا، وہ ہمیشہ سے سچّا ہے
راست گوئے من ندیدستم چو او
اُس جیسا سچّا میں نے نہیں دیکھا

راستی و نیک خوئی و حیا
سیدھا پن، اور نیک خصلتی اور شرم
حِلم و دینداری و احسان و سخا
بُردباری، اور دینداری اور احسان اور سخاوت

ق

---

[1] اَسرار۔ بھید۔ مرکب یعنی دُور تو بیٹھ لیکن اِس قدر دُور نہیں کہ بات ہی نہ سُن سکے۔
کہ تو۔ چونکہ تو گندہ دہن ہے اِس لئے تو ہم مجلس تو نہ بنے گا لیکن تجھ سے نامہ و پیام کا کام لیا جائیگا یا تجھ سے آمنے سامنے بات نہ کی جائیگی بلکہ نامہ و پیام کے ذریعہ تجھ سے کام لیا جائیگا۔
بہرِ کیکے۔ جس طرح ایک پسّو کی وجہ سے گدڑی جلا دینا حماقت ہے اِسی طرح محض گندہ دہنی کی وجہ سے تجھ سے جدائی مناسب نہیں ہے۔
لیک۔ چونکہ راز معلوم کرنا تھا اِس لئے اِس طرح کی گفتگو شروع کی۔ یار بد۔ یعنی دوسرا غلام۔ با ہمہ۔ یعنی گندہ دہنی وغیرہ کے ہوتے ہوئے۔ دستاں۔ داستاں۔

[2] ذکی۔ ذہین، روشن طبع۔ بخار۔ یعنی بدن مَل کر غسل کرے۔ زیرکی۔ زیرک ہستی۔ غلامی۔ غلام ہستی یعنی۔ یک ہستی۔ خواجہ تاش۔ آقا شریک۔ سرد کردن۔ برگشتہ بنانا۔ کژ۔ ٹیڑھا، بدچلن۔ کژ نشین۔ آوارہ، بدصحبت۔ حیز۔ مخنث، نامرد۔

[3] گفت۔ یعنی مخاطب بد صورت غلام نے جواب میں کہا۔ بُدست۔ بودہ است۔ راستی۔ سچائی۔ حیا۔ شرم۔ حلم۔ بُردباری۔

راستؔ گوئی در نہادش خلقتست
(اور) سچائی اُس کے مزاج میں پیدائشی ہے

ہر چہ گوید من نگویم تہمت ست
وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے

کژ ندانم آں نکو اندیش را
میں اِس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں

مُتَّہم دارم وجودِ خویش را
اپنے آپ کو مُلزم ٹھہراتا ہوں

باشد اُو در من بہ بیند عیبہا
ہوسکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو

من نہ بینم در وجودِ خود شہا
اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں

ہر کسے گر عیبِ خود دیدے زپیش
ہر شخص اگر پیشگی اپنا عیب دیکھ لیتا

کے بُدے فارغ وے از اصلاحِ خویش
اپنی اِصلاح سے کب فارغ ہوتا؟

غافل اند ایں خلق از خود اے پدر
اے بابا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں

لاجرم گویند عیبِ ہمدگر
لامحالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں

من نہ بینم روئے خود را اے شمن[۲]
اے صورت پرست! میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں

من بہ بینم روئے تو تو روئے من
میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں، تو میرا چہرہ

آں کسے کہ اُو بہ بیند روئے خویش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے

نورِ اُو از نورِ خلقاں ست بیش
اُس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے

گر بمیرد نورِ اُو باقی بُود
اگر وہ مر (بھی) جائے اُس کا نور باقی رہتا ہے

زاں کہ دیدش دیدِ خلاّقی بُود
کیونکہ اُس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے

نورِ حسّی نبود آں نورے کہ اُو
وہ نور حسّی نہیں ہوتا جو کہ وہ

روئے خود محسوس بیند پیشِ رُو
اپنے چہرے کو آمنے سامنے محسوس کرے

گفت[۳] تو ہم عیبِ اُو گو مُو بمُو
(اُس نے کہا) تو بھی اسکے عیب ایک ایک کرکے کہہ دے

اینچناں کہ گفت اُو از عیبِ تو
جس طرح اُس نے تیرے عیب کہے ہیں

تا بدانم کہ تو غمخوارِ منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غمخوار ہے

کدخدائے مملکت یارِ منی
سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اُسکے عیوب

گرچہ ہست اُو مرا خوش خواجہ تاش
اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے

عیبِ اُو مہر و وفا و مردمی
اُس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت ہے

خوئے اُو صدق و ذکا و ہمدمی
اُسکی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے

ف۱ راستؔ گوئی۔ سچ بولنا۔ نہاد۔ طبیعت۔ ہر چہ گوید۔ وہ جو کچھ بھی میرے بارے میں کہتا ہے۔ مُتَّہم۔ تہمت زدہ، بدنام۔ باشد۔ ہوسکتا ہے، ممکن ہے۔ شہا۔ اے شاہ۔ ہر کسے۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بُدے۔ بودے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔

ف۲ شمن۔ بت پرست، عابد۔ رُوئی۔ مُنہ یعنی عیب۔ خلقاں۔ مخلوق۔ باقی بود۔ خدائی نور باقی رہنے والا ہے۔ روئے خود۔ اپنے عیوب اُس کو ایسے صاف نظر آتے ہیں جیسا کہ دوسرے کے۔

ف۳ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اُسے ابھار کر دوسرے غلام کی بابت پوچھا۔ کدخدا۔ مہتمم، منتظم۔ مملکت۔ سلطنت۔ عیبِ او۔ یہ اُس طریقہ پر تعریف ہے جو بظاہر عیب جوئی ہے۔ مردمی۔ انسانیت۔ ذکا۔ ذہانت۔ ہمدمی۔ غمخواری۔

کمترین عیبش جوانمردی و داد[۱]
اُس کا سب سے چھوٹا عیب، سخاوت اور بخشش ہے

آں جوانمردی کہ جاں راہم بداد
ایسی سخاوت جو جان بھی بخش دے

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید
خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں

چہ جوانمردی بود کاں را ندید
جس نے اُنکو نہ دیکھا اُسکی (جان کی) سخاوت کیا ہوگی

ور بدیدے[۲] کے بجاں بُخلش بُدے
اگر (اُن جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بُخل کرتا؟

بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شُدے
(اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا؟

بر لبِ جو بُخلِ آب آں را بود
نہر کے کنارے پر پانی کا بُخل اُس میں ہوگا

کو زجوئے آب نابینا بود
جو نہر کے پانی سے اندھا ہوگا

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر

داند او پاداشِ خود در یومِ دیں
قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا

ق

ہر یکے را دہ عوض می آیدش
کہ اُس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے

ہر زماں جودے دِگرگوں زایدش
اُس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہوگی

جُود جملہ از عوضہا دیدن ست
سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے

پس عوض دیدن ضدِ ترسیدن ست
بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے

بُخل[۳] نادیدن بود اعواض را
بدلوں کو نہ دیکھنا بُخل (کا سبب) ہوتا ہے

شاد دارد دیدِ دُر غوّاص را
موتی کی دید، غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے

پس بعالم ہیچکس نبود بخیل
(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی بخیل نہ ہو

زانکہ کس چیزے نبازد بے بدیل
اس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی کچھ نہیں دیتا ہے

پس سخا از چشم آمد نے ز دست
تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے

دید دارد کار جز بینا نرست
معاملہ دیکھنے پر ٹھہرا دیکھ لینے والے کے سوا کسی نے (بُخل سے) نجات حاصل نہ کی

عیب دیگر آنکہ خود بیں نیست او
(اُس غلام میں) دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خود بیں نہیں ہے

ہست در ہستی خود او عیب جو
وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

عیب گوی و عیب جوی خود بُدست
وہ خود اپنا عیب گو اور عیب جو ہے

باہمہ نیکو و با خود بد بُدست
سب کیساتھ بھلا اور اپنے لئے بُرا ہے

---

[۱] جوانمردی۔ شجاعت، سخاوت۔ داد۔ بخشش۔ آں جوانمردی۔ سخاوت کا انتہائی درجہ ہے کہ اپنی جان بھی ضرورت مند کو دیدے۔ صد ہزاراں۔ اِس شعر کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جان دینے اور شہادت کا شوق اُس شخص کو ہوگا جس کے مدِ نظر وہ جانیں ہوں گی جو اُس ایک جان کو اللہ کے راستہ میں لُٹا دینے سے حاصل ہونگی دوسرا مطلب بعض صاحبان نے یہ لکھا کہ بدلے میں جو جانیں ملیں گی وہ مدِ نظر نہ ہوں بلکہ صرف مولیٰ کی رضا مدِ نظر ہو۔ تو اِس صورت میں دوسرے مصرع کا ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ سخاوت کیا ہی اعلیٰ ہے جس میں بدلے کی جانیں پیشِ نظر نہ ہوں۔ اِن دونوں مطلبوں کے اعتبار سے آئندہ چند شعروں کا مطلب بیان کرنا ہوگا۔

[۲] ور بدیدے۔ اگر ایک جان کے بدلے میں بہت سی اَبدی جانیں مل جانے کا یقین ہو تو جان دینے میں کوئی بھی بُخل نہ کرے۔ بر لبِ جو۔ نہر کے کنارے پر پانی پر وہی بخل کرے گا جو نہر کا پانی نہ دیکھ رہا ہو۔ پاداش۔ جزا، بدلہ۔ یومِ دین۔ بدلہ کا دن، روزِ قیامت۔ ہر یکے۔ حدیث شریف ہے "کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ بِعَشَرَةِ اَمْثَالِهَا"۔ انسانوں کو ہر عمل کا بدلا دس گنا ملیگا "ترسیدن۔

شیطان فقر سے ڈرا کر سخاوت سے روکتا ہے۔ [۳] بُخل۔ انسان بُخل جب ہی کرتا ہے جبکہ آخرت کے بدلوں پر اُسکو یقین نہ ہو۔ اَعواض۔ عوض کی جمع، بدلہ۔ غوّاص۔ غوطہ خور۔ از چشم۔ بدلہ کا عین الیقین سخاوت کا سبب ہے۔ نے زدست۔ ہاتھ محض آلۂ کار ہے۔ نرست۔ بُخل سے وہی چھٹکارا پائیگا جسکو بدلہ نظر آرہا ہو۔ بُدست۔ بودہ است۔ م

گفت شہ جلدی مکن در مدحِ یار — مدحِ[1] خود در ضمنِ مدحِ اُو میار

بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر — اُس کی تعریف کے ضمن میں خودستائی نہ کر

زانکہ من در امتحاں آرم وُرا — شرمساری آیدت در ماجرا

اِس لئے کہ میں اُس کو آزماؤں گا — (اِس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہوگی

قسمِ غلام در صدق و وفائے یارِ خود از طہارتِ

بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے

ظنِّ خود نزدیکِ شاہ

گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت نے[2] واللہِ باللہِ العظیم — مالکِ المُلکِ و رحمٰن و رحیم

اُس (غلام) نے کہا نہیں، خدا کی قسم، اُس خدا کی قسم جو بزرگ ہے — سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

آں خدائے کہ فرستاد انبیا — نے بحاجت بل بفضل و کبریا

وہ خدا جس نے نبی بھیجے — مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آں خداوندیکہ از خاکِ ذلیل — آفرید اُو شہسوارانِ جلیل

وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے — بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں — بگذرانید از تگِ اَفلاکیاں

اُن کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کر دیا — آسمان والوں کی دوڑ سے آگے کر دیا

برگرفت از نار و نورِ صاف ساخت — وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت

آگ سے اُن کو علیحدہ کر دیا اور صاف نور بنایا — تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

آں سنا[3] برقے کہ بر اَرواح تافت — تا کہ آدمؑ معرفت زاں نور یافت

وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی — یہانتک کہ (حضرت) آدمؑ نے اُس نور سے معرفت حاصل کی

آں کز آدمؑ رُست و دست شیثؑ چید — پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کاں بدید

وہ (نور) کہ (حضرت) آدمؑ سے چھوٹا اور اُسکو (حضرت) شیثؑ نے [illegible] — جب اُس (نور) کو (حضرت) آدمؑ نے دیکھا تو اُن (حضرت) شیثؑ کو [illegible]

نوحؑ از آں گوہر چو برخوردار شد — در ہوائے بحرِ جاں دُربار شد

جب (حضرت) نوحؑ اُس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے — جان کے سمندر کے تموّج سے موتی برسانے لگے

جانِ ابراہیمؑ از آں انوارِ زفت — بے حذر در شعلہائے نار رفت

اِنہی عالیقدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیمؑ کی جان — بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی

---

[1] مدحِ خود۔ انسان بسا اوقات دوسروں کی تعریف اِس لئے کرتا ہے کہ لوگ اُسکی نیکی کے قائل ہو جائیں۔ ماجرا۔ جو ہوا واقعہ۔

[2] نے۔ یعنی جو میں تعریف کرتا ہوں غلط نہیں ہے۔ واللہ۔ یہاں سے قسم شروع ہوتی ہے اور سینتالیس[47] شعروں تک قسم کا ہی مضمون ہے اور اڑتالیسویں[48] شعر "کہ در صفاتِ خواجہ تاش" جوابِ قسم ہے۔ نے بحاجت یعنی خدا انبیا کو بھیجنے میں مجبور نہ تھا بلکہ انبیا کی رسالت بھی اُس کا کرم ہے۔ شہسواراں یعنی انبیا اور اولیا۔ خاکیاں۔ عنصری مخلوق۔ تگ۔ رفتار۔ افلاکیاں۔ آسمانی مخلوق۔ نار۔ آگ۔ مُرے اخلاق۔ تاخت۔ چڑھ دوڑا۔

[3] سنا۔ روشنی۔ حدیث شریف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کر کے اُنپر نور برسایا جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت پا گیا جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔ معرفت۔ خدائی عرفان۔ شیثؑ حضرت آدمؑ کے صاحبزادے ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد نبی ہوئے اور حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی میں اُن کو اپنا جانشین بنایا۔ نوحؑ حضرت آدم کی وفات کے ایکسو چالیس سال بعد حضرت نوحؑ کی ولادت ہوئی جوان ہوتے ہی رسول بنا دیے گئے۔ ابراہیمؑ نمرود کا زمانہ تھا جس وقت حضرت ابراہیمؑ ستائیس سال کے تھے انکو نمرود نے آگ میں جلا دینا چاہا۔

چونکہ اسمٰعیلؑ در جوئش فتاد — پیشِ دشنۂ آبدارش سر نہاد
چونکہ (حضرت) اسمٰعیلؑ اُس (نور) کی نہر میں گھُسے — اور اُس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا

جانِ داؤدؑ از شعاعش گرم شد — آہن اندر دستِ بافش نرم شد
(حضرت) داؤدؑ کی جان اُس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی — لوہا اُن کے بُننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا

چوں سلیمانؑ بُد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع
چونکہ (حضرت) سلیمانؑ اُس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے — دیو (اور پری) اُن کے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے

در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر — چشم روشن کرد از بوئے پسر
(حضرت) یعقوبؑ نے جب (نور کے اثر سے) خدائی حکم کے آگے — تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا

یوسفِؑ مہ رو چو دید آں آفتاب — شد چناں بیدار در تعبیرِ خواب
چاند سے مکھڑے والے (حضرت) یوسفؑ نے جب اُس نور کا — تو خواب کی تعبیر دینے میں بہت بیدار (مغز) ہو گئے

چوں عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد — مُلکتِ فرعون را یک لقمہ کرد
جب لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی — فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

جانِ جرجیسؑ از فرش چوں راز یافت — ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت
(حضرت) جرجیسؑ کی جان نے جب اُس (نور) کی عظمت — سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پالی

چونکہ زکریاؑ ز عشقش دم زدے — کرد در جوفِ درختش جاں فدے
(حضرت) زکریاؑ نے (اُس نور کی وجہ سے) اُسکے عشق کا دم بھرا — اُس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

چونکہ یونسؑ جرعۂ زاں جام یافت — در درونِ ماہی او آرام یافت
چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اُس (نور کے) جام سے ایک — مچھلی کے (پیٹ کے) اندر انھوں نے آرام کیا

چونکہ یحییٰؑ مست گشت از ذوقِ او — سر بطشتِ زر نہاد از شوقِ او
چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اُس (نور) کے ذوق سے مست ہوئے — اُس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دیدیا

چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا — چشم را در باخت از بہرِ لقا
جب (حضرت) شعیبؑ اُس (نور کی وجہ سے) عروج سے واقف ہوئے — ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

لہ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی دو۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ قربان ہونے کیلئے فوراً تیار ہو گئے۔ داؤدؑ۔ حضرت شمویلؑ اور اس دور کے بادشاہ طالوت کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے، رسول بنائے گئے اور زبور اُن پر نازل ہوئی اُن کا معجزہ تھا کہ لوہا اُن کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہیں بناتے تھے۔ سلیمانؑ۔ حضرت داؤدؑ کے فرزند ہیں اور اپنے والد کی طرح سلطنت اور نبوت کے جامع تھے، آپکی سلطنت جن اور انس پر تھی۔ رضیع۔ شیر خوار دیو کو جن بھی فرمانبردار تھے۔ یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی پھر حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے بینائی لوٹی۔

لہ یوسفؑ۔ حسین اور خواب کی تعبیر میں عدیم النظیر تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ عصا آب آشامیدن میں پانی زندگی کا سبب ہے خشک لکڑی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی وجہ سے زندہ ہو کر سانپ بنی تو گویا اُسنے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے پانی حاصل کیا۔ مُلکت۔ مُلک۔ لقمہ کرد حضرت موسیٰؑ کا معجزہ سلطنت کے زوال کا سبب بنا۔ جرجیسؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری کے صاحبزادے اور پیغمبر ہیں ان کی قوم نے انکو کئی مرتبہ ہلاک کیا لیکن وہ زندہ ہو گئے۔ زکریاؑ۔ یہ خدا کے پیغمبر حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں ہیں قوم نے ستایا تو انھوں نے ایک درخت میں پناہ لی جسکو قوم نے آرے سے چیر کر انکو شہید کر دیا۔

لہ یونسؑ۔ آپ نینوا میں مبعوث ہوئے، قوم کو سمجھایا اُنکی نافرمانی سے ناراض ہو کر اس خیال سے کہ اب انپر عذاب نازل ہوگا مع اہل و عیال کے اُس بستی سے نکلکر چلے گئے عذاب نازل نہوا تو شرمندگی کیوجہ سے کسی اور طرف چلدیئے اسپر انپر عتاب ہوا جس کشتی میں سوار ہوئے وہ نہ چلی تو دریا میں پھینکے گئے اور مچھلی نے اُنکو نگل لیا۔ توبہ کی تو مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوئے۔ یحییٰؑ۔ مردوس نامی بادشاہ کے دور میں مبعوث ہوئے اُسنے ایک عورت کی سازش سے انکو قتل کرایا اور سونے کے طشت میں انکا سر رکھکر اُس عورت کو پیش کر دیا۔ شعیبؑ۔ اہلِ مدین اور اصحابِ ایکہ کیلئے مبعوث ہوئے لیکن نافرمانی کیوجہ سے وہ لوگ صاعقہ اور

شُکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال — در بلا چوں دید آثارِ وصال

(حضرت) ایوبؑ صابر نے (اُس نور کی بدولت) سات سال شکر ادا کیا — مصیبت میں جبکہ وصال کے آثار دیکھے

خضر و الیاسؑ از میش چوں دم زدند — آبِ حیواں یافتند و کم زدند

(حضرت) خضرؑ اور الیاسؑ نے جب اُس (نور) کی شراب کا گھونٹ پیا — انھوں نے آبِ حیات پالیا، اور پروا نہ کی

نردبانش عیسیٰؑ مریم چو یافت — بر فرازِ گنبدِ چارم شتافت

(حضرت) عیسیٰ ابنِ مریمؑ نے جب اُس (نور) کی سیڑھی پالی — چرخِ چہارم کی بلندی پر چڑھ گئے

چوں محمدؐ یافت آں مُلک و نعیم — قرصِ مہ را کرد اندر دم دو نیم

جب (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نور کی) وہ دولت اور نعمت پالی — فوراً چاند کی ٹکیہ کے دو ٹکڑے کر دیئے

چوں ابوبکرؓ آیتِ توفیق شد — با چناں شہ صاحب و صدّیق شد

جب (حضرت) ابوبکرؓ (نور کی بدولت) توفیقِ (خداوندی) کے نشان بنے — ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنیوالے ہوئے

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد — حق و باطل را ز دل فاروق شد

جب (حضرت) عمرؓ اُس معشوق (نور) کے شیدا بنے — دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنیوالے ہوگئے

چونکہ عثمانؓ آں عیاں را عین گشت — نورِ فائض بود و ذوالنورین گشت

چونکہ (حضرت) عثمانؓ اُس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے — نورِ فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

چوں ز نورش مرتضیٰؓ شد دُرفشاں — گشت اُو شیرِ خدا در مرجِ جاں

جب اُسکے نور سے (حضرت علی) مرتضیٰؓ موتی برسانیوالے بنے — تو وہ جان کے جنگل میں شیرِ خدا ہوگئے

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند — عرش را دُرّیں و قُرطین آمدند

چونکہ حسنینؓ اُس کے نور سے روشن (پیدا) ہوئے — عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار — واں سر افگندہ براہش مست وار

اُس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی — اور اُس (دوسرے) نے مستانہ وار اُسکی راہ میں سر دیدیا

چونکہ سبطینؓ از سرش واقف بُدند — گوشوارِ عرشِ ربانی شدند

چونکہ حسنینؓ اُس (نور) کے راز سے واقف تھے — خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے

سبطِ پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ — گوشوارِ عرشِ حیِّ ذوالمنن

اُن کی پاک اولاد حسینؓ بھی اور حسنؓ بھی — حیِّ ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

چوں جنیدؒ از جندِ او دید آں مدد — خود مقاماتش فزوں شد از عدد

جب (حضرت) جنیدؒ نے اُس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی — اُن کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

۱؎ ایوبؑ۔ اُنکی طرح طرح سے آزمائش ہوئی مال و اولاد تباہ ہوئی جسم پھوٹنے لگا لیکن اُن کے صبر و شکر میں فرق نہ آیا۔ خضر و الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے لیکن قوم نے اُن کا کہنا نہ مانا تو حضرت الیسعؑ کو قائم مقام بنا کر روپوش ہوگئے اُن کو اور حضرت خضرؑ کو روئے زمین پر زندہ مانا جاتا ہے۔ عیسیٰؑ۔ صحیح یہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں، اُن کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام میں مشہور ہے۔ قرصِ۔ شق القمر کا معجزہ آنحضورؐ سے مکہ میں ظاہر ہوا۔ صاحب۔ ساتھی۔ صدّیق۔ راست گو، تصدیق کنندہ۔ فاروق۔ جُدا کرنے والا۔

۲؎ ذوالنورین۔ دو نوروں والا حضرت عثمانؓ کی شادی حضورؐ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے ہوئی، اسلئے اُن کا یہ لقب پڑا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علیؓ۔ دُرفشاں۔ موتی برسانے والا۔ مَرج۔ چراگاہ، جنگل۔ سبطین۔ دو بیٹے، حسن حسین رضی اللہ عنہما۔ دُرّین۔ دو موتی۔ قرطین۔ دو گوشوارے۔

۳؎ آں یکے۔ حضرت حسنؓ کو زہر دیدیا گیا جس سے اُنکی شہادت ہوگئی۔ واں۔ حضرت حسینؓ کو دشتِ کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ جنیدؒ مشہور بزرگ ہیں، تصوف میں صاحبِ تصانیف ہیں شریعت و طریقت کے جامع

مزارِ مبارک بغداد میں ہے۔ جُند۔ لشکر۔ مقاماتش۔ حضرت جنیدؒ سید الطائفہ کہلاتے ہیں۔

بایزید رح اندر مزیدش راہ دید | نامِ قطب العارفیں از حق شنید
(حضرت) بایزید نے اُس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا | خدا سے قطبُ العارفین کا لقب سُنا

چونکہ کرخی کرخ او را شد حرس | شد خلیفہ حق و ربانی نفس
چونکہ (حضرت) کرخی رح اُس کے کرخ کے محافظ بنے | خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

پور ادہم رح مرکب آں سو راند شاد | گشت او سلطانِ سلطانانِ داد
ادہم رح کے بیٹے نے خوشی سے اُس طرف سواری ہانکی | تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

واں شقیق رح از شق آں راہِ شگرف | گشت او خورشید رای و تیز طرف
(حضرت) شقیق رح اُس عجب راستہ کو طے کرنے کی وجہ سے | آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

شد فضیل رح از رہزنی رہ پیرِ راہ | چوں بلحظِ لطف شد ملحوظِ شاہ
(حضرت) فضیل رح راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے | جب شاہ کی مہربانی سے منظورِ نظر بنے

بشر حافی رح را مبشر شد ادب | سر نہاد اندر بیابانِ طلب
بشر حافی رح کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا | تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

چونکہ ذوالنون رح از غمش دیوانہ شد | مصرِ جاں را ہمچو شکر خانہ شد
چونکہ (حضرت) ذوالنون رح اُس کے غم میں دیوانہ بنے | روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بنگئے

چوں سری رح بے سر شد اندر راہِ او | بر سریرِ سروراں شد جاہِ او
جب سری رح اُس کے راستہ میں فنا ہوگئے | شاہوں کے تخت پر اُن کی جگہ ہوگئی

رحمتِ رضوانِ حق در ہر زماں | باد بر جان و روانِ پاکِ شاں
ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی اور رحمت | اُن کی پاک جان اور روح پر رہے

صد ہزاراں بادشاہانِ مہاں | سر فرازانند زاں سوئے جہاں
لاکھوں بڑے بڑے شاہِ (طریقت) | جو اُس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں

ق نامِ شاں از رشکِ حق پنہاں کناند | ہر گدائے نامِ شاں را بر نخواند
اُن کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے | کسی درویش نے بھی اُن کا نام ظاہر نہ کیا

کا شمار ہے۔ بشر حق۔ بوزن علی مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کے نام کے ساتھ سقطی بھی لگایا جاتا ہے کیونکہ آپ کباڑ فروشی بھی کرتے تھے۔ معروف کرخی رح کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی رح کے ماموں ہیں۔ بے سر شد یعنی خود کو فنا کر دیا یا اپنے سر سے انانیت کو نکال دیا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں اولیاء اللہ کو ایسے محبوب ہیں کہ خدا رشک کی وجہ سے اُن کو مخفی رکھتا ہے اور اس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ دوسرے اُنکو پہچانیں۔

۱؎ بایزید رح بسطامی کہلاتے ہیں اُن کا لقب قطب العارفین ہے۔ کرخی رح کرخ کا رہنے والا۔ کرخ بغداد یا بلخ کا ایک گاؤں ہے۔ یہ حضرت معروف کا لقب ہے۔ حرس۔ نگہبان چوں کہ حضرت معروف مقام کرخ میں رات بھر بیداری اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے اسلئے اُن کو کرخ کا نگہبان کہا ہے۔
۲؎ پور ادہم رح ادہم کا بیٹا، یعنی حضرت ابراہیم رح شاہی خاندان سے تھے۔ بلخ کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد اور جامع طریقت و شریعت تھے۔ شقیق رح بلخ کے رہنے والے مشہور تاجر تھے پھر سب کچھ خیرات کر کے فقیری اختیار کر لی تھی امام ابو یوسف رح کے شاگرد تھے فضیل رح۔ ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے لیکن ہمیں صوفیا کا بنائے رکھتے تھے نماز باجماعت کے پابند تھے بالآخر ہدایت ملی اور اولیاء کاملین میں سے ہو گئے۔ بشر حافی رح ننگے پیر رہنے والے بشر بڑے عالم تھے اور پھر بہت بڑے ولی ہوئے۔ مبشر شد ادب بشر نے ایک کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پڑی پائی، ادب سے اُسکو اُٹھایا اور عطر خوشبو لگا کر ایک طاق میں رکھا اُن کا یہ ادب اُن کے روحانی عروج کا سبب بنا اور اولیاء کاملین میں شمار ہوئے۔
۳؎ ذوالنون رح مصری مشہور بزرگ ہیں بلا مبالغہ فرد ہیں آپ

حقِ آں نور و حقِ نورانیاں　　کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں[۱]

قسم ہے اُس نور کی اور قسم ہے اُن نور والوں کی　　جو اُس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

بحرِ جان و جانِ بحر ار گویمش　　نیست لائق نامِ نومی جویمش

اگر میں اُس (نور کے سمندر) کو جان کا سمندر اور سمندر کی جان کہوں　　مناسب نہیں ہے اُسکے لئے نیا نام تلاش کرونگا

حقِ آں آنے کہ ایں و آں از وست　　مغز ہا نسبت بدو باشند پوست

اُس ملکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اُسی سے ہے　　اُسکے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

کہ صفاتِ[۲] خواجہ تاش و یارِ من　　ہست صد چنداں کہ ایں گفتارِ من

کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں　　میرے اِس بیان سے سَو گنا ہیں

آنچہ می دانم ز وصفِ آں ندیم　　باور ناید چہ گویم اے کریم

اُس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں　　اے صاحبِ کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں

شاہ گفت اکنوں از آنِ خود بگو　　چند گوئی آنِ ایں و آنِ او

شاہ نے کہا، اب اپنی بات کہہ　　اُس کی اور اِس کی کب تک کہے گا؟

تو چہ داری و چہ حاصل کردہ　　از تگِ دریا چہ دُر آوردہ

تیرے پاس کیا ہے؟ اور تونے کیا حاصل کیا ہے؟　　دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟

روزِ مرگ ایں حسِّ تو باطل شود　　نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود

مرتے وقت تیری یہ حس تو بیکار ہو جائے گی　　تیرے پاس روح کا نور (بھی) ہے جو دل کا رفیق بنے

در لحد[۳] کیں چشم را خاک آگند　　ہست آنچہ گور را روشن کند

قبر میں اِس آنکھ کو مٹی بھر دے گی۔　　وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے

نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار　　مُستعار آں را مداں اے مستِ عار

اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے　　اے مغرور! اُس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ

آں زماں کیں دست و پایت بر دَرَد　　پرّ و بالت ہست تا جاں بر پرد

جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہوجائینگے　　بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے

آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند　　جانِ باقی بایدت بر جا نشاند

جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی　　اُس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہیئے

شرطِ مَن جاءَ بالحسن نے کردنست　　بل حسن را سوئے حضرت بردنست

"جو شخص نیکی لایا" کی شرط نیکی کرنا نہیں ہے　　بلکہ نیکی کو دریا میں لے جانا ہے

---

۱ ہمچو ماہیاں۔ اولیائے کاملین کی تشبیہ مچھلیوں سے دیجاتی ہے کیونکہ جس طرح مچھلی بغیر پانی زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح وہ لوگ تقرب الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ نیست لائق۔ خدا کی پوری صفات اُس کا کوئی نام ظاہر نہیں کرسکتا۔ مغزہا۔ اور ملکیتیں خواہ کتنی ہی مضبوط ہوں وہ ملکیتِ خداوندی کی بہ نسبت ہیچ ہیں۔

۲ کہ صفات۔ یہ شعر اوپر کی قسموں کا جواب ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس ہم پیالہ۔ باور یقین۔ کریم۔ سخی، بزرگ۔ آن۔ طرز و انداز۔ تگ۔ تہ۔ ایں حس۔ قوائے ظاہری۔ نورِ جاں یعنی قوائے باطنی۔

۳ لحد۔ قبر میں روشنی نیک اعمال سے ہوگی۔ پر و بال یعنی روحانی کمالات۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح موت پر فنا ہو جاتی ہے۔ جانِ باقی۔ روحِ انسانی مَن جاءَ بالحسن۔ قرآنِ پاک میں ہے مَن جاءَ بالحسنۃ فلہٗ عشر امثالہا۔ "جو ایک نیکی لایا تو اُس کے لئے دس گنا اجر ہے" مولانا فرماتے ہیں کہ اِس شرطیہ جملہ میں مَن جاءَ بالحسنۃ کا مطلب محض نیکی کرنا نہیں ہے بلکہ نیکی کو خدا کے دربار میں پیش کرنا ہے۔

جوہرے داری ز انساں یا خری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا بزا (گدھا) ہے

این عرضہا کہ فنا شد چوں بری
یہ اعراض جبکہ فنا ہو گئے (انکو) کیسے لیجائیگا؟

این عرضہائے نماز و روزہ را
یہ نماز، روزہ عرض

چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں، ناپید ہو گئے

نقل نتواں کرد مر اعراض را
اعراض کو منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے

لیک از جوہر برند امراض را
ہاں (یہ اعراض) جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں

تا مبدل گشت جوہر زیں عرض
ان اعراض سے جوہر میں تبدیلی ہو جاتی ہے

چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
جیساکہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد
کوشش سے پرہیز (عرض) جوہر (کو مکمل کر نیوالا) بنگیا

شد دہانِ تلخ از پرہیز شہد
کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

از زراعت[2] خاکہا شد سنبلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی

دار وئے مو کرد مو را سلسلہ
بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

آں نکاحِ زن عرض بد شد فنا
عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہو گیا

جوہر فرزند حاصل شد زما
فرزند، جوہر ہم سے برآمد ہو گیا

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے

جوہر کرہ بزائیدن غرض
مقصود: بچہ، جوہر جننا ہے

ہست[3] آں بستاں نشاندن ہم عرض
باغ لگانا بھی عرض ہے

گشت جوہر میوہ اش اینک غرض
اس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار
کیمیا گری کو بھی عرض سمجھ

جوہرے زاں کیمیا گر شد بیار
کیمیاگر کے پاس سے جوہر دست کے پاس آگیا

صیقلی کردن عرض باشد شہا
اے شاہ! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے

زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
یہ عرض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کئے ہیں

دخل آں اعراض را بنما مرم
ان اعراض کی پیداوار دکھا، بھاگ نہیں

[1] جوہر۔ موتی، ہنر، اصطلاح میں وہ چیز جوہر کہلاتی ہے جو اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہو بلکہ بالذات قائم ہو۔ خری، خرہستی۔ عرض۔ وہ چیز جو خود قائم نہ ہو بلکہ اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ نماز و روزہ۔ حرکات اور اقوال کا مجموعہ ہے جن کا وجود آنی ہو زمانہ وجود کے بعد دوسرے زمانہ میں اُن کا وجود نہیں رہتا ہے۔ اعراض۔ عرض کی جمع ہے۔ عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جوہر۔ روح۔ امراض۔ یعنی بُرے اخلاق۔ پرہیز عرض ہے اُس کے ذریعہ امراض دور ہو جاتے ہیں اور انسان میں تبدیلی آجاتی ہے۔ وہاں صفراوی مریض پرہیز کرتا ہے تو منہ کی کڑواہٹ چلی جاتی ہے اور میٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔
[2] زراعت کھیتی کرنا عرض ہے خاکہا۔ زمین کی مٹی جوہر ہے تبدیل ہو کر اناج کی بال بن جاتی ہے۔ دارو۔ دوا کرنا عرض ہے۔ مو۔ بال جوہر ہے جس میں درازی آئی۔ نکاح۔ عرض ہے جس سے بچہ جو جوہر ہے پیدا ہو۔ جفت کردن۔ گھوڑے یا اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے۔ بچہ۔ جوہر ہے۔
[3] ہست۔ باغ کا لگانا عرض ہے، اُس کا پھل جوہر ہے جو مقصود ہے۔ ہم عرض داں۔ کیمیاگری ایک عرض ہے اُس سے جو سونا بنتا ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ صیقلی صیقل کرنا، عرض ہے اُس سے جو چیز صاف ہو جاتی ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ پس مگو۔ بادشاہ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عبادات وغیرہ سب اعراض ہیں جو ناقابل انتقال ہیں اور دربارِ خداوندی میں پیش نہیں کیجائینگی بلکہ روح پیش ہوگی جو جوہر ہے اور عبادات وغیرہ سے اسکی نشو و نما

این صفت کردن[1] عرض باشد خمش
سایۂ بُز را پئے قرباں مکُش

اسی طرح "کرنا" عرض ہوگا، چُپ رہ
قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

گفت شاہا بے قنوطِ عقل نیست
گر تو فرمائی عرض را نقل نیست

اُس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کیلئے مایوسی کے سوا
اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

بادشاہا جز کہ یاسِ بندہ نیست
ہر عرض کاں رفت باز آئندہ نیست

اے شاہ! (یہ بات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے
(کہ) جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
فعل بودے باطل و اقوال قشر

اگر عرض کیلئے نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے
"کرنا" باطل ہوگا اور کہنا چھلکا ہوگا

این عرضہا نقل شد لون دگر
حشر ہر فانی بود کون دگر

یہ اعراض دوسری طرح منتقل رہوں گے
ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہوگا

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
لائقِ[2] گلہ بود ہم سائقش

ہر چیز کا منتقل ہونا اُس کے مناسب ہوگا
گلہ بان، گلہ کے مناسب ہوتا ہے

وقتِ محشر ہر عرض را صورتیست
صورتِ ہر یک عرض را نوبتیست

حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی
ہر عرض کی صورت کیلئے ایک نوبت (معین) ہے

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
جنبشِ جُفتے بہ جُفتے با غرض

تو خود اپنے اندر غور کر، تو عرض تھا
ایک جوڑے کی جوڑے کیساتھ حرکت خواہش کیساتھ تھی

بنگر اندر خانہ و کاشانہا
در مُہندس بود چوں افسانہا

محلوں اور گھر کو دیکھ
انجینیر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش
بود موزوں صُفّہ[3] و سقف و درش

کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا
اسکا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا

از مُہندس آں عرض و اندیشہا
آلت آورد و ستوں از بیشہا

انجینیر کا وہ عرض اور خیالات
آلہ اور جنگلوں سے ستون لائے

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ
جُز خیال و جُز عرض و اندیشۂ

ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے؟
سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے

---

[1] کردن یعنی انسان کا فعل جزء۔ بکری جوہر ہے اس کا سایہ عرض ہے بکری کی قربانی تقرب کا سبب بنے گی نہ کہ سایہ کی قربانی۔ گفت۔ غلام کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبادات کو اعراض کہہ کر ناقابلِ انتقال کہا جائیگا تو عبادات کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور عابدوں میں مایوسی پیدا ہوگی اور یہ کہنا کہ عبادات اعراض ہیں انکو دربارِ خداوندی میں دنیا سے کیسے منتقل کیا جاسکتا ہے جب صحیح ہے کہ یہ اعراض اعراض رہیں لیکن اگر ان اعراض کی تبدیلی بصورتِ جواہر کر دیجائے تو پھر اُن کے منتقل ہونے میں کوئی عقلی اشکال نہیں ہے اور شریعت نے بتایا ہے کہ انسان کی ہر عبادت اور عمل ایک خاص جوہری شکل اختیار کریگا اور دربارِ خداوندی میں پیش ہوگا۔

[2] لائقِ گلہ۔ اونٹوں کا چرواہا اور ہوتا ہے اور بکریوں کا چرواہا اور ہوتا ہے۔ نوبتیست۔ عرض مختلف جواہر کی صورت اختیار کریگا جس کے لئے وقت مقرر ہے۔ بنگر۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرض جوہری صورت اختیار کرلیتا ہے۔ جنبش۔ ماں باپ کی ہمبستری عرض ہے اسی نے بچہ کی جوہری صورت اختیار کرلی۔ مُہندس۔ انجینیر کا ذہنی خاکہ عرض ہے جو مکان کی جوہری صورت اختیار کرلیتا ہے۔

[3] صُفّہ۔ ایسا مسقف حصہ جس پر چہار دیواری نہ ہو۔ سقف۔ چھت۔ بیشہا۔ جنگلات۔ ہر پیشۂ۔ صرف انجینیری میں ہی نہیں بلکہ ہر پیشہ میں کاریگر ایک تصور قائم کرتا ہے جو عرض ہے اور پھر وہ تصور جوہری صورت اختیار کرلیتا ہے۔

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض ۔۔۔ درنگر حاصل نشد جز از غرض

دنیا کے تمام اجزاء کو بے غرض (ہوکر) ۔۔۔ دیکھ سوائے غرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

اوّل[1] فکر آمد آخر در عمل ۔۔۔ بِنیت عالم چناں دان از ازل

پہلے فکر آیا، پھر عمل ۔۔۔ ایسے ہی عالم کی بناء ازل میں (سمجھ)

میوہا در فکرِ دل اوّل بود ۔۔۔ در عمل ظاہر بآخر می شود

پھل، اوّل دل کے خیال میں ہوتے ہیں ۔۔۔ آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

چوں عمل کردی شجر بنشاندئی ۔۔۔ اندر آخر حرفِ اوّل خواندئی

جب تونے عمل کیا، شجرکاری کی ۔۔۔ (گویا) آخر میں پہلا حرف پڑھا

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست ۔۔۔ آں ہمہ از بہرِ میوہ مرسل ست

اگرچہ اُس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے ۔۔۔ وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

پس سرے کہ مغز ایں افلاک بود ۔۔۔ اندر آخر خواجۂ[2] لولاک بود

پس وہ سردار جو ان آسمانوں کا مغز تھا ۔۔۔ آخر میں صاحب لولاک ہوا

نقلِ اعراض ست ایں بحث[3] و مقال ۔۔۔ نقلِ اعراض ست ایں شیر و شگال

یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے ۔۔۔ یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

جُملہ عالم خود عرض بودند تا ۔۔۔ اندریں معنی بیامد ھل اتی

تمام عالم خود عرض تھا۔ یہاں تک ۔۔۔ کہ اسی مقصد کے لئے ھل اتی (قرآن میں) آیا ہے

ایں عرضہا از چہ زاید از صُور ۔۔۔ ویں عرض ہم از چہ زاید از فکر

یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے؟ صُور (مثالی) سے ۔۔۔ اور یہ عرض (صور مثالی) کس چیز سے پیدا ہوا؟ افکار (صُور علمیہ) سے

ایں جہاں یک فکرت ست از عقلِ کُل ۔۔۔ عقل چوں شاہ است و فکرتہا رُسُل

یہ دنیا ایک عقلِ کُل (اللہ) کا ایک علم ہے ۔۔۔ عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صُور علمیہ) قاصد ہیں

عالمِ اوّل جہانِ امتحاں ۔۔۔ عالمِ ثانی جزائے ایں و آں

پہلا عالم امتحان کی دنیا ہے ۔۔۔ دوسرا عالم اِس اور اُس کا بدلہ ہے

چاکرت شاہا خیانت می کند ۔۔۔ آں عرض زنجیر و زنداں می شود

اے شاہ! آپ کا نوکر بد دیانتی کرتا ہے ۔۔۔ وہ عرض زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

---

[1] اوّل فکر۔ مشہور مقولہ ہے۔ اَوّلُ الفِکرِ آخِرُ العَمَلِ یعنی پہلے تجویز پھر عمل۔ در ازل جملہ اجزائے عالم ازل میں صُور علمیہ تھے پھر اُن کا وجود خارج میں ہوا۔ میوہا۔ باغ لگانے کا نقشہ ذہنی ہوتا ہے اور اُسکے پھل پھول سب تصوراتی ہوتے ہیں، آخر میں عملی صورت وجود میں آتی ہے۔ اندر آخر۔ تصور کا ابتدائی نقشہ عمل کے آخر میں وجود میں آتا ہے۔ گرچہ۔ شاخ و برگ اصلی مقصد نہیں ہے مقصود پھل ہے جو آخر میں وجود میں آتا ہے۔

[2] خواجۂ لولاک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، ایک حدیث قدسی ہے۔ لَولَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاکَ یعنی اے محمدؐ اگر تمہارا وجود پیشِ نظر نہ ہوتا تو میں عالم کو نہ پیدا کرتا، عالم کی پیدائش سے اصل مقصود حضورؐ کی ذاتِ گرامی ہے اسی لئے سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے۔ محدثین کے نزدیک مضمون تو صحیح ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

[3] ایں بحث۔ اعراض کے منتقل ہونے نہ ہونے کی یہ بحث بھی عرض ہی کو منتقل کرنا ہے۔ ابتداءً تصورات تھے بعد کو بصورت جوہر وجود میں آئے۔ شیر و شگال۔ شیر گیدڑ وغیرہ کے افسانے پہلے اُن کا تصور کیا جاتا ہے پھر لکھے جاتے ہیں۔ شگال، شغال، گیدڑ۔ ھل اتی۔ قرآن مجید میں ہے بیشک انسان پر ایسا وقت آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عالم عدم کے بعد وجود میں آیا ہے۔ از صُور یعنی مثالی صورتیں جو عالم شہود سے پہلے عالمِ مثال میں تھیں۔ ویں عرض یعنی یہ مثالی صورتیں اللہ تعالیٰ کی صُورِ علمیہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ عقلِ کُل۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ عالمِ اوّل۔ دنیا۔ عالمِ ثانی۔ آخرت۔ خیانت۔ نوکر کی چوری ایک عرض ہے وہ بصورت زنجیر و قید خانہ [illegible]

بندہ اَت چوں خدمتِ[1] شائستہ کرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی

آں عَرَض نے خلعتے شد در نبرد
وہ عَرَض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

ایں عَرَض با جوہر آں بیضہ است و طیر
اس عَرَض (کی نسبت) جوہر کیساتھ انڈے اور پرندے کی ہے

ایں ازاں و آں ازیں زاید بہ سیر
یہ اُس سے اور وہ اِس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

گفت[2] شاہنشہ چنیں گیر المُراد
شاہنشاہ نے فرمایا، مطلب یہی سمجھو

ایں عَرَضہائے تو یک جوہر نزاد
تیرے اِن اَعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت مخفی داشت ہست آں را خرد
اُس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اُسکو پوشیدہ رکھا ہے

تا بُوَد غیب ایں جہانِ نیک و بد
تاکہ یہ جہانِ نیک و بد، پوشیدہ رہے

زانکہ گر پیدا شدے اَشکالِ فکر
اِس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہوجاتیں

کافر و مومن نگفتے جُز کہ ذکر
(تو) کافر اور مومن سوائے ذکرِ (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہِ دیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہوجاتا نہ کہ غیب

نقشِ دین و کفر بودے بر جبیں
پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

کے دریں عالم بُت و بُتگر بُدے
اِس عالم میں بُت اور بُتگر کب ہوتے؟

چوں کسے را زہرۂ تسخر بُدے
کس طرح کسی کو مذاق اُڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی

در قیامت[3] کے کُند جُرم و خطا
(اور) حشر میں جُرم و خطا (کوئی) کب کرسکتا ہے؟

گفت شہ پوشید حق پاداشِ بد
بادشاہ نے فرمایا اللہ (تعالےٰ) نے بُرائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے

لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود
لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خواص سے

گر بدامے افگنم من یک امیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں

از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

حق بمن بنمود پس پاداشِ کار
اللہ (تعالےٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کردیا ہے

وز صُوَرہائے عملہا صد ہزار
لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

تو نشانے دِہ کہ من دانم تمام
تو (اپنے اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤنگا

ماہ را ابر من نمی پوشد غمام
ابر چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

وزیر کی مثال خاصانِ خدا کی ہے۔ حق بمن بنمود۔ شاہ، عارفِ کامل تھا اور خاصانِ خدا میں سے تھا۔
تو نشانے دہ۔ تو اپنے عمل کی صورت بتا میں سمجھ لوں گا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔

[1] خدمت۔ خدمت کرنا عَرَض ہے وہ بصورت خلعت ظاہر ہوتا ہے جو جوہر ہے۔ ایں عَرَض۔ عَرَض اور جوہر کی وہی نسبت ہے جو انڈے اور مُرغی کی ہے، انڈے سے مرغی، مُرغی سے انڈا بنتا رہتا ہے، اِسی طرح عَرَض سے جوہر اور جوہر سے عَرَض صادر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ عَرَض ناقابلِ انتقال ہے یا عَرَض کا جوہر میں تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے، غلط بات ہے۔

[2] گفت شاہنشہ۔ بادشاہ نے کہا کہ چلو یہی صحیح کہ عَرَض جوہر بن جاتا ہے تو تمہارا کوئی عمل جوہر بنا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ عَرَض بصورتِ جوہر دنیا میں نمایاں نہیں کیا جاتا ہے قدرت کو یہی منظور ہے ورنہ دنیا آزمایش کی جگہ نہ رہے گی۔ اشکالِ ذکر یعنی اَعراض بشکلِ جواہر نمودار ہوجائیں۔ پس۔ مومن کے اَعمال اچھی صورتوں میں اور کافر کے اَعمال بُری صورتوں میں نمایاں ہوجاتے گے۔ نہ کوئی کافر ہوتا اور نہ دین کا مذاق اُڑانے والا۔ پس قیامت۔ تو یہ دنیا محشر بن جاتا جس میں اَعمال اپنی شکلوں میں ظاہر ہونگے۔

[3] در قیامت۔ محشر میں سب مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ گفت شہ۔ بیشک عمل کی جزا پوشیدہ ہے لیکن عوام کے لئے، خاصانِ خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ یک امیر۔ امراء کی مثال عوام کی ہے اور

جملہ اَجزائے جہاں را بے غرض
دنیا کے تمام اَجزاء کو بے غرض (ہو کر)

در نگر حاصل نشد جُز از غرض
دیکھ سوائے غرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

اوّل[1] فکر آمد آخر در عمل
پہلے فکر آیا، پھر عمل

بنیت عالم چناں داں در ازل
ایسے ہی عالم کی بنا، ازل میں (سمجھ)

میوہا در فکرِ دل اوّل بُود
پھل، اوّل دل کے خیال میں ہوتے ہیں

در عمل ظاہر بآخر می شود
آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

چوں عمل کردی شجر بنشاندی
جب تو نے عمل کیا، شجر کاری کی

اندر آخر حرفِ اوّل خواندی
(گویا) آخر میں پہلا حرف پڑھا

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست
اگرچہ اُس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے

آں ہمہ از بہرِ میوہ مُرسَل ست
وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

پس سرے کہ مغزِ ایں افلاک بود
پس وہ سردار جو ان آسمانوں کا مغز تھا

اندر آخر خواجۂ[2] لولاک بود
آخر میں صاحبِ لولاک ہوا

نقلِ اعراض ست ایں بحث[3] و مقال
یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے

نقلِ اعراض ست ایں شیر و شگال
یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

جُملہ عالم خود عرض بودند تا
تمام عالم خود عرض تھا، یہاں تک

اندریں معنی بیامد ھَلْ اَتٰی
کہ اسی مقصد کے لئے ھَلْ اَتٰی (قرآن میں) آیا ہے

ایں عرضہا از چہ زائید از صُوَر
یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے؟ صُوَر (مثالی) سے

ویں عرض ہم از چہ زائید از فکر
اور یہ عرض (صورِ مثالی) کس چیز سے پیدا ہوا؟ فکر (صُورِ علمیہ) سے

ایں جہاں یک فکرت ست از عقلِ کُل
یہ دنیا ایک عقلِ کُل (اللہ) کا ایک علم ہے

عقل چوں شاہ است و فکرتہا رُسُل
عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صُورِ علمیہ) قاصد ہیں

عالمِ اوّل جہانِ امتحاں
پہلا عالَم امتحان کی دنیا ہے

عالمِ ثانی جزائے ایں و آں
دوسرا عالَم اِس اور اُس کا بدلہ ہے

چاکرت شاہا خیانت می کُند
اے شاہ! آپ کا نوکر بد دیانتی کرتا ہے

آں عرض زنجیر و زنداں می شود
وہ عرض زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

---

[1] اوّل فکر۔ مشہور مقولہ ہے۔ اَوَّلُ الفِکرِ آخِرُ العَمَلِ یعنی پہلے تجویز پھر عمل۔ در ازل۔ جملہ اجزائے عالم ازل میں صُورِ علمیہ تھے پھر اُن کا وجود خارج میں ہوا۔ میوہا۔ باغ لگانے کا نقشہ ذہنی ہوتا ہے اور اُسکے پھل پھول سب تصوراتی ہوتے ہیں، آخر میں عملی صورت وجود میں آتی ہے۔ اندر آخر تصور کا ابتدائی نقشہ عمل کے آخر میں وجود میں آتا ہے۔ گرچہ۔ شاخ و برگ اصلی مقصد نہیں ہے مقصود پھل ہے جو آخر میں وجود میں آتا ہے۔

[2] خواجہ لولاک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک حدیث قدسی ہے۔ لَولَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ یعنی اے محمد اگر تمہارا وجود پیشِ نظر نہ ہوتا تو میں عالم کو نہ پیدا کرتا۔ عالم کی پیدائش سے اصل مقصود حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اسی لئے سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے۔ محدثین کے نزدیک مضمون تو صحیح ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

[3] ایں بحث۔ اعراض کے منتقل ہونے نہ ہونے کی یہ بحث بھی عرض ہی کو منتقل کرنا ہے۔ ابتدائے تصورات تھے بعد کو بصورت جوہر وجود میں آئے۔ شیر و شگال۔ شیر گیدڑ وغیرہ کے افسانے پہلے اُن کا تصور کیا جاتا ہے پھر لکھے جاتے ہیں۔ شگال۔ شغال، گیدڑ۔ ھَلْ اَتٰی۔ قرآن مجید میں ہے بیشک انسان پر ایسا وقت آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عالمِ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے۔ از صُوَر یعنی مثالی صورتیں جو عالمِ شہود سے پہلے عالمِ مثال میں تھیں۔ ویں عرض یعنی یہ مثالی صورتیں اللہ تعالیٰ کی صُورِ علمیہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ عقلِ کُل۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ عالمِ اوّل۔ دنیا۔ عالمِ ثانی۔ آخرت۔ خیانت۔ نوکر کی چوری ایک عرض ہے وہ بصورتِ زنجیر و قید خانہ

بندہ اَت چوں خدمتِ[1] شائستہ کرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی

آں عَرَض نے خلعتے شد در نبرد
وہ عَرض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

ایں عَرَض با جوہر آں بیضہ است و طیر
اِس عَرض (کی نسبت) جوہر کیساتھ انڈے اور پرندکی ہے

ایں ازاں و آں ازیں زاید بہ سیر
یہ اُس سے اور وہ اِس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

گفت[2] شاہنشہ چنیں گیر المُراد
شاہنشاہ نے فرمایا، مطلب یہی سمجھو

ایں عَرَضہائے تو یک جوہر نزاد
تیرے اِن اَعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت مخفی داشت ہست آں را خرد
اُس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اُسکو پوشیدہ رکھا ہے

تا بُود غیب ایں جہانِ نیک و بد
تاکہ یہ جہانِ نیک و بد، پوشیدہ رہے

زانکہ گر پیدا شدے اَشکالِ فکر
اِس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں

کافر و مومن نگفتے جُز کہ ذکر
(تو) کافر اور مومن سوائے ذکرِ (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہِ دیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہوجاتا نہ کہ غیب

نقشِ دین و کفر بودے بر جبیں
پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

کے دریں عالم بُت و بُتگر بُدے
اِس عالم میں بُت اور بُتگر کب ہوتے؟

چوں کسے را زَہرہ تُسخر بُدے
کس طرح کسی کو مذاق اُڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی

در قیامت[3] کے کُند جُرم و خطا
(اور) حشر میں جُرم و خطا (کوئی) کب کر سکتا ہے؟

گفت شہ پوشید حق پاداشِ بد
بادشاہ نے فرمایا اللہ (تعالیٰ) نے بُرائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے

لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود
لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خواص سے

گر بدامے افگنم من یک امیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں

از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

حق بمن بنمود پس پاداشِ کار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کر دیا ہے

وز صُوَرہائے عَملہا صد ہزار
لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

تو نشانے دِہ کہ من دانم تمام
تو (اپنے اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤنگا

ماہ را بر من نمی پوشد غمام
ابر چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

وزیر کی مثال خاصانِ خدا کی ہے۔ حق بمن بنمود۔ شاہ، عارفِ کامل تھا اور خاصانِ خدا میں سے تھا۔
تو نشانے دہ۔ تو اپنے عمل کی صورت بتا میں سمجھ لوں گا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔

[1] خدمت۔ خدمت کرنا عَرَض ہے وہ بصورتِ خلعت ظاہر ہوتا ہے جو جوہر ہے۔ ایں عَرَض۔ عَرَض اور جوہر کی وہی نسبت ہے جو انڈے اور مُرغی کی ہے، انڈے سے مرغی، مُرغی سے انڈا بنتا رہتا ہے، اِسی طرح عَرَض سے جوہر اور جوہر سے عَرَض صادر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ عَرَض ناقابلِ انتقال ہے یا عَرَض کا جوہر میں تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے، غلط بات ہے۔

[2] گفت شاہنشہ۔ بادشاہ نے کہا کہ چلو یہی صحیح کہ عَرَض جوہر بن جاتا ہے تو تمہارا کوئی عمل، جوہر بنا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ عَرَض بصورتِ جوہر دنیا میں نمایاں نہیں کیا جاتا ہے قدرت کو یہی منظور ہے ورنہ دنیا آزمائش کی جگہ نہ رہے گی۔ اَشکالِ فکر یعنی اَعراض بشکلِ جواہر نمودار ہو جائیں۔ پس۔ مومن کے اَعمال اچھی صورتوں میں اور کافر کے اَعمال بُری صورتوں میں نمایاں ہو جاتے۔ نہ کوئی کافر ہوتا اور نہ دین کا مذاق اُڑانے والا۔ پس قیامت۔ تو یہ دنیا محشر بن جاتا جس میں اَعمال اپنی شکلوں میں ظاہر ہونگے۔

[3] در قیامت۔ محشر میں مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ گفت شہ۔ بیشک عمل کی جزا پوشیدہ ہے لیکن عوام کے لئے، خاصانِ خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ یک امیر۔ امراء کی مثال عوام کی ہے اور

گفت[1] پس از گفتِ من مقصود چیست
اُس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟

چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
جبکہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تھا وہ کیسا ہے

گفت شہ حکمت دُرِ اظہارِ جہاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت

آنکہ دانستہ بروں آید عیاں
یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آجائے

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد
جبتک (اللہ تعالیٰ نے) اسکو پیدا نہ کردیا جسکو وہ جانتا تھا

بر جہاں ننہاد رنجِ طلق و درد
دنیا پر دردِ زہ اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

یک زماں بیکار نتوانی نشست
تو تھوڑی دیر (بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے

تا بدی یا نیکئی از تو نجست
جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سرزد نہ ہو

ایں[2] تقاضاہائے کار از بہرِ آں
کام کے یہ تقاضے اس لئے

شد مُوَکّل تا شود سرّت عیاں
مسلط ہوئے تاکہ تیرا بھید کھل جائے

ورنہ کے گیرد کلابہ تن قرار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟

چوں ضمیرت می کشد او را بکار
چونکہ تیرا دل اُس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس کلابہ تن کجا ساکن شود
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟

چوں سرِ رشتہ ضمیرش می کشد
جبکہ دل کا دھاگا اُس کو چلاتا ہے

تاسہ[3] تو شد نشانِ آں کشش
اُس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے

بر تو بیکاری بُود چوں جاں کنش
بیکاری تیرے لئے جان کنی ہے

تاسۂ تو آں کشش را شد نشاں
تیری بے قراری اُس کشش کی علامت ہے

ہست بیکاری چو جاں کندن عیاں
ظاہر ہے کہ بیکاری جان کنی کی طرح ہے

ایں جہانُ و آں جہاں زاید ابد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتا ہے

ہر سبب مادر اثر از وے ولد
ہر سبب ماں ہے مسبّب اُس کا بچہ ہے

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب
جب مسبّب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا

تا بزاید زو اثرہائے عجب
یہاں تک کہ اُس نے عجب مسبّبات پیدا کئے

ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک
یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن

دیدۂ باید منوّر نیک نیک
بہت روشن آنکھ چاہیئے

[1] گفت۔ غلام نے کہا کہ جب آپ کا کشف اِس قدر بڑھا ہوا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ گفت شہ۔ سنّت اللہ یہی ہے کہ وہ زبان سے کہلواتا ہے ورنہ اُس کے علم میں سب کچھ ہے اِسی لئے اُس نے عالم کو بنایا ہے اور پھر اُس کو عالمِ تکلیف قرار دیا ہے۔ یک زماں۔ انسان بیکار نہیں بیٹھ سکتا لامحالہ اچھا یا بُرا کام کرتا ہے۔

[2] ایں تقاضائے کار۔ انسان کو کام پر اسی لئے مجبور کیا ہے تاکہ اُس کی پوشیدہ نیکی اور بدی وجود اور مشاہدہ میں آجائے۔ ورنہ۔ یعنی اگر تجھے یہ تسلیم نہیں ہے کہ پوشیدہ بُرائی بھلائی کو عالمِ وجود میں لانا تھا تو یہ بتا کہ انسانی بدن کا چرخہ ہر وقت کیوں گھومتا ہے اور اُس کو قرار کیوں نہیں ہے۔ کلابہ۔ چرخہ، آنٹی۔

[3] تاسہ۔ بے چینی، بیکاری میں انسان کی بے چینی اِس کی دلیل ہے کہ اُس کا قلبی تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے۔ جاں کنش۔ جاں کنی۔ ایں جہاں۔ دنیا کو عالمِ اسباب بنایا اور ہر سبب کا ایک نتیجہ اور اثر متعین کیا جو اُس سے وجود میں آجاتا ہے۔ یہ سب اِسی لئے ہے کہ اللہ کو اپنی معلومات کا خارجی وجود پیدا کرنا تھا۔ چوں اثر۔ ایک سبب کی وجہ سے ایک مسبّب وجود میں آتا ہے پھر وہ مسبّب سبب بن کر کسی دوسرے مسبّب کو موجود کر دیتا ہے۔ باپ سبب بنا بیٹے کے وجود کا اور بیٹا مسبّب ہوا۔ پھر یہ بیٹا سبب بن گیا پوتے کے وجود کا۔ یہی سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے۔

شاہ[1] با او در سخن اینجا رسید — تا بدید از وے نشانے یا ندید
بادشاہ اُس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا — (نہ معلوم) اُس (غلام کے عمل) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا

گر بدید آں شاہِ جویا دُور نیست — لیک مارا ذکر آں دستور نیست
اگر اُس جستجو کرنیوالے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں — لیکن اُس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

چوں ز گرمابہ بیامد آں غلام — سوئے خویشش خواند آں شاہِ ہُمام
جب وہ غلام حمام سے آیا — تو مَلِکِ معظم نے اُس کو اپنی طرف بُلایا

باز پرسیدن حالِ آں غلام

پھر اُس غلام کی حالت پوچھنا

گفت صحّاً[2] لکَ نعیمٌ دائمٌ — بس لطیفی و ظریف و خوبرُو
اُس (بادشاہ) نے کہا خدا کرے تو تندرست رہے (اور تیرے لیے دائمی نعمت ہو) — تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر — تا ازیں دیگر شود او باخبر
پھر اُس دوسرے (غلام) کو ایک کام کیلئے بھیج دیا — تاکہ اُس دوسرے سے وہ باخبر بنے

پیش بنشاندش بصد لُطف و کرم — بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظُلم
بڑی مہربانی اور کرم سے اُس کو سامنے بٹھایا — اُس کے بعد کہا، اے تاریکی کے چاند جیسے!

ماہ روئی جعد مُوئی مُشکبُو — نیک خُوئی نیک خُوئی نیک خُو
تیرا چاند جیسا مکھڑا ہے تو گھنگریالے بال والا ہے مُشک کی سی خوشبو والا ہے — تو نیک خُو ہے، تو نیک خُو ہے، نیک خُو ہے

اے دریغا گر نبودے در تو آں — کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں — جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

ق

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدئیے — دیدنت مُلکِ جہاں ارزیدئیے
جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا — تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

گفت رمزے[3] زاں بگو اے بادشاہ — کز برائے من چہ گفت آں دین تباہ
اُس (غلام) نے کہا، اے شاہ! اِسمیں سے کچھ بتائیے — اُس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت اوّل وصفِ دو روئیت کرد — کاشکارا تو دوائی خفیہ درد
اُس (شاہ) نے کہا پہلے تو اُسنے تیرے دو رُخے ہونے کی — کہ بظاہر تو دوا ہے، بباطن درد ہے

خُبثِ یارش را چو از شہ گوش کرد — در زماں دریائے خشمش جوش کرد
جب اُسنے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سُنی — فوراً ہی اُس کے غصّہ کا دریا جوش میں آگیا

---

[1] شاہ با او۔ غلام اور بادشاہ کی گفتگو یہاں تک ہوئی کہ بادشاہ نے غلام کے اعمال کی صورتیں دیکھنے کا ذکر کیا اُسنے صورتیں دیکھیں یا نہیں دیکھیں یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا ہم اِس کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ دُور نیست۔ چونکہ بادشاہ عارفِ کامل تھا لہٰذا وہ بذریعہ کشف دیکھ بھی سکتا تھا۔ گرمابہ۔ حمام۔ ہُمام۔ معظم۔

[2] صحّاً۔ تصحّ صحّاً جملہ دُعائیہ ہے خدا تجھے تندرست رکھے۔ لکَ نعیمٌ دائمٌ۔ یہ بھی جملہ دعائیہ ہے، خدا کرے تجھے باقی رہنے والی نعمت حاصل ہو۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ آں دگر۔ گندہ دہن غلام از حق، وہ غلام جو نہا کر آیا تھا۔ ماہ اندر ظُلَم۔ چاند کا حسن رات کی تاریکی میں ہی نمایاں ہوتا ہے، دن میں اُس کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ جعد مُو۔ گھنگریالے بال۔ فلاں یعنی گندہ دہن غلام۔ دیدئے۔ دیدے ماضی تمنائی ہے اس میں ایک یاء زیادہ لگا دی گئی ہے۔

[3] رمزے۔ اشارہ۔ دین تباہ۔ بے دین، فاسق۔ دو روئی۔ دوغلا پن، منافقت۔ کاشکارا۔ کہ آشکارا۔ دوائی۔ دوا ہستی۔ خُبث۔ بدباطنی۔ گوش کرد، سُنا۔ در زماں فوراً

کف[1] بر آورد آں غلام و سُرخ گشت
وہ غلام مُنہ میں جھاگ بھر لایا اور سُرخ ہوگیا

تا کہ موجِ ہجوِ او از حد گذشت
یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گزر گیا

کو ز اوّل دم کہ با من یار بود
کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا

ہمچو سگ در قحط بس گیں خوار بود
قحط میں کتّے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

چوں دمادم کرد ہجوش چوں جرس
جب اس نے اس کی گھنٹے کی طرح دمادم مذمت کی

دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس
شہنشاہ نے اس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

گفت دانستم ترا از وے بداں
اس (بادشاہ) نے فرمایا میں تجھے اور اسے سمجھ گیا، سمجھ لے

از تو جاں گندست از یارت دہاں
تیری روح گندی ہے اور اس کا مُنہ گندہ ہے

پس نشیں اے گندہ[2] جاں از دور تو
بس اے گندہ رُوح! تو دُور بیٹھ

تا امیر او باشد و مامور تو
تاکہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں
اسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے

رَاحَةُ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ
انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریاکاری کیساتھ تسبیح

ہمچو سبزہ گو لخن داں اے کیا
اے عقلمند! کوڑی کا سبزہ سمجھ

پس بداں کہ صورت خوب نکو
پس سمجھ لے بھلی، اچھی صورت

با خصالِ بد نیرزد یک تسو
بُری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جَو کے لائق نہیں ہے

ور[3] بود صورت حقیر و ناپذیر
اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو

چوں بود خلقش نکو در پاش میر
جب اسکے اخلاق اچھے ہوں تو اسکے قدموں میں جان دیدے

صورت ظاہر فنا گردد بداں
سمجھ لے، ظاہری صورت فنا ہو جائے گی

عالمِ معنی بماند جاوداں
باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا

چند باشی عاشق صورت بگو
بتا، صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا؟

طالبِ معنیٰ شو و معنیٰ بجو
سیرت کا طلبگار بن اور باطن کی تلاش کر

چند بازی عشق با نقش سبو
ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک؟

بگذر از نقش سبو و آب جو
ٹھلیا کے نقش (ونگار) کو چھوڑ اور پانی تلاش کر

صورتش دیدی ز معنی غافلی
تو نے اس کی صورت دیکھی اسکی سیرت سے غافل ہے

از صدف دُر را گزیں گر عاقلی
سیپ میں سے موتی چن اگر تو عقلمند ہے

---

[1] کف۔ جھاگ۔ ہجو۔ مذمت۔ ہجو۔ کتا خود ذلیل جانور ہے اور اسکی دنائت ہے کہ بھوک میں نہ کھانے کی چیز کھا جاتا ہے۔ دمادم۔ دم بدم۔ جرس۔ گھنٹا، اُس کی آواز مسلسل ہوتی ہے۔ لب ہونٹ، یعنی خود اپنے ہونٹ پر یا غلام کے ہونٹ پر۔ دانستم۔ یعنی میں تیرے اور اس کے فرق کو جان گیا۔ بداں۔ دانستن کا صیغۂ امر ہے۔ دہاں۔ وہ گندہ دہن تھا۔

[2] گندہ جاں۔ گندی روح والے۔ از دور۔ از زیادہ ہے۔ راحۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے۔ مَن سَکَتَ نَجیٰ وَرَاحَةُ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ۔ جو خاموش رہا بچا اور انسان کی راحت زبان کی نگہداشت میں ہے۔ در حدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل خوبی باطن کی ہے حسن صورت معتبر نہیں ہے۔ گولخن۔ گلخن، آگ کی بھٹی، کوڑی۔ پس۔ خوبصورت غلام چونکہ بدسیرت تھا لہٰذا اس کی کوئی قیمت نہ تھی۔

[3] ور بود۔ صورت کی نہیں بلکہ سیرت کی قدر دانی ہونی چاہیئے۔ در پاش۔ در پائے او۔ صورت۔ جسم خاک میں مل جاتا ہے اچھے اخلاق دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ معنی۔ سیرت اخلاق، حقیقت۔ نقش سبو یعنی ظاہر، آب یعنی سیرت اور باطن۔ از صدف دُر۔ سیپ ظاہر ہے، موتی باطن ہے۔

این صدف ہائے قوالب در جہاں
جسموں کے یہ سیپ، دنیا میں

گرچہ جملہ زندہ اند از بحرِ جاں[1]
اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ہے

چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر
آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے

کانچہ دارد و ایں چہ دارد می گزیں
اُس میں کیا ہے، اِس میں کیا ہے، چُن

زانکہ کم یاب ست آں درِ ثمیں
کیونکہ قیمتی موتی نایاب رہے

گر بصورت می روی کوہے بشکل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں

در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے

ہم بصورت دست و پا و پشمِ تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال

ہست صد چنداں کہ نقشِ چشمِ تو
تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گنا بڑے ہیں

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے

کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں فائق ہیں

از یک اندیشہ[2] کہ آید در درول
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اُس سے

صد جہاں گردد بیک دم سرنگوں
سَو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں

جسمِ سلطاں گر بصورت یک بود
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے

صد ہزاراں لشکرش در پے دود
(لیکن) اُس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے

باز شکل و صورتِ شاہِ صفی
پھر (اُسی) منتخب بادشاہ کی صورت

ہست محکومِ یکے فکرِ خفی
ایک مخفی خیال کے تابع ہے

خلق بے پایاں ز یک اندیشہ[3] بیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ کے) ایک ارادہ سے لا انتہا مخلوق

گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں
زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہو گئی ہے

ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خُرد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے

لیک چوں سیلے جہاں را خورد و بُرد
لیکن بہاؤ کی طرح اُس نے دنیا کو خورد برد کر دیا

خلقِ عالم چوں رمہ ست و خُو شُبان
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ (تعالیٰ) چرواہا

میدواند جملہ را روز و شباں
شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

چرواہا۔ شباں۔ خلافِ قیاس شب کی جمع ہے۔

[1] بحرِ جاں۔ جان کا سمندر یعنی ذاتِ حق تعالیٰ۔ بعض نسخوں میں از بہرِ جاں ہے تو ترجمہ ہوگا جان کی حفاظت کیلئے۔ لیک۔ ہر انسان میں روح ہے لیکن ہر روح پاکیزہ نہیں ہے۔ کانچہ۔ ہر روح میں خوبیاں نہیں ہیں جسمیں خوبیاں ہوں اُس کو پسند کرو۔ درِ ثمین۔ قیمتی موتی۔ گر بصورت۔ جسم کی بڑائی اور خوبی کوئی چیز نہیں ورنہ پہاڑ، لعل سے افضل ہوتا۔ ہم بصورت۔ انسان کا باقی بدن اُس کی آنکھوں سے چند گنا ہے لیکن شرافت آنکھوں کو حاصل ہے۔ گزیں۔ برگزیدہ۔

[2] اندیشہ۔ فکر و خیال بھی ایک معنوی چیز ہے جو صد جہاں (ظاہر) کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے۔ ایک شاہی ارادہ و خیال سے سینکڑوں ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔ جسمِ سلطان۔ بادشاہ کا ایک جسم لشکریوں کے ہزاروں جسموں پر حکمران محض اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔ باز۔ پھر یہی حکمران کا جسم اُس کے خیال اور فکر کا فرمانبردار ہے تو فضیلت کا مدار معنیٰ اور باطن پر ہے۔

[3] اندیشہ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ قرآن پاک میں ہے۔ اللہ تو جب کسی بات کا ارادہ فرماتے ہیں تو کلمۂ کُن سے وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اندیشہ۔ اللہ تعالےٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فوراً تباہ ہو جاتی ہے۔ رمہ۔ ریوڑ۔ شباں۔

پس چو۱ می بینی کہ از اندیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے

قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ
ہر چیز دنیا میں قائم ہے

خانہا و قصرہا و شہرہا
مکانات، محلات اور شہر

کوہہا و دشتہا و نہرہا
پہاڑ اور جنگل اور نہریں

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک
زمین اور دریا بھی، سورج اور آسمان بھی

زندہ از وے ہمچو از دریا سمک
اسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے

پس چرا از ابلہی پیش تو کور
تو بجھ اندھے کے سامنے حماقت سے

تن سلیمانؑ ست و اندیشہ چو مور
جسم سلیمانؑ جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

می نماید پیش چشمت کہ بزرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے

ہست اندیشہ چو میش و کوہ گرگ
ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

عالم۲ اندر چشم تو ہول و عظیم
جہاں، تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے

ز ابر و برق و ز رعد داری لرز و بیم
ابر، بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

وز جہان فکرتی اے کم ز خر
اور اے گدھے سے کم (عقل)! تو عالم فکر سے

ایمن و غافل چو سنگ بے خبر
بے علم، پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

زانکہ نقشی وز خرد بے بہرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

آدمی خو نیستی خر کرۂ
تو آدمی خصلت نہیں ہے گدھے کا بچہ ہے

جہل محضی وز خرد بیگانۂ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

بو نداری از خدا دیوانۂ
خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

سایہ را تو شخص می بینی ز جہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے

شخص از آں شد نزد تو بازی و سہل
اسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

بنگر۳ ز غیبت یک نمودار آتش ست
دیکھ، آگ عالم غیب کا ایک نمونہ ہے

کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے

آگہی نبود بصر را زاں لطیف
اُس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے

---

۱ پس چو می بینی۔ تو غور کریگا تو دنیا کی تمام کائنات اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے قائم ہے اور تمام چیزوں کی بقا ما اللہ کے ارادے سے وابستہ ہے جس طرح مچھلی کی زندگی دریا سے وابستہ ہے۔ پس چرا جبکہ اتنی مثالوں سے یہ سمجھا دیا گیا کہ اصل خوبی باطن کی ہے نہ کہ ظاہر کی تو جسم کو حضرت سلیمانؑ جیسا اور فکر و خیال کو چیونٹی جیسا سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے یعنی جسم کی بڑائی کی وجہ سے پہاڑ کی عظمت کا خیال حماقت ہے۔ اندیشہ۔ خیال اور ارادہ کو بکری اور پہاڑ کو بھیڑیا سمجھنا غلطی ہے۔

۲ عالم۔ تو اجسام سے ڈرتا ہے ابر، بجلی اور کڑک کی تباہی سے خوفزدہ ہے۔ وز جہان فکر۔ فکر اور خیال سے جو تباہیاں آتی ہیں اُس سے بے خبر اور مطمئن ہے نقشی۔ تو تصویر ہے جو عقل سے کوری ہوتی ہو۔ آدمی خو۔ انسان کی فضیلت عقل و خرد اور فکر کی وجہ سے ہے جو معرفت حق پیدا کرتی ہے۔ سایہ۔ تو نے غیر مقصود کو مقصود اور مقصود کو غیر مقصود بنا رکھا ہے۔

۳ ز غیبت۔ انسان غیر مقصود کو مقصود اسلئے بنا تا ہے کہ حقیقت بیں نظر سے محروم ہوتا ہے لیکن ایک وقت وہ آئے گا جب صحیح حقیقت سامنے آجائیگی؛ غائب از نظر حقیقت کو آگ کی مثال سے سمجھایا ہے آگ ایک لطیف عنصر ہے جو نظروں سے غائب ہے، نظر جب آتی ہے جب وہ کسی کثیف جسم میں لگ جاتی ہے۔

باز افزون ست ہنگامِ اثر ۔۔۔ از ہزاراں[1] تیشۂ و تیغ و تبر
پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے ۔۔۔ ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے

باش تا روزیکہ آں فکر و خیال ۔۔۔ بر کشاید بے حجابے پرّ و بال
اس دن تک ٹھہر جبکہ وہ فکر اور خیال ۔۔۔ کھلم کھلا بال و پر نکالے

کوہہا[2] بینی شدہ چوں پشمِ نرم ۔۔۔ نیست گشتہ ایں زمینِ سرد و گرم
تو پہاڑوں کو نرم اون کی طرح دیکھے گا ۔۔۔ یہ سرد و گرم زمین نابود ہوجائے گی

نے سما بینی نے اختر نے وجود ۔۔۔ جز خدائے واحدِ حیّ وَدُود
تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود ۔۔۔ ایک خدا، حیّ اور ودود کے علاوہ

یک فسانہ راست آید یا دروغ ۔۔۔ تا دہد مر راستیہا را فروغ
ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے) ۔۔۔ تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

حسد کردنِ حَشَم بر غلامِ خاص
غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندہ را از کرم ۔۔۔ برگزیدہ بود بر جملہ حَشَم
ایک بادشاہ نے کرم کرکے ایک غلام کو ۔۔۔ تمام غلاموں میں سے پسند کرلیا تھا

جامگی او وظیفہ چل امیر ۔۔۔ دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
اس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی ۔۔۔ سو وزیروں نے بھی اسکے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

از کمالِ طالع[3] و اقبال و بخت ۔۔۔ اُو ایازے بود و شہ محمودِ وقت
بخت اور اقبال اور نصیبہ کے کمال کی وجہ سے ۔۔۔ وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمودِ دوراں (تھا)

روحِ اُو با روحِ شہ در اصلِ خویش ۔۔۔ پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش
اسکی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں ۔۔۔ اس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

کار آں دارد کہ پیش از تن بدست ۔۔۔ بگذر از اینہا کہ نو حادث شدست
(اصل) معاملہ وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے ۔۔۔ ان (تعلقات) کو چھوڑ دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

چشمِ عارف راست گو نے احول ست ۔۔۔ چشمِ او بر کشتہائے اوّل ست
عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی ۔۔۔ اس کی نظر پہلی کھیتیوں پر ہے

چشم راست گو۔ صحیح دکھانے والی آنکھ۔ احول۔ بھینگا جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ کشتہائے اول۔ تقدیر ازلی۔

[1] از ہزاراں۔ آگ جنگلوں کو اس درجہ تباہ کردیتی ہے کہ ہزاروں تیغ و تبر بھی اس کو اس قدر تباہ نہیں کرسکتے ہیں۔ باتش۔ ارادۂ الٰہی جو نظروں سے مخفی ہے اس کی تاثیرات بھی ایک دن ظاہر ہونگی۔

[2] کوہہا۔ ارادۂ الٰہی سے قیامت کے دن بڑے سے بڑا وجود حقیر اور لاشئی ہوجائیگا۔ پشم۔ اون۔ سما۔ آسمان۔ حیّ۔ زندہ، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ وَدود۔ محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ فسانہ۔ انسان اللہ تعالیٰ کے غیبی ارادہ سے غافل ہے اس قصہ کے ضمن میں بھی اسی امر کو واضح کیا ہے کہ دوسرے غلام شاہ کے فکر اور ارادہ سے غافل تھے یہی حسد کی وجہ ہوتی ہے۔ جامگی۔ وظیفہ۔ تنخواہ، راتبہ۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ چل۔ چہل، چالیس۔ دہ یک۔ ایک بٹا دس، دسواں حصہ۔

[3] طالع۔ ستارۂ قسمت۔ بخت۔ نصیبہ۔ ایاز۔ سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام تھا، دونوں کا باہمی تعلق ضرب المثل ہے۔ سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور غزنی میں دفن ہوئے۔ اصل یعنی علم الٰہی یا عالمِ روح۔ کار آں دارد۔ اہمیت انہی باتوں کی ہے جو جسمِ عنصری کے قبل پیش آئی ہیں۔ اینہا۔ جو معاملات عالمِ اجسام میں پیش آتے ہیں۔ نو حادث۔ تازہ وقوع میں آنے والا۔ عارف۔ وہ جس کو معرفتِ خداوندی حاصل ہوگئی ہے۔

پس[1] چو می بینی کہ از اندیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے

قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ
ہر چیز دنیا میں قائم ہے

خانہا و قصرہا و شہرہا
مکانات، محلات اور شہر

کوہہا و دشتہا و نہرہا
پہاڑ اور جنگل اور نہریں

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک
زمین اور دریا بھی، سورج اور آسمان بھی

زندہ از وے ہمچو از دریا سمک
اُسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے

پس چرا از ابلہی پیشِ تو کور
تو مجھ اندھے کے سامنے حماقت سے

تن سلیمان ست و اندیشہ چو مور
جسم سلیمانؑ جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

می نماید پیشِ چشمت کُہ بزرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے

ہست اندیشہ چو میش و کوہ گرگ
ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

عالم[2] اندر چشمِ تو ہول و عظیم
جہاں، تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے

ز ابر و برق و رعد داری لرز و بیم
اَبر، بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

وز جہانِ فکرتی اے کم ز خر
اور اے گدھے سے کم (عقل)! تو عالمِ فکر سے

ایمن و غافل چو سنگِ بے خبر
بے علم، پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

زانکہ نقشی و ز خرد بے بہرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

آدمی خو نیستی خر کُرّۂ
تو آدمی خصلت نہیں ہے، گدھے کا بچہ ہے

جہلِ محضی و ز خرد بیگانۂ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

بو نداری از خدا دیوانۂ
خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

سایہ را تو شخص می بینی ز جہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے

شخص از آں شد نزدِ تو بازی و سہل
اسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

بنگر[3] غیبت یک نمودار آتش ست
دیکھ، آگ عالمِ غیب کا ایک نمونہ ہے

کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے

آگہی نبود بصر را زاں لطیف
اُس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے

[1] پس چو می بینی۔ تو غور کریگا تو دنیا کی تمام کائنات اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے قائم ہے اور تمام چیزوں کی بقاء اللہ کے ارادے سے وابستہ ہے جس طرح مچھلی کی زندگی دریا سے وابستہ ہے۔ پس چرا جبکہ اتنی خیالوں سے یہ سمجھا دیا گیا کہ اصل خوبی باطن کی ہے نہ کہ ظاہر کی تو جسم کو حضرت سلیمانؑ جیسا اور فکر و خیال کو چیونٹی جیسا سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ کُہ۔ کوہ کا مخفف ہے یعنی جسم کی بڑائی کی وجہ سے پہاڑ کی عظمت کا خیال حماقت ہے۔ اندیشہ۔ خیال اور ارادہ کو بکری اور پہاڑ کو بھیڑیا سمجھنا غلطی ہے۔

[2] عالم۔ تو اجسام سے ڈرتا ہے ابر، بجلی اور کڑک کی تباہی سے خوفزدہ ہے۔ وز جہانِ فکر۔ فکر اور خیال سے جو تباہیاں آتی ہیں اُس سے بے خبر اور مطمئن ہے نقشی۔ تو تصویر ہے جو عقل سے کوری ہوتی ہے آدمی خو۔ انسان کی فضیلت عقل و خرد اور فکر کی وجہ سے ہے جو معرفتِ حق پیدا کرتی ہے۔ سایہ۔ تو نے غیر مقصود کو مقصود اور مقصود کو غیر مقصود بنا رکھا ہے۔

[3] ز غیبت۔ انسان غیر مقصود کو مقصود اسلئے بناتا ہے کہ حقیقت بیں نظر سے محروم ہوتا ہے لیکن ایک وقت وہ آئے گا جب صحیح حقیقت سامنے آجائیگی غائب از نظر حقیقت کو آگ کی مثال سے سمجھایا ہے۔ آگ ایک لطیف عنصر ہے جو نظروں سے غائب ہے، نظر جب آتی ہے جب وہ کسی کثیف جسم میں لگ جاتی ہے۔

بازا فزون ست ہنگام اثر — از ہزاراں تیشہ و تیغ و تبر

پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے — ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے

باش تا روزیکہ آں فکر و خیال — بر کشاید بے حجابے پرّ و بال

اُس دن تک ٹھہر جبکہ وہ فکر اور خیال — کھلم کھلا بال و پر نکالے

کوہہا[۹۲] بینی شدہ چوں پشم نرم — نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم

تو پہاڑوں کو نرم اُون کی طرح دیکھے گا — یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

نے سما بینی نے اختر نے وجود — جز خدائے واحدِ حیّ وَدُود

تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود — ایک خدا، حیّ اور ودود کے علاوہ

یک فسانہ راست آید یا دروغ — تا دہد مر راستیہا را فروغ

ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے) — تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

حسد کردنِ حشم بر غلامِ خاص

غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندہ را از کرم — برگزیدہ بود بر جملہ حشم

ایک بادشاہ نے کرم کر کے ایک غلام کو — تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

جامگیٔ او وظیفہ چل امیر — دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر

اُس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی — سو وزیروں نے بھی) اسکے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

از کمالِ طالع[۹۳] و اقبال و بخت — اُو ایازے بود و شہ محمودِ وقت

بخت اور اقبال اور نصیبہ کے کمال کی وجہ سے — وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمودِ دَوراں (تھا)

روحِ اُو با روحِ شہ در اصلِ خویش — پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش

اُسکی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں — اُس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

کار آں دارد کہ پیش از تن بُدست — بگذر از اینہا کہ نو حادث شدست

(اصل) معاملہ وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے — ان (تعلقات) کو رہنے دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

چشمِ عارف راست گو نے احول ست — چشمِ او بر کِشتہائے اوّل ست

عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی — اُس کی نظر پہلی کھیتیوں پر ہے

چشمِ راست گو۔ صحیح دکھلانے والی آنکھ۔ اَحول۔ بھینگا جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ کِشتہائے اوّل۔ تقدیرِ ازلی۔

---

۹۱ از ہزاراں۔ آگ جنگلوں کو اِس درجہ تباہ کر دیتی ہے کہ ہزاروں تیغ و تبر بھی اُس کو اِس قدر تباہ نہیں کر سکتے ہیں۔ باتش۔ ارادۂ الٰہی جو نظروں سے مخفی ہے اُس کی تاثیرات بھی ایک دن ظاہر ہونگی۔

۹۲ کوہہا۔ ارادۂ الٰہی سے قیامت کے دن بڑے سے بڑا وجود حقیر اور لاشیٔ ہو جائیگا۔ پشم۔ اُون۔ سما۔ آسمان۔ حیّ۔ زندہ، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ وَدود۔ محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ فسانہ۔ انسان اللہ تعالیٰ کے غیبی ارادہ سے غافل ہے اِس قصہ کے ضمن میں بھی اِسی امر کو واضح کیا ہے کہ دوسرے غلام شاہ کے فکر اور ارادہ سے غافل تھے یہی حسد کی وجہ ہوتی ہے۔ جامگی۔ وظیفہ۔ تنخواہ، راتبہ۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ چل چہل، چالیس۔ دہ یک۔ ایک بٹا دس، دسواں حصہ۔

۹۳ طالع۔ ستارۂ قسمت بخت نصیبہ۔ ایاز۔ سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام تھا، دونوں کا باہمی تعلق ضرب المثل ہے۔ سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور غزنی میں دفن ہوئے۔ اصل یعنی علمِ الٰہی یا عالمِ روح۔ کار آں دارد۔ اہمیت انہی باتوں کی ہے جو جسمِ عنصری کے قبل پیش آئی ہیں۔ اینہا۔ جو معاملات عالمِ اجسام میں پیش آتے ہیں۔ نو حادث۔ تازہ وقوع میں آنے والا۔ عارف۔ وہ جس کو معرفتِ خداوندی حاصل ہو گئی ہے۔

آنچہ گندم[1] کاشتندش وانچہ جو — چشمِ اُو آنجاست روز و شب گرو
جو اُنھوں نے گیہوں بویا ہے اور جَو — اُس کی نظر شب و روز اُس طرف لگی ہے

آنچہ آبست ست شب جُز آں نزاد — حیلہا و مکرہا جملہ ست باد
رات جس سے حاملہ بنی ہے اُسکے سوا اُسنے نہیں جنا — حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

کے شود دل خوش بحیلتہائے گش — آنکہ بیند حیلۂ حق بر سرش
چالو حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے — جو اللہ تعالےٰ کی تدبیر کو اپنے سر پر (مسلط) دیکھتا ہے

او درونِ دام[2] و دامے می نہد — جانِ تو نے آں جہد نے ایں جہد
وہ جال میں ہے اور ایک جال اور بچھاتا ہے — تیری جان کی قسم نہ اِس سے نکلتا ہے نہ اُس سے نکلتا ہے

گر بروید ور بریزد صد گیاہ — عاقبت بر روید آں کِشتہ اِلٰہ
اگر سینکڑوں گھاسیں اُگیں یا اُگائے — انجام کار اللہ (تعالےٰ) کا بویا ہوا اُگے گا

کِشتِ نو کارید بر کِشتِ نخست — ایں دوم فانیست و آں اوّل درست
پُرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بو دی — دوسری فنا ہونے والی ہے، پہلی ٹھیک ہے

تخمِ اوّل کامل و بگزیدہ است — تخمِ ثانی فاسد و بوسیدہ است
پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے — دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

افگن[3] ایں تدبیرِ خود را پیشِ دوست — گرچہ تدبیرت ہم از تدبیرِ اوست
اپنی اِس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈالدے — اگرچہ تیری تدبیر بھی اُسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

کار آں دارد کہ حق افراشت ست — آخر آں روید کہ اوّل کاشت ست
اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے — آخر میں وہی اُگے گا جو پہلے بویا ہے

ہر چہ کاری از برائے اُو بکار — چوں اسیرِ دوستی اے دوستدار
جو بوئے اُس کے لئے بو — اے دوست! جبکہ تو دوست کا پابند ہے

گردِ نفسِ دُزد و کارِ اُو مپیچ — ہر چہ آں نے کارِ حق ہیچست و ہیچ
چور نفس کے گرد اور اُس کے کام میں نہ لگ — جو اللہ (تعالیٰ) کا کام نہیں ہے وہ ہیچ در ہیچ ہے

پیش ازاں کہ روزِ دیں پیدا شود — نزدِ مالک دُزدِ شب رُسوا شود
اِس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو — مالک کے سامنے رات کا چور رُسوا ہو

رختِ دُزدیدہ بتدبیر و فنش — ماندہ روزِ داوری در گردنش
تدبیر اور اُسکے ہنر سے چُرایا ہوا مال — انصاف کے دن اُس کی گردن پر ہوگا

[1] گندم۔ یعنی اعلیٰ افعال۔ کاشتند۔ کارکنانِ قضا و قدر نے جو لکھ دیا ہے۔ جو۔ یعنی گھٹیا اعمال۔ شب۔ یعنی جو مقدر میں مکتوب ہے وہی سامنے آئیگا۔ گش۔ خوب۔ حیلۂ حق۔ اللہ کی قدرت۔

[2] دام یعنی تقدیرِ الٰہی کا جال۔ دامے۔ یعنی اپنی تدبیر کا جال۔ صد گیاہ۔ یعنی سینکڑوں تدبیریں۔ کِشتہ اِلٰہ۔ یعنی جو خدا نے مقدر کر دیا ہے۔ کِشتِ نو۔ یعنی تدبیر۔ کِشتِ نخست۔ یعنی تقدیر۔ ایں دوم۔ یعنی تدبیر۔ تخمِ اوّل۔ تقدیر کے تدبیر پر غلبہ کی توجیہ ہے۔

[3] افگن۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ تقدیر تدبیر پر غالب ہے تو معاملہ تقدیر کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ ہر چہ کاری۔ جب خدا سے دوستی کا دعویٰ ہے تو اُس کی شریعت پر عمل کرنا چاہیئے اور اُس کے لئے مخلصانہ عمل کرنا چاہیئے۔ نفس۔ یعنی امّارہ۔ ہر چہ۔ نفس امّارہ کے کام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔ پیش ازاں۔ قیامت کے دن شیطانی کاموں سے علیحدگی بے معنی بات ہوگی۔ داوری۔ دادرسی، منصفی۔

Fate

صد[1] ہزاراں عقل باہم برجہند — تا بغیرِ دامِ اُو دامے نہند

لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں — تاکہ اُسکے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال پھیلائیں

دامِ خود را سخت تر یابند و بس — کے نماید قوّتے با باد خس

اپنی (تقدیر کے) جال کو زیادہ سخت پاتے ہیں اور بس — تنکا، آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھائے؟

ور نداری باور از من رو ببیں — در نُبی وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن

اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے، جا دیکھ — قرآن میں ہے "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنیوالا ہے"

گر[2] تو گوئی فائدہ ہستی چہ بُود — در سوالت فائدہ ہست اے عنود

اگر تو کہے ہستی (عالمِ تدبیر) کا کیا فائدہ تھا — اے سرکش! کیا تیرے (اس) سوال میں فائدہ ہے؟

گر ندارد ایں سوالت فائدہ — چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ

اگر تیرے اِس سوال میں فائدہ نہیں ہے — (تو) میں اُس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سُنوں؟

ور سوالت فائدہ دارد یقیں — پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں

اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے — تو غور کر عالم (تدبیر) بے فائدہ نہ ہوگا

از سوالت ار بود بس فائدہ — چوں بجوید در جہاں کس فائدہ

اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں — تو عالمِ (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں نہ تلاش کریگا؟

ور سوالت را بسے فائدہاست — پس جہاں بے فائدہ آخر چراست

اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں — تو عالمِ (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟

ور[3] جہاں از یک جہت بے فائدہ است — از جہت ہائے دگر پر عائدہ است

اگر عالمِ (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے — دوسری جہتوں سے فائدہ سے پُر ہے

فائدہ تو گر مرا فائدہ نیست — مر ترا چوں فائدہ است از وے مایست

اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے — چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے باز نہ رہ

فائدہ تو گر مرا نبود مفید — چوں ترا شد فائدہ گیرا اے مرید

اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے — چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اُسے اختیار کر

ور منم زاں فائدہ حر ابن حر — مر ترا چوں فائدہ است از وے مبر

اگر میں اِس فائدہ سے آزاد ہوں — چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے نہ کٹ

حسنِ یوسفؑ عالمے را فائدہ — گرچہ بر اخواں عبث بُد زائدہ

یوسفؑ کے حسن میں عالم کا فائدہ تھا — اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار، عبث تھا

---

[1] صد ہزاراں۔ تقدیر کے خلاف عقلاء کی تدبیریں بالکل بیکار ہیں۔ با باد خس۔ باد تقدیرِ الٰہی ہے اور خس تدبیرِ عقلاء۔ واللہ۔ تو اچھے داؤ کے بالمقابل ناقص داؤ کیا کرسکتا ہے۔

[2] گر تو گوئی۔ اِعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر بیکار ہے تو خدا کا عالمِ تدبیر کو پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ در سوالت۔ اِلزامی جواب ہے کہ تیرے اس اعتراض میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں اگر بے فائدہ ہے تو بے فائدہ سوال کے جواب کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تیرا سوال مفید ہے اور عبث نہیں تو اللہ کا عالمِ تدبیر کو پیدا کرنا کیسے بے فائدہ ہوسکتا ہے۔ در سوالت جب ایک انسان کا فعل عبث نہیں تو حکیم و علیم کا فعل کیسے عبث ہوسکتا ہے۔

[3] در جہاں۔ ہر چیز کا ہر حیثیت سے مفید ہونا ضروری نہیں ہے، اگر عالمِ تدبیر بمقابلہ تقدیر بے فائدہ ہے تو اُس میں دوسری حیثیت سے بہت سے فائدے ہیں۔ فائدہ تو۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے مُفید ہو، ایک چیز ایک کے لئے بیکار ہے تو دوسرے کے لئے مُفید ہوتی ہے۔ حُسنِ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کے حُسن کی افادیت سب کے لئے تھی لیکن بھائیوں کیلئے نہ تھی۔

لحنِ[۱] داؤدی چناں محبوب بود
داؤدی نغمہ، کس قدر محبوب تھا

لیک بر محروم نامطلوب بود
لیکن محروم (منکر) کے لئے ناپسندیدہ تھا

آبِ نیل از آبِ حیواں بُد فزوں
نیل کا پانی آبِ حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا

لیک بر قبطیِ منکر بود خوں
لیکن منکرِ قبطی (فرعون) پر خون تھا

ہست بر مومن شہیدی زندگی
مومن کے لئے شہادت زندگی ہے

بر منافق مُردنست و ژندگی
منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

چیست[۲] در عالم بگو یک نعمتے
بتا، دنیا میں کونسی نعمت ہے؟

کہ نہ محروم اند ازوے اُمتے
کہ اُس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر
گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے؟

ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر
ہر جاندار کی جُداگانہ غذا ہے

لیک گر آں قوت بر وے عارضیست
لیکن اگر وہ اُس کی عارضی غذا ہے

پس نصیحت کردن اورا الضیست
تو نصیحت کرنا، اُس کو سدھانا ہے

چوں[۳] کسے کو از مرض گِل داشت دوست
جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے

گرچہ پندارد کہ آں گِل قوتِ اوست
اگرچہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اُسکی (اصل) غذا ہے

قوتِ اصلی را فرامش کردہ است
(لیکن) اُس نے اصلی غذا کو بھلا دیا ہے

روئے در قوتِ مرض آوردہ است
بیماری کی غذا کی طرف رُخ کرلیا ہے

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است
شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے

قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است
بیماری کی غذا نے اُس کو لکڑی جیسا بنادیا ہے

قوتِ اصلیِ بشر نورِ خداست
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے

قوتِ حیوانی مر او را ناسزاست
حیوانی غذا اُس کے لئے مناسب نہیں ہے

لیک از علت دریں افتاد دل
لیکن بیماری کیوجہ سے (اُس کا) دل اِسمیں پڑا ہے

کہ خورد او روز و شب از آب و گِل
کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

روئے زرد و پاے سست و دل سُبک
چہرہ زرد، پیر سست، اور دل کمزور۔

کو غذائے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ
کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

ترکاریاں، پھل وغیرہ۔ روئے زرد۔ یہ غذائیں اُس کی رُوح میں کمزوری کی علامتیں پیدا کردیتی ہیں۔ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ سورۂ والذاریات کی یہ آیت ہے یعنی قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔

[۱] لحنِ داؤدی۔ حضرت داؤدؑ کا نغمہ پرندوں تک کے لئے مُفید تھا لیکن کافروں کیلئے مُفید نہ تھا۔ آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی مخلوقِ خدا کیلئے مُفید تھا فرعون کیلئے مُہلک بنا۔ شہیدی۔ شہادت مُومن کیلئے مفید ہے کافر کیلئے مُضر ہے۔

[۲] چیست۔ دنیا کی ہر نعمت کا یہی حال ہے کہ کچھ انسانوں کیلئے وہ مُفید ہے اور محروم انسانوں کیلئے مُفید نہیں ہے۔ در شکر۔ اللہ تعالےٰ نے ہر نعمت ہر ایک کیلئے نہیں پیدا فرمائی ہے، شکر انسانوں کے لئے نعمت اور غذا ہے، حیوانوں کیلئے نہیں ہے۔ لیک۔ بعض اصلی غذا کو چھوڑ کر دوسری غذا کے عادی ہوجاتے ہیں تو نصیحت اُن کیلئے کارگر ہوتی ہے اور وہ اصل غذا حاصل کرنے لگتے ہیں۔ رائضی۔ گھوڑے کو سدھانا۔

[۳] چوں کسے۔ بعض لوگ مرض کی حالت میں مٹی کو غذا بنالیتے ہیں اور اُس کو اپنی غذا سمجھتے ہیں۔ نوش۔ اصلی غذا شہد کی طرح مُفید ہوتی ہے اور بیماری کیوجہ سے جس چیز کو اُس نے غذا سمجھ لیا ہے وہ اُسکے لئے مضر اور زہر ہوتی ہے جو اُس کو فربہ کرنے کی بجائے لکڑی جیسا خشک بنادیتی ہے۔ نورِ خدا۔ نورِ معرفتِ خداوندی۔ قوتِ حیوانی جسمانی لذتیں اور نفسانی شہوتیں۔ از آب و گِل۔ یعنی مٹی پانی کی پیداوار، گوشت،

آں[۱] غذائے خاصگانِ دولت است — خوردنِ آں بے گلو و آلت است

وہ دربار کے مخصوص لوگوں کی غذا ہے — اُس کا کھانا بغیر حلق اور برتنوں کے ہے

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش — مر حسود و دیو را از دودِ فرش

آفتاب کی غذا عرش کا نور ہے — حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

در شہیداں یُرزَقُوْن فرمود حق — آں غذا را نے دہاں نے طبق

اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں یُرزَقُوْن فرمایا ہے — اُس غذا کے لئے نہ مُنہ ہے نہ طباق

دل ز ہر یارے غذائے می خورد — دل ز ہر علمے صفائے می برد

دل ہر محبوب چیز سے غذا حاصل کرتا ہے — دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

صورتِ[۲] ہر آدمی چوں کاسہ ایست — چشم از معنیِ او حسّاسہ ایست

ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے — آنکھ اُس کے باطن کا اِدراک کرنے والی ہے

از لقائے ہر کسے چیزے خوری — وز قرانِ ہر قریں چیزے بری

تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کریگا — تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں — لائق ہر دو اثر زاید یقیں

جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے — یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

از قرانِ مرد و زن زاید بشر — وز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر

مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے — اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

وز قران خاک با بارانہا — میوہا و سبزہا ریحانہا

مٹی اور بارشوں کے ملنے سے — میوے اور سبزے (اور) خوشبودار گھاسیں (پیدا ہوتی ہیں)

وز قران سبزہا با آدمی[۳] — دل خوشی و بے غمی و خرمی

انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے — دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

وز قرانِ خرمی با جانِ ما — می بزاید خوبی و احسانِ ما

ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے — خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں

قابلِ خوردن شود اجسامِ ما — چوں برآید از تفرج کامِ ما

ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہوجاتے ہیں — جبکہ تفریح سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

---

۱ آں غذا۔ آسمانی غذا اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص بندوں کی غذا ہے جس کے کھانے کے لئے عالمِ ناسوت کے وسائل اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہے۔ دودِ فرش۔ عالمِ ناسوت کی غذا۔ یُرزَقُوْن۔ قرآن پاک میں شہیدوں کیلئے فرمایا گیا ہے۔ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ "بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں جن کو غذا دیجاتی ہے"۔ آں غذا۔ جنت کی یہ غذا بغیر مادّی ذرائع اور وسائل کے کھائی جاتی ہے۔ دل۔ جس طرح دنیاداروں اور اہل اللہ کی غذا میں اور دنیا اور آخرت کی غذا میں فرق ہے اسی طرح انسان کے مختلف اعضا کی مختلف غذائیں ہیں، دل کی غذا، دوست کی ملاقات اور حصولِ علم ہے۔

۲ صورت۔ چشمِ بصیرت کی غذا انسان کے باطنی اوصاف ہیں۔ از لقائے۔ ہر چیز ایک دوسرے سے مل کر کچھ نہ کچھ غذا اور قوت حاصل کرتی ہے۔ چوں ستارہ۔ اب مولانا نے چند مثالیں پیش فرمائی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ ہر چیز دوسری چیز سے مل کر کوئی غذا اور طاقت حاصل کر لیتی ہے قران السعدین اور قران النحسین سے ہر ستارہ ایک دوسرے سے تقویت اور غذا حاصل کر لیتا ہے اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ از قرانِ مرد و زن۔ میاں بیوی کی ہمبستری سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وز قران۔ پتھر اور لوہے کو ملا کر رگڑا جائے تو چنگاریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔

۳ آدمی۔ انسان چمنوں کی سیر کرتا ہے تو سرور حاصل ہوتا ہے۔ خرمی۔ انسان کو خوشی میسر آتی ہے تو قوائے باطنی میں اضافہ ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے۔ تفرج۔ سیر و تفریح۔ کام۔ مقصد

سُرخروئی[1] از قرانِ خوں بُود
خون کے ملنے سے سُرخروئی حاصل ہوتی ہے

خوں زخورشیدِ خوشی گلگوں بُود
خوشی کے آفتاب سے خون سُرخ ہوتا ہے

بہترین رنگہا سُرخی بود
رنگوں میں بہترین رنگ سُرخی ہوتی ہے

واں زخورشیدست از وے میرسد
وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اسی سے حاصل ہوتی ہے

ہر زمینے کو قرین شُد با زُحل
جو زمین زُحل (ستارہ) کی منعلق ہوئی

شورہ گشت و کشت رانبود محل
وہ شوریلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

قوّت اندر فعل آید ز اتّفاق
متفق ہو جانے سے کام میں قوّت آجاتی ہے

چوں قرانِ دیو با اہلِ[2] نفاق
جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

ایں معانی راست از چرخِ نہم
اِن معانی کے لئے نویں آسمان

بے ہمہ طاق و طُرم طاقِ طرم
بغیر شان وشوکت والے سے شان وشوکت ہے

خلق[3] را طاق و طُرم عاریت است
عالم کی شان و شوکت عارضی ہے

امر را طاق و طُرم ماہیّت است
(عالمِ) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

از پئے طاق و طُرم خواری کشند
شان و شوکت کے لئے ذلّت برداشت کرتے ہیں

بر امیدِ عزّ در خواری خوشند
عزّت کی اُمید پر ذلّت میں خوش ہیں

بر امیدِ عزّ دہ روزہ خدُوک
دس روزہ عزّت کی اُمید پر پریشان ہیں

گردنِ خود کردہ اند از غم چو دوک
فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں

چوں نمی آیند ایں جا کہ منم
اِس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں

کاندریں عزّ آفتابِ روشنم
کہ میں اِس عزّت میں روشن سورج ہوں

مشرقِ خورشید بُرجِ قیرگوں
سورج کی مشرق سیاہ بُرج ہے

آفتابِ ما ز مشرقہا بروں
ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے

مشرقِ اُو نسبتِ ذرّاتِ اُو
اُس کی مشرق ذرّوں کے ساتھ اُسکی نسبت ہے

نے برآمد نے فرو شد ذاتِ اُو
نہ اُس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے

ما کہ واپس ماندہ ذرّاتِ وئیم
ہم جو کہ اُس کے ذرّات میں سے پسماندہ ہیں

در دو عالم آفتابِ بے فیئم
دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کا سورج ہیں

مشرقِ او۔ ذاتِ باری کیلئے جب ہم لفظ شرق بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذرّات یعنی اولیاء اللہ اُسوقت اُس سے کسبِ نور کر رہے ہیں جو دائمی نہیں ہے بلکہ بسا اوقات کسبِ نور میں حجابات مائل ہو جاتے ہیں ورنہ اللہ کیلئے نہ مشرق ہے نہ مغرب۔ اُسکی ذات ہر وقت نور فشاں ہے۔ واپس ماندہ ذرّات یعنی ہم اُسکا اولیاء میں بہت کم

[1] سُرخروئی۔ رخساروں میں خون دوڑتا ہے تو چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے۔ گلگوں۔ خوشی سے خون میں سُرخی پیدا ہوتی ہے۔ واں۔ یہ سُرخی سورج کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے۔ زُحل۔ ایک ستارہ ہے جس کو نحسِ اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ اُس کی یہ تاثیر ہے کہ جس زمین کی طرف اُس کا رُخ ہو وہاں قحط اور جس طرف اُس کی پشت ہو وہاں وبا پھیل جاتی ہے۔

[2] اہلِ نفاق۔ منافقوں کا شیطان سے ملاپ اُنکے شر میں اضافہ کر دیتا ہے۔ چرخِ نہم۔ شرع میں اسی کو عرش کہا جاتا ہے اور حکماء اسکو فلک الافلاک اور فلکِ اطلس کہتے ہیں جو بالکل سادہ ہے اُسمیں کوئی ستارہ نہیں ہے۔ صوفیاء کے نزدیک علوم و معارفِ ربانی کا نزول اسی فلک سے ہوتا ہے چونکہ باہمی میل جول سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل ہوتی ہے لہٰذا انسان کو علوم و معارف سے وابستہ ہونا چاہیئے جن میں بڑی شان وشوکت ہے۔

[3] خلق۔ عالمِ ماریات۔ امر۔ عالمِ مجرّدات جس میں علوم و معارفِ الٰہی بھی داخل ہیں۔ عزّ۔ یعنی دنیا کی عزّت۔ خدوک۔ غصہ، پریشانی۔ دوک۔ تکلا۔ اینجا یعنی مقامِ معرفتِ خداوندی۔ قیرگوں۔ سیاہ۔ آفتابِ ما۔ ہم جس سے نور حاصل کرتے ہیں وہ ذات باری ہے جو مشرقوں سے وراء الوراء ہے

باز گردِ شمس میگردم عجب ۱؎
تعجب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں

ہم ز فرِ شمس باشد ایں سبب
یہ سبب بھی سورج کی شان و شوکت کی جانب سے ہے

شمس باشد بر سببہا مُطّلِع
اسباب سے سورج باخبر ہوتا ہے

ہم ازو حبلِ سببہا مُنقطِع
اسباب کی رسّی کا ٹوٹنا بھی اُسی کی جانب سے ہے

صد ہزاراں بار بریدم امید ۲؎
میں نے لاکھوں بار اُمید مُنقطع کی

از کہ؟ از شمس ایں شما باور کنید
کس سے! سورج سے اِس کا تم یقین کرو

تو مرا باور مکُن کز آفتاب
تو میرا یقین نہ کر، کہ سورج سے

صبر دارم من و یا ماہی ز آب
میں صبر کر سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کر سکتی ہے)

ور شوم نومید نومیدیِ من
اگر میں نا اُمید ہوں، میری نا اُمیدی

عینِ صُنعِ آفتاب ست اے حسن
بالکل سورج کا کام ہے، اے پیارے!

عینِ صُنع از نفسِ صانع چوں بُرد
بعینہٖ کام، کام کرنے والے کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتا ہے؟

عینِ ہست از غیرِ ہستی چوں چرد
خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کر سکتا ہے؟

جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند ۳؎
تمام موجودات اِسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں

گر بُراق و تازیاں ور خود خرند
خواہ بُراق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

لیک اسپِ کور کورانہ چرد
لیکن اندھا گھوڑا، اندھے پن سے چرتا ہے

می نہ بیند روضہ را ز انست رد
وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے، اِس لئے مردود ہے

وانکہ گردشہا ازاں دریا ندید
اور جس نے گردشوں کو اُس دریا سے نہ سمجھا

ہر دم آرد رُو بمحرابِ جدید
ہر آن مُنہ نئی محراب کی طرف کرتا ہے

اُو ز بحرِ عذب آبِ شور خورد
اُس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا

تا کہ آبِ شور اُو را کور کرد
یہاں تک کہ کھارے پانی نے اُسکو اندھا کر دیا

بحر می گوید بدستِ راست خور
دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی

ز آبِ من، اے کور تا یابی بصر
میرا پانی اے اندھے! تاکہ تو بینائی حاصل کرے

ہست دستِ راست اینجا ظنِ راست
داہنے ہاتھ (سے مُراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے

کو بداند نیک و بد را کز کجاست
تاکہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

طرف دھیان نہیں دیتے ہیں اور مردودِ بارگاہ ہوجاتے ہیں۔ گردشہا۔ جو لوگ اسباب کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے وہ اسباب کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ دریا۔ بحرِ حقیقت، اللہ تعالےٰ۔ اُو ز بحر۔ منکرین کی کج فطرتی اُن کو تباہ کر دیتی ہے۔ بحرِ عذب۔ شیریں پانی کا دریا۔ بدستِ راست یعنی حقائق کو صحیح طور پر دیکھ۔ ظنِ راست یعنی تمام

۱؎ باز۔ یعنی میں باوجود آفتاب ہو جانے کے پھر بھی مزید تقرب حاصل کرنے کیلئے اُس شمس کو لپٹا ہوا ہوں اور یہ میرا لپٹنا اور چکر جو تقرب کا سبب ہے یہ بھی اُسی شمس کا عطا کردہ ہے۔ ایں سبب۔ ہم ز فرِ شمس باشد۔ یعنی میری گردش جو کہ تقرب کا سبب ہے اُس کی ہی پیدا کردہ ہے، جس طرح نتائج قبضۂ قدرت میں ہیں اِسی طرح اُن کے اسباب بھی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ شمس۔ اسباب کا مہیا ہونا اور نہ ہونا قدرتِ خداوندی کے تابع ہے۔

۲؎ صد ہزاراں۔ وصول الی اللہ کی سعی میں لاکھوں بار مایوسیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تو مرا۔ لیکن مایوسی، ترکِ سعی کا سبب نہیں بنتی۔ صبر دارم۔ مایوس ہوکر صبر کر کے بیٹھ جاؤں یہ ممکن نہیں ہے۔ ماہی۔ مچھلی پانی سے صبر کر کے نہیں بیٹھ سکتی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ ور شوم۔ مایوس کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ عینِ صنع۔ جبکہ مایوس کرنا بھی اللہ کا فعل ہے تو وہ اللہ کے ساتھ مزید تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ عینِ ہست۔ مایوسی جو موجود ہے وہ غیر موجود کا فعل کب ہو سکتی ہے ولاموجود الا اللہ لہٰذا وہ اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔

۳؎ جملہ ہستیہا۔ اچھے ہوں یا بُرے سب نے وجود اسی ذات سے حاصل کیا ہے۔ اسپِ کور۔ جن کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی وہ اِس

نیزہ گردانیست اے نیزہ کہ تو [1]
اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو
راست می گردی گہ و گاہے دوتو
کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوہرا

ما ز عشقِ شمسِ دیں بے ناخنیم
ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں
ورنہ ما آں کور را بینا کنیم
ورنہ ہم اُس اندھے کو بینا کر دیتے

ہاں ضیاء الحق حسام الدیں تو زود [2]
ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد
دارویش کُن کوریِ چشمِ حسود
اُسکا علاج کر دے، حاسد کے اندھے پن کے باوجود

جملہ کوراں را دوا کُن اے قمر
اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے
اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر
اے پھلدار درخت! پھل گرا

توتیائے کبریائی تیز فعل
زود اثر خدائی سُرمہ
داروئے ظلمت کُشِ استیز فعل
تاریکی کو دُور کرنے والی دوا، اُکھاڑ کرنیوالی

آنکہ گر بر چشمِ اعمیٰ برزند
وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں
ظلمتِ صد سالہ را زو برکند
سَو سالہ تاریکی کو اُس سے دُور کر دے

جملہ کوراں را دوا کُن جز حسود
حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر
کز حسودی بر تو می آرد جحود
جو حسد کی وجہ سے تیرا انکار کرتا ہے

مر حسودت را اگرچہ آں منم [3]
اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں
جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم
جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان توڑتا رہوں

آنکہ او باشد حسودِ آفتاب
جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے
کور می گردد ز بُودِ آفتاب
سورج کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے

اینت دردِ بے دوا کور است آہ
عجب اُس کا لاعلاج مرض ہے! افسوس
اینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ
عجب، یہ ہمیشہ کے لئے کنوئیں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

نفیِ خورشیدِ ازل بایستِ او
اُس نے ازلی سورج کا عدم چاہا
کے برآید ایں مرادِ او بگو
بتا اُس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ
باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آجائے
بازِ کور ست آنکہ شد گم کردہ راہ
جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

---

[1] نیزہ گرداں۔ برچھی گھمانے والا۔ نیزہ۔ یعنی انسانی قد۔ دوتو۔ دُہرا۔ شمسِ دیں۔ یعنی شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ۔ بے ناخن۔ مجبور، معذور، مولانا کی تصرفات سے معذوری یا فنائیت کی بنا پر تھی یا تصرف سے محجوب تھے یا ماذون تو تھے لیکن تشبہ بالانبیاء کی بنا پر تصرف کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ کور را۔ بسا اوقات اولیاء اللہ ایسا تصرف کر دیتے ہیں کہ منکر قدموں پر آگرتا ہے۔

[2] ضیاء الحق۔ مولانا کے خلیفہ ہیں جن سے مولانا فرماتے ہیں کہ تو گمراہوں پر تصرف کر کے راہِ راست پر لا۔ اے قمر۔ ضیاء الحق جن کا دل چاند کی طرح روشن ہے۔ توتیا۔ سرمہ۔ استیز فعل۔ جس کا کام مرض کو دفع کرنا ہے۔ اعمیٰ۔ یعنی جو عرصہ سے منکر ہے۔ جز حسود۔ حسد کی بنا پر منکر کی شفا ناممکن ہے۔

[3] مر حسود۔ حاسد کسی طرح فیضیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ کور می گردد۔ آفتاب کا کام روشنی پہنچانا ہے لیکن حاسد آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اور اندھا بنتا ہے۔ اینت۔ زہے۔ درد۔ حسد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ خورشیدِ ازل۔ اولیاء اللہ یا ذاتِ خداوندی۔ باز آں باشد۔ یعنی طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وقت فیض حاصل بھی نہ ہو تو منکر نہ بنے بلکہ کوشش جاری رکھے پھر مناسبت پیدا ہوگی، اور فیض حاصل ہونے لگے گا مُنکر بن گیا تو تباہی ہے۔

گرفتارشدن[1] باز میانِ چغداں بویرانہ

ویرانہ میں باز کا چغدوں میں پھنس جانا

باز در ویراں برِ چغداں فتاد | راہ را گم کرد و در ویراں فتاد
باز ویرانے میں الوؤں میں جا گرا | راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اترا

او ہمہ نور ست از نورِ رضا | لیک کورش کرد سرہنگِ قضا
وہ خوشنودیِ (حق) کے نور سے سراپا نور ہے | لیکن اس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کر دیا

خاک در چشمش زد و از راہ برد | در میانِ چغد و ویرانش سپرد
(قضا نے) اسکی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستہ سے ہٹا دیا | اس کو الوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

بر سری چغدانش بر سر می زنند | پر و بالِ نازنینش می کنند
علاوہ ازیں الو اس کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے | اس کے ناز پروردہ پر و بال اکھاڑتے تھے

ولولہ[2] افتاد در چغداں کہ ہا | باز آمد تا بگیرد جائے ما
الوؤں میں شور مچا کہ خبردار! | باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرلے

چوں سگانِ کوی پُر خشم و مہیب | اندر افتادند در دلقِ غریب
گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح | مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

باز گوید من چہ در خوردم بچغد | صد چنیں ویراں رہا کردم بچغد
باز کہتا ہے مجھے الوؤں سے کیا لگاؤ؟ | ایسے سو ویرانے میں نے الوؤں کیلئے چھوڑ دیئے ہیں

من[3] نخواہم بود اینجا می روم | سوئے شاہنشاہ راجع می شوم
میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا، میں جاتا ہوں | شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں

خویشتن مکشید اے چغداں کہ من | نے مقیمم می روم سوئے وطن
اے الوؤ! اپنے آپ کو نہ مارے ڈالو کیونکہ میں | میں مقیم نہیں ہوں، وطن کی طرف جاتا ہوں

ایں خراب آباد در چشمِ شماست | ورنہ ما را ساعدِ شہ باز جاست
یہ ویرانہ تمھاری نظر میں آباد ہے | ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے

چغد گفتا باز حیلت می کند | تا ز خان و ماں شما را بر کند
ایک الو بولا، باز مکاری کرتا ہے | تاکہ تمہیں گھر بار سے اکھاڑ دے

خانہائے ما بگیرد او بہ مکر | بر کند ما را ز سالوسی ز وکر
مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کرلے | چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہکو اجاڑ دے

[1] گرفتار شدن۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ باز شاہ کی کلائی سے محروم ہو گیا تھا لیکن برابر طلب میں لگا رہا اور کامیاب ہوا۔ باز۔ اس سے مراد نبی و عارف ہے۔ چغداں۔ الوؤں سے مراد منکرین اور محجوبین ہیں اور اس حکایت میں شاہ سے ذاتِ حق اور زنداں سے دنیاوی لذتیں مراد ہیں۔ او ہمہ نور۔ عارفین کی بھی کبھی آزمائش ہو جاتی ہے اور وہ قضائے الٰہی سے راہ گم کر بیٹھتے ہیں۔ بر سری۔ علاوہ ازیں۔ می زنند یعنی باز کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے۔ نازنین۔ ناز پروردہ۔

[2] ولولہ۔ واویلا کرنا، جوش و خروش۔ تا بگیرد۔ انبیا کے بارے میں منکرین یہ بھی کہتے تھے۔ یُرِیدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال کر اس پر قبضہ جمائے۔ دلق۔ گدڑی۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ باز گوید۔ انبیا اور اولیا نے منکرین سے اکثر یہی کہا ہے۔

[3] من نخواہم۔ شعر
خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا درِ میکدہ شاداں و غزل خواں بروم
شاہنشاہ۔ ذاتِ حق۔ وطن یعنی دارِ آخرت۔ ساعدِ شہ یعنی اللہ (تعالیٰ) کا قرب۔ حیلت۔ حیلہ بازی۔ خان و ماں۔ گھر بار۔ سالوسی۔ فریب، مکاری۔ وکر۔ گھونسلا۔

می‌نماید سیری[1] ایں حیلت پرست
یہ مکّار سیر چشمی دکھاتا ہے

واللہ از جملہ حریصاں بدتر است
خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے

او خورد از حرص طیں را ہمچو دِبس
وہ لالچ میں مٹی، انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے

دُنبہ مسپارید اے یاراں بخرس
اے دوستو! دُنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو

لاف از شہ می زند وز دستِ شاہ
بادشاہ، اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے

تا بَرد او ما سلیماں را ز راہ
تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کر دے

خود چہ جنسِ[2] شاہ باشد مُرغکے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہوگا؟

مشنوش گر عقل داری اندکے
اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو، اِس کی نہ سُنو

جنسِ شاہ است او و یا جنسِ وزیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟

ہیچ باشد لائقِ لوزینہ سیر
کبھی لہسن، بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے؟

آنچہ می گوید ز مکر و فعل و فن
وہ جو مکّاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے

ہست سلطاں با حشم جویائے من
(کہ) بادشاہ مع فوج کے میری تلاش میں ہے

ق

اِینت مالیخولیائے ناپذیر
عجب! ناقابلِ قبول پاگل پن ہے

اِینت لافِ خام و دامِ گول گیر
عجب! بے بنیاد شیخی اور بھولوں کو پھانسنے کا جال ہے

ہر کہ ایں باور کند او ابلہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے

مُرغکِ لاغر چہ درخوردِ شہ است
کمزور ذلیل پرند، بادشاہ کے کیا لائق ہے؟

کمترین[3] چُغد ار زند بر مغزِ او
چھوٹے سے چھوٹا اُلّو اگر اُس کے بھیجے پر (ٹھونگ) مار دے

مر ورا یاری گری از شاہ کو
اُس کی بادشاہ سے دوستی کہاں ہے؟

گفت باز ار یک پرِ من بشکنید
باز نے کہا، اگر میرا ایک پر (بھی) تم توڑ دو

یا ز غم برگِ گلے بر من زنید
یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مار دو

بیخِ چُغدستاں شہنشہ بر کَند
بادشاہ بوستان کی بیخ کنی کر دے گا

خانہا تاں جُملگی بر سر زند
تم سب کے گھونسلے اُجاڑ دے گا

چُغد خود چہ بُود اگر بازے مرا
اُلّو کیا ہوتا ہے؛ اگر کوئی باز (بھی) میرا

دل برنجاند کُند بر من جفا
دل رنجیدہ کرے (اور) مجھ پر ظلم کرے

شہ کُند تودہ بہرِ شیب و فراز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگا دے

صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز
بازوں کے سروں کے لاکھوں کھلیان

---

[1] سیری، پیٹ بھراپن۔ طین، مٹی۔ دبس، انگور کا شیرہ۔ خرس، ریچھ۔ لاف یعنی یہ اُس کی بکواس ہے کہ اُس کی شاہ سے دوستی ہے اور وہ اُس کی کلائی پر بیٹھتا ہے۔ سلیماں سلیم کی جمع ہے، بھولا انسان۔ از راہ بُردن، دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔

[2] جنس، ہم جنس، مناسب۔ مرغک، حقیر پرند۔ لوزینہ، بادام کا حلوا۔ سیر، لہسن۔ اینت، زہے، عجب۔ مالیخولیا، جنون کی ایک قسم ہے۔ ناپذیر، ناقابلِ قبول۔ لافِ خام، بے بنیاد شیخی۔ گول، بالضم و واوِ مجہول، احمق، ابلہ۔

[3] کمترین، اکثر مُنکروں نے بھی اِس طرح دھمکیاں دی ہیں۔ گفت، انبیاء اور اولیاء کو ستانے پر بستیاں ویران کر دی گئی ہیں۔ اگر باز، اولیاء کو ستانے سے عوام تو درکنار بڑے بڑے لوگ صاحبِ علم و ہنر برباد ہوئے ہیں۔ شیب، نشیب کا مخفف ہے، پست زمین۔

پاسبانِ من عنایاتِ وے ست ۔ ہر کجا کہ می روم شہ در پے ست

اُس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں ۔ میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

در دلِ سلطاں خیالِ من مُقیم ۔ بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم

بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے ۔ میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

چوں بپرّاند مرا شہ در روش ۔ یا ہم اندر اوجِ جاں خوش پرورش

جب بادشاہ مجھے کسی روِش میں اُڑاتا ہے ۔ میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

ہمچو ماہ و آفتابے می پرم ۔ پردہائے آسماں را بر درم

میں چاند اور سورج کی طرح اُڑتا ہوں ۔ آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

روشنیِ عقلہا از فکرتم ۔ انفطارِ آسماں از فطرتم

عقلوں کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے ۔ آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

بازم و حیراں شود در من ہما ۔ چغد کہ بُود تا بداند سرِّ ما

میں باز ہوں اور میرے معاملہ میں ہما حیران ہوتا ہے ۔ اُلّو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد ۔ صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد

شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا ۔ لاکھوں قیدیوں کو آزاد کر دیا

یک دمم با چغدہا دمساز کرد ۔ از دمِ من چغدہا را باز کرد

(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے اُلّوؤں کا ساتھی بنایا ۔ میرے دم بدم سے اُلّوؤں کو باز بنا دیا

اے خنک چغدے کہ در پرّازِ من ۔ فہم کرد از نیک بختی رازِ من

وہ اُلّو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں ۔ نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

در من آویزید تا بازاں شوید ۔ گرچہ چغدانید شہبازاں شوید

مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ ۔ اگرچہ تم اُلّو ہو باز بن جاؤ

آنکہ باشد با چنیں شاہے حبیب ۔ ہر کجا افتد چرا باشد غریب

جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو ۔ جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا ۔ گرچو نے نالد نباشد بے نوا

بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو ۔ اگرچہ وہ بانسری کی طرح نالہ کرے بے ساز و ساماں نہیں ہوتا

۱؎ پاسبان ۔ خدا نے انبیاء کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مُقیم ۔ جاگزیں۔ سَقیم ۔ بیمار۔ یا ہم ۔ یعنی جب خدا مجھے روحانی عروج عطا فرماتا ہے تو مجھے روح کی ترقی میں اچھی پرورش حاصل ہوتی ہے۔ می پرم ۔ انبیاء کو معراج جسمانی اور اولیاء کو معراج روحانی حاصل ہو جاتی ہے۔

۲؎ روشنیِ عقلہا یعنی فرشتوں کو نور میری وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اِنفطار ۔ آسمانوں میں شگاف ہونا۔ فطرتم ۔ میری پیدائش کی وجہ سے ہے، آسمانوں کا انفطار انبیاء کی معراجوں یا بارشوں کے نزول کے لئے ہے۔ چغد ۔ یعنی ملائکہ، افضلِ بشر، افضلِ ملائکہ سے افضل ہے۔ صد ہزاراں ۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔ یک دم ۔ کفار، انبیاء کی صحبت سے اور محبوبین اولیاء کی صحبت سے کامل بن جاتے ہیں۔

۳؎ خنک ۔ ٹھنڈا، خوش نصیب۔ پرواز ۔ یعنی مرتبہ کمال۔ نیک بختی ۔ سعادتِ ازلی۔ رازِ من ۔ یعنی حُسنِ عقیدت رکھے۔ آویزید ۔ یعنی تعلق پیدا کرو۔ شہباز ۔ ایک بڑی قسم کا باز ہے۔ شوید ۔ انبیاء اور اولیاء کے اتباع سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ حبیب ۔ محبوب۔ غریب ۔ مسافر، اجنبی۔ ہر کہ ۔ مقربین کا درد عشق کی وجہ سے جو مراتب کی بلندی پیدا کرتا ہے۔

مالکِ ملکم[1] نیم من طبل خوار
میں سلطنت کا مالک ہوں پیٹو نہیں ہوں

طبلِ بازم می زند شہ از کنار
کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

طبلِ بازِ من ندائے ارجعی
میری واپسی کا طبل "واپس آجا" کی آواز ہے

حق گواہِ من برغم مدعی
مخالف کی ذلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے

من نیم جنسِ شہنشہ دور ازو
میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں اُس سے جدا ہوں

لیک دارم در تجلی نور ازو
لیکن تجلی میں اُس کا نور رکھتا ہوں

نیست جنسیت ز روئے شکل و ذات
ہم جنس ہونا صورت اور ذات ہی کیوجہ سے نہیں ہے

آب جنسِ خاک آمد در نبات
زمین کی پیداوار میں پانی، مٹی کی جنس ہوگیا

باد[2] جنسِ آتش آمد در قوام
بناوٹ میں ہوا، آگ کی جنس ہوگئی

طبع را جنس آمدست آخر مدام
شراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہوگئی

جنسِ ما چوں نیست جنسِ شاہِ ما
ہماری جنس چونکہ ہمارے شاہ کی جنس نہیں ہے

مائے ما شد بہر مائے او فنا
ہماری ہستی اُس کی ہستی میں فنا ہوگئی ہے

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد
جب ہماری ہستی فنا ہوگئی وہ اکیلا رہ گیا

پیش پائے اسپِ او گردم چو گرد
اُس کے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کیطرح ہوگیا

خاک شد جان و نشانیہائے او
ہماری جان خاک ہوگئی اور اُس کی نشانیاں

ہست بر خاکش نشانِ پائے او
اِس (جان)، کی خاک پر اُسکے پاؤں کے نشان ہوگئے

خاکِ پایش شو برائے ایں نشاں
اس نشان کے لئے اُسکے پاؤں کی خاک بن جا

تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں
تاکہ تو عالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

تا کہ نفریبد شما را شکلِ من
ہرگز میری (ظاہری) صورت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے

نقلِ[3] من نوشید پیش از نقلِ من
میرے مرنے سے پہلے میرا نقل چکھ لو

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد
اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا

قصدِ صورت کرد، بر اللہ زد
اُسنے صورت کو ستانے) کا ارادہ کیا (اور) اللہ پر حملہ کیا

[1] مالکِ ملکم۔ بادشاہی کا مالک طبل خوار حریص طبلِ باز۔ واپسی کا نقارہ، باز جب شکار کر چکتا ہے اُس کو واپس بلانے کیلئے نقارہ بجایا جاتا ہے۔ کنار۔ کنارہ۔ ارجعی۔ تو واپس آجا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پاک روحوں کو واپس بلانے کے لئے فرماتا ہے، اللہ کا یہ فرمانا طبلِ باز ہے۔ رغم مدعی۔ مخالف کی ذلت۔ من نیم۔ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ بادشاہ اور وزیر کی جنس نہیں ہے لہٰذا اُنسے کیا تعلق، اس کا جواب ہے کہ میں ہم جنس تو نہیں ہوں لیکن اُسکے نور کی تجلی مجھ پر پڑ گئی ہے جنسیت یعنی جنسیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم شکل وصورت ہو بلکہ تعلق اور مناسبت کی وجہ سے ہم جنس بنجاتا ہے۔ آب۔ زمین کی پیداوار میں پانی اور مٹی کا باہم تعلق ہے حالانکہ دونوں کی شکل وصورت جدا جدا ہے۔

[2] باد۔ چند مثالیں دیکر سمجھایا ہے کہ باہمی تعلق شکل وصورت کے اتحاد پر موقوف نہیں ہے ہوا آگ کی حقیقت میں داخل ہے اور اُس سے متعلق ہے اگر ہوا نہ ہو تو آگ فوراً بجھ جاتی ہے، طبیعتِ انسانی اور شراب میں تعلق ہے۔ شراب پی کر طبیعت میں مستی آجاتی ہے۔ مائے۔ انانیت، ہستی۔ فنا یعنی ہم اللہ کے ہم جنس تو نہیں ہیں لیکن ہم نے اپنی ہستی کو اُس کیلئے فنا کر دیا ہے۔ خاک۔ ہم نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا اور اُس مٹی پر اُس کے نقشِ قدم ہیں۔ گردن کشاں۔ عالیجاہ لوگ۔

[3] نقل بضم، میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جائے بالفتح نقلِ مکانی، انتقال یعنی محض صورتِ ظاہری پر نظر کر کے تحقیر نہ کرنی چاہیئے اور استفاضہ سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔ بسا کس۔ کافر انبیاء کو صورتاً اپنا جیسا دیکھ کر مُنکر بنتے تھے اور مخالفت کرتے تھے جو دراصل اللہ کی مخالفت ہوتی تھی۔

آخر[51] ایں جاں بابدن پیوستہ است — ہیچ ایں جاں بابدن مانستہ است

آخر یہ جان، بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے — کہیں یہ جان، بدن سے مشابہ ہے؟

تابِ نورِ چشم باپیہ است جُفت — نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت

آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے — دل کا نور، خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

شادی اندر گُردہ وغم در جگر — عقل چوں شمعے درونِ مغزِ سر

خوشی گُردے میں اور غم جگر میں (ہے) — عقل شمع کی طرح سَر کے مغز میں (ہے)

رائحہ در انف و منطق در لسان — لہو در نفس و شجاعت در جنان

خوشبو ناک میں، اور گویائی زبان میں (ہے) — کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

ایں تعلقہا نہ بے کیف است و چوں — عقلہا در دانش چونی زبوں

کیا یہ تعلقات ناقابلِ بیان اور ناقابلِ مثال نہیں ہیں؟ — عقلیں (اِن کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

جانِ[52] کُل با جانِ جُزو آسیب کرد — جاں ازو دُرّے ستد در جیب کرد

جانِ کُل نے جانِ جزو پر اثر ڈالا — جانِ (جزو) نے اُس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

ہمچو مریم جاں ازاں آسیبِ جیب — حاملہ شد از مسیحِ دلفریب

(حضرت) مریمؑ کی طرح جان اُس دل کی تاثیر سے — حسین مسیحؑ سے حاملہ ہو گئی

آں مسیحے نے کہ بر خشک و تر است — آں مسیحے کز مساحت برتر است

وہ مسیح نہیں جو بحر و بَر پر ہے — وہ مسیحؑ جو ناپ تول سے بالا ہے

پس ز جانِ[53] جاں چو حامل گشت جاں — از چنیں جانے شود حامل جہاں

تو جب جان، جانِ جاں سے حاملہ ہو گئی — ایسی جان سے جہاں پُر ہو جاتا ہے

پس جہاں زاید جہانِ دیگرے — ایں حشر را وانماید محشرے

تو جہان، دوسرا جہان جَن دیتا ہے — یہ گروہ (جہانِ دیگر) اِس گروہ کا محشر نمایاں کر دیتا ہے

تا قیامت گر بگویم بشمرم — من ز شرحِ ایں قیامت قاصرم

قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں — میں اِس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں

تا قیامت ایں قیامت را اگر — شرح گویم قاصر آیم اے پسر

قیامت تک اس قیامت کی اگر — میں شرح کروں، اے صاحبزادے! میں عاجز آ جاؤں

---

۵۱ آخر۔ جسم اور روح میں باہمی تعلق ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے تو منکرین صوفیہ کی عدم مشابہت سے تعلق کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ تابِ نور۔ جب آنکھ کی چربی نورِ چشم کا منظہر اور دل کا قطرۂ خون نور کا مظہر ہو سکتے ہیں تو ایک انسان کے نورِ حق سے متجلی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ شادی۔ گردہ اور خوشی میں، غم اور جگر میں، عقل اور مغز میں صوری مشابہت نہیں ہے لیکن باہمی تعلق ظاہر ہے۔ رائحہ۔ خوشبو۔ انف۔ ناک۔ جناں۔ دل۔ اِن چیزوں میں صورتاً مشابہت نہیں اور تعلق ظاہر ہے۔ ایں تعلقہائے۔ پہلے جن چیزوں کا باہمی تعلق بتایا ہے اس تعلق کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہے لہٰذا تعلق مع اللہ کی کیفیت بیان کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔

۵۲ جانِ کُل۔ ذاتِ حق، یہ انسان سے خدا کے تعلق کا بیان ہے۔ جانِ جزو۔ انسان۔ آسیب۔ اثر۔ ہمچو مریمؑ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے انسان کے دل کو متاثر کیا اور وہ حاملِ امانت ہو گیا جس طرح حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حضرت مسیحؑ سے حاملہ ہو گئی تھیں۔ جیسے حضرت مریمؑ تو ایک انسان مسیحؑ سے حاملہ ہوئیں مؤمن کا قلب تجلیاتِ رب کا حامل ہو گیا۔ خشک و تر۔ بحر و بر۔ مساحت۔ ناپنا۔

۵۳ جانِ جاں۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ حاملِ حق۔ شیخ کے قلبی نور سے تمام دنیا مستفید ہوتی ہے۔ ایں حشر۔ بزرگوں سے فیض حاصل کرنیوالے اپنے پہلے بزرگوں کی شہرت اور نمود کا سبب بنتے ہیں۔ محشر۔ قیامت میں سب کے وجود ظاہر ہو جائیں گے اسی طرح مستفیدین بزرگوں کے وجود کو نمایاں کرتے ہیں۔ تا قیامت۔ پھر مستفیدین اور مستفیدین سے مستفیدین کا سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ تا قیامت۔ جبکہ بزرگوں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے تو اُس کی شمار مشکل ہے

ایں[1] سخنہا خود بمعنی یارب ست
خود یہ باتیں یارب کے معنی میں ہیں

حرفہا دامِ دمِ شیریں لب ست
(انکے) حرفِ شیریں لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند
کوتاہی کیوں کرے، اور خاموش کیوں رہے؟

چونکہ لبیکش زیارب می رسد
جبکہ یارب کی وجہ سے اسکے پاس لبیک کی آواز پہنچ رہی ہے

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید
وہ ایسی لبیک ہے جو سُنی نہیں جا سکتی

لیک سر تا پائے بتوانی چشید
ہاں سر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے

یک[2] مثل آوردمت تا پے بری
میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے پتہ چل جائے

وز چنیں لبیک پنہاں بر خوری
اور اس طرح کی پوشیدہ لبیک سے پھل کھالے

کلوخ انداختنِ تشنہ از سرِ دیوار در جوئے آب
پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈھیلے پھینکنا

بر لبِ جُو بود دیوارے بلند
ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی

بر سرِ دیوار تشنہ دردمند
دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

تشنہ مستسقیِ زار و نزار
پیاسا، پانی کا طلبگار، بدحال اور لاغر

عاشقِ مستِ غریبِ بے قرار
عاشق، مست، پردیسی بے قرار (تھا)

مانعش از آب آں دیوار بود
وہ دیوار اُس کے لئے پانی سے روک تھی

از پئے آب اُو چو ماہی زار بود
پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا

شُد حجابِ آب آں دیوارِ اُو
اُس کی وہ دیوار پانی کی آڑ بنی

بر فلک می شد فغانِ زارِ اُو
اُس کی دردناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی

ناگہاں انداخت اُو خشتے در آب
اچانک اُس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی

بانگِ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اُس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی

چوں خطاب[3] یارِ شیریں و لذیذ
دوست کی میٹھی اور لذیذ گفتگو جیسی

مست کرد آں بانگِ آبش چوں نبیذ
اُسکو پانی کی اِس آواز نے شراب کیطرح مست کردیا

از صفائے بانگِ آب آں ممتحن
وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کیوجہ سے

گشت خشت انداز و زانجا خشت کن
اینٹ پھینکنے والا اور اُس جگہ سے اینٹ اکھاڑنے والا ہوگیا

آب می زد بانگ یعنی ہے ترا
پانی پکارتا تھا یعنی ارے تجھے

فائدہ چہ زیں زدنِ خشتے مرا
میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

---

[1] ایں سخنہا۔ یہ نصیحت کی باتیں، جو بزرگ اللہ تعالےٰ کی جانب سے لوگوں کی اِصلاح پر مامور ہوتے ہیں اُن کا وعظ ونصیحت کرنا ذکرِ الٰہی کے ہم معنیٰ ہوتا ہے۔ یارب۔ یعنی ذکرِ خداوندی۔ حرفہا۔ ذکر اور نصیحت سے خدا سے شرفِ ہمکلامی حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے لبیک کی صدا آتی ہے تو گویا یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی گفتگو کے لئے جال اور سبب ہے۔ چوں کند۔ جبکہ ذکر سے شرفِ ہمکلامی حاصل ہو تو کون بدنصیب ہوگا جو ذکر کرنے سے باز آئے گا۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں۔ یہ پکارنے والے کے جواب میں کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ جواب شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے۔

[2] یک مثل۔ ذکر کرنیوالے کے لئے اللہ تعالےٰ کی جانب سے جو لبیک کی آواز آتی ہے وہ شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے اُس کو اِس قصہ سے سمجھانا ہے کہ پیاسے کے لئے پانی کی آواز بھی ایک ذوقی چیز ہے جو پیاسا نہ ہو وہ اُس آواز سے کوئی لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ مستسقی۔ پانی کا طلبگار۔ زار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر۔ عاشق۔ یعنی پانی کا عاشق۔ مست۔ یعنی پانی کے عشق سے۔

[3] خطاب۔ یعنی ڈھیلا گرنے سے جو پانی میں آواز پیدا ہوئی وہ پیاسے کے لئے ایسی ہی تھی جیسے ذاکر کے لئے لبیک کی آواز۔ نبیذ۔ شراب۔ ممتحن۔ آزمائش میں

تشنہ گفت آبا[1] مرا دو فائدہ ست — من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست
پیاسے نے کہا، اے پانی میرے دو فائدے ہیں — میں اس کام سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا

فائدہ اوّل سماعِ بانگِ آب — کو بُود مر تشنگاں را چوں سحاب
پہلا فائدہ تو پانی کی آواز کا سُننا ہے — جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

بانگِ اُو چوں بانگِ اسرافیل شُد — مُردہ را زیں زندگی تحویل شُد
اس کی آواز اسرافیلؑ کی آواز کی طرح ہے — مُردے (کو) اُس سے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

یا چو بانگِ رعد ایامِ بہار — باغ می یابد ازو چندیں نگار
یا موسم بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے — جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کر لیتا ہے

یا چو بر درویش[2] آوازِ زکات — یا چو بر محبوس پیغامِ نجات
یا (ایسی ہے) جیسی فقیر کیلئے زکات (دینے والے) کی آواز — یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لیے رہائی کا پیغام

یا دمِ رحمٰن بُود کاں از یمن — میرسد سوئے محمدؐ بے دہن
یا اللہ (تعالیٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے — محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر مُنہ کے پہنچتی ہے

یا چو بوئے احمدِ مرسل بُود — کاں بعاصی در شفاعت میرسد
یا رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی — جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بوئے[3] یوسفِ خوب لطیف — میزند بر جانِ یعقوبِ نحیف
یا حسین پاکیزہ یوسفؑ کی خوشبو کی طرح — جو لاغر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا نسیمِ روضۂ دار السّلام — سوئے عاصی می رسد بے انتقام
یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے — جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا سوئے مسِّ سیہ از کیمیا — می رسد پیغام کاے ابلہ بیا
یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے — پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اسکی طرح ہے)

یا ز لیلیٰ بشنود مجنوں کلام — یا فرستد ویس رامیں را پیام
یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے — یا ویس (معشوق) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں — بر کنم آیم سوئے ماءِ معیں
دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اِسمیں سے — میں اکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آجاتا ہوں

---

[1] آبا ۔ اے پانی ۔ ندارم ۔ نہ بردارم ۔ سحاب ۔ پیاسا جس طرح ابر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے پانی کی آواز سن کر بھی خوش ہوتا ہے ۔ اسرافیل ؑ ۔ حضرت اسرافیل ؑ کے صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے ۔ مُردہ یعنی جو پیاس سے مر رہا ہے پانی کی آواز سے اُس کو ایک زندگی مل جاتی ہے ۔ رعد گرج باغ موسم بہار میں بادل کی گرج سے بشارت حاصل کرتا ہے ۔

[2] درویش ۔ فقیر جب زکوٰۃ دینے والے کی آواز سنتا ہے تو اُسمیں نشاط پیدا ہو جاتا ہے ۔ دمِ رحمٰن ۔ آنحضور ؐ نے ارشاد فرمایا مجھے خدائی سانس یمن کی جانب سے پہنچتا ہے بے دہن ۔ خدا کا کلام اور سانس دہن سے منزہ ہے ۔ بوئے احمد ۔ شفاعت کے وقت آنحضورؐ کی خوشبو گنہگار کے لئے جانفزا ہوگی ۔

[3] بوئے یوسف ؑ ۔ حضرت یعقوب ؑ نے حضرت یوسف ؑ کے کُرتے کی خوشبو بہت دُور سے محسوس کر لی تھی جو اُن کے نشاط کا سبب بنی ۔ نحیف ۔ کمزور، لاغر ۔ نسیم ۔ ہلکی خوشگوار ہوا ۔ روضہ ۔ باغ ۔ دار السّلام ۔ بہشت کے آٹھ طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام ہے ۔ بے انتقام یعنی وہ گنہگار جس کو گناہوں کی سزا نہ ملی ہو ۔ از کیمیا کیمیا کی آواز سونے کے لئے ایسی ہی روح فزا ہے جیسے پیاسے کے لئے پانی کی آواز تھی ۔ ویس ۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے جیسا کہ لیلیٰ ۔ رامیں ۔ عرب کا مشہور عاشق ہے جیسا کہ مجنوں ۔ فائدہ دیگر ۔ اینٹ اکھاڑنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دیوار کم ہو رہی ہے اور پانی کا قرب بڑھ رہا ہے ۔

گر ز کمیِ[1] خشت دیوارِ بلند — پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند

اِسلئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے — جتنی مرتبہ اُکھڑتی ہے، زیادہ نیچی ہوجاتی ہے

پستیِ دیوار قربے می شود — فصلِ او درمانِ وصلے می شود

دیوار کی نیچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے — اُس (اینٹ) کا جُدا ہونا وصل کا سبب ہوجاتا ہے

پستی آمد کندنِ خشتِ لزب — موجبِ قربت کہ واسجُد واقترب

چپکی ہوئی اینٹ کا اکھاڑنا پستی (کا سبب) بنا — (یہ) قرب کا سبب ہے (جیسا) کہ سجدہ کر اور قریب ہوجا

تا کہ ایں دیوارِ عالی گردن ست — مانعِ ایں سر فرود آوردن ست

جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے — یہ سر جھکانے سے مانع ہے

سجدہ نتواں کرد بر آبِ[2] حیات — تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات

آب حیات پر سجدہ نہیں کیا جاسکتا — جبتک کہ تو اس مٹی کے جسم سے نجات نہ پائیگا

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر — زود تر او میکند خشت و مدر

جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (بیٹھا) ہوگا — وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد ہم اکھاڑے گا

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگِ آب — او کلوخِ زفت برکند از حجاب

جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہوگا — وہ آڑ کے بڑے بڑے ڈھیلے اکھاڑیگا

او ز بانگِ آب پُر مے تا عنق — نشنود بیگانہ جز بانگِ بلق

وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے پُر ہے — بیگانہ سوائے "گڑپ" کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

اے[3] خنک آں را کہ او ایامِ پیش — مغتنم دارد، گذارد وامِ خویش

اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو — غنیمت سمجھے، (اور) اپنا قرض ادا کردے

اندراں ایام کش قدرت بود — صحت و زورِ دل و قوت بود

اُس زمانے میں جبکہ اُس کو قدرت ہوتی ہے — صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

واں جوانی ہمچو باغِ سبز و تر — می رساند بے دریغے بار و بر

اور وہ جوانی سرسبز و شاداب باغ کی طرح — بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

چشمہائے قوت و شہوت رواں — سبز می گردد زمینِ تن بداں

قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں — جسم کی زمین اُن سے سرسبز ہوتی ہے

خانۂ معمور سقفش بس بلند — معتدل ارکان بے تخلیط و بند

گھر آباد ہے، اُس کی چھت اونچی ہے — بغیر گڑبڑ اور رکاوٹ کے ستون ٹھیک ہیں

---

[1] گر ز کمی۔ پیاسے کا جس قدر پانی سے فاصلہ تھا وہ اینٹ کے اکھڑنے سے کم ہورہا تھا۔ فصلِ او۔ اینٹ کا اکھڑنا پیاسے کے پانی سے وصل کو قریب کررہا تھا۔ پستی آمد جس طرح سے دیوار کا پست ہونا قربت اور وصل کا سبب تھا اسی طرح انسان کا پست ہونا اور سجدہ میں گرنا قرب خداوندی کا سبب ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں کہا گیا ہے۔ لزب۔ چپکنے والا۔ تا کہ جب تک انسان تن پروری کریگا اور اپنی گردن کو اونچا رکھے گا وہ دیوار ہے جو پانی کے وصل سے مانع تھی۔

[2] آبِ حیات۔ ذات خداوندی کا سجدہ اور قرب جب حاصل ہوگا جب تن خاکی کی اینٹیں اُکھاڑ دوگے۔ تشنہ تر۔ جو وصل کا زیادہ پیاسا ہوگا وہ وصل کے اسباب جلد حاصل کریگا۔ زفت۔ موٹا، مضبوط۔ حجاب۔ پردہ۔ مے تو۔ اس پیاسے کو پانی کی آواز سے شراب کا سا نشہ حاصل ہورہا تھا۔ بیگانہ۔ جس کو پانی کی حاجت نہیں ہے۔ بلق۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

[3] اے خنک۔ جوانی کی عبادت اور مجاہدہ بہت افضل ہے۔ وام۔ قرض یعنی اللہ کے حقوق۔ اندراں ایام یعنی جوانی کا زمانہ۔ جوانی۔ جوانی کے مجاہدات بہت جلد مثمر ہوتے ہیں۔ سبز۔ تر و تازہ زمین ایسا تخم ریزی بہتر پیداوار کرتی ہے۔ معمور۔ آباد۔ ارکان۔ عناصر، ستون۔

نورِ[1] چشم و قوّتِ ابداں بجا
آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے

قصرِ محکم خانہ روشن پُر صفا
قلعہ مضبوط، گھر روشن صفا ستھرا ہے

ہیں غنیمت داں جوانی اے پسر
اے صاحبزادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ

سر فرود آور بکن خشت و مدر
سر جھکالے، اینٹ اور ڈھیلا اکھاڑ دے

پیش ازاں کایامِ پیری دررسد
اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے

گردنت بندد بحبلٍ من مسد
تیری گردن مونج کی رسّی سے بندھ جائے

خاک شورہ گردد و ریزان و سست
مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور سست ہوجائے

ہرگز از شورہ نبات خوش نرست
شوریلی زمین میں کبھی اچھی گھاس نہیں اُگی ہے

آبِ زور و آبِ شہوت منقطع
طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہوجائے

او ز خویش و دیگراں نامنتفع
وہ اپنے آپ، اور دوسروں سے نفع نہ اُٹھاسکے

ابرواں چوں پاردم[2] زیر آمدہ
ابروئیں دُمچی کی طرح لٹکی ہوئی

چشم را نم آمدہ تاری شدہ
آنکھ میں موتیا اُترا ہوا دھندلائی ہوئی

از تشنج رو چو پشتِ سوسمار
جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح

رفتہ نطق و طعم و دنداں ز کار
گویائی اور ذائقہ ختم، اور دانت بیکار

پشت دوتا گشتہ دل سست و تپاں
کمر دوہری، دل سست اور لرزاں

تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
جسم کمزور، ہاتھ پیر دھاگا جیسے

بر سرِ رہ زاد کم مرکوب سست
راستہ پر، توشہ ندارد، سواری سست

غم قوی و دل تنک تن نادرست
غم بھاری، دل کمزور، جسم بگڑا ہوا

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ
گھر تباہ، کام بے سہارا

دل ز افغاں ہمچو نائ انباں[3] شدہ
دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح

عمر ضائع سعی باطل راہ دور
عمر برباد، کوشش بیکار، راستہ دراز

نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
نفس سست، دل کالا، جان بے صبر

موئے بر سر ہمچو برف از بیمِ مرگ
موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے

جملہ اعضا لرزلرزاں ہمچو برگ
تمام اعضاء پتّے کی طرح سخت لرزاں

روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز
دن بے وقت، گدھا لنگڑا اور راستہ دراز

کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز
کارخانہ ویران، عمل ناکارہ

---

[1] نورِ چشم۔ جوانی میں حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی سب صحیح حالت میں ہوتے ہیں۔ بکن خشت و مدر۔ یعنی بُرے اخلاق زائل کردے۔ گردنت بندد۔ یعنی بڑھاپے میں عبادت نہ ہوسکے گی۔ مسد۔ کھجور کے ریشے یا مونج کی رسّی۔ خاک شورہ۔ بڑھاپے میں عبادت اور ریاضت کے عمدہ ثمرات حاصل نہیں ہوتے ہیں، بڑھاپے کا بدن شوریلی زمین کی طرح ہے جو بارآور نہیں ہوتی ہے۔ آبِ زور۔ جس زمین کی آبپاشی نہیں ہوتی اسکی پیداوار اچھی نہیں ہوتی ہے۔ او ز خویش۔ بڑھاپے میں انسان نہ اپنے لائق رہتا ہے نہ مہمان کے لائق رہتا ہے۔

[2] پاردم۔ دُمچی۔ زیر آمدہ۔ بڑھاپے میں بھنویں لٹک کر آنکھوں پر آجاتی ہیں۔ چشم۔ بڑھاپے میں موتیا بند ہوجاتا ہے اور آنکھوں میں دُھند پیدا ہوجاتی ہے۔ تشنج۔ اینٹھن، پٹھے سکڑتے ہیں تو کھال میں جُھریاں اور سلوٹیں پڑجاتی ہیں۔ سوسمار۔ گوہ، جس کی کمر کھردری ہوتی ہے۔ نطق۔ گویائی۔ طعم۔ ذائقہ۔ دوتا۔ دوہرا۔ ریسماں۔ دھاگا، رسّی۔ زاد۔ توشہ۔ مرکوب۔ سواری۔ تنک۔ تنگ، پریشان۔

[3] نائ انباں۔ مشک والی بین، مشک کو بین سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اسمیں ہوا بھر دی جاتی ہے جس سے بین بجتی رہتی ہے۔ ہمچو برف یعنی سفید۔ لاشہ۔ کمزور حیوان یا انسان، گدھا۔ کارگہ۔ کارخانہ۔

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ — قوت بر کندن آں گم شدہ
بُری عادتوں کی جڑ مضبوط — اُس کے اُکھاڑنے کی طاقت گم

فرمودن والی شخص را کہ خاربن کہ نشاندہ از سر راہ
حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تونے بویا ہے لوگوں
مردماں بر کن و عذر آوردن او
کے راستہ سے اُکھاڑ دے اور اُس کا عذر کرنا

ہمچو آں شخص درشت خوش سخن — درمیان رہ نشاند او خاربن
اُس باتونی سنگدل انسان کی طرح — جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

رہ گذریانش ملامت گر شدند — پس بگفتندش بکن آنرا نکند
راستہ چلنے والے اُس کو ملامت کرتے — اس نے کہا، اُس کو اُکھاڑ، اُس نے نہ اُکھاڑا

ہر دمے آں خاربن افزوں شدے — پائے خلق از زخم آں پر خوں شدے
ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا — لوگوں کے پیر اُس کے زخم سے خون آلود ہوتے

جامہائے خلق بدریدے زخار — پائے درویشاں بخستے زار زار
کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے — غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث — یافت آگاہی ز فعل آں خبیث
جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی — اُس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

چوں بجد[2] حاکم بدو گفت ایں بکن — گفت آرے بر کنم روزیش من
جب حاکم نے تاکید سے اُس سے کہا اسکو اکھاڑ دے — بولا، ہاں کسی دن میں اُس کو اُکھاڑ دونگا

مدتے فردا و فردا وعدہ داد — شد درخت خار او محکم نہاد
ایک زمانہ تک کل اور کل کا وعدہ کرتا رہا — وہ خار دار درخت مضبوط جڑ کا ہو گیا

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ — پیش آ در کار ما واپس مغژ
ایک روز حاکم نے اُس سے کہا اے وعدہ خلاف! — ہمارے دیکھے ہوئے کام میں پیشقدمی کر واپس نہ جا

گفت الایام[3] یا عد بیننا — گفت عجل لا تماطل دیننا
بولا، زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کر دی — اُس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارے قرض میں ٹال مٹول نہ کر

تو کہ می گوئی کہ فردا ایں بداں — کہ بہر روزے کہ می آید زماں
تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے — کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

---

[1] بیخہائے بد۔ بڑھاپے میں بُری عادتیں اور راسخ ہو جاتی ہیں اور ان کو چھوڑنے کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ فرمودن۔ اِس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ بدخصلتوں کا اگر ازالہ نہ کیا جائے تو وہ اور جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ درشت۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتونی۔ خاربن۔ کانٹوں والا درخت۔ رہ گذریاں۔ راستہ چلنے والے۔ حدیث۔ بات۔ فعل یعنی کہ راستہ میں کانٹے بونا۔

[2] بجد۔ یعنی تاکید اور سختی سے۔ فردا۔ کل۔ نہاد۔ جڑ۔ بنیاد۔ وعدہ کژ۔ وعدہ خلاف۔ مغژ۔ مژیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔ گھٹنوں کے بل نہ چل۔

[3] الایام۔ دن۔ زمانہ۔ باعد۔ دوری پیدا کر دی ہے بیننا۔ ہمارے درمیان۔ عجل۔ تو جلدی کر۔ لا تماطل۔ ٹال مٹول نہ کر۔ دیننا۔ ہمارا قرض۔ کہ فردا۔ یعنی کل کو کاٹ دونگا۔

آں درختِ بد جواں تر می شود
وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے

خاربن در قوت و برخاستن[1]
خاردار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے

خاربن ہر روز و ہر دم سبز و تر
خاردار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے

او جواں تر می شود تو پیر تر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا

خاربن داں ہر یکے خوئے بدت
اپنی ہر بری عادت کو خاردار درخت سمجھ

بارہا بر فعلِ خود نادم شدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے

بارہا از خوئے[2] خود خستہ شدی
تو بارہا اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے

گر ز خستہ کردنِ دیگر کساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے

ق
غافلی بارے ز زخمِ خود نہ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہے

یا تبر گیر و بہ بن مردانہ زن؟
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار

ورنہ[3] چوں صدیق و فاروقِ مہیں
ورنہ (حضرت) صدیق رض اور بزرگ فاروق رض کی طرح

یا بگلبن وصل کن ایں خار را
یا اِس کانٹے کو بوٹے کے ساتھ مِلا لے

تا کہ نورِ او کشد نارِ ترا
تاکہ اُس کا نور تیری آگ کو بجھا دے

ویں کنندہ پیر و مضطر می شود
اور یہ اُکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

خارکن در سستی و در کاستن
کانٹے اُکھاڑنے والا سستی اور گھٹاؤ میں ہے

خارکن ہر روز زار و خشک تر
کانٹے اُکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا جاتا ہے

زود باش و روزگارِ خود مبر
جلدی کر، اور اپنا وقت ضائع نہ کر

بارہا در پائے خار آخر زدت
بارہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

بر سرِ راہِ تحیر آمدی
تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے

حِس نداری سخت بے حس آمدی
تجھے احساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

کہ ز خلقِ زشتِ تو ہست آں رسال
جو کہ تیرے برے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

تو عذابِ خویش و بر بیگانہ
تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے

تو علی رض وار ایں درِ خیبر بکن
تو علی رض کی طرح خیبر کے اِس دروازہ کو اکھاڑ دے

ہیں طریقِ دیگراں را برگزیں
خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر

وصل کن با نار نورِ یار را
آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

وصلِ او گلشن کند خارِ ترا
اُس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستان بنا دے

---

[1] برخاستن۔ اٹھنا، اونچا ہونا۔ کاستن۔ گھٹنا، کم ہونا۔ تر۔ پہلے مصرع میں بمعنی مرطوب اور دوسرے میں بمعنی زیادہ ہے۔ خاربن داں یعنی خاردار درخت اپنی بری عادت کو سمجھ۔ بارہا۔ بری عادتوں سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تحیر۔ حیران ہونا۔

[2] خوئے۔ یعنی بدعادت۔ خلقِ زشت۔ برے اخلاق۔ غافلی۔ غافل ہستی۔ نہ۔ نیستی۔ بر بیگانہ۔ بر بیگانہ ہستی۔ تبر۔ کلہاڑا۔ یعنی اخلاقِ ردیہ خود اپنے مجاہدات سے دور کر دے۔ علی وار۔ حضرت علی کی طرح حضرت علی کا مسلک مسلکِ ہدایت تھا جس میں مخلوق سے علیحدہ رہ کر مجاہدات کے ذریعہ مقامات طے کئے جاتے ہیں۔ خیبر ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دو سو میل ہے وہاں یہود قلعہ بند ہو گئے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا جو اس قدر بھاری تھا کہ اُس کو سات آدمیوں نے اور ایک روایت کے مطابق چالیس آدمیوں نے اُٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھا سکا۔

[3] ورنہ۔ حضرات شیخین کا مسلک، مسلکِ نبوت تھا جس میں متوجہ بمخلوق للحق رہتے ہیں۔ یا بگلبن۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں لگے رہو۔ نار یعنی مرید کے اخلاقِ ذمیمہ۔

تو مثالِ[1] دوزخی او مومن ست
تو دوزخ جیسا ہے، وہ مومن ہے

کشتنِ آتش بمومن ممکن ست
مومن کے ذریعے آگ بجھانا ممکن ہے

مصطفیٰ فرمود از گفتِ جحیم
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی گفتگو نقل فرمائی ہے

کو بمومن لابہ گر گردد ز بیم
کہ وہ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی

گویدش بگذر ز من اے شاہ زود
اُس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا

ہیں کہ نورت سوزِ نارم را ربود
دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کردی

پس ہلاکِ نار نورِ مومن ست
تو مومن کا نور، آگ کی تباہی ہے

زانکہ بے ضد دفعِ ضد لا یمکن ست
کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفع کرنا ناممکن ہے

نار ضدِ نور باشد روزِ عدل
انصاف کے دن آگ، نور کی ضد ہوگی

کاں ز قہر انگیختہ شد ویں ز فضل
اس لئے کہ وہ غضب سے بھڑکی ہوا اور یہ مہربانی سے

گر ہمی خواہی تو دفعِ شرِ[2] نار
اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے

آبِ رحمت بر دلِ آتش گمار
تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

چشمۂ آں آبِ رحمت مومن ست
اُس آبِ رحمت کا چشمہ مومن ہے

آبِ حیواں روحِ پاکِ محسن ست
محسن کی پاک روح آبِ حیوان ہے

بس گریزانست نفسِ تو ازو
تیرا نفس اُس سے بہت بھاگتا ہے

زانکہ تو از آتشی او ز آبِ جو
اسلئے کہ تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

ز آبِ آتش زاں گریزاں می شود
آگ، پانی سے اِسی لئے بھاگتی ہے

کآتشش از آب ویراں می شود
کہ اُس کی سوزش پانی سے برباد ہوجاتی ہے

حسِّ[3] و فکرِ تو ہمہ از آتش ست
تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے

حسِّ شیخ و فکرِ او نورِ خوش ست
شیخ کا حس اور اُس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

آبِ نورِ او چو بر آتش چکد
اُس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے

چک چک از آتش بر آید بر جہد
آگ سے بھڑ بھڑ کی آواز آتی ہے (اور وہ) غائب ہوجاتی ہے

چوں کند چک چک تو گویش مرگ و درد
جب بھڑ بھڑ کرے تو اُس سے کہہ (تجھے) موت اور درد (نصیب ہو)

تا شود ایں دوزخِ نفسِ تو سرد
تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہوجائے

تا نسوزد او گلستانِ ترا
تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے

پست نکند عدل و احسانِ ترا
تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے

[1] تو مثالِ دوزخی۔ پہلے شعر میں کہا تھا نور نار کو بجھا دیتا ہے اب اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ مومن۔ نوری ہوتا ہے جحیم۔ دوزخ۔ کو۔ یعنی دوزخ۔ لابہ۔ خوشامد۔ بیم خوف۔ بے ضد۔ جن دو چیزوں سے تضاد کی نسبت ہوتی ہے وہ ایک دوسری کو ختم کردیتی ہیں نار اور نور ایک دوسری کی ضد ہیں۔ قہر۔ قہر اور مہر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نار قہر کا مظہر ہے اور نور مہر کا مظہر ہے لہٰذا وہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

[2] شرِ نار۔ اخلاقِ رذیلہ کے اثرات۔ آبِ رحمت یعنی شیخ کی صحبت مومن یعنی شیخ۔ محسن۔ یعنی شیخ۔ بس گریزاں۔ بُرے بھلوں کی صحبت سے اسی لئے گریز کرتے ہیں کہ بُروں کا مزاج ناری ہے اور بھلوں کا آبی۔ ز آب۔ شیخ ترکِ لذات کا حکم دیتا ہے، عوام گریز کرتے ہیں۔

[3] حس و فکر۔ عوام کے احساسات اور افکار اخلاقِ رذیلہ کی پیداوار ہیں۔ آبِ نور۔ شیخ کی صحبت سے جب اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے تو مرید خود اُس کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ چک چک۔ آگ پر پانی ڈالنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ چوں کند۔ اخلاقِ رذیلہ کے ازالہ سے اگر نفس میں بے چینی ہو تو اُس سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔ تا نسوزد۔

بجائے اعمال صالح اچھے اعمال بھی نہ بن جائیں حدیث شریف میں ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو

یک شرر[1] از وے ہزاراں گلستاں — از یکے نے نام بینی نے نشاں

اُس کی ایک چنگاری سے ہزاروں چمن ایسے ہیں — کہ تو ایک کا (بھی) نام و نشان نہ دیکھے گا

بعد ازاں چیزے کہ کاری بر دہد — لالہ و نسرین و سیسن بر دہد

اُس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا — لالہ اور سیوتی اور سیسن اُگائے گا

باز پہنا می رویم از راہِ راست — باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست

پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں — اے جناب! واپس لوٹیئے ہمارا راستہ کدھر ہے

اندریں تقریر بودیم اے خسور — کہ خرت لنگ ست و منزل دور دور

ہم یہ کہہ رہے تھے، اے ٹوٹے میں پڑے ہوئے! — کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے

بارِ تو باشد گراں در راہ چاہ — کج مرو رو راست اندر شاہ راہ

تیرا بوجھ بھاری ہوگا، راستہ میں کنواں ہے — ٹیڑھا نہ چل، چوڑی سڑک پر سیدھا چل

سال شصت آمد کہ در شست[2] کشد — راہ دریا گیر تا یابی رشد

ساٹھ سال ہو گئے تاکہ تجھے کانٹے میں پھنسا لیں — دریا میں کا راستہ اختیار کر تاکہ تو ہدایت حاصل کرے

آنکہ عاقل بود در دریا رسید — شد خلاص از دام و از آتش رہید

جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہ) میں پہنچی — جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے چھٹ گئی

چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت — مُردہ گرد و رو سوئے دریا ز دشت

چونکہ بے وقت ہوگیا، اور وہ موقع نکل گیا — مُردہ بن جا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا

ورنہ در تابہ شوی بریاں بسے — ایں چنیں بر خود کند ہرگز کسے

ورنہ تو توے پر خوب بھُنے گا — ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے

حالِ آں سہ ماہی و آں جوئبار — گفتہ شد اینجا برائے اعتبار

اُن تین مچھلیوں اور اُس نہر کا قصہ — یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے

فَانْتَبِہْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ — وَاسْتَعِنْ بِاللہِ ثُمَّ اجْھَدْ تَصِبْ

پس بیدار ہو جا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہو جا — اللہ سے مدد چاہ پھر کوشش کر، پالے گا

سال[3] بے گہ گشت و وقت کشت نے — جز سیہ روئی و فعلِ زشت نے

سال بے وقت ہوگیا بونے کا وقت نہیں ہے — سوائے کالا منہ ہونے کے اور برے کام کے کچھ نہیں ہے

کرم در بیخِ درختِ تن فتاد — بایدش بر کند و بر آتش نہاد

جسم کے درخت کی جڑ میں، دیمک لگ گئی ہے — اُس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہئیے

[1] یک شرر۔ بعض گناہ ایسے ہیں کہ اُنسے تمام نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں۔ نفس کی اصلاح کے بعد اعمال کے سب اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ نسرین۔ سیوتی۔ سیسن۔ ایک خوشبودار گھاس ہے جس کی خوشبو پودینہ اور نعناع کی سی ہوتی ہے پہنا۔ چوڑا یعنی راستہ از راہ راست اس کا بیان ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ہم نے کچھ دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دئیے تھے اب ہم پھر وعظ و نصیحت شروع کرتے ہیں۔ خسور۔ ٹوٹا اٹھانے والا۔ شاہ راہ۔ صراط مستقیم۔

[2] شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ مولانا نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ تین مچھلیاں تالاب میں تھیں ایک عاقل، ایک نیم عاقل ایک بیوقوف، شکاری جال لیکر آیا عقلمند تو فوراً دریا کی تہہ میں چلی گئی اور نجات پاگئی بقیہ دو پھنس گئیں جو نیم عاقل تھی اُسنے کچھ عقل سے کام لیا اپنے آپ کو مُردہ بنا لیا شکاری نے اُس کو مُردہ سمجھ کر پھر دریا میں پھینک دیا وہ بھی بچ گئی تیسری بیوقوف نے جال میں بھی اچھل کود کی۔ شکاری نے اُس کے کباب بنائے، تو ساٹھ سال کی عمر ایک جال ہے اُس سے بچنے کی صورت ایک تو یہ ہے کہ ساٹھ سال سے پہلے ہی دریائے حقیقت میں غوطہ لگا دیا جائے ورنہ اس عمر میں پہنچ کر ہی نجات کی تدبیر کی جائے ورنہ پھر آگ میں بھننا پڑیگا۔

[3] سال۔ ساٹھ سال تک بھی نیکی نہ کی ہو تو بڑی رسوائی کی بات ہے۔ کرم۔ یعنی برے افعال کے جراثیم۔

ہیں وہیں اے راہ رو بیگاہ شد | آفتاب عمر سوئے چاہ[1] شد

خبردار اور خبردار! اے مسافر بے وقت ہوگیا ہے | زندگی کا سورج کنوئیں کی جانب (روانہ) ہوگیا ہے

ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود | پیرافشانی بکن از راہِ جود

اِن دو دنوں میں جبکہ طاقت ہے، جلد | از راہِ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کرلے

ایں قدر تخمیکہ ماند ستت بکار | تا در آخر بینیٔ آں را برگ و بار

اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے، بودے | تاکہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

ایں قدر عمرے کہ ماند ستت بباز | تا بروید زیں دو دم عمرِ دراز

جس قدر تیری عمر باقی رہی ہے اسکو بازی پر لگادے | تاکہ ان دو سانسوں سے بڑی عمر اُگ آئے

تا نہ مُردست ایں چراغِ باگہر | ہیں فتیلہ اش ساز و روغن زود تر

جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے | خبردار بہت جلد اُس کے لئے بتی اور تیل مہیا کرے

آفتِ تاخیرِ خیرات بفردا

اچھے کاموں کو کل پر مؤخر کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا[2] کہ فرداہا گذشت | تا بکلّی نگذرد ایامِ کشت

خبردار کل نہ کہہ کیونکہ بہت سے کل گزر گئے | کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گذر جائے

پند من بشنو کہ تن بندِ قویست | کہنہ بیروں کن گرت میلِ نویست

میری نصیحت سُن لے کہ جسم مضبوط قید ہے | پُرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے

لب بہ بند و کفِ پُر زر بر کشا | بخلِ تن بگذار پیش آور سخا

ہونٹ بند کر، سونے سے بھری مٹھی کھولدے | جسم کا بخل چھوڑ دے، سخاوت اختیار کر

ترکِ لذتہا و شہوتہا سخاست | ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست

لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا سخاوت ہے | جو شخص شہوت میں ڈوبا، نہ اُبھرا

ایں سخا شاخیست از سروِ بہشت | وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت

یہ سخاوت جنت کے سرو کی شاخ ہے | اُس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

عُروۃ الوثقیٰ[3] ست ایں ترکِ ہوا | برکشد ایں شاخِ جاں را بر سما

خواہشِ نفسانی کو چھوڑنا، مضبوط دستہ ہے | جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

تا برد شاخِ سخا اے خوب کیش | مر تُرا بالا کشاں تا اصلِ خویش

اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ | تجھے اوپر اوپر کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

---

[1] چاہ۔ یعنی قبر کا کنواں۔ دو روزک۔ یعنی بڑھاپے کی چند روزہ زندگی۔ پیرافشانی۔ بڑھاپے میں جوانوں جیسے کام کرنا۔ شعر:

[illegible]

بکار۔ بودے، کاشتن سے امر کا صیغہ ہے۔ آخر۔ آخرت۔ بباز۔ بازیدن اور باختن سے امر کا صیغہ ہے۔ عمرِ دراز۔ جاودانی عمر۔ چراغ۔ یعنی چراغِ زندگی۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔

[2] مگو فردا۔ یعنی کا امروز را بفردا مگذار۔ ایامِ کشت۔ یعنی عمل کا وقت۔ تن۔ روح کے اعمال کے لئے جسم مانع ہے۔ لب بر بند۔ یعنی باتوں سے کام نہ چلے گا۔ بر کشا۔ یعنی سخاوت اور خیرات کر۔ بخلِ تن۔ یعنی جسمانی ریاضت سے بچنا۔ سخا۔ یعنی بدن کی سخاوت یہ ہے کہ جسمانی لذتوں اور شہوتوں سے پرہیز کیا جائے اور اُس کو عبادات میں صرف کیا جائے۔ ایں سخا۔ حدیث شریف میں ہے سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے اُسنے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے وہ شاخ اُسکو نہیں چھوڑتی جبتک کہ اُسکو بہشت میں داخل نہیں کر لیتی ہے۔

[3] عُروۃ۔ دست آویز، دستہ، ہر وہ چیز جو مضبوطی سے پکڑی جا سکے۔

یوسف[1] حسنی واین عالم چو چاہ — وین رسن صبرست برامرِ آلہ

تو حُسن کا یوسفؑ ہے اور یہ جہاں کنواں جیسا ہے — اور یہ رسّی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے

یوسفا آمد رسن درزن دودست — از رسن غافل مشو بیگہ شدست

اے یوسفؑ! رسّی آگئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑ لے — رسّی سے غافل نہ ہو بے وقت ہوگیا ہے

حمدُ لِلّٰہ کایں رسن آویختند — فضل و رحمت رابہم آمیختند

الحمدُ لِلّٰہ کہ یہ رسّی لٹکا دی ہے — فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے

در رسن زن دست بیروں رو زچاہ — تابہ بینی بارگاہِ بادشاہ

رسّی پکڑ لے، کنویں سے نکل آ — تاکہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے

تابہ بینی عالمِ جانِ جدید — عالمے بس آشکار و ناپدید

تاکہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے — وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے

ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ — وآنجہانِ ہست بس پنہاں شدہ

معدوم جہان، موجودات کی طرح ہوگیا ہے — وہ موجودہ جہان، بہت پوشیدہ ہوگیا ہے

خاک[2] بربادست و بازی می کند — کژنمائی پردہ سازی می کند

ہوا پر گرد ہے، اور وہ ناچ رہی ہے — غلط نمائش اور پردہ پوشی کر رہی ہے

خاک ہمچوں آلتے دردستِ باد — باد را داں عالی و عالی نژاد

ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے — ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ

چشمِ خاکی را بخاک افتد نظر — باد بیں چشمے بود نوعِ دگر

مٹی کی آنکھ کی، گرد پر نظر پڑتی ہے — ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے

اینکہ[3] بر کارست بیکارست و پوست — وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست

یہ جو (جہان) کام میں لگا ہے وہ بیکار اور چھلکا ہے — وہ جو پوشیدہ ہے مغز اور اصل ہے

اسپ داند اسپ را کو ہست یار — ہم سوارے داند احوالِ سوار

گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے — سوار بھی سوار کے احوال کو جانتا ہے

چشمِ حس اسپ ست و نورِ حق سوار — بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار

ظاہری آنکھ گھوڑا ہے، اللہ کا نور سوار ہے — سوار کے بغیر یہ گھوڑا تنہا کام میں نہیں آتا ہے

پس ادب کن اسپ را از خوئے بد — ورنہ پیشِ شاہ باشد اسپ رد

تو گھوڑے کو بُری عادت سے (چھڑا کر) مؤدب بنا — ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہوگا

---

[1] یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ یوسفا۔ اے یوسف یعنی ہر وہ شخص جو دنیا کے کنویں میں گرا ہوا ہے۔ حمدُ لِلّٰہ۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے نجات کا ذریعہ بنا دیا ہے جو توبہ و استغفار ہے۔ بارگاہ۔ توبہ و استغفار کے ذریعہ خدا کے مقرّبوں میں ہو جاؤ گے۔ عالمِ جاں۔ عالمِ ارواح۔ ایں جہاں۔ یعنی عالمِ شہادت جو فانی ہے۔ آنجہاں۔ عالمِ ارواح جو دائمی ہے۔

[2] خاک برباد۔ جب بگولا اُٹھتا ہے تو گرد و غبار نظر آتا ہے اور ہوا جو اصل ہے وہ نگاہوں سے مخفی رہتی ہے انسان اُس کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گرد خود حرکت کر رہی ہے۔ خاک۔ عالمِ شہود میں بھی در اصل عالمِ غیب کام کر رہا ہے۔ باد را داں۔ اصل عالمِ غیب کو سمجھو۔ چشمِ خاکی۔ حواسِ ظاہر عالمِ شہود کو دیکھتے ہیں۔ نوعِ دگر۔ اہلُ اللہ کی آنکھ عالمِ غیب کو دیکھتی ہے۔

[3] آینکہ۔ عالمِ شہادت کی جو موجودات مصروفِ عمل ہیں وہ محض چھلکا ہیں اصل محرّک عالمِ غیب ہے جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسپ داند۔ ہم جنس ہم جنس کو جان سکتا ہے حسّی نظر تو عالمِ شہود کی چیز ہے لہٰذا وہ عالمِ شہود کی چیزوں کو ہی جان سکتی ہے۔ چشمِ حس۔ ظاہری آنکھ کا سوار اللہ کا نور ہے اسکے بغیر یہ آنکھ کسی کام کی نہیں

چشمِ اسپ از چشمِ شہ رہبر بُود[1]
گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے
چشمِ اُو بے چشمِ شہ مُضطر بُود
اُس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر معذور ہے

چشمِ اسپاں جُز گیاہ و جُز چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا
ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
جہاں تو بُلائے گا وہ کہے گی نہیں، کس لئے؟

نورِ حق بر نورِ حِس راکب شود
حِسّی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے
وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

اسپ بے راکب چہ داند رسم و راہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے؟
شاہ باید تا بداند شاہراہ
شاہ چاہیے، تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

سوئے حِسّے رو کہ نورش راکب ست
اُس حِس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے
حِس را آں نور نیکو صاحب ست
حِس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

نورِ حِس را نورِ حق تزئیں بُود
حِسّی نور کے لئے اللہ کا نور باعثِ زینت ہے
معنیِ نُورٌ عَلیٰ نُور ایں بُود
نور بالائے نور کے یہی معنی ہیں

نورِ حِسّی[2] می کشد سوئے ثریٰ
حِسّی نور مٹی کی طرف کھینچتا ہے
نورِ حقّش می برد سوئے عُلیٰ
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کو بلندی کی طرف لیجاتا ہے

زانکہ محسُوسات دُوں تر عالمے ست
کیونکہ (عالم) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے
نورِ حق دریا و حِس چوں شبنمے ست
اللہ (تعالیٰ) کا نور دریا اور حِس شبنم کی طرح ہے

لیک پیدا نیست آں راکب[3] برو
لیکن وہ سوار (نورِ حق)، اُس (نورِ چشم) پر نظر نہیں آتا ہے
جُز بہ آثار و بہ گفتارِ نکُو
سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

نورِ حِسّی کو غلیظ ست و گراں
حِسّی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے
ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں
وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چُھپا ہوا ہے

چونکہ نورِ حِس نمی بینی بہ چشم
جبکہ حِسّی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے
چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم
تو اُس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھ لے گا؟

نورِ حِس با آں غلیظی مختفی ست
حِسّی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے
چوں خفی نبود ضیائے کاں صَفِی ست
تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

کیسے نظر آسکتا ہے۔ مُختفی۔ خفی، پوشیدہ۔
صَفِی۔ منتخب، صاف شفاف۔

[1] رہبر بود۔ اصل رہبری سوار کی آنکھ کرتی ہے۔ چشمِ اسپاں۔ گھوڑے کے مدِ نظر صرف گھاس اور چراگاہ ہوتی ہے۔ اِسی طرح حِسّی آنکھ کے پیشِ نظر صرف لذائذ دنیوی ہیں۔ نورِ حق جب نورِ بصر پر۔ نورِ حق سوار ہوتا ہے تب اُسکو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔ چہ داند۔ نورِ بصیرت کے بغیر محض نورِ بصارت سے وُصول الی الحق ممکن نہیں ہے۔ شاہ۔ یعنی نورِ حق۔ نورِ حِس۔ نورِ بصارت کی زیب و زینت نورِ بصیرت ہی سے ہے قرآن پاک میں "نورٌ علیٰ نورٍ" سے یہی مراد ہے۔

[2] نورِ حِسّی۔ ظاہری بصارت دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اور نورِ بصیرت انسان کو ملاءِ اعلیٰ کی رہبری کرتا ہے۔ زانکہ۔ نورِ حِسّی انسان کو دنیا کی طرف اِسلئے لے جاتا ہے کیونکہ اُسکے جملہ محسوسات عالمِ اسفل کے ہیں۔ نورِ حق۔ نورِ حق اور نورِ چشم کی مثال دریا اور شبنم کی سی ہے۔

[3] راکب یعنی نورِ حق۔ جز بہ آثار۔ جن لوگوں کو نورِ حق حاصل ہوجاتا ہے، اُن کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ اُن کو نورِ حق حاصل ہے۔ چونکہ۔ جبکہ نورِ بصارت بھی نظر نہیں آتا حالانکہ وہ مادّی چیز ہے تو نورِ بصیرت اور نورِ ایمانی جو کہ غیبی چیز ہے

این جہاں[1] چوں خس بدستِ بادِ غیب
یہ جہان غیبی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے

عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
اُس نے (عالمِ) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے

گہ بلندش می کند گاہیش پست
وہ (ہوا) اُس کو کبھی اونچا کرتی ہے، کبھی نیچا

گہ دُرستش می کند گاہے شکست
کبھی اُس کو درست کردیتی ہے، کبھی شکستہ

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اُس کو دائیں جانب لیجاتی ہے، کبھی بائیں جانب

گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اُس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
کبھی اُس کو سمندر میں لیجاتی ہے، کبھی خشکی میں

گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اُس کو خشک کردیتی ہے، کبھی تر

دستِ پنہان و قلم بیں خط گذار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ

اسپ در جولان و ناپیدا سوار
گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

تیر پَرّاں بیں و ناپیدا کمان
تیر کو اُڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے

جانہا پیدا و پنہاں جانِ جان
جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی[2] ست
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے

نیست پرتابی ز شستِ آگہی ست
اٹکل پچّو نہیں ہے واقفیت کے نشانہ سے ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گفت حق
اللہ تعالےٰ نے فرمایا تونے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا

کارِ حق بر کارہا دارد سبق
اللہ تعالےٰ کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

خشمِ خود بشکن تو مشکن تیر را
اپنے غصّہ کو ختم کردے تو تیر کو نہ توڑ

چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
تیرے غصّہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر
تیر کو چوم لے، اور بادشاہ کے سامنے لے جا

تیرِ خوں آلودہ از خونِ تو تر
خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

آنچہ[3] پیدا عاجز و بستہ زبوں
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے

وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

ما شکاریم ایں چنیں دامے کراست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟

گوئے چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم بلّے کی گیند ہیں اور بلّا کہاں ہے؟

می دَرد می دوزد ایں خیّاط کو
پھاڑتا ہے، سیتا ہے، یہ درزی کون ہے؟

می دمد می سوزد ایں نفّاط کو
پھونکتا ہے، جلاتا ہے، یہ مشعلچی کون ہے؟

---

[1] این جہاں۔ عالمِ شہادت۔ بادِ غیب۔ عالمِ غیب۔ عاجزی۔ یعنی عالمِ شہادت اسی تصرف کو قبول کرلیتا ہے جو عالمِ غیب اُس میں کام کرتا ہے۔ گہ۔ عالمِ غیب، عالمِ شہادت میں ہر طرح کے تصرفات کرتا رہتا ہے۔ دستِ پنہاں۔ کوئی قلم بغیر کاتب کے ہاتھ کے نہیں لکھتا نہ کوئی گھوڑا بغیر سوار کے گھڑ دوڑ میں دوڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کوئی کرنیوالا ہے۔ جانِ حق۔ ذاتِ حق۔

[2] تیرِ شہی۔ قضا و قدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم و قدیر کے چلائے ہوئے ہیں لامحالہ اُن میں حکمت پوشیدہ ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے آندھی کے گرد و غبار کی طرح اُن کی آنکھوں کو متاثر کیا اس پر یہ آیت آئی۔ کارِ حق مصرعِ اوّل کی توجیہ۔ خشمِ خود۔ اگر کوئی تیر آکر لگے تو اُس کو قضا و قدر سے سمجھ اُس پر غم و غصّہ نہ کر غصّہ کی حالت غلط بینی کا باعث ہوتی ہے۔ بوسہ دہ۔ انسان کو قضا پر راضی رہنا چاہیئے۔

[3] آنچہ پیدا۔ عالمِ شہادت مجبورِ محض ہے قضا و قدر کے سامنے بے بس ہے۔ ما شکاریم۔ قضا و قدر کے پھندے میں ہم مرغِ اسیر ہیں ہمارے کام چوگانِ قدر کے تابع ہیں۔ می درد۔ جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ

چشمِ اسپ از چشمِ شہ رہبر بُوَد (۵۱)
گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے

چشمِ اُو بے چشمِ شہ مُضطر بُوَد
اُس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر معذور ہے

چشمِ اسپاں جُز گیاہ و جُز چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا

ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں، کس لئے؟

نورِ حق بر نورِ حِس راکب شود
حسّی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے

وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

اسپ بے راکب چہ داند رسم و راہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے!

شاہ باید تا بداند شاہراہ
شاہ چاہیے، تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

سوئے حسّے رَو کہ نورش راکب ست
اُس حس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے

حِس را آں نور نیکو صاحب ست
حِس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

نورِ حس را نورِ حق تزئیں بُوَد
حسّی نور کے لئے اللہ کا نور باعثِ زینت ہے

معنیِ نُورٌ علیٰ نُور ایں بُوَد
نور بالائے نور کے یہی معنی ہیں

نورِ حسّی (۵۲) می کَشد سوئے ثریٰ
حسّی نور مٹی کی طرف کھینچتا ہے

نورِ حقّش می بَرد سوئے علیٰ
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کو بلندی کی طرف لیجاتا ہے

زانکہ محسوسات دُوں تر عالمے ست
کیونکہ (عالَم) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے

نورِ حق دریا و حِس چوں شبنمے ست
اللہ (تعالیٰ) کا نور دریا اور حِس شبنم کی طرح ہے

لیک پیدا نیست آں راکب (۵۳) بِرُو
لیکن وہ سوار (نورِ حق) اُس (نورِ چشم) پر نظر نہیں آتا ہے

جُز بہ آثار و بہ گفتارِ نکو
سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

نورِ حسّی کو غلیظ ست و گراں
حسّی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے

ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں
وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھپا ہوا ہے

چونکہ نورِ حِس نمی بینی بہ چشم
جبکہ حسّی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے

چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم
تو اُس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھ لے گا؟

نورِ حِس با آں غلیظی مختفی ست
حسّی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے

چوں خفی نبُود ضیائے کاں صَفی ست
تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہوگی؟

کیسے نظر آسکتا ہے۔ مُختفی۔ خفی، پوشیدہ۔
صَفی۔ منتخب، صاف شفاف۔

---

۵۱ رہبر بود۔ اصل رہبری سوار کی آنکھ کرتی ہے چشمِ اسپاں۔ گھوڑے کے مدِّ نظر صرف گھاس اور چراگاہ ہوتی ہے، اِسی طرح حسّی آنکھ کے پیشِ نظر صرف للّائذِ دنیوی ہیں۔ نورِ حق جب نورِ بصر پر۔ نورِ حق سوار ہوتا ہے تب اُسکو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔ چہ داند۔ نورِ بصیرت کے بغیر محض نورِ بصارت سے وصول الی الحق ممکن نہیں ہے۔ شاہ۔ یعنی نورِ حق۔ نورِ حس۔ نورِ بصارت کی زیب و زینت نورِ بصیرت ہی سے ہے قرآن پاک میں "نورٌ علیٰ نورٍ" سے یہی مراد ہے۔

۵۲ نورِ حسّی۔ ظاہری بصارت دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اور نورِ بصیرت انسان کو ملا اعلیٰ کی رہبری کرتا ہے۔ زانکہ۔ نورِ حسّی انسان کو دنیا کی طرف اِسلئے لے جاتا ہے کیونکہ اُسکے جملہ محسوسات عالمِ اسفل کے ہیں۔ نورِ حق۔ نورِ حق اور نورِ چشم کی مثال دریا اور شبنم کی سی ہے۔

۵۳ راکب۔ یعنی نورِ حق۔ جز بہ آثار۔ جن لوگوں کو نورِ حق حاصل ہو جاتا ہے، اُن کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ اُن کو نورِ حق حاصل ہے۔ چونکہ۔ جبکہ نورِ بصارت بھی نظر نہیں آتا حالانکہ وہ مادّی چیز ہے تو نورِ بصیرت اور نورِ ایمانی جو کہ غیبی چیز ہے

ایں جہاں چوں خس بدستِ بادِ غیب [1]
یہ جہان غیبی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے
عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
اُس نے (عالمِ) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے

گہ بلندش می کند گاہیش پست
وہ (ہوا) اُس کو کبھی اونچا کرتی ہے، کبھی نیچا
گہ درستش می کند گاہے شکست
کبھی اُس کو درست کر دیتی ہے، کبھی شکستہ

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اُس کو دائیں جانب لیجاتی ہے، کبھی بائیں جانب
گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اُس کو چمن بنا دیتی ہے کبھی کانٹا

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
کبھی اُس کو سمندر میں لیجاتی ہے، کبھی خشکی میں
گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اُس کو خشک کر دیتی ہے، کبھی تر

دستِ پنہان و قلم بیں خط گذار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ
اسپ در جولان و ناپیدا سوار
گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

تیر پرّاں بیں و ناپیدا کماں
تیر کو اُڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے
جانہا پیدا و پنہاں جانِ جان
جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی ست [2]
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے
نیست پرتابی ز شستِ آگہی ست
اٹکل پچّو نہیں ہے واقفیت کے نشانہ سے ہے

ما رمیتَ اِذ رمیتَ گفت حق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا
کارِ حق بر کارہا دارد سبق
اللہ تعالیٰ کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

خشمِ خود بشکن تو مشکن تیر را
اپنے غصّہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ
چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
تیرے غصّہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر
تیر کو چوم لے، اور بادشاہ کے سامنے لے جا
تیرِ خوں آلودہ از خونِ تو تر
خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

آنچہ پیدا عاجز و بستہ زبوں [3]
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے
وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

ما شکاریم ایں چنیں دامے کراست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟
گوئی چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم بلّے کی گیند ہیں اور بلّا کہاں ہے؟

می درد می دوزد ایں خیّاط کو
پھاڑتا ہے، سیتا ہے، یہ درزی کون ہے؟
می دمد می سوزد ایں نفّاط کو
پھونکتا ہے، جلاتا ہے، یہ مشعلچی کون ہے؟

ف۱ ایں جہاں - عالمِ شہادت۔ بادِ غیب - عالمِ غیب۔ عاجزی - یعنی عالمِ شہادت اسی تصرف کو قبول کر لیتا ہے جو عالمِ غیب اُس میں کام کرتا ہے۔ گہ - عالمِ غیب، عالمِ شہادت میں ہر طرح کے تصرفات کرتا رہتا ہے۔ دستِ پنہاں - کوئی قلم بغیر کاتب کے ہاتھ کے نہیں لکھتا نہ کوئی گھوڑا بغیر سوار کے گھڑدوڑ میں دوڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کوئی کرنیوالا ہے۔ جانِ حق - ذاتِ حق۔

ف۲ تیرِ شہی - قضا و قدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم و قدیر کے چلائے ہوئے ہیں لامحالہ اُن میں حکمت پوشیدہ ہے۔ ما رمیت - جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے آندھی کے گرد و غبار کی طرح اُن کی آنکھوں کو متاثر کیا اس پر یہ آیت آئی۔ کارِ حق مصرعِ اوّل کی توجیہ۔ خشمِ خود - اگر کوئی تیر آکر لگے تو اُس کو قضا و قدر سے سمجھ اُس پر غم و غصّہ نہ کر غصّہ کی حالت غلط بینی کا باعث ہوتی ہے۔ بوسہ دہ - انسان کو قضا پر راضی رہنا چاہیئے۔

ف۳ آنچہ پیدا - عالمِ شہادت مجبورِ محض ہے قضا و قدر کے سامنے بے بس ہے۔ ما شکاریم - قضا و قدر کے پھندے میں ہم مرغِ اسیر ہیں ہمارے کام چوگانِ قدر کے تابع ہیں۔ می درد - جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ

ساعتی[۱] کافر کند صدیق را — ساعتی زاہد کند زندیق را

کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بنا تا ہے — کبھی بے دین کو زاہد بنا تا ہے

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام — تا ز خود خالص نگردد او تمام

(اپنے آپ کو) خالص بنانیوالا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے — جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہوجائے

زانکہ در راہست و رہزن بیحد ست — اُو رہد کو در امان ایزد ست

چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں — نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست — مرغ را نگرفتہ است او مقتنص ست

آئینہ صاف نہیں ہوا ہے، وہ صاف کر رہا ہے — پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

چونکہ[۲] مخلص گشت مخلص باز رست — در مقام امن رفت و بُرد دست

جب صاف کرنے والا مصفّیٰ ہوگیا، نجات پا گیا — امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد — ہیچ نان گندمی خرمن نہ شد

کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا ہے — کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد — ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد

کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے — کوئی پختہ میوہ کچا نہیں ہوا ہے

پختہ گرد و از تغیر دور شو — رو چو برہان[۳] محقق نور شو

پختہ بن جا اور تغیر سے دُور ہو جا — جا بُرہان (الدین) محقق کی طرح نور بن جا

چوں ز خود رستی ہمہ برہاں شدی — چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی

جب تونے خودی سے نجات پائی تو مجسّم برہان الدین ہوگیا — جب تونے کہا کہ میں غلام ہوں؟ بادشاہ بن گیا

ور عیاں خواہی صلاح الدین نمود — دیدہا را کرد بینا و کشود

تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے۔ صلاح الدین نے دکھا دیا ہے — آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

فقر را از چشم و از سیمائے او — دید ہر چشمے کہ دارد نور ہو

فقر کو اُن کی آنکھوں اور پیشانی سے — ہر اُس آنکھ نے دیکھ لیا ہے جو خدا کا نور رکھتی ہے

شیخ فعالست بے آلت چو حق — با مریداں دادہ بے گفتے سبق

پیر اللہ (تعالیٰ) کی طرح بغیر کسی آلہ کے تصرف کرنیوالا ہے — بغیر بولے مُریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ پیروں کے لئے کئے جاتے ہیں۔ فقر۔ بزرگ کے جسم پر بزرگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ شیخ۔ پیر باطنی طور پر تصرف کرتا ہے۔

[۱] ساعتی۔ انسان کا دل قبضۂ قدرت میں ہے ایک آن میں الٹ پلٹ دیتا ہے۔ صدیق۔ صدیقیت کا مرتبہ نبوّت سے کم اور ولایت سے بڑھا ہوا ہے۔ زندیق۔ بیدین، کافر۔ مخلص۔ سالک جو مجاہدات کر رہا ہے۔ زانکہ۔ سالک کو راہِ سلوک میں بہت خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ آئینہ۔ سالک کو بہت سے مراتب طے کرنے ہوتے ہیں۔

[۲] چونکہ۔ سالک مراتب طے کرنے کے بعد مقام امن پر پہنچتا ہے۔ ہیچ آئینہ۔ کمال حاصل کر لینے کے بعد خطرات کا ازالہ ہوجاتا ہے اور پھر نقصان کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔ صوفیاء کا مقولہ ہے اَلْفَانِی لَا یُرَدُّ۔ یعنی سالک مقام فنا میں پہنچکر پھر مردود نہیں ہوتا ہے۔ آہن۔ قدیم زمانہ میں آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔ باکورہ۔ درخت کا جو سب سے پہلا پھل اُترے یہاں کچا پھل مراد ہے۔

[۳] برہان۔ مولانا روم شروع میں مولانا برہان الدین محقق سے بیعت ہوئے تھے پھر شمس تبریزیؒ سے بیعت ہوئے ہیں۔ ہمہ برہان یعنی مجسّم برہان الدین ثانی بن جاؤگے۔ بندہ۔ کامل عبدیت کے بعد سلطانی حاصل ہوجاتی ہے صلاح الدینؒ۔ زرکوب مولانا کے پیر بھائی ہیں لیکن مولانا اُنکی تعظیم بہت کرتے ہیں اور

دل بدستِ اُو چو موم نرم رام
دل اُس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے

مُہر[۵۱] اوگہ ننگ سازد گاہ نام
اُسکی مہر کبھی ذلّت کی مُہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

مُہر مومش حاکیِ انگشتری ست
اُس کے موم کی مُہر انگوٹھی کا نقش ہے

باز آں نقشِ نگیں حاکیِ کیست
پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

حاکیِ اندیشۂ آں زرگر ست
(وہ نقش) سُنار کے خیال کا عکس ہے

سلسلۂ ہر حلقہ اندر دیگر ست
ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں (جُڑا ہوا) ہے

ایں[۵۲] صدا در کوہِ دلہا بانگِ کیست
دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟

گہ پُر ست از بانگ گہ گاہے تہی ست
پہاڑ کبھی آواز سے پُر ہیں کبھی خالی ہیں

ہر کجا ہست اُو حکیم ست اوستاد
جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے، استاد ہے

بانگ اُو زیں کوہِ دل خالی مباد
خدا کرے اُسکی آواز اِس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو

ہست کُہ کآوا مثنّٰی می کند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو دوگنا کر دیتے ہیں

ہست کُہ کآواز صد تا می کند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سَو گنا کر دیتے ہیں

می زہاند کوہ زاں آواز و قال
پہاڑ اُس آواز اور بات سے جوش میں لے آتا ہے

صد ہزاراں چشمۂ آبِ زُلال
تیز پانی کے لاکھوں چشمے

چوں ز کہ آں لُطف بیروں می شود
جب پہاڑ سے وہ لُطف نکل جاتا ہے

آبہا در چشمہا خوں می شود
چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے

زاں شہنشاہِ[۵۳] ہمایوں نعل بود
یہ اُس شہنشاہ مبارک قدم کی وجہ سے تھا

کہ سراسر طورِ سینا لعل بود
کہ طورِ سینا (پہاڑ) لعل ہو گیا تھا

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ
پہاڑ کے اجزا نے جان اور عقل قبول کر لی

ما کم از سنگیم آخر اے گروہ
اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟

نے ز جاں یک چشمہ جوشاں میشود
نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے

نے بدن از سبز پوشاں می شود
نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے صدائے بانگِ مُشتاقی درو
نہ تو اُس میں عشق کی آواز کی صدا ہے

نے صفائے جُرعۂ ساقی درو
نہ اُس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

مُشتاقی۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ جُرعہ۔ گھونٹ۔ ساقی۔ یعنی شیخ۔ نہ شیخ کی توجہ اثر کرتی ہے نہ خود دل میں دلولہ پیدا ہوتا ہے۔

[۵۱] مُہر آد۔ شیخ کے تصرف سے کبھی قبض کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو باعثِ ننگ ہوتی ہے کبھی بسط کی کیفیت جو موجب نام ہوتی ہے۔ مُہر۔ مُرید کے دل پر پیر کا نقش اُبھرتا ہے پیر کے دل پر نقشِ خداوندی ہوتا ہے۔ حاکی۔ ناقل، عکس۔ اندیشۂ زرگر۔ یعنی ارادہ اللہ۔ ہر حلقہ۔ سلسلہ کے یکے بعد دیگرے جس قدر مُرید ہوتے چلے جائیں گے اُن کی یہی صورت ہوگی۔

[۵۲] ایں صدا۔ پیر کے دل پر جو نقوشِ خداوندی ہیں اُن کی وضاحت ہے۔ ہر کجا۔ یہ شیوخ کیلئے دعا ہے۔ کآوا۔ کہ آواز۔ مثنّٰی۔ دوہرا۔ صد تا۔ سَو گنا۔ می زہاند۔ شیخ کی توجہ سے مُرید کے دل میں اسرار و حِکَم کے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ بیروں۔ فیوضِ باطنیہ کے بند ہوجانے سے معارف، کفریہ خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔

[۵۳] شہنشاہ۔ ذاتِ حق یا حضرتِ موسیٰؑ۔ طورِ سینا ملک شام کا مشہور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو شرف ہمکلامی بخشا گیا تھا اور اُس پہاڑ پر خدا کی تجلی پڑی تھی۔ کوہ یعنی طور نے تجلی کو قبول کیا۔ نے ز جاں۔ پہاڑ تو فیوض قبول کر لے اور انسان اپنے اندر یہ صلاحیت نہ پیدا کرے تو بڑے شرم کی بات ہے دل اور اعضا پر فیوض طاری ہونے چاہئیں۔

کو حمیت تا ز تیشہ وز کلند[1]
غیرت کہاں ہے تاکہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے
این چنیں کُہ را بکُلّی بر کنند
ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

بُوکہ بر اجزائے اُو تابد مہے
ہوسکتا ہے کہ اُس کے اجزا پر چاند چمک جائے
بُوکہ در وے تاب خُور یابد رہے
ہوسکتا ہے کہ اُسمیں سورج کی شعاع راہ یاب ہوجائے

چوں قیامت کوہہا را بر کند
جب قیامت پہاڑوں کو اُکھاڑ دے گی
پس قیامت این کرم را کے کُند
پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

این قیامت زاں قیامت کے کم ست
یہ قیامت اُس قیامت سے کب کم ہے؟
آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم ست
وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

ہر کہ دید آں مرہم[2] از زخم ایمن ست
جس نے وہ مرہم دیکھ لیا، زخم سے اطمئن ہے
ہر بدے کایں حُسن دید اُو مُحسن ست
جس بُرے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

اے خُنک زشتے کہ خوبش شد حریف
اے مخاطب! وہ بدصورت قابلِ مبارکباد ہے حسین جس کا ساتھی ہو گیا
وائے گلروئیکہ جُفتش شد خریف
افسوس ہے اُس خوبصورت پر جس کا ساتھی (موسم) خریف بنا

نانِ مُردہ چوں حریفِ جاں شود
بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے
زندہ گردد نان عینِ آں شود
روٹی زندہ ہوجاتی ہے بعینہ وہ وہی ہوجاتی ہے

ہیزمِ تیرہ حریفِ نار شُد
تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا
تیرگی رفت و ہمہ انوار شُد
تاریکی ختم ہوگئی اور مجسّم نُور بن گیا

در نمکسار ار خرِ مُردہ فتاد
نمک کی کان میں اگر مُردہ گدھا گرا
آں خری و مُردگی یکسو نہاد
اُس نے گدھاپن اور مُردارپن کو علیحدہ کردیا

صِبْغَۃُ اللہ[3] ہست رنگِ خُمِّ ہُو
اللہ کے مٹکے کا رنگ "صِبْغَۃُ اللہ" ہے
پیسہا یکرنگ گردد اندرو
اُس میں چتکبرے یک رنگ ہوجاتے ہیں

چوں دراں خُم افتد و گوئیش قُم
جب وہ اُس مٹکے میں گر جائے اور تو اُس سے کہے کھڑا ہوجا
از طرب گوید منم خُم لا تلُم
مستی سے وہ کہیگا میں مٹکا ہوں ملامت نہ کر

آں منم خُم خود انا الحق گفتن ست
اُس کا "میں خود مٹکا ہوں" "انا الحق" کہنا ہے
رنگ آتش دارد الا آہن ست
آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

---

[1] کلند۔ پھاوڑا۔ کوہ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے تیشہ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔ بُوکہ۔ بُوَد کہ۔ مہے۔ یعنی نورِ معرفت کا ادنیٰ درجہ۔ تابِ خور۔ یعنی نورِ معرفت کا اعلیٰ درجہ۔ قیامت۔ قیامت میں پہاڑ اُکھڑ جائیں گے لیکن قیامت سے فیض حاصل نہ ہوگا اور مجاہدہ کے ذریعہ بدن کے پہاڑ کو اُکھاڑنے سے فیض حاصل ہوگا۔ ایں قیامت یعنی مجاہدہ کے ذریعہ کوہِ جسم کو اُکھاڑنا مطلب یہ کہ مجاہدہ کے ذریعہ سے اس قیامت کے زخموں کو مُندمل کیا جاسکتا ہے۔

[2] مرہم۔ یعنی مقامِ فنا۔ زخم۔ یعنی قیامت کے مصائب۔ ہر بدے۔ خواہ ابتدائی زندگی خراب ہو اگر وہ مجاہدات سے مقامِ فنا حاصل کرلیگا تو اُس کو مقامِ احسان حاصل ہو جائیگا۔ زشت۔ یعنی بُرے اکمال والا خوب۔ یعنی جمالِ روحانی۔ حریف۔ شریک پیشہ، ساتھی۔ جفت۔ جوڑا۔ خریف۔ موسم خزاں۔ نانِ مردہ چند مثالوں سے بُرے کے بھلے کے ساتھ ہم صحبت ہونے کے برکات کو سمجھایا ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ نمکسار۔ نمک کی کان۔ یکسو نہاد۔ اب اُس کا کھانا بھی جائز ہے۔

[3] صِبغۃ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے صِبْغَۃُ اللہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللہِ صِبْغَۃً۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا۔ ہُو۔ ذاتِ حق تعالیٰ۔ پیس۔ وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں۔ قُم۔ اُٹھ کھڑا ہو۔ لا تلُم۔ ملامت نہ کر یعنی مقامِ فنا پر فائز ہوجانیوالا کسی کی ملامت پسند نہیں کرتا۔ منم خُم۔ مقامِ فنا میں پہنچکر جب خدائی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو اپنے آپ کو خُم کہدیتا ہے یہی صورت شیخ منصور حلاج کی تھی وہ مقامِ فنا میں پہنچکر انا الحق کہہ گزرتے۔

رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش ست[1]
لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا

زآتشی می لافد و خامُش وَش ست
آتشی ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرِ کاں
جب وہ لوہا سرخی کی وجہ سے کان کے سونے کی طرح ہو گیا

پس انا النار ست لافش بے زباں
تو "میں آگ ہوں" اُس کا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

شد ز رنگ و طبع آتش محتشم
وہ (لوہا) رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا

گوید او من آتشم من آتشم
تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

آتشم من گر ترا شک ست و ظن
میں آگ ہوں، اگر تجھے شک اور (بد) گمانی ہے

آزموں کُن دست را بر من بزن
آزما لے، میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم من بر تو گر شُد مشتبہ
میں آگ ہوں، اگر تجھ پر مشتبہ ہے

روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھ دے

آدمی[2] چوں نور گیرد از خدا
انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے

ہست مسجودِ ملائک زاجتبا
وہ برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بنجاتا ہے

نیز مسجودِ کسے کو چوں مَلک
نیز اُس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح

رستہ باشد جانش از طغیان و شک
جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو

آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند
کیسی آگ، کیسا لوہا، خاموش رہ

ریش تشبیہ مشبّہ بر مخند
مشبّہ کی تشبیہ کی ہنسی نہ اُڑا

پائے در دریا مَنہ کم گو ازاں
دریا میں قدم نہ رکھ اُس کی بات نہ کر

بر لبِ دریا خمش کُن لب گزاں
ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

گرچہ صد چوں من ندارد تابِ بحر
اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لا سکتے ہیں

لیک[3] می نہ شکیبم از غرقابِ بحر
لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کر سکتا ہوں

جان و عقلِ من فدائے بحر باد
دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو

خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد
عقل و جان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کر دیا

تا کہ پایم می رَوَد رانم درُو
جب تک میرے پیر چلتے ہیں اُنکو اُسمیں چلاتا رہوں گا

چوں نماند پا چو بطّانم درُو
جب پیر کام نہ دینگے تو میں اُس میں بطخ کی طرح ہوں

ناز ک مقام ہے لیکن میں بغیر صفات و ذات کے ذکر کے صبر بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ بحر یعنی ذات و صفاتِ خداوندی۔ خونبہا۔ جبکہ مجھے جان و عقل کا خونبہا مل چکا ہے تو اُس کے قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہے۔ چو بطانم۔ بطخ اپنے آپ کو دریا کے سُپرد کر دیتی ہے کہ جس طرف چاہے بہالے جائے۔

[1] رنگِ آتش۔ انا الحق کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گئے تھے جس طرح سے لوہا آگ میں آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور وہ بظاہر انگارہ نظر آتا ہے لیکن آگ آگ ہے اور لوہا لوہا ہے بے زباں۔ لوہا سُرخ ہو کر زبانِ حال سے اپنے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شد۔ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ اور مزاج حاصل کر لیتا ہے اور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ محتشم۔ شاندار۔ بارعب۔ من آتشم۔ اہل اللہ بھی جب اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں تو حرارت کے مُدّعی ہو جاتے ہیں۔

[2] آدمی۔ انسان میں جب اخلاقِ خداوندی پیدا ہو جاتے ہیں تو اُس میں مسجود ہونے کی صفتِ خداوندی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز۔ صالحین کا بھی وہ مسجود بنجاتا ہے۔ آتشے چہ۔ پہلے اشعار میں ذاتِ حق کو آگ سے تشبیہ دی گئی جو محض سمجھانے کے لئے تھی لیکن پھر بھی خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا چونکہ مشبّہ کا مسلک ہے، اسلئے اپنے آپ کو خاموش ہو جانے کا حکم دیتے ہیں تاکہ تشبّہ کا شبہ نہ پیدا ہو جائے۔ پائے در دریا۔ ذات و صفات کی بحثیں ناپیدا کنار سمندر ہیں اُن میں نہ گھسنا چاہیے۔ گرچہ۔ یعنی مولانائے روم جیسے سینکڑوں عالم بھی مل جائیں تو ان بحثوں کو نہ سلجھا سکیں گے۔

[3] لیک۔ فرماتے ہیں بیشک

بے ادب[۱] حاضر ز غائب خوشتر ست
حاضر اناڑی، غائب سے بہتر ہے

حلقہ گرچہ کژ بود نے بر در ست
حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو (کیا)، در پر نہیں ہے؟

اے تنِ آلودہ بگردِ حوض گرد
اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر لگا

پاک کے گردد برونِ حوض مرد
انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟

پاک کو از حوض مہجور او فتاد
وہ پاک جو حوض سے دُور ہو گیا ہے

او ز طہرِ خویش ہم دور او فتاد
وہ اپنی پاکی سے بھی دُور ہو گیا ہے

پاکیِ ایں حوض بے پایاں بُوَد
اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے

پاکیِ اجسام کم میزاں بُوَد
(عام) جسموں کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

زانکہ دل حوضیست لیکن در کمیں
اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر

سوئے دریا راہِ پنہاں دارد ایں
یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

پاکیِ محدودِ تو خواہد مدد
تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے

ورنہ اندر خرج کم گردد عدد
ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

مثلِ[۲] خواندنِ آب آلودگاں را بپاکی
پانی کی ناپاکوں کو پاکی کی طرف بُلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب
ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا

گفت آلودہ کہ دارم شرم زآب
گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

گفت آب ایں شرم بے من کے رود
پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہو گی؟

بے من ایں آلودہ زایل کے شود
میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

ز آب ہر آلودہ کو پنہاں شود
اگر ہر ناپاک، پانی سے چھپے گا

اَلْحَیَاءُ[۳] یَمْنَعُ الْاِیْمَان بُوَد
تو شرم ایمان کے لئے مانع ہے، ہو جائے گا

دل ز پایہ حوضِ تن گلناک شد
دل، جسم کے حوض کے زینہ سے مٹی میں سن گیا ہے

تن ز آبِ حوضِ دلہا پاک شد
جسم دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

گردِ پایہ حوض گردی اے پسر
اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا

ہاں ز پایہ حوضِ تن می کن حذر
خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

اور بھلائیوں کا مخزن حوضِ دل ہے۔
پایہ۔ درجہ، زینہ۔ حذر۔ یعنی برے اخلاق سے پرہیز کرنا۔

[۱] بے ادب۔ ذات و صفات کے ذکر میں غلبۂ حال میں کبھی سوئے ادب ہو جاتا ہے لیکن ذکر کرنا ذکر نہ کرنے سے بہرحال بہتر ہے۔ حلقہ۔ زنجیر کا حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہے لیکن در پر تو ہے۔ اے تن آلودہ۔ مولانا دریائے حق سے اِستفادہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ حوض۔ یعنی شیخ۔ طہرِ خویش۔ فی الحال نفس پاک صاف ہے لیکن بُرائی کا امکان ہے، اگر شیخ سے دور ہے اور اپنی ذاتی طہارت نہ رہی تو طہارت ممکن نہ ہوگی۔ ایں حوض۔ شیخ کا دریائے باطن۔ اجسام۔ یعنی عوام کی ذاتی نیکی۔ زانکہ۔ شیخ کے باطن کا اتصال ذاتِ باری سے ہے۔ پاکی محدود۔ نیک لوگوں کو بھی شیخ کا دامن تھامنا چاہیئے ورنہ اُنکی محدود پاکی کسی دن ختم ہو جائیگی۔

[۲] مثلِ خواندن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپاک کو پانی سے شرم اور گریز نہ چاہیئے یعنی باطنی طہارت حاصل کرنے میں شیخ سے شرم یا گریز مناسب نہیں ہے۔ ایں شرم۔ یہ ناپاکی کی شرم۔

[۳] اَلْحَیَاءُ۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے تو پھر حیا کو ایمان کیلئے مانع نہ بنانا چاہیئے۔ حوضِ تن۔ انسان کے بدن میں گویا دو حوضیں ہیں ایک تو وہ جو بُرے خصائل کا مخزن ہے دوسرا وہ جو مخزن ہے بھلائیوں کا، برائیوں کا مخزن حوضِ تن ہے

بحرِ تن بر بحرِ دل برہم زنان[1]
جسم کا دریا، دل کے دریا سے ملا جُلا ہے

درمیانشان برزخٌ لا یبغیان
اُنکے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

گر تو باشی راست ور باشی تو کژ
خواہ تو سیدھا ہو، خواہ تو ٹیڑھا ہو

پیشتر می غژ و تو واپس مغژ
آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

پیشِ شاہاں گر خطر باشد بجاں
بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہے

لیک نشکیبند عالی ہمتاں
لیکن بلند ہمت والے اُس سے صبر نہیں کر سکتے

شاہ[2] چوں شیریں تر از شکر بُود
بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے

جاں بشیرینی رود خوشتر بُود
مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

اے ملامت گو سلامت مر ترا
اے ملامت گر! تجھے سلامتی مبارک ہو

اے سلامت جو توئی واہی العُریٰ
اے سلامتی کی جستجو کرنیوالے! تو کمزور رستہ والا ہے

جانِ من کورہ ست و با آتش خوشست
میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے

کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست
بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

ہمچو کورہ عشق را سوزیدنی ست
بھٹی کی طرح عشق کا کام جلانا ہے

ہر کہ او زیں کور باشد کودنی ست
جو اس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

برگِ[3] بے برگی ترا چوں برگ شد
سامانِ بے سامانی جب تیرا سامان ہوگیا

جانِ باقی یافتی و مرگ شد
تو نے باقی رہنے والی جان حاصل کرلی اور موت ختم ہوگئی

چوں ز غم شادیت افزودن گرفت
جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا

روضۂ جانت گل و سوسن گرفت
تو تیری جان کے باغ میں گل اور سوسن اُگے

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تست
جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہوگیا

بط قوی از بحر و مرغِ خانہ سست
بطخ سمندر سے قوی ہوتی ہے اور پالتو پرند سست ہوتا ہے

باز دیوانہ شدم من اے طبیب
اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہوگیا

باز سودائی شدم من اے حبیب
اے دوست! میں پھر پاگل ہوگیا

حلقہائے سلسلۂ تو ذو فنوں
تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں

ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں
ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے

دادِ ہر حلقہ فنونِ دیگر ست
ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے

پس مرا ہر دم جنونِ دیگر ست
تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے

---

[1] برہم زنان - دونوں قسم کے اخلاق کے مخزن ملے جُلے ہیں۔ گر تو باشی - سلوک میں کوئی غلطی بھی ہوجائے تب بھی منازل طے کرنے میں توقف نہ چاہیئے۔ غژ - امر کا صیغہ ہے، غژیدن، کھسکنا، گھٹنوں کے بَل چلنا۔ پیشِ شاہاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکان را بیش بُود حیرانی"۔

[2] شاہ - دربارِ حق کی حاضری شکر سے بھی زیادہ شیریں ہے اگر اُسکے حصول میں جان بھی چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ملامت گو۔ عشقِ الٰہی کے سلسلہ میں ملامت کرنیوالے کا سہارا خود کمزور ہے۔ کورہ - بھٹی۔ عشق - عشق بھی وہی کام کرتا ہے جو آگ کی بھٹی کام کرتی ہے۔ کودن - احمق، نااہل۔

[3] برگ - سامان یعنی فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ غم - غمِ عشق جان گداز نہیں ہے بلکہ جاں فزا ہے۔ آنچہ - دوسرے کے لئے غم خوف کا سبب ہے، عاشق کے لئے موجب اطمینان ہے، سمندر پالتو مرغ کے لئے ہلاکت اور بطخ کے لئے باعثِ مسرت ہے۔ باز - عشق و معشوق کے ذکر سے مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار کر رہے ہیں۔ حلقہائے زنجیر عشق کا ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے۔

پس[1] فنوں باشد جنوں ایں شد مثل — خاصہ در زنجیر ایں میرِ اجل
تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں، یہ ضرب المثل بنگئی ہے — خاص طور پر اس بڑے آقا کی زنجیر میں

آنچناں دیوانگی بگست بند — کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند
دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں — کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے

آمدنِ دوستاں بہ بیمارستاں جہتِ پرسشِ ذوالنونِ مصری رحمۃ اللہ علیہ

دوستوں کا شفاخانہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے آنا

ایں چنیں ذوالنون[2] مصری را فتاد — کاندرو شور و جنونِ نو بزاد
اسی طرح ذوالنون مصری کے لئے ہوا — کہ اُن میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

شور چنداں شد کہ تا فوقِ فلک — می رسد از وے جگرہا را نمک
انھیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک — اُن کی وجہ سے جگروں پر نمکپاشی ہوئی

ہاں منہ تو شورِ خود اے شورہ خاک — پہلوئے شورِ خداوندانِ پاک
خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ — پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

خلق را تاب جنونِ او نبود — آتشِ او ریشہا شاں می ربود
لوگوں میں اُن کے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی — اُن کی آگ اُن کی داڑھیوں کا صفایا کر رہی تھی

چونکہ در ریشِ عوام آتش فتاد — بند کردندش بزنداں المراد
چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی — اُن کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

نیست[3] امکانِ واکشیدن ایں لجام — گرچہ زیں رہ تنگ می آیند عوام
اِس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے — اگرچہ اِس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

دیدہ ایں شاہاں ز عامہ خوفِ جاں — کایں گروہ کور و شاہاں بے نشاں
اِن شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے — کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے

چونکہ حکم اندر کفِ رنداں بود — لاجرم ذوالنون در زنداں بود
جبکہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہوگا — لامحالہ ذوالنون قید خانہ میں ہونگے

یک سوارہ می رود شاہِ عظیم — در کفِ طفلاں چنیں دُرِ یتیم
عظیم بادشاہ تنہا جا رہا ہے — ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے

[1] پس۔ مثل مشہور ہے۔ "اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ" جنون کی بہت قسمیں ہیں۔ میرِ اجل۔ بڑا سردار، اللہ تعالےٰ۔ پندم دہند۔ یعنی دوسرے دیوانے کہتے کہ جنون میں اِس قدر بیخودی نہ چاہیئے۔ آمدنِ دوستاں۔ اِس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ جنون کا نتیجہ قید خانہ ہوتا ہے۔ بیمارستان۔ یعنی پاگلوں کا شفاخانہ۔

[2] ذوالنون۔ مچھلی والا، یہ حضرت ثوبان بن ابراہیم کا لقب پڑ گیا جو بہت بڑے بزرگ تھے اُس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک سفر میں کسی کشتی میں سوار تھے اُس کشتی میں ایک تاجر کا موتی چوری ہو گیا لوگوں نے اُن کو متہم کر دیا انھوں نے عاجز آکر دعا شروع کی تو سینکڑوں مچھلیاں اپنے اپنے مُنھ میں اُسی جیسا موتی لئے ہوئے نمودار ہوئیں انھوں نے ایک مچھلی سے موتی لیکر اُس تاجر کو دیدیا۔ ہیں منہ۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے اپنے جنونِ عشق کے سلسلہ میں ذوالنونؒ کے عشق کا قصہ ذکر کیا لیکن اِس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے عشق کو اُن کے عشق جیسا سمجھتا ہوں اُن کا عشق بہت بلند تھا۔ ریشہا۔ وہ جنونِ عشق میں ریاکاروں کا پردہ فاش کرتے تھے جس سے وہ شرمندہ ہوتے تھے۔

[3] نیست۔ عوام میں فتنہ پیدا کرنا ممنوع ہے لیکن ذوالنونؒ اس بارے میں مجبور تھے۔ دیدہ۔ عوام کی جانب سے ذوالنونؒ کو تو صرف قید خانہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑی دوسرے بزرگوں کی تو جان کو خطرے لاحق ہوئے ہیں۔ بے نشاں۔ عوام بزرگوں کے باطن کو نہیں سمجھ سکتے ہیں اُن کے ظاہر پر بزرگی کی کوئی نشانی نہیں ہوتی ہے۔ زنداں یعنی ذوالنونؒ کی بزرگی کے لئے گر شاہِ عظیم

دُرچہ[1] دریائے نہاں در قطرۂ
موتی کیا ہوتا ہے، اِک قطرہ میں پوشیدہ دریا

آفتابے دَرج اندر ذرّۂ
(دیا) ایک سورج ذرّے میں

آفتاب خویش را ذرّہ نمود
اُس نے اپنے سورج کو ذرہ دکھایا

واندک اندک رُوئے خود را برکشود
اور تھوڑا تھوڑا اپنا مُنہ کھولا

جُملہ ذرّات در وے محو شُد
تمام ذرے اُس میں محو ہو گئے

عالَم از وے مست گشت و صحو شُد
دنیا اُس سے مست ہو گئی اور ہوش جاتا رہا

چوں قلم در دست غدّارے بُوَد
جب قلم کسی غدّار کے ہاتھ میں ہو گا

لاجرم منصور بر دارے بُوَد
تو لامحالہ منصور سُولی پر ہو گا

چوں سفیہاں راست ایں کار و کیا
جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو

لازم آمد یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَا
ضروری ہوگا کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

انبیاء را گفتہ قومِ راہ گم[2]
گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا

از سفہ، اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ
حماقت سے، کہ ہم تمھیں منحوس سمجھتے ہیں

جہلِ ترسا بیں اماں انگیختہ
نصرانیوں کی نادانی دیکھ! امن کے طالب ہیں

زاں خداوندے کہ گشت آویختہ
اُس آقا سے جو (اُنکے عقیدہ میں) سولی پر لٹکا دیا گیا

چوں بقولِ اوست مصلوبِ یہود
جب اُنکے بقول یہودیوں نے اُنکو سولی پر چڑھا دیا ہے

پس مر او را امن کے تاند نمود
تو وہ اُن کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چوں دلِ[3] آں شاہ زیشاں خوں بُوَد
جبکہ اُس (ذوالنّون) شاہ کا دل اِسطرح خون ہو

عصمتِ وَاَنْتَ فِیْہِمْ چوں بُوَد
تو "اَنْتَ فِیْہِمْ" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

زرِّ خالص را و زرگر را خطر
خالص سونے، اور سنار کو خطرہ

باشد از قلّابِ خائن بیشتر
زیادہ ہوتا ہے، خائن جعلساز سے

یُوسفاں از رشکِ زشتاں مخفی اند
بہت سے یوسف، بدصورتوں کے رشک کیوجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں

کز عدو خوباں در آتش می زیند
کیونکہ حسین، دشمن کیوجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

تک قوم تمھیں نہ ستائے، تو محض موجود ہونا عذاب کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اسی طرح محض اولیاء اللہ کا وجود دفعِ عذاب نہ کر سکے گا۔ اور چونکہ ذوالنّون کو قوم نے ستایا لہٰذا قوم کا بچاؤ نہ ہو سکے گا۔ زرِ خالص۔ خالص سونا اور سُنار جعلساز کو رسوا کر دیتا ہے لہٰذا جعلساز کی دشمنی سے وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی حال انبیاء اور اولیاء کا عوام کے ساتھ ہے۔ یوسفاں یعنی نیک لوگ۔ زشتاں۔ بُرے لوگ۔ در آتش۔ بُروں کی وجہ سے بھلوں کی زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔

---

[1] دُرچہ۔ ذوالنّون کو دُرِّ یتیم کہا تھا۔ اب فرماتے ہیں موتی نہیں بلکہ وہ لاکھوں موتیوں والا سمندر ایک قطرہ میں اور معرفت کا آفتاب ایک ذرہ میں ہیں۔ آفتاب۔ ذوالنّون مصری۔ ذرّات۔ یعنی عوام۔ مست گشت۔ عقلیں کھو بیٹھا۔ صحو شُد۔ یعنی اُنکی بزرگی کو نہ سمجھ سکے۔ غدّار۔ یعنی شاہِ وقت کا وزیر جس نے علماء کو ظاہر پر فتویٰ دینے پر مجبور کیا۔ منصور یعنی حسین بن منصور حلّاجؒ۔ کار و کیا۔ معاملہ کا اختیار۔ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاء۔ سورۂ آلِ عمران کی طرف اِشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔

[2] راہ گم۔ گمراہ۔ سفہ۔ بیوقوفی۔ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ گاؤں والوں نے رسولوں کو کہا ہم تمہارے وجود سے بدفالی لیتے ہیں۔ جہلِ ترسا۔ اوپر جاہلوں کی دشمنی کا ذکر تھا۔ اب جاہلوں کی محبت کا ذکر ہے یعنی یہ جہالت کہ اُنکے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو سولی دے دی گئی اور وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور یہ اُنکے ذریعہ اپنی نجات کے قائل ہیں۔ مصلوب۔ سولی پر چڑھا ہوا۔

[3] چوں دل۔ قرآن پاک میں ہے مَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ۔ آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ جب تک تم اُن میں موجود ہو اُن پر عذاب نہ آئیگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ "تم اُن میں موجود ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جب

یوسفانؑ از مکرِ اخواں در چہ اند
بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کی وجہ سے کنوئیں میں ہیں

کز حسد یوسف بگرگاں می دہند
کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دیدیتے ہیں

از حسد بر یوسفِ مصری چہ رفت
حسد کی وجہ سے مصری یوسف پر کیا گذری؟

ایں حسد اندر کمیں گرگیست زفت
یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

لاجرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم
لامحالہ اس بھیڑیے کی وجہ سے بُردبار یعقوبؑ

داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف و بیم
یوسفؑ کے معاملہ میں خوف و خطر محسوس کرتے تھے

گرگِ ظاہر گردِ یوسفؑ خود نگشت
ظاہری بھیڑیا یوسفؑ کے پاس بھی نہ آیا

ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت
یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

زخم کرد ایں گرگ وز عذرِ لبق
اس بھیڑیے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر

آمدہ کانّا ذہبنا نستبق
(حضرت یعقوبؑ کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست
لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے

عاقبت رسوا شود ایں گرگ بایست
ٹھہر جا، بالآخر یہ بھیڑیا رسوا ہو گا

زانکہ حشرِ حاسداں روزِ گزند
کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر

بیگماں بر صورتِ گرگاں کنند
یقیناً بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

حشرِ پُر حرصِ سگِ مُردار خوار
مُردار خوار، حریص کُتّے کا حشر

صورتے خوکے بُود روزِ شمار
قیامت کے دن سُور کی صورت میں ہو گا

زانیاں را گندہ اندام نہاں
(قیامت کے دن) زناکاروں کی شرمگاہیں گندی ہونگی

خمر خواراں را بُود گندہ دہاں
شراب نوشوں کے مُنہ بدبودار ہونگے

گندِ مخفی کاں بدلہا می رسید
چُھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے

گشت اندر حشر محسوس و پدید
وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہو گی

بیشہ آمد وجودِ آدمی
انسان کا وجود ایک بَن ہے

بر حذر شو زیں وجود ار آدمی
اگر تو انسان ہے تو اس وجود سے احتیاط برت

ظاہر و باطن اگر باشد یکے
اگر ظاہر و باطن یکساں ہو

نیست کس را در نجاتِ او شکے
اُس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

در وجودِ ما ہزاراں گرگ و خوک
ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیے اور سُور ہیں

صالح و ناصالح و خوب و خشوک
نیک اور بد، اور اچھے اور بُرے

۱؎ یوسفاں۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے کنوئیں میں گرا دیا تھا۔ بگرگاں۔ حسد کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اُنکو بھیڑیے کے پھاڑنے کا افسانہ گھڑا تھا۔ گرگ۔ یعنی حسد، حضرت یوسفؑ کو بھیڑیے نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، بھائیوں کا حسد تکلیف کا سبب بنا۔ تحذر۔ یعنی بھائیوں کا یہ کہنا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے اور یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا۔ صد ہزاراں۔ یہ مکاری جس کا سبب حسد ہوا سنو بھیڑیوں سے بھی ممکن نہ تھی۔

۲؎ رسوا شود۔ چنانچہ بھائیوں کو حضرت یوسفؑ کی بڑائی کا رُسوا ہو کر مجبوراً اقرار کرنا پڑا اور آخرت کی رسوائی یہ ہوگی کہ عام حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی شکل میں ہوگا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی تو تائب ہو گئے تھے اور اُن میں سے ہر ایک کو مقام نبوت حاصل ہوا تھا اُن کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں نہ ہوگا۔

۳؎ حشر۔ حرامخور کا حشر خنزیر کی صورت میں ہوگا۔ زانیاں۔ زناکاروں کا حشر اس حالت میں ہوگا کہ انکی شرمگاہیں سڑتی ہونگی، شرابیوں کے مُنہ سڑتے ہوں گے۔ مختق۔ دلوں میں چھپی ہوئی گندگیاں نمایاں ہو جائینگی۔ بیشہ۔ بَن اور جھاڑیوں میں موذی جانور رہتے ہیں اسی طرح انسان کے وجود میں موذی خصلتیں ہیں۔ ظاہر یعنی باطن

حکم آنخو راست کو غالب تر ست[۱]
حکم اُس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے

چونکہ زر بیش از مس آمد آں زر ست
جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

سیرتے کاں در وجودت غالب ست
وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے

ہم براں تصویر حشرت واجب ست
اُسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

ساعتے گرگی در آید در بشر
ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا پن آتا ہے

ساعتے یوسف رُخی ہمچوں قمر
ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رُخی آتی ہے

می رود از سینہا در سینہا
سینوں سے سینوں میں جاتے ہیں

از رہِ پنہاں صلاح و کینہا
پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر
بلکہ انسان سے، بیل اور گدھے میں

می رود دانائی و علم و ہنر
سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

اسپ سُکسُک می شود رہوار و رام
کم رفتار گھوڑا، تیز رفتار اور فرمانبردار ہوجاتا ہے

خرس بازی می کند بُز ہم سلام
ریچھ کھیلتا ہے، بکری بھی سلام کرتی ہے

رفت[۲] در سگ ز آدمی حرص و ہوس
انسان سے حرص و ہوس کُتے میں پہنچی

یا شباں شُد یا شکاری یا حرس
چرواہا، یا شکاری، یا محافظ بنا

در سگِ اصحاب خوئے زاں رُقود
اصحابِ (کہف) کے کُتے میں اُن سوئے ہوؤں کی فضیلت

رفتہ تا جُویائے اللہ گشتہ بود
پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند
ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص نوعیت ظاہر ہوتی ہے

گاہ دیو و گہ مَلک گہ دام و دد
کبھی شیطان اور کبھی فرشتہ اور کبھی چرندہ اور درندہ (بنجاتا ہے)

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ ست
اُس عجیب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے

تا بہ بامِ سینہا پنہاں رہ ست
سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

دُزدی[۳] کُن از دُرِ مرجانِ جاں
جان کا موتی، اور مونگا چُرا لے

اے کم از سگ از درون عارفاں
عارفوں کے دل میں سے، اے کُتے سے کمتر!

چونکہ دُزدی دُزد آں دُرِ لطیف
جبکہ تو چور ہے، تو پاکیزہ موتی چرا

چونکہ حامل می شوی بارِ شریف
جبکہ تو بوجھ اٹھاتا ہے تو بھلا بوجھ (اٹھا)

فہم کردن مریداں کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ متعمداً ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے ہیں قصداً یہ صورت بنائی ہے

---

[۱] حکم آنخو۔ جو خصلت غالب ہوگی اُسی پر حشر ہوگا، اشرفی میں تھوڑا سا تانبہ ضرور ہوتا ہے لیکن وہ سونے کی کہلاتی ہے۔ ساعتے۔ کسی وقت انسان میں اخلاقِ ذمیمہ کا غلبہ ہوتا ہے کسی وقت اخلاقِ حمیدہ کا۔ می رود۔ صحبت سے انسان میں اچھے بُرے اخلاق اُبھرتے ہیں۔ بلکہ۔ حیوانات انسان کی صحبت سے متاثر ہوتے ہیں سُکسُک۔ کم رفتار گھوڑا۔ رہوار۔ تیز رفتار گھوڑا۔ رام۔ مُطیع۔ خرس۔ ریچھ۔ بُز۔ بکرا۔

[۲] رفت۔ انسان کی صحبت سے کُتے میں کام کرنیکی حرص و ہوس آجاتی ہے تو وہ بکریوں کا چرواہا یا شکاری یا نگہبان بن جاتا ہے۔ در سگ۔ قطمیر نامی اصحاب کہف کا کُتا جنت میں جائیگا۔ رُقود۔ سونے والے، راقد کی جمع ہے۔ نوعے۔ یعنی اخلاق کی کوئی قسم۔ دام۔ چرندہ۔ دد۔ درندہ۔

[۳] دزدی کُن۔ پہلے اشعار میں بتایا تھا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں خیالات منتقل ہوتے ہیں اب فرماتے ہیں جبکہ خفیہ راستہ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو عارفوں کے دل کے پاکیزہ خیالات حاصل کر۔ متعمداً۔ جان بوجھ کر۔

چونکہ ذوالنّون سوئے زنداں رفت شاد — بند بر پا دست بر سر زافتقاد[1]
جب ذوالنّون خوشی خوشی قیدخانہ کی طرف چلے — پا بہ زنجیر، (ڈنکے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

ق

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو — سُوئے زنداں بہرِ پرسش نزدِ او
دوستوں نے ہر جانب سے رُخ کیا — قیدخانہ کی جانب اُن کے پاس حال دریافت کرنے کیلئے

دوستاں در قصۂ ذوالنّوں شدند — سوئے زنداں و دراں رائے زدند
دوست ذوالنّون کے معاملہ میں روانہ ہوئے — قیدخانہ کی جانب، اور اُس میں رائے زنی کی

کایں مگر قاصد کُند یا حکمتے ست — اُو دریں رہ قبلہ است و آیتے ست
کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں یا کوئی راز ہے — کیونکہ وہ اِس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

دُور دُور از عقل چوں دریائے اُو — تا جنوں باشد سفہ فرمائے اُو
اُن کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے — کہ جنوں اُن سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

حاشَ لِلّٰہ از کمالِ جاہِ اُو — کابرِ بیماری بپوشد ماہِ اُو
خدا بچائے! اُن کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے — کہ بیماری کا ابر اُن کے چاند کو چھپائے

اوز شرِّ عامہ[2] اندر خانہ شُد — اوز ننگِ عاقلاں دیوانہ شُد
وہ عوام کے شر کی وجہ سے قیدخانہ میں گئے ہیں — وہ عقلمندوں کے عیب کیوجہ سے دیوانے بنگئے ہیں

اوز عارِ عقلِ کُندِ تن پرست — قاصداً رفتست و دیوانہ شدست
وہ تن پرست کُند عقل کی ذلّت کی وجہ سے — جان کر (قیدخانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ وز ساز گاؤ — بر سر و پشتم بزن وایں را مکاؤ
کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھدے اور ساٹنا — میرے سَر اور کمر پر مار اور اُس میں کُنج وکاؤ نہ کر

تا ز زخمِ لخت یابم من حیات — چوں قتیل از گاوِ موسیٰ اے ثقات
تاکہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں — اے معتبر لوگو! جیساکہ موسیٰ کی گائے سے مقتول نے زندگی پائی

تا ز زخمِ[3] لختِ گاوے خوش شوم — ہمچو کُشتۂ گاوِ موسیٰ گش شوم
تاکہ گائے کے (چمڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہوجاؤں — (حضرت) موسیٰ کی گائے کے مقتول کیطرح شاداں ہوجاؤں

زندہ شد کُشتہ ز زخمِ دُمِ گاؤ — ہمچو مس از کیمیا شُد زرِ ساؤ
گائے کی دُم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہوگیا — جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

کُشتہ برجست و بگفت اسرار را — وانمود آں زُمرۂ خونخوار را
مقتول اُٹھ بیٹھا، اور راز بتائے — اور قاتل جماعت کو ظاہر کردیا

[1] انتقاد۔ گم کرنا یعنی چونکہ اُنھوں نے حضرت ذوالنّون کو گم کردیا تھا۔ رائے زدند۔ یعنی ذوالنّون کی دیوانگی کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کرنے لگے۔ کایں۔ بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ جان کر دیوانہ بنے ہیں۔ حکمتے۔ یعنی خدا نے دیوانہ بنادیا ہے اسمیں اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔ رہ۔ معرفت کی راہ۔ آیتے۔ خدا کی پہچان کی علامت۔ دُور دُور۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ اُن جیسے عقلمند سے دیوانگی بیوقوفی کے کام کراسکے۔ ابر یعنی دیوانگی۔ ماہ یعنی عقل۔

[2] شرِّ عامہ۔ عوام کی شرارت۔ زننگ۔ چونکہ عقلمند لوگ باعثِ ننگ کام کرنے لگے ہیں اِس لئے اُنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا کر اپنے آپ کو اُن کے زمرے سے خارج کرلیا ہے۔ عقل کُند۔ وہ عقل جس میں ذہانت نہ ہو۔ تن پرست۔ وہ عقل جو انسانیت کی تربیت نہ کرے۔ قاصداً۔ بالارادہ۔ کہ۔ یعنی وہ قصداً قیدخانہ میں گئے ہیں اور دیوانوں کی طرح اپنے آپ کو گائے کے چمڑے کے انڑسے پٹوا رہے ہیں۔ ساز گاؤ۔ چمڑے کا تسمہ جس سے جانوروں کو سدھاتے ہیں۔

[3] تا ز زخم۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کرڈالا تھا قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا حضرت موسیٰ نے ایک گائے ذبح کرائی اور اُس کا چمڑہ لیکر مُردے پر مارا تو مُردہ زندہ ہوگیا اور اُس نے قاتل کا پتہ بتادیا تھا۔ گش۔ خوش زرِ ساؤ۔ خالص سونا۔ اسرار یعنی چھپے ہوئے قاتل کا پتہ۔

گفت روشن کاین جماعت کشتہ اند — تخمِ این آشوب ایشاں کشتہ اند

واضح طور پر کہا کہ اِس جماعت نے قتل کیا ہے — اِس فساد کے بیج انھوں نے بوئے ہیں

چونکہ[۵۱] کشتہ گردد ایں جسمِ گراں — زندہ گردد ہستئ اسرار داں

جب یہ بھاری جسم مُردہ ہو جاتا ہے — رازداں وجود زندہ ہو جاتا ہے

جانِ اُو بیند بہشت و نار را — باز داند جملۂ اسرار را

اُس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے — (اور) تمام رازوں کو جان لیتی ہے

وا نماید خونیانِ دیو را — وا نماید دامِ خدعہ و ریو را

قاتل شیطانوں کو ظاہر کر دیتی ہے — مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کر دیتی ہے

گاؤ[۵۲] کشتن ہست از شرطِ طریق — تا شود از زخمِ دُمّش جاں مُفیق

گائے کو ذبح کرنا، معرفت کی شرط ہے — تاکہ جان اُسکی دُم کی چوٹ سے ہوش میں آجائے

گاؤِ نفسِ خویش را زُوتر بکُش — تا شود روحِ خفی زندہ بہُش

بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کردے — تاکہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہو جائے

ایں سخن را منقطع و پایاں مجو — حالِ ذوالنّون با مُریداں باز گو

اِس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر — ذوالنّونؒ کا مُریدوں کے ساتھ معاملہ سُنا

رجوع کردن بحکایت ذوالنّون رحمۃ اللہ علیہ

ذوالنّونؒ رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیکِ اُو — بانگ بر زد ہے کیانند اتّقُوا

جب وہ لوگ اُن کے پاس پہنچے — وہ چیخے خبردار تم کون ہو؟ بھاگو

با ادب گفتند ما از دوستاں — بہرِ پُرسش آمدیم اینجا بجاں

اُنھوں نے ادب سے کہا، ہم دوستوں میں سے ہیں — ہم دل و جاں سے (آپکو) پوچھنے آئے ہیں

چونی اے دریاے عقلِ ذوفنون[۵۳] — ایں چہ بُہتان ست بر عقلت جُنوں

اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟ — آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

دُودِ گلخن کے رسد در آفتاب — چوں شود عنقا شکستہ از غراب

بھٹی کا دُھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟ — عنقا کوّے سے کب شکست کھاتا ہے؟

وا مگیر از ما بیاں کُن ایں سخن — ما محبّانیم با ما ایں مکن

ہم سے نہ چھپائیے، یہ بات بتائیے — ہم دوست ہیں، ہم سے یہ نہ کیجئے

---

۵۱ چونکہ جس طرح اُس مقتول کی روح نے اسرار کا انکشاف کر دیا اسی طرح جب انسان اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے تو اُس پر اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ جانِ اُو بمقام فنا پہنچ کر اسرارِ آخرت منکشف ہو جاتے ہیں۔ وا نماید۔ انسان کو محسوس ہو جاتا ہے کہ شیاطین اُسکے قاتل ہیں اور اُنکے مکر و فریب کو پہچان جاتا ہے۔

۵۲ گاؤ کشتن یعنی مادی جسم کو فنا کرنا۔ طریق یعنی طریقِ معرفت۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ بہُش۔ باہوش۔ مریداں یعنی ذوالنّون کے وہ مرید جو پاگل خانہ میں گئے تھے۔ نفر۔ جماعت۔ اِتّقُوا۔ تم ڈرو، تم بھاگو۔ پرسش یعنی احوال کی دریافت۔ عیادت

۵۳ فنون۔ فن کی جمع ہے۔ بہتانِ جھوٹا الزام۔ جنوں یعنی تیری عقل پر جنون کا الزام جھوٹ ہے۔ گلخن بھٹی یعنی جس طرح بھٹی کا دُھواں آفتاب تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور عنقا کوّے سے شکست نہیں کھا سکتا ہے اسی طرح تیری عقل تک نہ جنون کی رسائی ہو سکتی ہے نہ تیری عقل جنون سے مغلوب ہو سکتی ہے۔ مکن یعنی حقیقت نہ چھپائیے۔

مر محبّاں را نشاید دور کرد — یا بُرُو پوشش و دغل مہجور کرد[1]
دوستوں کو نہ بھگانا چاہیئے — یا رُو پوشی اور دھوکے سے دور نہ کرنا چاہیئے

راز را اندر میاں نہ با محب — اے کہ بحر علم و عقلی استجب
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے — اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں! مان جائیے

راز را اندر میاں آور شہا — رُو مکُن در ابر پنہانی مہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے — اے چاند! ابر میں مُنہ نہ چھپائیے

ما محب صادق و دلخستہ ایم — در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں — دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

راز را از دوستاں پنہاں مکُن — در میاں نہ راز و قصدِ جاں مکُن
راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے — راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہوجئے

چونکہ ذوالنون این سخن زیشاں شنید — جز طریق امتحاں مخلص ندید
جب ذوالنون نے اُن کی یہ بات سُنی — آزمائش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

فحش آغاز[2] ید و دشنام از گزاف — گفت اُو دیوانگانہ زی و قاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کردی — دیوانوں کی طرح اُنھوں نے زق زق بق بق شروع کردی

بر جہید و سنگ و چوب اں کرد و چوب — جملگاں بگریختند از بیم کوب
کودے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے — چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

قہقہہ خندید و جنبانید سر — گفت باد ریشِ ایں یاراں نگر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا — کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھ

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں — دوستاں را رنج کے باشد زجاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے! — دوستوں کو جان کی فکر کب ہوتی ہے؟

کے کراں گیرد زرنج[3] دوست دوست — رنج مغز و دوستی اُو را چو پوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟ — تکلیف اُٹھانا مغز ہے اور دوستی اُس کا چھلکا

رنج بر خود گیر گر تو دوستی — رو مگرداں گر تو نیکو خوستی
اگر تو دوست ہے تکلیف برداشت کر — اگر تو اچھی عادت والا ہے، رو گردانی نہ کر

نے نشانِ دوستی باشد خوشی — در بلا و محنت و آفت کشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟ — مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنیں

---

[1] مہجور کردن یعنی رُو پوشی اور مکر سے فراق میں مبتلا کرنا مناسب نہیں ہے۔ استجب۔ قبول کر، منظور کر۔ شہا۔ اے شاہ۔ مہا۔ اے مہ۔ دلخستہ۔ رنجیدہ۔ قصدِ جاں کردن۔ مار ڈالنا۔ امتحاں۔ آزمائش۔ مخلص۔ چھٹکارے کی جگہ۔

[2] آغازید شروع کردیا۔ گزاف۔ بے وجہ، بے اصل۔ زی و قاف۔ جھک جھک، بک بک، بار ریش۔ غرور، شیخی۔ نشان۔ علامت۔ رنج یا رے کا مخفف۔ نہ کند یار بنا شد۔

[3] کراں۔ کنارہ۔ مغز۔ اصل۔ لُب لباب۔ پوست۔ چھلکا۔ رنج بر خود گیر۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ رو مگرداں۔ یعنی اگر دوست تکلیف پہونچائے۔ نے نشان۔ دوستی کی علامت یہی ہے کہ ہر حالت میں راضی برضا رہ، دوست رہے۔

Friendship

دوست ہمچوں زر[1] بلا چوں آتش ست ‌ ‌ زرِّ خالص در دلِ آتش خوش ست

دوست سونے کی طرح ہے تکلیف آگ کی طرح ہے ‌ ‌ خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

امتحان[2] کردن خواجہ لقمانؑ زیرکی لقمانؑ را

حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی زہانت کی آزمائش کرنا

نے کہ لقمانؑ را کہ بندہ پاک بود ‌ ‌ روز و شب در بندگی چالاک بود

کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے ‌ ‌ دن رات خدمتگاری میں چست تھے

خواجہ اش میداشتے در کار پیش ‌ ‌ بہترش دیدے ز فرزندانِ خویش

آقا اُن کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا ‌ ‌ اپنی اولاد سے بھی اُن کو زیادہ سمجھتا تھا

زانکہ لقمانؑ گرچہ بندہ زادہ بود ‌ ‌ خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود

اسلئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے ‌ ‌ (لیکن) آقا تھے اور خواہشِ نفسانی سے آزاد تھے

گفت شاہے[3] شیخ را اندر سخن ‌ ‌ کز من از بخشش تو چیزے خواست کن

ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا ‌ ‌ مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت اے شہ شرم ناید مر ترا ‌ ‌ کہ چنیں گوئی مرا زیں برتر آ

اُس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی ‌ ‌ کہ مجھ سے یہ کہتا ہے، اس سے بالاتر بن

من دو بندہ دارم و ایشاں حقیر ‌ ‌ واں دو بر تو حاکمانند و امیر

میرے دو غلام ہیں اور وہ (بھی) حقیر ہیں ‌ ‌ اور وہ دونوں تیرے حاکم اور سردار ہیں

گفت شہ آں دو چہ اند ایں ذلت ست ‌ ‌ گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست

بادشاہ نے کہا وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے ‌ ‌ اُس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے

شاہ آں داں کو ز شاہی فارغ ست ‌ ‌ بر مہ و خورشید نورش بازغ ست

بادشاہ اُس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے ‌ ‌ چاند اور سورج پر اُس کا نور غالب ہے

مخزن آں دارد کہ مخزن عار او ست ‌ ‌ ہستی آں دارد کہ با ہستی عدو ست

وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ ظاہری خزانہ اسکی ذلت ہے ‌ ‌ وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

خواجۂ لقماں بظاہر خواجہ وش ‌ ‌ در حقیقت بندہ لقماں خواجہ اش

(حضرت) لقمانؑ کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہوئے ‌ ‌ حقیقتاً غلام ہے، لقمانؑ اُس کے آقا ہیں

ہستی آں دارد۔ یعنی اُس کا روحانی وجود ہے جو جسمانی وجود کا دشمن ہے۔ خواجہ۔ یعنی دراصل لقمان خواجہ تھے اور اُن کا خواجہ دراصل غلام تھا۔

[1] ہمچوں زر جس طرح سونا آتش سے نکھرتا ہے اسی طرح دوستی میں دوست کے مصائب برداشت کرنے سے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔

[2] اِمتحان کردن۔ اس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت لقمانؑ نے دوست کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ بھی رغبت سے کھایا اسی طرح ایک انسان کو منجانب اللہ مصائب پر بھی راضی برضاء الٰہی رہنا چاہیئے۔ خواجہ۔ آقا اُن کو معزز اور اولاد سے زیادہ پیار سے رکھتا تھا۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کی دلیل ہے۔ بندہ زادہ۔ حضرت لقمانؑ کو اگر ولی اور بزرگ مانا جائے تو غلام زادہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ نبی تھے تو ان کے باپ کو جبراً غلام بنایا گیا ہوگا۔ خواجہ بود۔ چونکہ وہ ہوا و ہوس سے آزاد تھے لہٰذا غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے۔

[3] گفت شاہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں ہوا و ہوس سے آزاد ہونے کا ذکر کیا ہے لہٰذا اس سلسلے میں یہ حکایت نقل کی ہے۔ برتر آ۔ یعنی یہ بات تیرے مقام سے گری ہوئی ہے۔ حقیر۔ تو میرے دو غلاموں کا غلام ہے۔ ذلت۔ یعنی غلاموں کا غلام ہونا میرے لئے ذلت کا سبب ہے۔ ز شاہی۔ شاہ تو وہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت سے بھی بے نیاز ہو۔ بازغ۔ چمکنے والا، روشن۔ مخزن۔ یعنی علم و معرفت کا خزانہ۔ کہ مخزن۔ یعنی زر و جواہر کا خزانہ۔

در جہانِ بازگونہ[1] زیں بسے ست　　در نظرِ شاں گوہرے کم از خسے ست
اُلٹی دنیا میں ایسا بہت ہے　　اُن کی نظر میں جوہر تنکے سے کم ہے

مر بیاباں را مفازہ نام شُد　　نام و ننگے عقلِ شاں را دام شُد
بیابان کا نام، کامیابی کی جگہ ہوا　　عزت و ذلت، اُن کی عقل کا جال بنا

یک گرُہ را خود مُعرّف جامہ است　　در قبا گویند کو از عامہ است
ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے　　قبا پہننے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

یک گرُہ را ظاہرا سالوس و زرق　　کردہ زاہد نام و اندر زُہد غرق
ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے　　زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھائے

یک گرُہ را ظاہرِ سالوس[2] و زُہد　　نور باید تا بُود جاسوسِ زہد
ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے　　نور چاہیئے جو زہد کی مخبری کرے

نور باید پاک از تقلید و غَول　　تا شناسد مرد را بے فعل و قول
نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو　　تاکہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

در رَود در قلبِ اُو از راہِ عقل　　نقدِ اُو بیند نباشد بندِ نقل
اُس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے　　اُس کا نقد دیکھ لے، سُنی سُنائی کا پابند نہ ہو

بندگانِ[3] خاصِ عَلّامِ الغیُوب　　در جہانِ جاں جواسیس القلوب
علّام الغیوب کے خاص بندے　　روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

در درونِ دل در آید چوں خیال　　پیشِ شاں مکشوف باشد سِرِّ حال
جب دل میں کوئی خیال آتا ہے　　پوشیدہ بھید اُن کے سامنے کھل جاتا ہے

در تنِ کُنجشک چہ بُود برگ و ساز　　کہ شود پوشیدہ آں بر عقلِ باز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟　　کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

آنکہ واقف گشت بر اَسرارِ ھُو　　سِرِّ مخلوقات چہ بُود پیشِ اُو
جو اللہ تعالیٰ کے بھیدوں سے واقف ہوگیا　　مخلوق کے بھید اُس کے سامنے کیا ہیں؟

آنکہ بر افلاک رَفتارش بُود　　بر زمیں رفتن چہ دُشوارش بُود
جس کی گذر آسمانوں پر ہو　　اُس کو زمین پر چلنا کیا دُشوار ہوگا؟

در کفِ داؤدؑ کاہن گشت مومؔ　　موم چہ بُود در کفِ اُو اے ظلوم
(حضرت) داؤد کے ہاتھ میں جبکہ لوہا موم ہوگیا　　اے ظالم! اُن کے ہاتھ میں موم کیا ہوگا!

---

[1] جہانِ بازگونہ۔ اُلٹی دنیا۔ در نظر۔ یعنی قیمتی چیز کو کم قیمت اور کم قیمت چیز کو قیمتی سمجھتے ہیں۔ مفازہ۔ کامیابی کی جگہ، صحراء کو کہتے ہیں حالانکہ وہ مُہلکہ یعنی ہلاکت کی جگہ ہے۔ نام نہند زنگی کافور۔ نام و ننگ۔ عزت و ذلت کے خیال سے بے عقل کے کام کرتے ہیں۔ یک گرُہ۔ کپڑوں سے انسان کو پہچانتے ہیں اُس کی حقیقت پر نظر نہیں رکھتے ہیں گدڑی والے کو فقیر سمجھتے ہیں قبا پہننے والے کو معمولی انسان تصور کرتے ہیں۔

[2] ظاہرِ سالوس۔ بعض لوگ ظاہری مکّاری کو دیکھ کر زُہد کے قائل ہو جاتے ہیں۔ نور باید۔ کسی کو پہچاننے کیلئے نورِ قلبی درکار ہے جس کے ذریعہ بغیر بات کئے اور کام دیکھے انسان کو پہچانا جا سکے۔ نقدِ اُو۔ انسان کی صحیح حالت۔

[3] بندگان۔ پیر پر مرید کے دل کے احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ علّام الغیوب۔ غیبوں کا جاننے والا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس۔ جاسوس کی جمع ہے۔ راز کو جاننے والا۔ در درون۔ جس طرح خیالات انسان کے دل میں گھستے ہیں اسی طرح خاص بندہ بھی دل میں گھس کر پوشیدہ احوال جان لیتا ہے۔ در تن۔ کُنجشک سے مراد مرید اور باز سے مراد شیخ ہے۔ اسرارِ ھو۔ اللہ کے اسرار۔ بر افلاک۔ انبیاء اور اولیاء کو آسمانوں کی سیر میں

بود[۵۱] لقمانؑ بندہ شکلے خواجۂ
لقمانؑ بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے

بندگی بر ظاہرش دیباجۂ
غلامی اُن کے ظاہر کا عنوان تھی

چوں رَوَد خواجہ بجائے ناشناس
آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے

در غلامِ خویش پوشاند لباس
اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

اُو بپوشد جامہائے آں غلام
وہ اُس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے

مَر غلامِ خویش را سازد امام
اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

در پَیَش چوں بندگاں در رَہ شود
راستہ میں غلاموں کی طرح اُسکے پیچھے چلتا ہے

تا نباید زو کسے آگاہ[۵۲] شود
تاکہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے

گوید اے بندہ تو رَو بر صدر نشیں
کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ

من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں
میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لونگا

تو دُرشتی کُن مرا دُشنام دہ
تو سختی کر، مجھے بُرا بھلا کہہ

مَر مرا تو ہیچ توقیرے مَنِہ
تو میری کوئی عزت نہ کر

ترکِ خدمت خدمتِ تو داشتم
خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے

تا بغُربت تخمِ حیلت کاشتم
جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہے

خواجگاں[۵۳] ایں بندگیہا کردہ اند
آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں

تا گماں آید کہ ایشاں بندہ اند
تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

چشم پُر بودند و سیر از خواجگی
وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے

کارہا کردہ اند آمادگی
اُنھوں نے استعداد (کے لئے) بہت سے کام کئے ہیں

ویں غلامانِ ہوا بر عکسِ آں
اور یہ خواہش کے غلام اِس کے برعکس

خویشتن بنمودہ میرِ عقل و جاں
اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

آید از خواجہ رہِ افگندگی
آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے

ناید از بندہ بغیر از بندگی
(اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

پس ازاں عالم بدیں عالم چُناں
پس اُس عالم سے اِس عالم تک

تعبیتہا ہست برعکسِ ایں بدا
بہت سی بناوٹی باتیں ہیں اُن کو اُلٹا سمجھ

---

۵۱ بود لقمانؑ حضرت لقمانؑ نے جان بوجھ کر ظاہری طور پر غلامی اختیار کر رکھی تھی ورنہ وہ آقا تھے۔ چوں رود۔ غلامی کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ بیان کی ہے، اجنبی جگہ مصلحتوں کی بنا پر اکثر اپنے آپ کو غلام اور غلام کو شاہ ظاہر کر دیا کرتے ہیں
۵۲ آگاہ شود۔ اپنے آپ کو بادشاہ ظاہر کرنے میں خطرات ہوتے ہیں۔ نشیں نشیں کا مخفف ہے۔ کمیں۔ کمینہ۔ تو درشتی۔ تاکہ غلام کو آقا سمجھا جائے۔ ترکِ خدمت یعنی تیری خدمتگذاری یہی ہے کہ تو خدمت نہ کرے۔ غربت۔ مسافرت۔ حیلت۔ تدبیر
۵۳ خواجگاں بہت سے بزرگ اپنی بزرگی کے اخفا کیلئے معمولی معمولی کام اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام کی نگاہوں سے چھپے رہیں۔ کارہا۔ بزرگانِ دین معمولی پیشے اختیار کر لیتے ہیں تاکہ اُنکی استعداد قربِ الٰہی میں اضافہ ہو۔ ویں غلاماں۔ جو لوگ حرص و ہوا کے غلام ہیں وہ اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔ خواجہ۔ بزرگانِ دین ہمیشہ فروتنی اختیار کرتے ہیں۔ از بندہ یعنی جو اللہ کے نیک بندے ہیں۔ ازاں عالم۔ عالمِ آخرت۔ ازیں عالم۔ عالمِ دنیا۔ تعبیتہا۔ تعبیۃ کی جمع ہے بناوٹ۔ برعکس جس طرح یہ واقعہ ہے کہ بظاہر حضرت لقمانؑ غلام اور ان کا آقا آقا ہے لیکن حقیقتاً حضرت لقمانؑ آقا اور اُن کا آقا اُن کا غلام تھا اسی طرح اِس

عالم اور عالمِ آخرت میں اور بہت سی چیزیں ہیں کہ جو حقیقتاً ظاہر کے برعکس ہیں۔

خواجهٔ لقمانؑ ازین[1] حالِ نہاں
(حضرت) لقمانؑ کا آقا اس راز سے

بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
واقف تھا اور اُس کی نشانی دیکھ چکا تھا

راز می دانست خوش می راند خر
راز جانتا تھا، کام چلا رہا تھا

از برائے مصلحت آں راہبر
اُس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

مر ورا آزاد کردے از نخست
اُن کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا

لیک خوشنودیِ لقمانؑ را بجست
لیکن اُس نے (حضرت) لقمانؑ کی خوشنودی چاہی

زانکہ لقمانؑ را مراد ایں بود تا
کیونکہ (حضرت) لقمانؑ کا مقصد یہی تھا، تاکہ

کس نداند سرِ آں شیرِ فتا
اُس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

چہ[2] عجب گر سر زبد پنہاں کنی
یہ کیا عجیب بات ہے کہ تو راز کسی بُرے سے چھپائے

ایں عجب کہ سر زخود پنہاں کنی
عجیب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپائے

کار پنہاں کن تو از چشمانِ خود
اپنی نظروں سے چھپا کر کام کر

تا بود کارت سلیم از چشمِ بد
تاکہ تیرا کام نظرِ بد سے بچا رہے

خویش را تسلیم کن بردار مزد
اپنے آپ کو سپرد کر دے، مزدوری کمائے

وانگہ از خود بے زخود چیزے بدزد
پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چُرا لے

می[3] دہند افیوں بمرد زخم مند
زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں

تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند
تاکہ اُس کے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

وقتِ مرگ از رنج اُو را میدرند
مرتے وقت اُس کو تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں

اُو بداں مشغول شُد جاں می برند
وہ اِس میں لگا، جان نکال لے جاتے ہیں

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد
جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دے گا

از تو چیزے در نہاں خواہند برد
تو وہ تیری چیز چپکے سے چرا لیں گے

پس بداں مشغول شو کاں بہتر ست
تو اُس میں لگ جو اچھی چیز ہو

تا ز تو چیزے برد کاں کہتر ست
تاکہ (چور) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

ہر چہ اندیشی و تحصیلے کنی
جو تو سوچتا ہے، اور حاصل کرتا ہے

می در آید دزد زاں سو کایمنی
چور اُس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

---

[1] ازیں حال۔ یعنی اِس بات سے کہ حضرت لقمانؑ نے ظاہراً غلامی اختیار کر رکھی ہے ورنہ بباطن اُن کا رتبہ آقائیت کا ہے۔ راہبر۔ یعنی حضرت لقمانؑ۔ خوشنودی۔ حضرت لقمانؑ کی خواہش تھی کہ اُن کو غلام بنائے رکھے۔ بہتر۔ اُن کا روحانی مرتبہ۔

[2] چہ عجب۔ کمالات کو دوسروں کی نگاہوں سے مخفی رکھنا بھی کمال ہے لیکن اپنی نگاہوں میں اپنے کمالات، کمال نہوں تب زیادہ کمال ہے۔ چشمِ بد۔ خود اپنی نظرِ بد سے اپنے اعمال کو بچا۔ خویش را۔ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہوئے مزدوری کئے جاؤ تب اپنے رذائل کو اپنے آپ سے چُرا کر غائب کر سکو گے۔

[3] می دہند۔ افیوں کھلا کر خودی مٹادی جاتی ہے تب اِصلاح کی جاتی ہے تو خودی کو مٹانے سے اِصلاح ہوگی۔ وقتِ مرگ۔ موت کے وقت جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور روح سے غفلت ہو جاتی ہے تو روح چوری چلی جاتی ہے۔ چوں بہر فکرے۔ انسان کی جس چیز کی طرف توجہ رہتی ہے وہ بچ جاتی ہے جس سے غفلت برتتا ہے وہ چوری ہو جاتی ہے۔ بہتر ست۔ قیمتی چیز کی طرف توجہ کرو پھر ضائع ہوگی تو معمولی چیز ضائع ہوگی۔ ایمنی۔ تو مطمئن ہو کر بے توجہی کرتا ہے تو چور اُسکو چُراتا ہے جس چیز کی انسان نکر رکھتا ہے اُس کی جانب چور نہیں آتا

بارِ[۱] بازرگاں چو در آب اوفتد — دست اندر کالۂ بہتر زند

تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے — تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

کشتی مالش بغرقاب اوفتد — ہر چہ نازل تر بدریا افگند

اُس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پھنسے — جو گھٹیا ہے اُس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب — ترکِ کمتر گوئی و بہتر را بیاب

چونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی — گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچا لے

نقدِ ایماں را بطاعت گوش دار — تاز روئے حق نگردی شرمسار

بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر — تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

چونکہ نقدت را نگہداری کنی — حرص و غفلت را برد دیوِ دنی

جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا — کمینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

ظاہر شدنِ فضل و زیرکی لقمانؑ پیشِ امتحان کنندگان

امتحان کرنیوالوں کے سامنے (حضرت) لقمانؑ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجۂ لقمانؑ چو لقمانؑ را شناخت[۲] — بندہ بود اُو را و با اُو عشق باخت

(حضرت) لقمانؑ کے آقا نے جب لقمانؑ کو پہچان لیا — اُن کا غلام ہو گیا اور اُن پر فریفتہ ہو گیا

ہر طعامے کآوریدندے بُجے — کس سوئے لقمانؑ فرستادے زپے

وہ جو کھانا اُس کے پاس لاتے — تو فوراً کسی کو (حضرت) لقمانؑ کی جانب روانہ کرتا

تاکہ لقمانؑ دست سوئے آں برد — قاصداً تا خواجہ پس خوردش خورد

تاکہ (حضرت) لقمانؑ اُس میں ہاتھ ڈال دیں — اس ارادے سے کہ آقا اُن کا جھوٹا کھائے

سُورِ[۳] اُو خوردے و شور انگیختے — ہر طعامے کو نخوردے ریختے

اُن کا جھوٹا کھاتا، اور مستی پیدا کرتا — جو کھانا وہ نہ کھاتے اُس کو ضائع کر دیتا

ور بخوردے بیدل و بے اشتہا — ایں بُوَد پیوستگی بے منتہا

اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے — لا محدود تعلق یہ ہوتا ہے

خربزہ آوردہ بودند ارمغاں — لیک غائب بود لقمانؑ آں زماں

تحفے میں خربوزہ لائے تھے — لیکن اُس وقت (حضرت) لقمانؑ موجود نہ تھے

گفت خواجہ با غلامے کے فلاں — زود رو فرزندِ لقمانؑ را بخواں

آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے! — جلد جا، عزیز لقمانؑ کو بلا لا

[۱] بار۔ پہلے سمجھایا تھا کہ اچھی چیز کی طرف نگاہ رکھو تاکہ معمولی چیز ضائع ہو اب اُس کو مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ اگر کشتی بوجھل ہونے کی وجہ سے ڈوبنے لگتی ہے تو معمولی چیزیں پھینک دی جاتی ہیں۔ کالا۔ سامان۔ نازل تر۔ گھٹیا۔ بہتر۔ قیمتی سامان۔ ایماں۔ یہ قیمتی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنی ہے اِس کی حفاظت کر۔ حرص۔ اپنے رذایل کی حفاظت نہ کر تاکہ وہ چوری ہو جائیں۔

[۲] شناخت۔ یعنی اُن کا آقا اُنکی بزرگی کو پہچان گیا۔ ہر طعامے۔ بڑوں کا جھوٹا تبرکاً کھایا جاتا ہے۔ فرستادے۔ یعنی اُن کو بلانے کیلئے۔ پس خورد۔ بچا ہوا کھانا۔

[۳] سور۔ پس خوردہ۔ شور انگیختن۔ مستی کا اظہار کرنا۔ ریختے۔ اُنکے نہ کھانے سے سمجھتا تھا کہ کھانا مکروہ ہے۔ پیوستگی۔ تعلق۔ خربزہ۔ خربوزہ۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ فرزند۔ محبت میں بیٹا کہا ہے۔

چونکہ لقمانؑ آمد و پیشش نشست
جب (حضرت) لقمانؑ آئے اور اُسکے سامنے بیٹھ گئے

خواجہ پس بگرفت سکینے[51] بدست
اُس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی

چوں بُرید و داد اُورا یک بُریں
جب تراشا، اور اُن کو ایک قاش دی

ہمچو شکّر خوردش و چوں انگبیں
انھوں نے اُس کو شکر و شہد کی طرح کھالیا

از خوشی کہ خورد داد اُورا دوم
چونکہ انھوں نے خوشی سے کھایا اُن کو دوسری دی

تا رسید آں گُرچہا تا ہفدہم
یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہونچیں۔

ماند گُرچے گفت ایں را من خورم
ایک قاش بچی تو بولا اس کو میں کھاؤں گا

تا چہ شیریں خربزیست ایں بنگرم
تاکہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟

اُو چنیں خوش میخورد کز ذوقِ اُو
وہ اِسقدر خوشی سے کھا رہے تھے کہ اُنکے ذوق سے

طبعہا شد مشتہی و لقمہ جُو
طبیعتیں خواہشمند ہو گئیں اور کھانا چاہنے لگیں

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت[52]
جب اُسنے کھایا اُس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی

ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
زبان پر آبلہ پڑ گیا حلق بھی جل گیا

ساعتے بیخود شد از تلخیٔ آں
تھوڑی دیر اُس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا

بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں
اُس کے بعد اُنسے کہا، اے جانِ عالم!

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را
آپ نے اسقدر زہر کیسے پی لیا؟

لطف چوں انگاشتی ایں قہر را
اِس قہر کو لُطف کیوں سمجھا؟

ایں چہ صبرست ایں صبوری از چہ روست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟

جانِ تو گوئی بہ پیشِ تو عدوست
گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپکی دشمن ہے

چوں نیاوردی بحیلت حجتے[53]
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کر دیا

کہ مرا عذریست بس کُن ساعتے
کہ میں معذور ہوں، تھوڑی دیر ٹھہر

گفت من از دستِ نعمت بخشِ تو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے

خوردہ ام چنداں کہ از شرمم دوتو
میں نے اسقدر کھایا ہو کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

شرمم آمد کہ یکے تلخ از کفت
مجھے شرم آئی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز

می نخورم اے تو صاحب معرفت
نہ کھاؤں اے (آقا)، تو خود جانتا ہے

چوں ہمہ اجزام از انعامِ تو
جبکہ میرے تمام اجزا تیرے انعام سے

رُستہ اند و غرقِ دانہ و دامِ تو
اُگے ہیں اور تیرے دانہ و دام میں غرق ہیں

[51] سکین۔ چھری۔ بُریں۔ قاش، پھانک۔ انگبیں، شہد۔ گرچہا۔ گرچ کی جمع ہے، بالضم وکاف وجیم فارسی، خربوزے، تربوز کی قاش۔ مشتہی، خواہشمند۔

[52] چوں۔ کڑوا خربوزہ کھانے سے حلق میں سوزش اور زبان پر آبلہ پڑ گیا۔ جانِ جہاں۔ یعنی حضرت لقمانؑ۔ زہر۔ یعنی کڑوا خربوزہ۔ تدو ایسا کڑوا خربوزہ کھانا تو جان کے ساتھ دشمنی ہے۔

[53] چوں۔ یعنی صاف انکار مناسب نہ تھا تو کوئی عذر تراش لیتے۔ گفت۔ حضرت لقمانؑ نے فرمایا جب اِس ہاتھ سے بیسکڑوں شیریں چیزیں کھا چکا ہوں ایک تلخ چیز کا انکار بے شرمی ہے۔ اجزام۔ میرے بدن کے سارے اجزا تیرے نمک کے پروردہ ہیں۔ دام۔ جال۔

گر ز یک تلخے کنم فریاد و داد | خاکِ تیرہ بر سرِ اجزام باد

اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں | تو کالی خاک میرے اجزاء پر ہو

لذتے دستِ شکر بخشت کہ داشت | اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت

تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا | اُس نے اِس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

از محبت تلخہا شیریں شود | از محبت مسہا زریں شود

محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں | محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت دُردہا صافی شود | وز محبت دردہا شافی شود

محبت سے تلچھٹیں صاف ہو جاتی ہیں | محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں

از محبت خارہا گُل می شود | وز محبت سرکہا مُل می شود

محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں | محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت دار تختے می شود | وز محبت بار بختے می شود

محبت سے سُولی، تخت بن جاتی ہے | محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت سجن گلشن می شود | بے محبت روضہ گلخن می شود

محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے | بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت نار نورے می شود | وز محبت دیو حورے می شود

محبت سے آگ نور بن جاتی ہے | محبت سے دیو، حور بن جاتا ہے

از محبت سنگ روغن می شود | بے محبت موم آہن می شود

محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے | بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے

از محبت حُزن شادی می شود | وز محبت غُول ہادی می شود

محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے | محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے

از محبت نیش نوشے می شود | وز محبت شیر مُوشے می شود

محبت سے ڈنک شہد بن جاتا ہے | محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے

از محبت سُقم صحت می شود | وز محبت قہر رحمت می شود

محبت سے بیماری، تندرستی بنجاتی ہے | محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے

از محبت خار سوسن می شود | وز محبت خانہ روشن می شود

محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے | محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے

---

۱ گر ز یک۔ کسی بڑے محسن کی معمولی سی زیادتی پر واویلا کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے۔ لذتے۔ محسن کے ہاتھ کی کڑوی چیزیں کڑوی نہیں رہتی ہیں۔ از محبت۔ یہاں سے مولانا نے فرمایا ہے کہ محبت چیزوں کی حقیقت بدل دیتی ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ دردہا۔ یعنی امراض۔ مُل۔ شراب۔

۲ تختے۔ یعنی تختِ شاہی۔ بار۔ بوجھ۔ بخت۔ یعنی خوش نصیبی۔ سجن۔ قید خانہ۔ روضہ۔ باغیچہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ دیو۔ یعنی بدصورت۔ حور۔ یعنی خوبصورت۔ حزن۔ غم۔ غول۔ چھلاوا جس کا کام راستہ سے بھٹکانا ہے۔

۳ نیش۔ زہریلا ڈنک۔ موش۔ چوہا۔ سقم۔ بیماری۔ سوسن۔ ایک آسمانی رنگ کا پھول ہے۔

از محبت مُردہ زندہ می شود
محبت سے مُردہ زندہ ہو جاتا ہے
وز محبت شاہ بندہ می شود
محبت سے شاہ، غلام بن جاتا ہے

این محبت ہم نتیجہ دانش ست[۵۱]
یہ محبت بھی سمجھ کا نتیجہ ہے
کے گزافہ بر چنین تختے نشست
بکواسی ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟

دانشِ ناقص کجا این عشق زاد
ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟
عشق زاید ناقص اَمّا بر جماد
ناقص (عقل)، عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر سے

بر جمادے رنگِ مطلوبے چو دید
پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا
از صفیرے بانگِ محبوبے شنید
سیٹی سے محبوب کی آواز سن لی

دانشِ ناقص نداند فرق را
ناقص عقل، فرق نہیں سمجھتی
لاجرم خورشید داند برق را
لامحالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے

چونکہ ملعون خواند ناقص را رسول[۵۲]
ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے
بود در تاویلِ نقصانِ عقول
از روئے تاویل عقلوں کی کمی (مراد) تھی

زانکہ ناقص تن بود مرحومِ رحم
اس لئے کہ ناقص جسم، قابلِ رحم ہوتا ہے
نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم
قابلِ رحم لعنت و زحمت کے لائق نہیں ہے

نقصِ عقلست آنکہ بد رنجوریست
بُری بیماری، عقل کی کمی ہے
موجبِ لعنت سزائے دوریست
جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

زانکہ تکمیلِ خردہا دور نیست[۵۳]
کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے
لیک تکمیلِ بدن مقدور نیست
لیکن بدن کی تکمیل ممکن نہیں ہے

کفرِ فرعونے ہر گبرِ عنید
فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر
جملہ از نقصانِ عقل آمد پدید
سب عقل کی کمی سے رونما ہوا ہے

بہرِ نقصانِ بدن آمد فرج
بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے
در نُبی کہ مَا عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجْ
قرآن میں ہے "اندھے پر گناہ نہیں ہے"

برق آفل باشد و بس بے وفا
برق چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بیوفا ہوتی ہے
آفل از باقی نداند بے صفا
بے نور غائب ہوجانیوالے کو باقی رہنے والے سے ممتاز نہیں کرتا ہے

برق خندد بر کہ می خندد بگو
بجلی ہنستی ہے، بتا کس پر ہنستی ہے؟
بر کسے کو دل نہد بر نورِ او
اُس شخص پر جو اُس کی چمک سے دل لگائے

[۵۱] دانش۔ یعنی عشق و محبت کامل عقل کا نتیجہ ہے۔ ناقص۔ یعنی ناقص عقل بھی عشق پیدا کرتی ہے لیکن غیر واقعی معشوق کے ساتھ۔ بر جمادے۔ ناقص عقل جب کسی چیز پر محبوبِ حقیقی کا عکس دیکھتی ہے تو اُس کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ یہ دھوکا ایسا ہی ہے جیسا کہ پرندکو شکاری کی سیٹی سے دھوکا لگتا ہے اور اُسکو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر جال میں جا پھنستا ہے حالانکہ سیٹی جو شکاری بجاتا ہے۔ لاجرم۔ فانی کو باقی تصور کر لیتا ہے۔

[۵۲] چونکہ۔ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اُس سے مراد ناقص عقل والا ہے۔ ناقص تن۔ جیسے لنگڑا، اندھا۔ زخم۔ زحمت۔ بد رنجوری۔ بُری بیماری۔

[۵۳] زانکہ۔ باعثِ لعنت وہ بُرائی ہو سکتی ہے جس کا ازالہ ممکن ہو اور ترک کیا جائے۔ بے عقل، عاقلوں کی صحبت میں عقل حاصل کر سکتا ہے لنگڑا بالکل معذور ہے۔ کفر چونکہ عقل نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا باعثِ لعنت ہے۔ فرج۔ کشادگی۔ اعمٰی۔ اندھا۔ حرج۔ گناہ۔ آفل۔ غروب کر جانے والا۔ برق۔ بجلی کی کوند کو قہقہہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نور ہائے برق ببریدہ پے[1] ست
بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں
آں چو لاشرقی و لاغربی کے ست
وہ لاشرقی و لاغربی کی طرح کب ہیں؟

برق را چوں یخطف الابصار داں
بجلی کو تو نگاہیں اُچک لینے والی سمجھ
نورِ باقی را ہمہ ابصار داں
باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

برکفِ دریا فرس را راندن ست
دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے
نامہ را در نورِ برقے خواندن ست
خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

از حریصی عاقبت نادیدن ست
حرص کی وجہ سے ناعاقبت اندیشی ہے
بردل و بر عقل خود خندیدن ست
اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اُڑانا ہے

ق

عاقبت بین ست عقل از خاصیت
عقل طبعاً عاقبت بیں ہے
نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عقل کو مغلوبِ نفس او نفس شد
جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بنجاتی ہے
مشتری مات زحل شد نحس شد
جب مشتری زحل سے مات کھا جاتا ہے منحوس ہوجاتا ہے

ہم[2] دریں نحسے بگرداں ایں نظر
اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو گھما
در کسے کو کرد نحست درنگر
اُس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

آں نظر کو بنگرد ایں جزر و مد
جو نگاہ اِس اُتار چڑھاؤ کو دیکھے
او ز نحسے سوئے سعدے نقب زد
اُس نے نحوست سے سعادت کیطرف راستہ بنالیا ہے

زاں[3] ہمی گرداند از حالے بحال
(خدا) اسلئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کیطرف لیجاتا ہے
ضد بضد پیداکناں در انتقال
تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے

تا کہ خوفت زاید از ذات الشمال
تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اعمالنامہ) سے پیدا کردے
لذت ذات الیمیں یرجی الرجال
اُس دائیں جانب والے (اعمالنامہ) کی لذت جسکی لوگ تمنا کرتے رہیں

تا کہ از عسرت نہ بینی خوفہا
جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھ لے گا
کے ز لیُسرے بازیابی لطفہا
تو تجھے سہولت سے لطف کب حاصل ہونگے؟

تا نہ بینی خوف نحسِ مشأمہ
جبتک تو بائیں جانب والوں کی نحوست کا خوف نہ دیکھ لے گا
کے شناسی قدر لطف میمنہ
دائیں جانب والوں کے لطف کی قدر کب سمجھے گا؟

تا دو[4] پر باشی کہ مرغ یک پرہ
تاکہ تو دو پروں والا ہو جائے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ
عاجز آید از پریدن یکسرہ
اُڑنے سے بالکل عاجز رہتا ہے

---

[1] بریدہ پے - پیر کٹے ہوئے
لاشرقی ولاغربی - وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یہ قرآن پاک میں اللہ کے نور کی صفت بیان کی گئی ہے
یخطف - قرآن پاک میں کفار کے بارے میں ہے "یکاد البرق یخطف ابصارھم" قریب ہے کہ بجلی انکی نگاہوں کو اُچک لے۔
از حریصی - ناپائیدار عشق ایسا ہے جیساکہ دریا کے جھاگوں پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش یا آسمانی بجلی کی کوند میں خط پڑھنے کی کوشش
عقل - عقل انسانی انجام پر نظر رکھتی ہے نفس کوتاہ بین ہے۔
مشتری - سعد ستارہ ہے لیکن زحل منحوس ستارے کی داب میں آکر نحس بن جاتا ہے۔

[2] ہم دریں نحسے - اگر انسان وساوس نفسانی میں مبتلا ہو تو اُن کے درپے نہ ہو بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ یہ وسوسے بھی اللہ کی جانب سے ہیں تو وساوس کی نحوست ختم ہوکر عروج کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے جزر - سمندر کا اُتار۔ مد - سمندر کا چڑھاؤ۔

[3] زاں ہمی - انسان کے احوال کی تبدیلی میں مصلحت یہ ہے کہ عافیت کی قدر اُسی کو ہوتی ہے جو مصیبت میں پھنس چکا ہو۔ ذات الشمال - بائیں جانب والے یہ دوزخیوں کی صفت ہے۔ ذات الیمین - دائیں جانب والے یہ جنتیوں کی صفت ہے عسر - تنگی۔ یسر - سہولت۔ مشأمہ - بائیں جانب یعنی بائیں جانب والے جو جہنمی ہونگے۔ دو پر - یعنی قبض اور بسط کی کیفیت۔

ہیں[1] گذر از مَیمنہ و ز مَیسرہ
خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے گذر جا
در سرائے سابقاں آں یکسرہ
بالکلیہ سابقین کے گھر میں

یار ہا کُن تا نیایم در کلام
یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں
یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست
اگر تو نہ یہ چاہے نہ وہ چاہے، تجھے اختیار ہے
کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست
کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟

جانِ ابراہیمؑ باید تا بنور
حضرت ابراہیمؑ کی جان چاہیئے تاکہ نور کے ذریعہ
بیند اندر نار فردوس و قصور
آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے

پایہ[2] پایہ بر رود بر ماہ و خور
درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے
تا نماند ہمچو حلقہ بندِ در
تاکہ کُنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے

چوں خلیلؑ از آسمانِ ہفتمیں
حضرت ابراہیمؑ خلیل (اللہ) کیطرح ساتویں آسمان سے
بگذرد کہ لا اُحِبُّ الآفِلِیْن
گذر جاتا ہے کیونکہ وہ "لا اُحِبُّ الآفِلِیْن" کہتے ہیں

ایں جہانِ تن غلط انداز شد
یہ جسم کی دنیا، غلطی میں مبتلا کرنیوالی ہے
جز مر آں را کو ز شہوت باز شد
علاوہ اُس کے جو خواہشِ نفسانی سے باز رہا

حسدِ آں حشم بر آں غلامِ خاص سلطاں
بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصۂ[3] شاہ و امیران و حسد
شاہ اور امیروں، اور حسد کا قصہ
بر غلامِ خاص و سلطانِ خرد
خاص غلام، اور شہنشاہِ عقل پر

ق

دور ماند از جرِّ جرّارِ کلام
دور رہ گیا کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کی وجہ سے
باز باید گشت و کرد آں را تمام
واپس لوٹنا چاہیئے اور اُس کو مکمّل کرنا چاہیئے

باغبانِ مُلک با اقبال و بخت
اقبال اور نصیبہ والا، مُلک کا باغبان
چوں درختے را نداند از درخت
درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیوں نہ جانیگا؟

آں درختے را کہ تلخ و رد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو
واں درختے کہ یکش ہفصد بود
اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

کے برابر دارد اندر مرتبت
(اُن کو) رُتبے میں برابر کب رکھے گا؟
چوں بہ بیند شاں بچشمِ عاقبت
جب اُن کو دوراندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

لہ ہیں۔ قرآن پاک میں اصحابِ مَیمنہ اور مَیسرہ کا ذکر آیا ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی جو دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے آگے ہونگے وہ مُقرّب ہونگے۔ مَیسرہ۔ بائیں جانب۔ یار ہا کُن۔ مولانا سننے والے کو مخاطب کرتے ہیں کہ یا تو اسرار کا یہ بیان ختم ہونا چاہیئے یا توجہ کی جائے تاکہ بیان پورا ہو سکے۔ جانِ ابراہیمؑ۔ عقلِ کامل ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی سی ہو۔ جو دشمنوں کی آگ میں بھی آخرت کا منظر دیکھ رہے تھے۔

لہ پایہ۔ سالک کو مسلسل ترقی کرنی چاہیئے تاکہ خلوتِ راز سے باہر نہ رہے۔ حلقہ۔ کنڈی کا حلقہ دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ لا اُحِبُّ الآفِلِیْن۔ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ اُس وقت فرمایا جب چاند اور سورج کی الوہیّت کا انکار کر رہے تھے۔

لہ قصہ۔ درمیان میں مولانا نے کچھ اسرار و حِکَم کی باتیں شروع کر دی تھیں اب پھر اس قصّہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جر۔ کھینچنا۔ جرّارِ کلام۔ کلام کو طول دینے والا۔ باغبان۔ بادشاہ اور غلاموں کی مثال باغبان اور درختوں کی سی ہے۔ باغبان سب درختوں کو پہچانتا ہے اور اُن سے اُنکی حیثیت کا معاملہ کرتا ہے لہٰذا حسد بیجا ہے۔ یکش۔ باغ میں ایک درخت ایسا قیمتی ہوتا ہے جو بہت سوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

کاں ۱ درختاں را نہایت چیست بر
کہ ان درختوں کا انجام کار پھل کیسا ہے؟

گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
اگرچہ اس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد
وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو گیا

از نہایت و ز نخست آگاہ شد
ابتدا اور انتہا سے واقف ہو گیا

چشم آخر بیں بہ بست از بہر حق
اس نے اللہ تعالیٰ کیلئے ہر چیز کو دیکھنے والی آنکھ بند کر لی ہے

چشم آخر بیں کشاد اندر سبق
آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند
وہ حاسد، برے درخت تھے

تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
کڑوی اصل والے بدبخت تھے

از حسد جوشان و کف می ریختند
حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھاگ گراتے تھے

در نہانی مکر می انگیختند
خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

تا ۲ غلام خاص را گردن زنند
تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں

بیخ او را از زمانہ بر کنند
دنیا سے اس کی جڑ اکھاڑ دیں

چوں شود فانی چو جانش شاہ بود
وہ فانی کب ہو سکتا ہے جبکہ بادشاہ اسکی جان تھا

بیخ او در عصمت اللہ بود
اس کی جڑ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھی

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ
بادشاہ ان رازوں سے واقف ہو گیا

ہمچو بوبکر رباؔبی تن زدہ
ابوبکر رح ربابی کی طرح خاموش تھا

در تماشائے دل بد گوہراں
بد اصلوں کے دل کو دیکھ کر

میزند خنبک براں کوزہ گراں
ان جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

مکر می سازند قوم حیلہ مند
مکار قوم، مکاری کر رہی تھی

تا کہ شہ را در ۳ فقاعے در کنند
تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

بادشاہے بس عظیم بیکراں
لا انتہا عظیم بادشاہ

در فقاعے کے بگنجد اے خراں
اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

از برائے شاہ دامے دوختند
بادشاہ کے لئے جال بن رہے تھے

آخر ایں تدبیر ازو آموختند
آخر یہ تدبیر (بھی) اسی سے سیکھی تھی

نحس شاگردیکہ با استاد خویش
وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے استاد سے

ہمسری آغاز دو آید بہ پیش
مقابلہ کرے اور سامنا کرے

---

۱ کاں درختاں۔ بظاہر سب درخت یکساں ہیں۔ بر پھل۔ شیخ۔ پیر سمجھتا ہے کہ کونسا مرید بالآخر کس مرتبہ پر فائز ہوگا۔ چشم آخر بیں۔ یعنی جانوروں والی آنکھ جو محض ہذا جسمانی کو دیکھتی ہے حسوداں۔ یعنی ان کے اعمال کے پھل تلخ تھے۔ تلخ گوہر۔ کڑوی جڑ والے۔ کف۔ جھاگ۔

۲ تا غلام۔ تاکہ منصوص غلام کو قتل کر دیں۔ عصمت اللہ۔ اللہ کی حفاظت۔ بوبکر ربابی۔ ایک مجذوب ولی کا نام ہے جو سات سال تک بالکل خاموش رہے تھے کوزہ گراں۔ کمہار۔ کمہار چونکہ برتنوں پر طرح طرح کے رنگ چڑھاتا ہے لہٰذا جعل ساز اور ملمع گر کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ خنبک زدن۔ ہتھیلیاں بجانا۔

۳ فقاع۔ دھوکہ۔ بادشاہ۔ یعنی شیخ۔ اے خراں۔ پیر کو دھوکا دینے والا گدھا ہے۔ دام۔ جال۔ تدبیر۔ سپاہی، شاہ اور سپہ سالار سے طریقہ سیکھتا ہے مرید شیخ سے آداب سیکھتا ہے نحس۔ وہ شاگرد منحوس ہے جو استاد سے سیکھے ہوئے ہنر کے ذریعہ استاد ہی کا مقابلہ کرنے لگے۔

باکدام[۱] اُستاد اُستادِ جہاں — **پیشِ اُو یکساں ہُویدا و نہاں**
کونسے اُستاد سے؟ دنیا کے اُستاد سے — جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

چشمِ اُو یَنظُر بِنُورِ اللہ شُدہ — **پردہائے جہل را خارق بُدہ**
اُسکی نظر اللہ (تعالےٰ) کے نور سے دیکھنے والی ہوگئی ہو — جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہوگئی ہے

از دلِ سُوراخ چوں کُہنہ گلیم — **پردہ بندد بہ پیشِ آں حکیم**
پُرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر — اُس داناکے سامنے پردہ تانتا ہے

پردہ می خندد برو با صد دہاں — **ہر دہانے گشتہ اشکافے دراں**
پردہ سَو مُنہ سے اُس پر ہنستا ہے — اُس کا ہر سوراخ ایک مُنہ بن گیا ہے

گوید[۲] آں اُستاد مر شاگرد را — **کاے کم از سگ نیستت با من وفا**
وہ اُستاد، شاگرد سے کہتا ہے — اے کُتّے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

خود مرا اُستا مگیر آہن گُسل — **ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل**
مجھے لوہے کو توڑنے والا اُستاد نہ سمجھ — اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

نہ از منت یاریست در جان و رواں — **بے منت آبے نمی گردد رواں**
کیا تیری جان اور روح میں میری امداد نہیں ہے — میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

پس دلِ من کارگاہ بختِ تست — **چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست**
تیرے بخت کا کارخانہ میرا دل ہے — اے نالائق اِس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

گویدش[۳] پنہاں زنم آتش زنہ — **نے بقلب از قلب باشد روزنہ**
تو اُس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں — کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

آخر از روزن بہ بیند فکرِ تو — **دل گواہی می دہد زیں ذکرِ تو**
وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے — تیرے اِس ذکر کی دل گواہی دیدیتا ہے

لیک در رُویت نمالد از کرم — **ہر چہ گوئی خندد و گوید نعم**
لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے مُنہ پر نہیں کہتا ہے — تو جو کچھ کہتا ہے وہ مسکرادیتا ہے اور ہاں کہدیتا ہے

اُو نمی خندد ز ذوقِ مالشت — **اُو ہمی خندد براں اسگالشت**
وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے — وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

---

۱ باکدام۔ یعنی استاد بھی وہ جو روحانی استاد ہے جس کے سامنے ہر شخص کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ ینظُر۔ حدیث میں ہے۔ اِتَّقُوا مِن فِرَاسَۃِ المُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنظُرُ بِنُورِ اللہِ۔ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ خارق۔ پھاڑنیوالا۔ از دل۔ جو دل معصیتوں کی وجہ سے پُرانی گدڑی کی طرح سوراخ در سوراخ ہے، یہ اُس کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔ پردہ۔ اِس دل کے سوراخوں پر پردہ ڈالتا ہے تاکہ راز نہ کھل جائے۔ ہر دہانے۔ پردہ کے پیچھے دل کا ہر سوراخ راز بتا رہا ہے۔

۲ گوید۔ استاد شاگرد سے کہتا ہے تو کتّے سے بھی وفاداری میں کم ہے۔ خود مرا۔ اگر تو مجھے بہت بڑا استاد نہ سمجھے تو بھی کم از کم میں نے تیری تربیت تو کی ہے پھر یہ احسان فراموشی کیوں ہے۔ آب رواں شدن۔ کامیاب ہونا۔ دلِ من۔ تجھے جو تخت عزت نصیب ہوا ہے وہ میرے دل کی کاریگری ہے۔

۳ گویدش۔ شاگرد اُستاد کو دھوکا دینے کیلئے کہتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت ہے۔ آتش زنہ۔ چقماق۔ روزنہ۔ سوراخ۔ آخر۔ پیر مُرید کے دل کی حالت معلوم کر لیتا ہے۔ دل گواہی۔ مُرید کا دل بتادیگا کہ وہ جھوٹا ہے۔ لیک۔ شیخ مرید کے ہر مکر کو سمجھتا ہے لیکن بسا اوقات اپنی شرافت کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتا ہے اور اسکی ہاں میں ہاں ملادیتا ہے۔ نمی خندد۔ شیخ کی مسکراہٹ تصدیق کے لئے نہیں ہوتی ہے تحمیق کے لئے ہوتی ہے۔

پس خدائی[1] را خدائی شد جزا — کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا

دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے — پیالی مار، پیالہ کھا یہ سزا ہے

گر بُدے با تو وُرا خندہ رضا — صد ہزاراں گل شگفتے مر تُرا

اگر تیرے ساتھ اُس کی رضامندی کی ہنسی ہوتی — تجھ میں لاکھوں پھول کھِل جاتے

چوں دلِ اُو در رضا آرد عمل — آفتابے داں کہ آید در حمل

جب اُس کا دل خوشی میں کوئی کام کرے — سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آگیا

زو بخندد ہم نہار و ہم بہار — درہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار

اُس سے کھِل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی — شگوفے اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا — افگند اندر جہانِ بے نوا

لاکھوں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے — لگتی ہیں (اس) اُجاڑ دنیا میں

چوں ندانی تو خزاں را از بہار — چوں بدانی رمز خندہ در ثمار

جبکہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے — تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

چونکہ[2] برگ روح خود زرد و سیاہ — می نہ بینی چوں بدانی خشمِ شاہ

جبکہ تو اپنی روح کے پتّوں کا زرد اور سیاہ ہونا — نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے غصّہ کو کیا سمجھے گا؟

آفتابِ شاہ در برجِ عتاب — میکند رُوہا سیہ ہمچوں کتاب

شاہ کا سورج غصّہ کے برج میں آکر — اعمال نامہ کی طرح روسیاہ کردیتا ہے

آں عطارد را ورقہا جانِ ماست — آں سپید و آں سیہ میزانِ ماست

ہماری جان اُس عطارد کے لئے کاغذ ہے — وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

باز منشورے[3] نویسد سرخ و سبز — تا رہند ارواح از سودا و عجز

پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے — حتیٰ کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے نجات پاجاتی ہیں

سرخ و سبز افتاد نسخِ نو بہار — چوں خطِ قوسِ قزح در اعتبار

نوبہار کی تحریر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے — جو قیاس کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

اندریں معنی شنو تو قصّہ — تا بیابی از معانی حصّہ

اس مقصد میں تو ایک قصّہ سُن لے — تاکہ تو بھی معانی سے حصّہ پالے

سودا۔ عجز۔ یعنی وصول الی الحق سے عجز۔ سرخ و سبز۔ شیخ کے انوار مختلف انواع کے ہوتے ہیں جیسا کہ دھنک کمان میں مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اندریں معنی۔ شیوخ ادرادیا، اللہ کا مظہر ہیں، بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے خط کو اُن کا مظہر سمجھ کر تعظیم کی اور ہدہد کی حقارت کو مدِنظر نہ رکھا۔

[1] خدائی۔ دھوکا یعنی جس طرح کا معاملہ پیر کے ساتھ کیا ویسا ہی برتاؤ اُس نے کیا۔ کاسہ زن کوزہ بخور یعنی اینٹ کا جواب پتھر۔ گر بُدے۔ پیر مُرید کے کاموں سے خوش ہوکر ہنسے تو مُرید فیوض سے مالامال ہوجائے۔ حمل۔ بکری کا بچہ۔ سورج کے برجوں میں سے ایک برج بکری کے بچّہ کی صورت میں ہے۔ جب سورج گردش کرتا ہوا اُسمیں آتا ہے تو موسم بہار شروع ہوجاتا ہے۔ زو بخندد یعنی موسم بہار کا سماں پیدا ہوجاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ موسم بہار میں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے لگتی ہیں۔ چوں ندانی۔ جب مُرید حسِ باطن سے بے بہرہ ہو تو نہ وہ فیوض کی آمد کو سمجھے گا نہ اُنسے محرومی کو۔ در ثمار۔ پھلوں کا خندہ یہ ہے کہ انپر پکنے کی رونق آجائے۔

[2] چونکہ۔ کور باطن کو جب یہ نظر نہیں آتا کہ اُس کی روح پر خزاں طاری ہے تو وہ پیر کے غصّہ کے اثرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ عتاب۔ پیر کی ناراضی سے قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔ عُطارد۔ ستارہ جسکو دبیر فلک یعنی آسمان کا منشی بھی کہا جاتا ہے۔ ورقہا۔ جس طرح کاتب کا اثر کاغذ پر آتا ہے پیر کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ اور مُرید کی قلبی حالت ہی اُس کی اچھائی یا برائی کا معیار ہے۔

[3] منشور۔ شاہی فرمان۔ سودا یعنی نفسانی لذتوں کا

عکس تعظیم پیغمبر سلیمانؑ در دل بلقیس[۱] از صورت حقیر ہُدہُد

(حضرت پیغمبر سلیمان (علیہ السلام) کی تعظیم کا عکس بلقیس کے دل پر حقیر ہُدہُد کی صورت کے ذریعہ)

رحمتِ صد تو بر آں بلقیس باد — کہ خدایش عقلِ صد مرداں بداد
اُس بلقیس پر سو گنی رحمت ہو — جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

ہُدہُدے نامہ بیاورد و نشاں — از سلیماںؑ چند حرفے با بیاں
ایک ہُدہُد تحریر اور نشانی لایا — (حضرت) سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کیساتھ چند حروف

خواند او آں نکتہائے باشمول — وز حقارت ننگرید اندر رسول
اُس نے اُن جامع نکتوں کو پڑھا — اور نامہ بَر کو حقارت سے نہ دیکھا

چشمِ ہُدہُد دید و جاں عنقاش دید — حس چو کفے دید و دل دریاش دید
آنکھ نے ہُدہُد دیکھا اور جان نے اُس کو عنقا دیکھا — حس نے اسکو جھاگ دیکھا اور دل نے اُسکو دریا دیکھا

عقل با حس زیں طلسماتِ دو رنگ — چوں محمدؐ با ابوجہلاں بجنگ
اِن دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حس کے ساتھ — جنگ میں رہتی ہے جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوجہلوں کیساتھ

کافراں[۲] دیدند احمدؐ را بشر — چوں ندیدند از وے انشق القمر
کافروں نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (صرف) انسان دیکھا — جبکہ اُن سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

خاک زن در دیدۂ حس بینِ خویش — دیدۂ حس دشمنِ عقل ست و کیش
اپنی حسی آنکھ پر خاک ڈال — حسی آنکھ، عقل اور مذہب کی دشمن ہے

دیدۂ حس را خدا اعماش خواند — بُت پرستش گفت و ضدِ ماش خواند
حسی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے — اُس کو بُت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

زانکہ او کف دید و دریا را ندید — زانکہ حالے دید و فردا را ندید
کیونکہ اُس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا — کیونکہ اُس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

خواجۂ[۳] فردا و حالی پیشِ او — او نمی بیند ز گنجے جز تسو
وہ آخرت کے آقا ہیں اور اُسکے نزدیک موجودہ وقت کے — وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

ذرۂ زاں آفتاب آرد پیام — آفتاب آں ذرہ را گردد غلام
(اگر) ایک ذرہ اُس سورج کا پیغام لائے — سورج اُس ذرے کا غلام بن جائے

۳ یعنی انجام۔ خواجۂ فردا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فردائے قیامت کے آقا ہیں وہ آنحضورؐ کی صرف موجودہ زندگی کو دیکھتا ہے۔ تسو۔ چار جَو کی بقدر وزن۔ اگر کا چوبیسواں حصہ یعنی آنحضورؐ جو ایک عظیم خزانہ تھے اُس میں سے اُسے صرف کوڑی اور دمڑی نظر آئی۔ زاں آفتاب یعنی حق تعالےٰ کا۔ آفتاب یعنی سورج۔

۱ بلقیس۔ ملک یمن کے شہر سبا کی حکمراں تھی جس کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ عقل صد مرداں۔ بلقیس اگرچہ عورت تھی لیکن اللہ نے اسکو سینکڑوں مردوں کی سی عقل عطا فرمائی تھی۔ ہدہد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے ذریعہ بلقیس کے پاس اپنا خط بھیجا تھا۔ نکتہائے باشمول۔ جامع نکتے۔ رسول۔ قاصد یعنی ہدہد۔ چشم۔ ظاہری آنکھ میں وہ ہدہد تھا مگر چونکہ وہ حضرت سلیمانؑ کا قاصد تھا لہٰذا باطنی نگاہ نے اُس کو عنقا سمجھا۔ طلسمات دو رنگ۔ وہ چیزیں جو ظاہر حقیر ہیں لیکن باطن عظیم ہیں اُن کے بارے میں عقل اور حس میں جنگ ہوتی رہتی ہے۔ ابوجہلاں۔ یعنی ابوجہل کی طرح کے سخت کافر۔
۲ کافراں۔ کافر آنحضورؐ کی ظاہری بشریت کو دیکھتے تھے اور روحانی عظمت جس کا کرشمہ شق القمر کا معجزہ ہے اُس کو نہ دیکھتے تھے۔ دیدۂ حس۔ محض ظاہر بیں نگاہ عقل و مذہب کی دشمن ہے۔ اعماش خواند۔ خدا نے اُس کو اندھا قرار دیا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ۔ آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہیں۔ اس آیت میں اعمیٰ سے وہ مراد ہیں جو صرف حسی نظر سے کام لیتے ہیں اور قلبی نظر سے محروم ہیں۔ زانکہ۔ کافروں کی ظاہر بیں نظر نے آنحضورؐ کا صرف ظاہر دیکھا روحانی قوتوں کو نہ دیکھا۔ فردا۔

قطرۂ کز بحرِ وحدت شد سفیر[1]
ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا

ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
ساتوں سمندر اُس قطرے کے پابند ہوئے

گر کفِ خاکے شود چالاکِ اُو
اگر ایک مٹھی مٹی اُسکے لئے (اطاعت میں) چست ہو جائے

پیشِ خاکش سر نہد افلاکِ اُو
تو اُس کی مٹی کے آگے اُس کے آسمان سر دھریں

خاکِ آدم چونکہ شد چالاکِ حق
(حضرت) آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چست بنی

پیشِ خاکش سر نہد املاکِ حق
اُس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوک چیزوں نے سر رکھدیا

اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ آخر از چہ بود
"آسمان پھٹ گیا" آخر کس وجہ سے تھا؟

از یکے چشمے کہ خاکے بر کشود
اُس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

خاک از دُردی نشیند زیرِ آب
مٹی تلچھٹ ہو جانے کیوجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے

خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی کو دیکھ! تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

آں لطافت پس بداں کز آب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (وگل) کی نہیں ہے

جز عطائے مُبدِع وہّاب نیست
ایجاد کرنیوالے عطا کرنیوالے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

گر کند سفلی ہوا و نار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے

ور ز گل اُو بگزراند خار را
اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

حاکم ست و یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَاء
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے

اُو ز عینِ درد انگیزد دوا
وہ بعینہٖ درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

ور زمین[2] و آب را عُلوی کُند
اگر مٹی اور پانی کو عُلوی کر دے

راہِ گردوں را بپا مطوی کُند
آسمان کے راستے کو پیروں سے طے کرا دے

گر ہوا و نار را سفلی کُند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے

تیرگی و دُردی و ثقلی[3] کُند
تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں
کسی کی مجال نہیں کہ کہے "کیوں"؟

بس جگر ہا کاندریں رہ گشت خوں
بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون بنے ہیں

پس یقیں شد کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاء
لہٰذا یقین ہو گیا ہے کہ تو جس کو چاہے عزت دے

خاکی را گفت پر ہا بر کُشا
ایک خاکی کو کہا کہ پر کھول

آتشی را گفت رو ابلیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن

زیرِ ہفتم خاک با تلبیس شو
ساتویں زمین کے نیچے مکّار بن

---

[1] سفیر۔ پیغامبر۔ اسیر۔ پابند۔ چالاک۔ یعنی فرمانبرداری میں چست۔ املاک یعنی تمام کائنات جو اللہ کی مملوک ہے۔ اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ۔ حضورؐ کے معجزہ شقّ القمر کی طرف اشارہ ہے۔ خاک بیں۔ حضورؐ کی معراجِ جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔ آں لطافت۔ معراجِ جسمانی محض اللہ کا عطیہ تھا ورنہ جسمانی خواص کا تقاضا تو اس کے خلاف تھا۔ سفلی۔ وہ چیزیں جن کا طبعی تقاضا زمین کی جانب رہنے کا ہے۔ عناصرِ اربعہ میں سے ہوا اور آگ عُلوی ہیں جنکا طبعی تقاضا اوپر جانے کا ہے۔ انگیزد دوا۔ قدرتِ حق درد کو دوا بنا دیتی ہے۔

[2] زمین و آب۔ یہ دونوں عنصر سفلی ہیں۔ راہِ گردوں۔ آب و گل سے بنے ہوئے پیغمبروں کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ گر ہوا و نار۔ ہوا میں لطافت اور نار میں روشنی ہے اُن میں سفلی عناصر کے خواص پیدا کر دیتا ہے۔

[3] ثقل۔ تلچھٹ، کثافت۔ جگر ہا۔ اس راز کو سمجھنے میں بہت سے جگر خون ہو گئے ہیں۔

آدمِ خاکی تو بر رو بر سما
اے خاکی آدمؑ! تو آسمان پر جا

اے بلیسِ آتشی رو تا ثریٰ
اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

چار طبع و علتِ اولیٰ نیم
میں چار عنصر اور پہلی علت نہیں ہوں

در تصرف دائماً من باقیم
میں تصرف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

کارِ من بے علت ست و مستقیم
میرا کام بغیر علت کے ہے اور سیدھا ہے

نیست تقدیرم بعلت اے سقیم
اے بیمار! میری (خلق و) تقدیر علت کیوجہ سے نہیں ہے

عادتِ خود را بگردانم بوقت
(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں

ایں غبار از پیش بنشانم بوقت
اس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

بحر را گویم کہ ہیں پُر نار شو
میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا

گویم آتش را کہ رو گلزار شو
میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

کوہ را گویم سُبک شو ہمچو پشم
میں پہاڑ کو کہدوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا

چرخ را گویم فرو شو پیشِ چشم
میں آسمان کو کہدوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

گویم اے خورشید مقرون شو بما
میں سورج کو کہدوں چاند سے مل جا

ہر دو را سازم چو دو ابرِ سیاہ
دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

چشمۂ خورشید را سازم خشک
میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں

چشمۂ خوں را بفن سازم مُشک
خون کے چشمہ کو ہنر سے مشک بنا دوں

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ
سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح

یوغ بر گردن بہ بندد شاں آلہ
اُن کے کندھے پر اللہ (تعالیٰ) جوا باندھ دے

انکارِ فلسفی بر قرآن اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا
قرآن کی آیت "اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے" پر فلسفی کا انکار

مُقرئی میخواند از روئے کتاب
ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا

مَاءُکُمْ غَوْرًا ز چشمہ بندم آب
مَاءُکُمْ غَوْرًا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

آب را در غور اگر پنہاں کنم
اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کر دوں

چشمہا را خشک و خشکستاں کنم
چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

بدل دے۔ یوغ۔ ہل، گاڑی کا جوا۔ مقری۔ بیان کی کتاب۔ قرآن پاک۔ ماءکم۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَاتِیْکُمْ بِمَاءٍ مَّعِیْنٍ اگر تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہنے والا پانی کون لائیگا۔ زچشمہ۔ یہ سب اس آیت کے معانی کا بیان ہے۔ غور۔ گڑھا۔

[1] خاکی۔ جو کہ سفلی ہے اسکو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر پرواز کرا دیتا ہے۔ آتشی۔ شیطان ناری علوی ہے اس کو سفلی بنا دیا۔ ثریٰ۔ نمناک مٹی یعنی زمین۔ چار طبع۔ چار عنصر۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ کائنات میں عناصر اربعہ ہی بالاضطرار متصرف ہیں۔ علتِ اولیٰ۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے صرف عقلِ اوّل کو پیدا کیا ہے اور اس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے اب کائنات میں اللہ تعالیٰ کا تصرف نہیں ہے۔ بے علت۔ انسان کے کام کی کوئی علت غائی اور غرض ہوتی ہے اللہ بے نیاز ہے۔ سقیم۔ بیمار۔

[2] عادتِ خود۔ اپنے عام قاعدے میں اللہ تعالیٰ تبدیلی فرما دینے پر قادر ہے۔ غبار یعنی عام قاعدے کی رکاوٹ۔ بحر۔ سمندر کو اگر حکم دے تو پانی کے بجائے آگ سے بھر جائے۔ آگ کو حکم دے تو گلزار بنجائے۔ کوہ را۔ پہاڑ کو حکم دے تو وہ گالا بن جائے جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ چرخ۔ آسمان زمین بن جائے۔

[3] گویم۔ قیامت میں چاند اور سورج باہم مل جائیں گے۔ ہر دو۔ دونوں کا نور ختم ہو جائیگا جیسا کہ سورۂ تکویر میں مذکور ہے۔ چشمۂ خورشید۔ سورج بے نور ہو جائے۔ چشمۂ خوں۔ ہرن کے نافہ میں خون مشک بنجاتا ہے۔ آفتاب یعنی صرف تبدیلِ صفات ہی نہیں خدا چاہے تو ماہیت

آب را در چشمہ کہ آرد دگر | جز منِ بیمثل با فضل و خطر

(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟ | مجھ بے مثال، بزرگ اور عظیم کے علاوہ[1]

فلسفیِ منطقیِ مُستہاں | میگذشت از سوئے مکتب آں زماں

ایک ذلیل، فلسفی، منطقی | اُس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

چونکہ بشنید آیت اُو از ناپسند | گفت آریم آب را ما با کلند

جب اُس نے آیت سُنی تو ناپسندیدگی سے | بولا کہ ہم پھاوڑے سے پانی نکال لائینگے

ما بزخمِ بیل و تیزیِ تبر | آب را آریم از پستی زبر

ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے | پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

شب بخفت و دید اُو یک شیر مرد | زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد

وہ رات کو سویا اور اُس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا | اُس (مرد) نے اُسکے مُنہ پر طمانچہ مارا دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

گفت زیں دو چشمہ چشم اے شقی[2] | با تبر نورے بر آر ار صادقی

اُس نے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے اِن دو چشموں سے | اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال لے

روز گشت و چشم خود را کور دید | نورِ فائض از دو چشمش ناپدید

دن ہو گیا، اور اُس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا | بہنے والا نور اُس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہو گیا

گر بنالیدے و مستغفر شُدے | نورِ رفتہ از کرم ظاہر شُدے

اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا | تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

لیک استغفار ہم در دست نیست | ذوقِ توبہ نُقلِ ہر سر مست نیست

لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے | توبہ کا ذوق ہر مست کا چبینا نہیں ہے

زشتیِ اعمال و شومیِ جحود | راہِ توبہ بر دلِ اُو بستہ بود

بد اعمالی اور اِنکار کی بدبختی نے | توبہ کا راستہ اُس کے دل پر بند کر دیا تھا

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت[3] | چوں شگافد توبہ آں را بہرِ کشت

دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا | توبہ کھیتی کے لئے اُس کو کس طرح پھاڑے؟

چوں شعیبے کو کہ تا اُو از دُعا | بہرِ کشتن خاک سازد کوہ را

(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے | پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل | گشت ممکن امرِ صعبِ مُستحیل

اُس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے | سخت، ناممکن کام ممکن بن گیا

---

[1] جز منِ ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ۔ مُستہان ۔ ذلیل ۔ با کلند ۔ یعنی فلسفی بولا تائیتہ بالمعول والمعین ہم اُس پانی کو کدال اور مددگار کے ذریعہ نکال لیں گے ۔ زبر ۔ بلندی پر ۔

[2] شقی ۔ بدبخت ۔ نورے ۔ یعنی اُن آنکھوں کا نور جو اندھی ہو گئی تھیں ۔ گر بنالیدے ۔ اگر اُس گستاخی پر نادم ہو کر توبہ کر لیتا تو اللہ (تعالیٰ) کے کرم سے آنکھوں کی روشنی لوٹ آتی ۔ در دست نیست ۔ ہر انسان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے ۔ نُقل ۔ وہ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے ۔ جحود ۔ اِنکار

[3] دل بسختی ۔ گناہوں سے سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے ۔ شعیبؑ ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کی دعا سے پہاڑ کھیتی کے قابل ہو گیا تھا، لیکن اِس کا ثبوت نہیں ہے ۔ آں خلیل ۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی دعا سے نمرود کی آگ گلزار بن گئی تھی ۔ صَعب ۔ دشوار ۔ مُستحیل ۔ محال ۔ ناممکن ۔

یا بدریوزۂ[1] مُقوقَس از رسول — سنگلاخے مزرعے شُد با وصول

یا مقوقس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی وجہ سے — پتھریلی زمین پیداوار والا کھیت بن گئی

ہمچنیں بر عکس آں انکارِ مرد — مس کند زر را و صلحے را نبرد

اسی طرح انسان کا انکار اُلٹا — سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

کہربائے مسخ آمد ایں دُعا — خاکِ قابل را کند سنگ و حصیٰ

یہ (بداعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے — جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست — مُزدِ رحمت قسمِ ہر مزدور نیست

ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے — ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصّہ نہیں ہے

ہیں[2] بہ پشتِ آں مکن جُرم و گناہ — کہ کنم توبہ در آیم در پناہ

خبردار! اس کے بھروسہ جُرم اور گناہ نہ کر — کہ میں توبہ کر لوں گا، پناہ میں آ جاؤں گا

می بباید تاب و آبے توبہ را — شرط شد برق و سحابے توبہ را

توبہ کے لئے سوزش اور آنسو درکار ہیں — توبہ کے لئے بجلی اور ابر شرط ہے

آتش و آبے بباید میوہ را — واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را

میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہیئے — اس طریقہ کے لئے ابر اور برق ضروری ہے

تا[3] نباشد برقِ دل و آبِ دو چشم — کے نشیند آتشِ تہدید و خشم

جبتک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہو — دھمکی اور غصّہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تا نباشد گریۂ ابرِ مُطر — تا نباشد خندۂ برق اے پسر

جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو — اے صاحبزادے! جب تک بجلی کا قہقہہ نہو

کے بروید سبزۂ ذوقِ وصال — کے بجوشد چشمہا ز آبِ زُلال

وصال کے ذوق کا سبزہ کب اُگتا ہے؟ — نیر پانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے گلستاں راز گوید با چمن — کے بنفشہ عہد بندد با سمن

گلستان چمن سے راز کب کہتا ہے؟ — بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے؟

کے چنارے کف کشاید در دعا — کے درختے سر فشاند در ہوا

دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟ — ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟

کے شگوفہ آستینِ پُر نثار — بر فشاندن گیرد ایامِ بہار

بہاور سے بھری ہوئی آستین شگوفہ کب — بکھیرتا ہے موسم بہار میں؟

---

[1] دریوزہ۔ سوال، درخواست۔ مُقوقس شاہِ مصر کا نام ہے جس کے پاس حضورؐ نے موتی گرامی نامہ بھیجا جس کے فوٹو شائع ہو چکے ہیں۔ با وصول۔ قابلِ پیداوار۔ اِنکار۔ یعنی خدا کی قدرت کا اِنکار۔ کہربا۔ ایک قسم کا پتھر ہے جس میں کشش ہوتی ہے حصیٰ کنکر۔ دستور حکم، اجازت۔ مزد۔ مزدوری۔

[2] ہیں۔ توبہ کے سہارے گناہ کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حقیقی توبہ کا میسر آنا آسان نہیں ہے۔ تاب و آب۔ یعنی وہ دعا گناہ مٹاتی ہے جو سوزشِ دل اور آنسوؤں سے ہو۔ برق۔ یعنی دل کی شورش۔ سحاب یعنی آنسوؤں والی آنکھیں۔ میوہ۔ پھل پکنے کے لئے گرمی اور پانی ضروری ہے اسی طرح اعمال کا پھل دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے۔ تہدید و خشم۔ گناہوں پر جو اللہ کی وعید اور غصّہ ہے۔

[3] تا نباشد۔ جس طرح موسم بہار کی بہاریں ابر و برق پر موقوف ہیں اسی طرح دل کی کھیتی سوزشِ اندرونی اور آبِ چشم پر موقوف ہے۔ وصال۔ یعنی وصالِ حق۔ کے بجوشد۔ موسم بہار میں چشمے بہہ نکلتے ہیں اسی طرح دل کے سوتے دل کی گرمی اور رونے سے کھلتے ہیں۔ بنفشہ۔ گُلِ بنفشہ اور گُلِ سمن موسمِ بہار میں کھلتے ہیں۔ چنار۔ ایک درخت ہے جس کے پتے انسان کے پنجے کی شکل کے ہوتے ہیں۔ شگوفہ۔ شگوفہ کے زیرو

کے فروزد لالہ را رُخ ہمچو خوں[1] | کے گُل از کیسہ برآرد زر برُوں
خون جیسے (رنگ) سے لالہ چہرے کو کب دمکاتا ہے؟ | پھول تھیلی سے سونا، کب نکالتا ہے؟

کے بیاید بُلبُل و گُل بُو کند | کے چو طالب فاختہ کُو کُو کند
بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟ | عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بگوید لک لک آں لکلک بجان | لک چہ باشد مُلک لک اے مُستعان
لق لق، لک لک (دل اور) جان سے کب کہے؟ | لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار مُلک تیرا ہے

کے نماید خاک اسرارِ ضمیر | کے شود چوں آسماں بُستان مُنیر
زمین، دل کے راز کب ظاہر کرے؟ | باغ، آسمان جیسا روشن کب ہے؟

از کجا آوردہ اند ایں حُلّہا[2] | مِن کریمٍ مِن رحیمٍ کُلُّہا
یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟ | سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب سے ہیں

آں لطافتہا نشانِ شاہدیست | ایں نشانہا پائے مردِ عابدیست
وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں | یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

آں شود شاد از نشاں کو دید شاہ | چوں ندید اُو را نباشد انتباہ
نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جسنے شاہ کو دیکھا ہو | جب اُس کو نہ دیکھا ہو، آگاہی نہ ہوگی

رُوحِ آنکس کو بہنگامِ الست | دید ربّ خویش و شد بیہوش و مست
اُس شخص کی روح جس نے عہد الست کے وقت | اپنے رب کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

اُو شناسد[3] بوئے مے کو می خورد | چوں نخورد اُو مے چہ داند بُو کرد
شراب کی بُو وہ پہچانتا ہے جو شراب پیئے | جب اُس نے شراب پی نہیں وہ سونگھنا کیا جانے؟

زانکہ حکمت ناقۂ ضالہ است | ہمچو دلّالہ شہاں را دالّہ است
کیونکہ دانائی، گم شدہ اونٹنی ہے | دلّالہ کی طرح شاہوں کے لئے راہنما ہے

تو بہ بینی خواب در یک خوش لقا | کو دہد وعدہ و نشانے مر ترا
تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے | جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

کہ مرادِ تو شود اینک نشاں | کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں
کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا، یہ نشانی ہے | کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

[1] ہمچو خوں۔ لالہ کا رنگ خونی ہوتا ہے۔ زر یعنی پھول کا زیرہ۔ فاختہ۔ اُسکی کُوکُو کی آواز کو محبوب کو تلاش کرنے کی آواز مانا جاتا ہے۔ لک لک۔ پانی کا پرندہ ہے جسکو لق لق بھی کہتے ہیں اُس سے لک لک کی آواز نکلتی ہے جس کے معنی ہیں تیرے لئے "مولانا فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے۔ مُلکُ لک یا مُستعان" اے خدا ملک تیرا ہے"۔ اسرارِ ضمیر۔ موسمِ بہار کے پھول زمین کے دل کے اسرار ہیں۔ تب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہو گئے؟

[2] از کجا۔ موسمِ بہار میں نو بہارانِ چمن کو خدا لباس عطا فرماتا ہے۔ لطافتہا۔ موسمِ بہار کی لطافتیں۔ نشان۔ علامت۔ ایں نشاں۔ ایک عابد عارف برگ و درختانِ سبز کو معرفتِ کردگار کا ذریعہ بناتا ہے۔ شاہ۔ حضرتِ حق۔ انتباہ۔ جو معرفت سے خالی ہے اُس کی نظر مصنوع پر رک جاتی ہے صانع تک نہیں پہنچتی ہے۔ الست۔ ازل میں خدا نے روحوں کو جمع کر کے کہا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔

[3] اُو شناسد۔ آثار سے مؤثر تک پہنچنے کی چند مثالیں دی ہیں حکمت۔ حدیث شریف میں ہے دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اُس کو دیکھ لیتا ہے اُس کو لے لیتا ہے اِسی طرح آیاتِ الٰہیہ سے اللہ کی ذات پر دلالت ہوتی ہے۔ ایک عارف کو الٰہی آیات کو دیکھ کر ذاتِ حق یاد آجاتی ہے۔ دلّالہ بشاطہ۔ دالّہ۔ دلالت کرنے والی۔ تو بہ بینی۔ اللہ کی نشانیوں سے اللہ کو پہچاننے کی دوسری مثال ہے کہ اگر خواب میں آ کر تم سے کوئی وعدہ کرے اور نشانیاں بتا دے تو جب وہ نشانیاں سامنے آئیں گی تو تم پر کیسی کیفیت طاری ہوگی۔

یک نشانے آنکہ او باشد سوار — یک نشانے کہ ترا گیرد کنار

ایک نشانی یہ ہے، کہ وہ سوار ہوگا — ایک نشانی یہ ہے کہ تجھ سے بغلگیر ہوگا

یک نشانیکہ بخندد پیش تو — یک نشاں کہ دست بندد پیش تو

ایک نشانی یہ ہے، وہ تیرے سامنے ہنسے گا — ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تیرے سامنے ہاتھ باندھیگا

یک نشانے آنکہ ایں خوابے ہوس — چوں شود فردا نگوئی پیش کس

ایک نشانی یہ ہے، کہ یہ خواب خواہش سے — کل جب ہوگی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

زاں نشاں با والدِ یحییٰؑ بگفت — کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت

یہ نشانی (حضرت) یحییٰؑ کے والد سے کہی — کہ تو تین روز تک بات نہ کر سکے گا

دم مزن سہ روز ازیں اے نیک خو — کایں سکوت ست آیتِ مقصودِ تو

اے نیک عادت والے! اس بارے میں تین دن تک دم نہ مارنا — یہ خاموشی تیرا مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

ہیں میاور ایں نشانے را بگفت — ویں سخن را دار اندر دل نہفت

خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا — اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

تا سہ شب خامش کن از نیک و بد — ایں نشاں باشد کہ یحییٰؑ آیدت

تین رات تک اچھی بری بات سے چپ رہنا — یہ نشانی ہوگی کہ یحییٰؑ تیرے پاس پیدا ہوکر آئیگا

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر — ایں چہ باشد صد نشانے ہم دگر

شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا — یہ کیا، دوسری سو نشانیاں بھی دکھے گا،

ایں نشانِ آں بود کاں ملک و جاہ — کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ

یہ اس کی نشانی ہوگی کہ جو ملک و مرتبہ — تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پائے گا

آنکہ می گریی بہ شبہائے دراز — وانکہ می سوزی سحرگہ در نیاز

جس کے لئے تو لمبی راتوں میں روتا رہا ہے — اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں جلتا رہا ہے

وانکہ بے آں روزِ تو تاریک شد — ہمچو دوکے گردنت باریک شد

وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہوگیا ہے — تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہوگئی ہے

وانکہ دادی ہرچہ داری در زکات — چوں زکاتِ پاکبازاں رختہاست

وہ (جس کے لئے) تونے اپنا سب کچھ لٹا دیا — جبکہ پاکبازوں کی خیرات، سامان ہوتا ہے

رختہا دادی و خواب و رنگ رو — سر فدا کردی و گشتی ہمچو مو

(جس کیلئے) تونے سامان اور نیند اور چہرے کی آب و تاب لٹا دی — سر کو قربان کردیا اور تو بال کی طرح بن گیا

۱ یک نشاں مقصود پورا ہوجانے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ صبح کو ایک سوار آئیگا دوسری یہ ہے کہ وہ آکر بغلگیر ہوگا، تیسری یہ ہے وہ ہنسے گا، چوتھی یہ ہے کہ وہ ہاتھ باندھکر سامنے کھڑا ہوگا، پانچویں یہ ہے کہ تو یہ خواب کسی سے بیان نہ کرسکیگا۔ والدِ یحییٰؑ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی تو تین روز تک بات نہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ نیک خو یعنی حضرت زکریاؑ۔ مقصودِ تو یعنی حضرت یحییٰؑ کی پیدائش۔

۲ ایں نشانے یعنی تین روز تک بات نہ کرنا۔ آیدت۔ تمہارے گھر پیدا ہوگا۔ ایں نشانہا یعنی خواب میں آنے والے نے جو نشانیاں بتائیں۔ ایں نشاں۔ اس شخص کا مقصود یہ تھا کہ اُس کو ملک وجاہ حاصل ہو اُس کے حصول کی یہ نشانیاں بتائی تھیں۔

۳ آنکہ۔ جن کے لئے تو راتوں کو روتا تھا اور صبح سویرے عاجزی سے دعائیں کرتا تھا۔ زکات یعنی ہرچہ داری تمام مال و دولت۔ رختہا یعنی خیرات۔ رختہا دادی سامان ہی نہیں بلکہ نیند اور چہرے کی رونق سب اس تمنا میں گنوادی۔

چند در آتش نشستی ہمچو عود[1] — چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود

کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا؟ ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

زینچنیں بیچارگیہا صد ہزار — خوئے عشاقست و ناید در شمار

اس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہو سکتیں

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا — آنکہ بودے آرزوئش سالہا

چونکہ تو نے خواب میں وہ احوال دیکھے جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد — از امیدش روز تو پیروز شد

تو نے جب رات کو یہ خواب دیکھا، دن ہوا اس کی امید سے تیرا دن کامیاب ہوا

چشم گرداں کردہ بر چپ و راست — کاں نشان و آں علامتہا کجاست

تو نے دائیں بائیں (جانب) آنکھیں دوڑائی ہیں کہ وہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

بر مثال[2] برگ می لرزی کہ وائے — گر رود روز و نشاں ناید بجائے

تو پتے کی طرح لرزتا تھا، کہ ہائے اگر دن ختم ہو گیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

می دوی در کوی و بازار و سرا — چوں کسے کو گم کند گوسالہ را

تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا اس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

خواجہ خیرست ایں دوادو چیست — گم شدہ اینجا کہ داری کیستت

جناب خیریت ہے یہ تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟ تیرا اس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

گوئیش خیرست لیکن خیر من — کس نشاید کہ بداند غیر من

تو اس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

گر بگویم[3] یک نشانم فوت شد — چوں نشاں شد فوت وقت موت شد

اگر میں ایک نشانی بھی، بتا دوں تو وہ جاتی رہی جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آ گیا

بنگری در روئے ہر مرد سوار — گو بدت منگر مرا دیوانہ وار

تو ہر سوار انسان کے منہ کو تکتا ہے وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام — رو بجست و جوی او آوردہ ام

تو اس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا ہیں اس کی تلاش میں ہوں

دولتت پائندہ باد اے سوار — رحم کن بر عاشقاں معذور دار

اے سوار! تیری دولت باقی رہے عاشقوں پر رحم کر، معذور سمجھ

لہ عود۔ خوشبودار لکڑی ہے جس کی بتیاں دھونی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ خود۔ ڈھال۔ زینچنیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی مطلوب کے عاشقوں کو اس طرح کی چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیروز۔ فیروز، کامیاب۔ چشم گرداں یعنی رات کی بتائی ہوئی نشانیوں کی جستجو میں تو نظریں دوڑاتا تھا۔

لہ بر مثال۔ صبح کو نشانیوں کی تلاش میں اس خوف سے لرز رہا تھا کہ وہ نشانیاں نہ دیکھ پائے۔ گوسالہ۔ بچھڑا۔ دوادو۔ بھاگ دوڑ۔ کیستت۔ تیرا کون ہے۔ غیر من۔ کیونکہ وہ خواب کی بات کسی کو نہ بتا سکتا تھا۔

لہ گر بگویم۔ خواب کو نہ بتانا بھی ایک نشانی ہے کہہ دینے سے وہ نشانی فوت ہو جائیگی اور اس کا فوت ہو جانا موت کی برابر ہے کیونکہ مقصود ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ منگر۔ اشتیاق میں دیوانوں کی طرح ہر سوار کو دیکھتا تھا۔ معذور دار۔ گھوڑے میں مجھے معذور سمجھ اور معاف کر دے۔

چوں طلب کردی بجدّ[1] آمد نظر
جب تونے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی

جدّ خطا نکند چنیں آمد خبر
حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

ناگہاں آمد سوارے نیکبخت
اچانک ایک نیک بخت سوار سامنے آیا

پس گرفت اندر کنارت سخت سخت
اُس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق
تو بیہوش ہوگیا اور محراب میں گر پڑا

بیخبر گفت اینت سالوس و نفاق
ناواقف نے کہا، یہ مکر اور نفاق ہے

او چہ می بیند درو ایں شور چیست
وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ جذبہ کس چیز کا ہے

او نداند کاں نشانِ وصلِ کیست
وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے ملنے کی نشانی ہے؟

ایں نشاں در حقِ او باشد کہ دید
یہ نشانی اُس کیلئے (ہی) ہے جس نے مقصد سمجھا ہے

آں دگر را کے نشاں آید پدید
دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہوسکتی ہے؟

ہر زماں[2] کز وے نشانے می رسد
جب بھی اُس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے

شخص را جانے بجانے می رسد
(اُس) شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ماہیِ بیچارہ را پیش آمد آب
بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آگیا

ایں نشانہا تِلکَ آیاتُ الکتاب
یہ نشانیاں تِلکَ آیاتُ الکتاب (جیسی) ہیں

پس[3] نشانہا کہ اندر انبیاست
وہ نشانیاں جو انبیاء میں ہیں

خاص آں جاں را بود کو آشناست
وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

ایں سخن ناقص بماند و بیقرار
یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی

دل ندارم بیدلم معذور دار
میرا دل نہیں ہے، میں بیدل ہوں، معذور سمجھ

ذرہا را کے تواند کس شمرد
ذروں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟

خاصہ آں کو عشق از وے عقل برد
خصوصاً وہ جس کی عقل کو عشق نے ختم کردیا ہو

می شمارم برگہائے باغ را
میں باغ کے پتوں کو گنتا ہوں؟

می شمارم بانگِ کبک و زاغ را
میں چکور اور کوّے کی آواز کو شمار کرتا ہوں؟

در شمار اندر نیاید لیک من
وہ گنتی میں نہیں آتے، لیکن میں

می شمارم بہرِ رشدِ ممتحن
مُبتلا کی رہنمائی کے لئے گِنتا ہوں

نحسِ کیواں یا کہ سعدِ مشتری
زُحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت

ناید اندر حصر گرچہ بشمری
گنتی میں نہیں آتی ہے، اگرچہ تو شمار کرے

[1] جِدّ۔ کوشش۔ جَدّ خطا نکند۔ اصطلاح میں حدیث شریف کو کہتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ ایک مشہور مقولہ ہے۔ مَنْ جَدَّ وَجَدَ "جس نے کوشش کی اُس نے پایا"۔ پس گرفت۔ گرم جوشی سے بغلگیر ہوا۔ طاق۔ محراب۔ بیخبر۔ یعنی وہ لوگ جو اصل قصے سے ناواقف تھے۔ سالوس۔ مکر۔ شور۔ جوش۔ کہ دید۔ یعنی اُس چیز کو دیکھا ہو جس کی یہ نشانی ہے۔

[2] ہر زماں۔ مقصد حاصل ہونے کی جو جو نشانی وہ دیکھ رہا تھا اُس میں جان پڑتی جارہی تھی۔ ماہی۔ پانی کو دیکھ کر جس طرح مچھلی میں جان پڑتی ہے خواب دیکھنے والے کے لئے یہ نشانیاں جو آیاتِ قرآنی کی طرح یقینی ہیں جان پڑنے کا سبب ہیں۔ تِلکَ آیاتُ الکتاب۔ "یہ قرآن کی آیتیں ہیں" یعنی یہ نشانیاں ایسی ہی سچی ہیں جیسا کہ قرآن کی آیات جن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

[3] پس نشانہا۔ انبیاء میں جو نشانیاں ہیں اُن سے وہی متاثر ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ سے شناسائی حاصل ہو۔ ایں سخن۔ یعنی انبیاء کی نشانیاں۔ بیقرار۔ غیر مرتب۔ ذرّہا۔ انبیاء کی نشانیاں ذرّوں کی طرح بیشمار ہیں اور پھر دیوانہ عاشق انکو کیا گن سکتا ہے۔ می شمارم۔ باغ کے پتّے اور پرندوں کی آوازیں نہیں گنی جا سکتی ہیں۔ بہرِ رشد۔ انبیاء کی لا تعداد نشانیوں میں سے کچھ بیان [illegible]

لیک[1] ہم بعضے ازیں ہر دو اثر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ
شرح باید کرد بہرِ نفع و ضر
(لوگوں کے) نفع و نقصان کے لئے بیان کر دینا چاہیئے

تا شود معلوم آثارِ قضا
تاکہ قضا (خداوندی) کے اثرات معلوم ہوجائیں
شمۂ مر اہلِ سعد و نحس را
کچھ، سعادت اور نحوست والوں کو

طالعِ آں کس کہ باشد مشتری
جس کا طالع مشتری ہو
شاد گردد از نشاط و سروری
وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور
جس کا طالع زحل ہوگا ہر قسم کے شروں سے
احتیاطش لازم آمد در امور
معاملات میں اُس کے لئے احتیاط ضروری ہے

گر نگویم آں زحل استارہ را
اگر میں اُس زحل ستارے کے متعلق، نہ کہوں
ز آتشش سوزد مر آں بیچارہ را
اُس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

بس کن اے بیہودہ تا زاں آفتاب
اے بیہودہ! بس کر، کہیں اُس آفتاب
آتشے ناید بیکبارہ بتاب
کی آگ یکبارگی چمک نہ اُٹھے

از کواکب در سپہرِ بیکراں
لامحدود آسمان کے ستاروں میں
در دمے نے نور ماند نے نشاں
ایک دم نہ نور رہے، نہ نشان

آنچہ بر دارد در آں مشغول شو
جس کا نتیجہ نکلے اُس میں مشغول ہو
وز دگر گفتارہا معزول شو
دوسری باتوں سے جُدا رہ

جنبشِ اختر نیاید جز سقیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے
بر ندارد جز کہ لطف آں رحیم
سوائے اُس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

اُذکُرُوا اللہ شاہِ ما دستور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دیدی ہے
دید اندر نار و ما را نور داد
ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

گفت[2] اگرچہ پاکم از ذکرِ شما
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں
نیست لائق مر مرا تصویرہا
مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

لیک ہرگز مستِ تصویر و خیال
لیکن مثال اور تخیل کا عادی
در نیابد ذاتِ ما را بے مثال
ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھتا ہے

ذکرِ[3] جسمانہ خیالِ ناقص ست
جسمانی ذکر، ناقص خیال ہے
وصفِ شاہانہ ازآنہا خالص ست
شاہانہ صفات اُن سے منزہ ہیں

---

[1] لیک۔ باوجود بیشمار ہونے کے کچھ بیان کردی جاتی ہیں۔ بس کن۔ اللہ کی ذات اور نشانیوں کا بیان صحیح طور پر ممکن نہیں کوئی تجلی غیرت میں آگئی تو پھونک ڈالے گی۔ از کواکب۔ اِس تجلی کا یہ اثر ہوگا۔ آنچہ۔ پہلے ستاروں سے متعلق باتیں ذکر کی تھیں اب فرماتے ہیں نجوم کی باتوں میں مشغولیت بیکار ہے اُس سے کوئی فائدہ نہیں ستاروں کی حالتیں صحیح نہیں ہوتی ہیں فائدہ اللہ کی مہربانی پر موقوف ہے۔ اُذکُرُوا اللہ۔ خدا کا ذکر کرو یہ مفید ہے خواہ ہم اُسکی حمد و ثنا میں اُس کی شایانِ شان باتیں نہ بھی کہہ سکیں۔

[2] گفت۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ممکنات کی صفات سے تشبیہ دے کر سمجھایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ناقص مثالیں ہیں، خدا کی ذات اُنسے پاکیزہ ہے لیکن چونکہ انسان مادّی چیزوں کو سمجھنے کا عادی ہوتا ہے لہٰذا مادّی چیزوں کی مثال دے کر ہی اُس کو اللہ کی صفات سمجھائی جاسکتی ہیں۔

[3] ذکرِ جسمانہ۔ اللہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ انسان کی طرح عاجز نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ کسی بادشاہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ جولاہا نہیں ہے۔

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست
(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہہ نہیں ہے

ایں چہ مدحست آں مگر آگاہ نیست
یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

انکار[1] کردنِ موسیٰ علیہ السّلام بر مناجات شبان
ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا انکار

دید موسیٰؑ یک شبانے را براہ
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا

کو ہمی گفت اے کریم و اے الٰہ
کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

تو کجائی تا شوم من چاکرت
تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں

چارقت دوزم کنم شانہ سرت
تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کردوں

تو کجائی تا کہ خدمتہا کنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ تیری خدمتیں کروں

جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم
تیرا کپڑا سی دوں، اور بخیہ کردوں

جامہ ات شویم شپشہایت کشم
تیرے کپڑے دھو دوں، تیری جوئیں مار دوں

شیر پیشت آورم اے محتشم[2]
اے معزّز! تیرے سامنے دودھ پیش کردوں

ور ترا بیماری آمد بہ پیش
اگر تجھے بیماری لاحق ہو

من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
اپنے کی طرح میں تیرا غمخوار بنوں

دستکت بوسم بمالم پایکت
تیرے پیارے ہاتھ چوموں، تیرے نازک پیر دباؤں

وقتِ خواب آید بروبم جائیکت
سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کردوں

اے خدائے من فدایت جانِ من
اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان

جملہ فرزندان و خان و مانِ من
تمام اولاد، اور میرا گھر بار

گر بدانم خانۂ تو من مدام
اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ چل جائے تو میں ہمیشہ

شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام
صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

ہم پنیر و نانہائے[3] روغنیں
پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی

خمہائے جوغرات اے نازنیں
دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام
تیار کردوں، اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں

ق

از من آوردن ز تو خوردن طعام
میرا لانا ہو، تیرا کھانا ہو

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان

وے بیادت ہی ہی و ہیہائے من
اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ و زاری ہے

---

[1] انکار کردن۔ فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی حقیقی تعریف اِمکان سے باہر ہے پھر بھی جس طرح بن پڑے تعریف کرنی چاہیئے اِسی کی مناسبت سے یہ قصّہ نقل فرمایا ہے کہ چرواہے کی ناشائستہ تعریف چونکہ خلوصِ نیّت سے تھی لہٰذا مقبولِ بارگاہ بنی۔ چاکر۔ نوکر۔ چارق۔ جوتا۔ شانہ۔ کنگھی۔

[2] شپش۔ سین کے ضمّہ کے ساتھ، جوں۔ محتشم۔ باوقار۔ خویش۔ اپنا، رشتہ دار۔ دستکت۔ دستکِ تو۔ پایکت۔ پایکِ تو۔ جائیکت۔ جایکِ تو۔ اِن تینوں لفظوں میں کاف تصغیر، پیار کے لئے ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔

[3] نانہائے روغنیں۔ پراٹھے۔ جوغرات۔ دہی۔ ہی ہی و ہیہائے۔ ہائے ہائے، آہ و زاری۔

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شباں
وہ چرواہا اسطرح کی بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا
گفت موسیٰؑ باکیستت اے فلاں[1]
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

گفت باآں کس کہ مارا آفرید
اُسنے کہا اُس ذات سے ہمکلام ہوں، جسنے ہمیں پیدا کیا ہے
ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
یہ زمین اور آسمان جس (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوا ہے

گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سر شدی
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہوگیا ہے
خود مسلماں ناشدہ کافر شدی
مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہوگیا ہے

اینچہ ژاژست وایںچہ کفرست و فُشار
یہ تیری کیا بکواس ہے اور یہ تیرا کیا کفر اور بیہودگی ہے؟
پنبۂ اندر دہانِ خود فشار
اپنے مُنہ میں روئی ٹھونس لے

گند کفرِ تو جہاں را گندہ کرد
تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کردیا ہے
کفرِ تو دیبائے دیں را ژندہ کرد
تیرے کفر نے دین کے دیبا کو گدڑی بنا دیا

چارُق[2] و پاتابہ لائق مرترا است
چپل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے
آفتابے را چنینہا کے رواست
آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را
اگر تو اِن باتوں سے مُنہ بند نہ کرے گا
آتشے آمد بسوزد خلق را
آگ آئے گی اور دنیا کو جلادے گی

آتشے گر نامدست ایں دُود چیست
اگر آگ نہیں آئی تو یہ دُھواں کیسا ہے؟
جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست
جان کالی ہوگئی، رُوح مردود کیوں ہے؟

گر ہمی دانی کہ یزداں داورست
اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے
ژاژ و گستاخی ترا چوں باورست
بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

دوستی[3] بے خرد چوں دشمنی ست
بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے
حق تعالےٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
اللہ تعالےٰ اِس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

باکہ می گوئی تو ایں با عمّ و خال
تو یہ کس سے کہہ رہا ہے چچا اور ماموں سے
جسم و حاجت در صفاتِ ذوالجلال تعؕ
جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

شیر اُو نوشد کہ در نشو و نماست
دودھ وہ پیتا ہے جو نشو و نما میں ہے
چارق اُو پوشد کہ اُو محتاجِ پاست
چپل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

ور برائے بندہ است ایں گفتگو
اگر یہ گفتگو (اُس) بندے کے لئے ہے
آنکہ حق گفت اُو منست و من خود اُو
جسکے بارے میں اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا میں وہ ہوں اور وہ میں

---

[1] باکیستت۔ یعنی خطاب تو باکیست۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ ژاژ۔ ایک خاردار گھاس ہے، ژاژ خائی، بکواس کرنا۔ فُشار۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، بیہودہ بات۔ فَشار۔ فا کے فتح کے ساتھ فشردن بمعنی نچوڑنا۔ گند۔ گندگی۔ ژندہ۔ پارہ پارہ کپڑا، گدڑی، یعنی تیری اِس گفتگو سے کفر و الحاد پھیلے گا اور دین میں رخنہ پیدا ہوگا۔

[2] چارُق۔ جوتا، چپل۔ پاتابہ۔ جوتا، کھڑاؤں۔ آفتابے یعنی ذاتِ خداوندی۔ خلق را ایک شخص کا گناہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ آتشے۔ اگر عذاب ابھی نہیں آیا تو اُس کے آثار آگئے ہیں جس سے دل سیاہ ہوگیا ہے۔ یزداں۔ خدا۔ داور۔ حاکم۔

[3] دوستی۔ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔ زیں۔ یعنی وہ خدمتیں جو گڈریا اللہ تعالےٰ کے لئے بیان کر رہا تھا۔ عم۔ چچا۔ خال۔ ماموں۔ جسم۔ گڈریے نے پیر دبانے کو کہا تھا۔ حاجت۔ گڈریے نے روٹی کھلانے کو کہا تھا۔ شیر۔ غذا کی اُس کو ضرورت ہے جس کا جسم ہو اور اُسکا نشو و نما ہوتا ہو۔ محتاجِ پا۔ اللہ تعالےٰ کو نہ پیر کی ضرورت ہے نہ جوتے کی حاجت ہے۔ ور برائے۔ بعض خدا کے نیک بندے وہ ہوتے ہیں جو اپنی شخصیت اور خواہشات کو فنا کرکے حضرتِ حق کی مرضیات کے

آنکہ گفت اِنّی مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْ ۔۔۔ من شدم رنجور او تنہا نہ شد

جسکے بارے میں فرمایا میں مریض ہوا تو نے عیادت کیوں نہ کی؟ ۔۔۔ میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ بی یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرْ شدہ است ۔۔۔ در حقِ آں بندہ ایں ہم بیہدہ است

وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے ہو گیا ہے ۔۔۔ اُس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

بے ادب گفتن سخن با خاصِ حق ۔۔۔ دل بمیراند سیہ دارد ورق

اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا ۔۔۔ دل کو مُردہ کر دیتا ہے، اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ ۔۔۔ گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ

اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بُلائے ۔۔۔ اگرچہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

قصدِ خونِ تو کند تا ممکن است ۔۔۔ گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن است

حتی الامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے ۔۔۔ اگرچہ خوش مزاج اور بُردبار اور صاحبِ سکون ہو

فاطمہ[۲] مدح است در حقِ زناں ۔۔۔ مرد را گوئی بود زخمِ سناں

عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے ۔۔۔ (اگر) تو مرد کو کہے بھالے کا زخم ہوگا

دست و پا در حقِ ما استایش است ۔۔۔ در حقِ پاکیِ حق آلائش است

ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ او را لائق است ۔۔۔ والد و مولود را او خالق است

نہ اُس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کیلئے مناسب ہے ۔۔۔ (کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

ہر چہ جسم آمد ولادت وصفِ او است ۔۔۔ ہر چہ مولود است او زیں سوئے جو است

جو جسم ہے پیدا ہونا اُس کی صفت ہے ۔۔۔ جو جنا ہوا ہے وہ اِس طرف (جسم) کا جوئندہ ہے

زانکہ از کون[۳] و فساد است و مہیں ۔۔۔ حادث است و مُحدَثے خواہد یقیں

چونکہ وہ بننے بگڑنے (والے عالم) کا اور کمزور ہے ۔۔۔ وہ نو پیدا ہے اور یقیناً پیدا کرنیوالے کا خواہاں ہے

گفت اے موسیٰؑ دہانم دوختی ۔۔۔ وز پشیمانی تو جانم سوختی

اس نے کہا اے موسیٰؑ! تم نے میرا منہ سی دیا ۔۔۔ اور شرمندگی سے میری جان جلا دی

جامہ را بدرید و آہے کرد تفت ۔۔۔ سر نہاد اندر بیاباں و برفت

کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی ۔۔۔ بیاباں کا رُخ کیا اور چل دیا

جسمانی اور مادی چیزوں کا خاصہ ہے۔ حادِث۔ نو پیدا۔ مُحدِث۔ پیدا کرنے والا۔ گفت۔ چرواہے نے کہا۔ دوختی۔ چونکہ آپ نبی ہیں اور اطاعت ضروری ہے۔ وز پشیمانی۔ اللہ کا ذکر چھوڑنے سے شرمندگی ہے جو روح کو جلا رہی ہے۔ جامہ بدرید۔ ذکر سے محرومی کی وجہ سے۔

---

[۱] اِنّی مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْنِیْ۔ "میں بیمار ہوا تھا تو مزاج پرسی کو نہ آیا" تو اس سے مُراد یہ ہے کہ میرا وہ مخصوص بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اسکی مزاج پرسی کیوں نہ کی تھی۔ ایسے ہی بندوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ ایسا بندہ ہوتا ہے۔ بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے یعنی اُس کی قوتِ سامعہ اُسی بات کو سنتی ہے جو میری مرضی کے مطابق ہو اور قوتِ باصرہ اُسی کو دیکھتی ہے جس میں میری رضا ہو۔ بے ادب۔ اللہ کے ان مخصوص بندوں سے گستاخانہ باتیں کرنا دل کو مردہ اور اعمالنامہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

[۲] فاطمہ۔ دودھ چھڑانے والی۔ یہ جنتی عورتوں کی سردار آنحضورؐ کی صاحبزادی کا نام ہے جو ہر عورت اپنے لئے پسند کرے گی۔ لیکن کسی مرد کو کہو تو وہ بُرا مان جائیگا۔ دست۔ انسان کے ہاتھ پیر میں نقصان ہو تو عیب ہے اللہ کیلئے ثابت کرو تو اُس کے تنزیہ کے منافی ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُسکو کسی نے جنا جو بعض صاحبان نے اس کا ترجمہ بحر وحدت کا کیا ہے یعنی جنا ہوا ہونا ذاتِ باری سے کم درجہ کے لئے ہے بعض صاحبان نے اس کو جوئندہ کے معنی میں لیا ہے۔ از یں سو یعنی عالمِ امکان

[۳] کون و فساد۔ بننا بگڑنا۔ یہ

عتاب کردن حق تعالیٰ با موسیٰ علیہ السّلام بہر شُبان

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے (حضرت) موسیٰ پر وحی آئی
بندۂ مارا زما کردی جُدا[1]
تونے ہمارے بندے کو ہم سے جُدا کر دیا

تو برائے وصل کردن آمدی
تو مِلانے کے لئے آیا ہے
نے برائے فصل کردن آمدی
جُدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے

تا توانی پامنہ اندر فراق
جب تک ہو سکے جُدائی میں قدم نہ رکھ
کَاَبْغَضُ الْاَشْیَاءِ عِنْدِی الطَّلاق
اسلئے کہ طلاق میرے نزدیک بُری چیزوں میں سب سے بُری ہے

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم
ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے
ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
ہم نے ہر شخص کو ایک اِصطلاح دی ہے

درحقِ اُو مدح درحقِ تو ذم
اُسکے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں بُرائی ہے
درحقِ اُو شہد و درحقِ تو سم
اُسکے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے

درحقِ[2] اُو نور درحقِ تو نار
تیرے حق میں وہ نور ہے اُسکے حق میں آگ ہے
درحقِ اُو وَرد درحقِ تو خار
اُسکے حق میں وہ گلاب کا پھول ہی تیرے حق میں وہ کانٹا ہے

درحقِ اُو نیک درحقِ تو بد
اُسکے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بُری ہے
درحقِ اُو خوب درحقِ تو رَد
اُسکے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مَردُود ہے

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزّہ ہیں
از گراں جانی و چالاکی ہمہ
سُستی اور چُستی سب سے (منزّہ ہیں)

من[3] نکردم امر تا سُودے کُنم
میں نے حکم اِس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اُٹھاؤں
بلکہ تا بر بندگاں جودے کُنم
بلکہ اِس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

ہندیاں را اصطلاحِ ہند مدح
ہندوستان والوں کیلئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے
سندیاں را اصطلاحِ سند مدح
سندھیوں کے لئے سندھ کی اِصطلاح تعریف ہے

من نگردم پاک از تسبیحِ شاں
میں اُن کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں
پاک ہم ایشاں شوند دُرفشاں
وہی پاک اور موتی برسانیوالے بن جاتے ہیں

مستحق ہوتے ہیں۔ ہندیاں۔ ہر مُلک والے اپنی لغت اور اصطلاح میں تعریف کر سکتے ہیں۔ نگردم۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی تسبیح سے پہلے ہی پاک ہے۔ دُرفشاں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح موتی کے ڈالنے ہیں۔

[1] جُدا۔ یعنی ذکر سے جو اُسے قرب حاصل تھا وہ نہ رہا۔ وصل۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہے۔ الطلاق۔ حدیث شریف ہے۔ اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ۔ "حلال چیزوں میں سے طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے"۔ طلاق سے میاں بیوی میں فراق ہوتا ہے۔ ہر کسے۔ ہر انسان اپنی استعداد اور اپنے مروّجہ الفاظ میں تعریف کرتا ہے جبکہ دل میں عقیدت ہے تو اُس کی تعریف بہرحال مقبول ہے اور اُس کی وہ حمد اُسکے لئے باعثِ تعریف ہے ایک عامی انسان اپنی استعداد کے مطابق جو تعریف کرتا ہے اگر وہ لفظ پڑھا لکھا بولے تو اُس کے لئے وہ بُرائی ہے۔

[2] درحق۔ حضورؐ نے ایک لونڈی سے دریافت کیا، خدا کہاں ہے تو اُس نے جواب دیا آسمانوں میں ہے تو یہ کہنا اُس کے لئے نور بنا آنحضورؐ نے اُس کا اِسلام معتبر مانا اگر یہی جملہ ایک عالمِ فاضل کہے تو کفر ہے جو موجب نار ہے۔ رَد۔ مردود۔ ما بری۔ انسان تقدیس و تسبیح میں جو کچھ بھی کہتا ہے اللہ کی ذات اُس سے بلند ہے لہٰذا اب جو بھی کچھ کہے اُس کو نہ روکو۔

[3] من نکردم۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بندے پابندی کر کے رحم و کرم کے

ما برون[1] را ننگریم و قال را ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں	ما دروں را بنگریم و حال را ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں
ناظرِ قلبیم اگر خاشع بُوَد ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگروہ عاجزی کرنیوالا ہو	گرچہ گفت لفظ ناخاضع بُوَد اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو
زاں کہ دل جوہر بود گفتن عرض اس لئے کہ دل جوہر ہے، اور کہنا عرض ہے	پس طفیل آمد عرض جوہر غرض تو عرض ضمنی چیز ہے، جوہر مقصود ہے
چند ازیں الفاظ[2] و اضمار و مجاز یہ منہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک؟	سوز خواہم سوز با آں سوز ساز میں سوز ہی سوز چاہتا ہوں، سوز سے موافقت کر
آتشے از عشق در جاں بر فروز عشق کی آگ، جان میں روشن کر	سر بسر فکر و عبارت را بسوز (غورو) فکر اور عبارت کو بالکل جلادے
موسیا آداب داناں دیگر اند اے موسیٰ ع! آداب جاننے والے دوسرے ہیں	سوختہ جان و رواناں دیگر اند سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں
عاشقاں را ہر زماں سوزید نیست عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے	بردہ ویراں خراج و عشر نیست اُجاڑ گانوں پر خراج اور عُشر نہیں ہے
در خطا[3] گوید ورا خاطی مگو اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اس کو خطاوار نہ کہہ	گر بود پُر خوں شہید آں را مشو اگر شہید خون میں لتھڑا ہوا ہو اُس کو نہ دھو
خوں شہیداں را ز آب اولیٰ تر است شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے	ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است یہ غلطی تو سو صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے
در درونِ کعبہ رسمِ قبلہ نیست کعبہ کے اندر قبلہ (رُو ہونے) کی رسم نہیں ہے	چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست اگر غوطہ خور کے پاس چپل نہیں ہیں تو کیا غم ہے؟
تو ز سرمستاں قلاوزی مجو تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر	از رفو مر جامہ چاکاں را مگو جامہ چاک لوگوں سے رفو کی فرمائش نہ کر
ملتِ عشق از ہمہ ملت جدا است عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جُدا ہے	عاشقاں را مذہب و ملت خدا است عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ (تعالیٰ) ہے

[1] ما برون۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ خاشع۔ عاجزی کرنیوالا۔ خاضع۔ خاکساری کرنیوالا۔ جوہر۔ خود قائم رہنے والی چیز۔ عرض۔ دوسرے کے سہارے قائم رہنے والی چیز۔ غرض یعنی اصل مقصد۔

[2] الفاظ جو منہ سے بولا جائے۔ اِضمار۔ دل میں کسی بات کا رکھنا۔ مجاز۔ لفظ کے حقیقی معنی چھوڑ کر دوسرے معنیٰ مراد لینا۔ انسان کی تقریر و کلام میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں۔ موسیا۔ اے موسیٰ ع۔ آداب داناں۔ عارفین کاملین۔ سوختہ یعنی وہ لوگ جن کی روح میں عشق خداوندی میں جل بھن گئی ہیں۔ بردہ یعنی ویران گانوں سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ معاف کر دیا جاتا ہے اسی طرح عاشقوں سے رسوم کی پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے۔

[3] در خطا۔ جذبہ عشق میں اللہ کی شان میں نامناسب الفاظ بھی اللہ کو پسند ہیں جس طرح خون نجس ہے لیکن شہید کا خون اللہ تعالےٰ نے پاک قرار دیا ہے اُس کو نہلایا نہیں جاتا ہے۔ خون۔ خون آلودہ شہید پانی سے غسل دیئے ہوئے دوسرے مُردوں سے افضل ہے۔ در درون۔ جب انسان بیت اللہ کے اندر پہنچکر نماز پڑھے تو جدھر کو جی چاہے رُخ کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پاچیلہ۔ چپل۔ قلاوزی۔ رہنمائی۔ ملتِ عشق۔ غلبہ حال میں صرف ذاتِ باری کی طرف توجہ ہوتی ہے مذہبی رسوم و قیود کی پابندی نہیں ہوتی۔

لعل را گر مُہر نبود باک نیست — عاشق از دریائے غم غمناک نیست
لعل پر اگر ٹھپہ نہیں ہے، پروا نہیں ہے — عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں (ہوتا) ہے

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام در عُذر خواستن آں شُباں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر وحی آنا اس گڈریئے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سِرِ موسیٰ حق نہفت — رازہائے گفت کاں ناید بگفت
اسکے بعد اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) موسیٰ کے باطن میں مخفی کر دیئے — بات کے وہ راز جو بیان نہیں کئے جا سکتے

بر دلِ موسیٰ سخنہا ریختند — دیدن و گفتن بہم آمیختند
(حضرت) موسیٰ کے دل میں بہت سی باتیں ڈال دیں — مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

چند بیخود گشت و چند آمد بخود — چند پرّید از ازل سوئے اَبد
چند (بار) بیہوش ہوئے چند (بار) ہوش میں آئے — چند (بار) ازل سے ابد تک پرواز کی

بعد ازیں گر شرح گویم ابلہی ست — زاں کہ شرحِ ایں ورائے آگہی ست
اسکے بعد اگر میں تشریح کردوں تو بیوقوفی ہے — اس لئے کہ اس کی تشریح عقل سے بالاتر ہے

ور بگویم عقلہا را بر کند — ور نویسم بس قلمہا بشکند
اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کر دے — اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم شرحہائے مُعتبر — تا قیامت باشد ایں بس مختصر
اگر میں اس کی قابلِ بھروسہ شرحیں بیان کروں — قیامت تک (بھی) وہ بہت مختصر (بیان) ہوگی

لاجَرم[52] کوتاہ کردم من زباں — گر تو خواہی از درونِ خود بخواں
مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کرلی — اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (سے) پڑھ لے

چونکہ موسیٰ ایں عتاب از حق شنید — در بیاباں از پئے چوپاں دوید
جب (حضرت) موسیٰ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی — جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

بر نشانِ پائے آں سَرگشتہ راند — گرد از پرّہ بیاباں بر فشاند
اس دیوانے کے نقشِ قدم پر روانہ ہوگئے — بیابان کے دامن سے گرد اڑائی

گامِ[53] پائے مردمِ شوریدہ خود — ہم زگامِ دیگراں پیدا بُود
دیوانوں کے پیروں کی رفتار — دوسروں کی رفتار سے جدا ہوتی ہے

یک قدم چوں رُخ زبالا تا نشیب — یک قدم چوں پیل رفتہ بر اُریب
ایک قدم رخسار کی طرح اوپر سے نیچے کو — ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا

---

[51] لعل. لعل و گوہر پر کسی ٹھپے اور سکّے کی ضرورت نہیں وہ خود قیمتی ہے۔ سِر۔ باطن۔ دیدن و گفتن۔ یعنی مشاہدہ کے ساتھ گفتگو۔ چند یعنی حضرت موسیٰ کو عروج حاصل ہوا اور بہت سے نئے انکشافات ہوئے۔ بعد ازیں۔ عالمِ ملکوت کے احوال بیان اور عقل سے بالاتر ہیں۔ ور بگویم ذات اور صفات کا بیان عقلوں اور تحریروں کے بس کا نہیں ہے۔

[52] لاجرم۔ وہ کیفیات خود اپنے اوپر طاری کرو تب کچھ معلوم ہو سکے گا۔ چوپاں۔ وہی گڈریا جس کو حضرت موسیٰ نے ڈانٹا تھا۔

[53] گام پائے۔ دیوانوں کے قدم بھی آڑے ترچھے پڑتے ہیں۔

گاہ[۵۳] چوں موجے برافرازاں عَلَم — گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم

کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے — کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

گاہ بر خاکے نوشتہ حالِ خود — ہمچو رمّالے کہ رملے بر زند

کبھی خاک پر اپنا حال لکھا — رمّال کی طرح جو رمالی کرتا ہے

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں — گاہ غلطاں ہمچو گوی از صَولجاں

کبھی حیران کھڑا ہوا، کبھی دوڑتا ہوا — کبھی لڑھکتا ہوا جیسے بلّے سے گیند

عاقبت دریافت اُورا و بدید — گفت مژدہ دہ کہ دستورے رسید

انجام کار اُس کو پالیا اور دیکھا — فرمایا مبارک ہو، اجازت آگئی ہے

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو — ہرچہ می خواہد دلِ تنگت بگو

کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر — جو تیرا تنگ دل چاہے، کہتا رہ

کفرِ تو دین ست و دینت نورِ جاں — ایمنی از تو جہانے در اماں

تیرا کفر، دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے — تو امن میں ہے (اور) تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

اے مُعاف یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ — بے مُحابا رو زباں را برگشا

اے "یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ" کے معافیدار — جا، بے تامل زبان کھول

گفت اے موسیٰ ازاں بگذشتہ ام — من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام

کہا، اے موسیٰ اِس سے میں گزر چکا ہوں — اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

من ز سدرہ[۵۴] منتہیٰ بگذشتہ ام — صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام

میں سدرۃ المنتہیٰ سے گذر گیا ہوں — لاکھوں سال (کی مسافت) اُس سے آگے کی جانب چلا گیا ہوں

تازیانہ بر زدی اسپم بگشت — گُنبدی کرد و ز گردوں برگذشت

تونے کوڑا مارا میرا گھوڑا مڑ گیا — جست لگائی اور آسمان سے پار ہوگیا

محرمِ ناسُوتِ ما لاہُوت باد — آفریں بر دست و بر بازوت باد

(خدا کرے) ہمارے ناسوت کا لاہوت (محرم) بنے — تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

حالِ من اکنوں بروں از گفتن ست — آنچہ می گویم نہ احوالِ من ست

اب میری حالت بیان سے باہر ہے — جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

نقش[۵۵] می بینی کہ در آئینہ ایست — نقشِ تُست آں نقشِ آں آئینہ نیست

تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے — وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اس آئینہ کا نہیں ہے

۵۳ گاہ۔ دیوانہ کبھی سر اُٹھائے بھاگتا نظر آئے گا کبھی پیٹ کے بل سرکتا ہوا۔ برخاکے۔ مجنوں لیلیٰ کا نام زمین پر لکھتا پھرتا تھا۔ عاقبت بالآخر وہ گڈریا حضرت موسیٰ کو مل گیا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تجھے اسی طریقہ پر مناجات کی اجازت مل گئی ہے جو بھی تیری زبان پر آئے کہتا رہ۔ کفرِ تو۔ دوسروں کے لئے اگرچہ وہ کلماتِ کفریہ ہوں لیکن تیرے لئے عین دین ہے، تجھے خدا کی طرف سے اُمن حاصل ہے اور تیری وجہ سے دنیا کو بھی اُمن حاصل ہے۔ یَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، تجھے اِن کلمات کی اجازت دیدی ہے۔ ازاں۔ یعنی مقامِ مناجات۔

۵۴ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی۔ ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا کوئی درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ تک کی پرواز کی آخری حد ہے۔ یعنی اب میں اپنے اُس مقام سے گذر گیا جہاں غلبۂ حال میں نامناسب الفاظ استعمال کئے تھے۔ تازیانہ۔ میری طبیعت کے لئے آپکی تنبیہ ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔ ناسوت۔ عالمِ اجسام۔ لاہوت۔ عالمِ ذاتِ الٰہی جس میں پہنچ کر سالک کو فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ حالِ من۔ ذوقی حالت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

۵۵ نقش می بینی۔ حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان اشعار کا تعلق "شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست" سے ہے یعنی

دم کہ مردِ نائی اندر نائے کرد[۱] — در خورِ نایست نے در خوردِ مرد

نَے بجانے والے نے جو پھونک نَے میں بھری — وہ نَے کے مناسب ہے نہ کہ (بجانے والے) مرد کے مناسب

ہاں و ہاں گر حمد گوئی و سپاس — ہمچو نافرجام آں چوپاں شناس

خبردار خبردار تو جو شکر گزاری اور تعریف کرے — اُس نالائق گڈریئے کی سی سمجھ

حمدِ تو نسبت بتو گر بہتر ست — لیک آں نسبت بحق ہم ابتر ست

تیری تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے — لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

کاشکے[۲] بہتر نبودے مر ترا — دردِ او و سوز بودے مر ترا

کاشکہ تیری (وہ) بہتر (دُعا) نہ ہوتی — اُس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل) ہوتا

چند گوئی چوں غطا بر داشتند — کایں نبود ست آنچہ می پنداشتند

جب پردہ اُٹھا دیں گے، تو کتنا کہے گا؟ — جو اُنھوں نے (خدا کے بارے میں) تصور کیا تھا وہ یہ نہ تھا

ایں قبولِ ذکرِ تو از رحمت ست — چوں نمازِ مستحاضہ رخصت ست

تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے — جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

با نمازِ او بیالودست خوں — ذکرِ تو آلودہ تشبیہ و چوں

اُس کی نماز سے خون وابستہ ہے — تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

خوں پلید ست و بآبے می رود — لیک باطن را نجاستہا بود

خون ناپاک ہے اور پانی سے دُھل جاتا ہے — لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

کاں[۳] بغیرِ آبِ لطفِ کردگار — کم نہ گردد از درونِ مردِ کار

جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر — کام کرنے والے کے باطن سے نہیں دُھلتیں

در سجودت کاش رُو گردانیے — معنیِ سُبحانَ رَبّی دانیے

کاش تو سجدے میں رُخ پھیرتا — "اے میرے رب تو پاک ہے" کے معنیٰ جان لیتا

کاے سجودم چوں وجودم ناسزا — مر بدی را تو نکوئی دہ جزا

یعنی اے (خدا)! میرا سجدہ میرے وجود کی طرح (تیرے) لائق نہیں ہے — تو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

ایں زمیں از حلمِ حق دارد اثر — تا نجاست بُرد و گلہا داد بر

اِس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بُردباری کا اثر ہے — کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

---

[۱] دم کرد۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہیں کہ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق کر دیں لیکن ہماری استعداد اُس کو قبول نہیں کر سکتی ہے جس طرح نَے بجانے والا اپنی طاقت کے اعتبار سے نَے میں پھونک نہیں بھرتا ہے ورنہ اُس کے پردے پھٹ جائیں، نَے کے لحاظ سے پھونکتا ہے۔ ہاں وہاں۔ ہم جو بھی تعریف کرتے ہیں وہ گڈریئے کی طرح کی تعریف کرتے ہیں۔ ابتر۔ ناقص، ہماری تعریف خدا کے اعتبار سے ناقص ہے۔

[۲] کاشکے۔ جو تعریف تمہارے اعتبار سے بہتر بھی ہے کاش اُس کی بجائے تمہارے دل میں سوز و گداز ہو۔ چند گوئی۔ قیامت میں جب حجابات رفع ہونگے تو تمھیں پتہ چل جائیگا کہ ذاتِ باری وہ نہ تھی جو تم نے سمجھی تھی۔ ایں قبول۔ ہماری ناقص تعریف کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول کرتا ہے جس طرح کہ مستحاضہ کی نماز کو باوجود طہارت نہ ہونے کے قبول کر لیتا ہے۔ تشبیہ و چوں۔ ہم جس قدر تعریفیں کرتے ہیں اُن میں لامحالہ تشبیہات اور مثالیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں ہیں اُن کی ناپاکی مستحاضہ کے خون سے بھی زیادہ ہے۔

[۳] کاں۔ باطنی نجاست صرف رحمت کے پانی سے ہی دُھل سکتی ہے۔ کاے۔ یعنی سجدہ میں سُبحانَ رَبّیَ الاَعلیٰ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ عرض کرتا ہے کہ میرا سجدہ بھی تیرے لائق نہیں اور یہ سجدہ تیری خدمت میں پیش کرنا گستاخی ہے لیکن تیری ذات وہ ہے جو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے، یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِھِمْ حَسَنَات۔ اللہ اُن کی بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایں زمین۔ زمین اللہ کی صفتِ حلم سے متصف ہے۔

تا بپوشد او پلیدیہائے ما[1] — در عوض بر روید از وے غنچہا
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے — بدلے میں اُس سے غنچے کھلتے ہیں

پس چو کافر دید کو در داد وجود — کمتر و بے مایہ تر از خاک بود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں — مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

از وجودِ او گل و میوہ نرُست — جز فساد جملہ پاکیہا نجُست
اُس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اُگا — پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اُس نے کچھ نہ کیا

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب — حسرتا یا لیتنی کنتُ تراب
کہے گا میں نے اُلٹی چال چلی ہے — افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

کاش از خاکے سفر نگزیدمے — ہمچو خاکے دانۂ می چیدمے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا — مٹی کی طرح بیج کو چُن لیتا

چوں[2] سفر کردم مرا رہ آزمود — زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود
جب میں نے ترقی کی مجھے راہ نے آزمایا — اس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا؟

زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کو — در سفر سودے نہ بیند پیش رو
اسی وجہ سے اُس کا میلان مٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ — ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے

روئے واپس کردنش از حرص و آز — در رہِ او ہیچ نہ صدق و نیاز
اُس کا واپسی کی طرف رخ کرنا حرص اور لالچ کی وجہ سے ہے — اُس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے

ہر گیا را کش بود میلِ علا — در مزید ست و حیات ست و نما
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے — وہ بڑھوتری اور زندگی اور نشوونما میں ہے

چونکہ گرداند سر سوئے زمیں — در کمی و خشکی و نقص و غبیں
چونکہ اُس نے زمین کی طرف رُخ کیا — وہ گھٹاؤ اور خشکی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے

میلِ[3] روحت چوں سوئے بالا بود — در تزاید مرجعت آں جا بود
تیری روح کا میلان جب (عالَمِ) بالا کی طرف ہو — ترقی میں تیرا مرجع وہی ہوگا

ور نگونساری سرت سوئے زمیں — آفلی حق لا اُحِبُّ الآفلیں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سر زمین کی طرف ہے — تو غروب کر جانیوالا ہے یقیناً میں غروب کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

ور نگونساری۔ جب روح اوندھی ہو جاتی ہے تو زمین پر واپس ہونے کی خواہش کرتی ہے۔
حق۔ دراصل حقاً تھا۔

[1] پلیدیہا۔ گندگیاں نجاستیں ہوتی ہیں۔ دید۔ بیند قیامت میں کافر سمجھے گا کہ وہ زمین سے بھی بدتر ہے زمین بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے اور اُس نے اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں کفر کیا۔ جز فساد۔ زمین نے ناپاک کو پاک بنایا کافر نے پاکیوں کو ناپاک کیا۔ گفت۔ یعنی قیامت میں حسرت سے کہیگا کہ کاش میں مٹی ہوتا کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتا۔ سفر۔ جمادات سے ترقی کر کے نوعِ حیوانی وجود میں آتی ہے۔ دانہ۔ زمین میں بیج بویا جاتا ہے تو وہ بدلہ میں پھل پھول اُگا دیتی ہے۔

[2] چوں سفر۔ سفر کی حالت میں انسان کی صحیح فطرت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی مجھے ترقی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ رہ آورد۔ تحفۂ سفر۔ میلش یعنی اُس کا کہنا یا لیتنی کنتُ ترابا "کاش میں مٹی ہوتا"۔ روئے واپس یعنی مٹی بن جانے کی خواہش عجز اور نیاز سے ہو تو اللہ کو پسند ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے اس کا اظہار ہوا ہے۔ ہر گیا۔ کافر کے مٹی بننے کی خواہش کی مثال ہے کہ گھاس میں جب تک نشوونما ہے بڑھنے اور اوپر جانے کی خواہش ہے جب مُردنی چھاتی ہے تو اُس کا نیچے کی طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے۔

[3] میلِ روحت۔ روحِ انسانی کو جب اوپر جانے کی خواہش ہوتی ہے تو اوپر جانے میں اُس کو ترقی حاصل ہوتی ہے

پرسیدن موسیٰ علیہ السلام از سرّ غلبۂ ظالماں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ظالموں کے غلبہ کے راز کا سوال کرنا

گفت موسیٰ اے کریمِ کارساز ۔۔۔ اے کہ یک دم ذکرِ تو عمرِ دراز

(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا اے کارساز کریم! ۔۔۔ اے (وہ ذات) جس کا ایک لمحہ ذکر کرنا عمرِ دراز ہے

نقشِ کژ مژ دیدم اندر آب و گل ۔۔۔ چوں ملائک اعتراضے کرد دل

میں نے عالمِ آب و گل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں دیکھی ہیں ۔۔۔ ملائک کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے

کہ چہ مقصودست نقشے ساختن ۔۔۔ واندرو تخمِ فساد انداختن

کہ اس میں کیا مقصد ہے؟ کہ ایک نقش بنانا ۔۔۔ اور اس میں فساد کا بیج بو دینا

آتشِ ظلم و فساد افروختن ۔۔۔ مسجد و سجدہ کناں را سوختن

ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا ۔۔۔ مسجد اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

مایۂ خونابہ و زرداب را ۔۔۔ جوش دادن از برائے لابہ را

خون اور پیپ کے ذخیرے کو ۔۔۔ دل لگی کے لئے جوش دینا

من یقیں دانم کہ عینِ حکمت ست ۔۔۔ لیک مقصودم عیانِ رویت ست

میں بالیقین جانتا ہوں کہ یہ، بعینہ حکمت ہے ۔۔۔ لیکن میرا مقصد مشاہدہ ہے

آں یقیں می گویدم خاموش کن ۔۔۔ حرصِ رویت گویدم نے جوش کن

وہ یقین مجھ سے کہتا ہے، چپ رہ ۔۔۔ دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

مر ملائک را نمودی سرِّ خویش ۔۔۔ کایں چنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش

تو نے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کر دیا ۔۔۔ کہ اس طرح کا شہد، ڈنک کے لائق ہے

عرضہ کردی نورِ آدم را عیاں ۔۔۔ بر ملائک گشت مشکلہا بیاں

تو نے آدم پر علم، کھلم کھلا پیش کر دیا ۔۔۔ فرشتوں کے اشکالات حل کر دیئے

حشرِ تو گوید کہ سرِّ مرگ چیست ۔۔۔ میوہا گویند سرِّ برگ چیست

تیرا حشر بتا دے گا کہ موت کا کیا راز ہے؟ ۔۔۔ میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

سرِّ خون و نطفہ حسنِ آدمی ست ۔۔۔ سابق ہر بیشی آخر کمی ست

خون اور نطفہ کا راز، آدمی کا حسن ہے ۔۔۔ ہر بیشی سے پہلے کمی ہوتی ہے

۱؎ یک دم۔ تھوڑا سا وقفہ جس میں ذکرِ الٰہی ہو، دراز عمر کے قائم مقام ہے۔ کژ مژ۔ یعنی سمجھ میں نہ آنیوالی چیزیں۔ چوں ملائک۔ آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کا سوال و اعتراض معاندانہ نہ تھا بلکہ حکمت سمجھنے کے لئے تھا۔ کہ چہ مقصود۔ دنیا کی چیزوں میں بھلائی کے ساتھ برائی کا پہلو بھی ہے۔ آتش۔ کفر کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں فساد، مسجدوں کی ویرانی، سجدہ کرنیوالوں کا قتلِ عام ہوتا ہے۔

۲؎ مایہ۔ انسان کی تخلیق، منی اور خون سے ہوتی ہے پھر وہ ظلم و فساد کے کھیل کھیلتا ہے۔ عیانِ رویت۔ صاف دیکھنا۔ آں یقین۔ یعنی یہ یقین کہ اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہے۔ جوش کن۔ یعنی جوش خروش سے سوال کر۔ کایں چنیں۔ فرشتوں کو سمجھا دیا تھا کہ انسان کے متضاد قویٰ ہی خلافتِ خداوندی کے اہل اور صفاتِ الٰہی کا مظہر ہو سکتے ہیں۔ نوش یعنی خلافت۔ نیش۔ انسان کی فطرت جس میں فتنہ و فساد بھی مضمر ہے۔ نورِ آدم۔ علمِ آدم۔ مشکلہا۔ یعنی آدمؑ کی خلافت پر جو اشکالات تھے۔

۳؎ حشرِ تو۔ حضرت موسیٰؑ کے سوال کا جواب ہے کہ ہر چیز کی خوبی اس کے انجام سے ظاہر ہوتی ہے، قیامت میں معلوم ہوگا کہ موت جیسی تلخ چیز کے پیدا کرنے میں خدا کی حکمت یہ تھی کہ وہی اخروی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے۔ برگ۔ پتے بظاہر بیکار ہیں لیکن جب وہ پھل کی گرمی اور سردی سے حفاظت کر کے پکاتے ہیں تو ان کی پیدائش کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ سرِّ خوں۔ انسانی قوام کا حسن جب ظاہر ہوتا ہے جب اس سے انسان نوجوان اور حسین بن جاتا ہے۔ سابق۔ ناقص چیز کمال حاصل کرتی ہے۔

لوحِ ؎۱ را اوّل بشوید بے وقوف
ناواقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے

آنگہے بروے نویسد اُو حروف
پھر اُس پر حروف لکھتا ہے

خوں کند دل را ز اشکِ مُستہاں
(سالک) بے وقعت آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے

بر نویسد بر روے اسرارِ نہاں
(پھر) اُس پر پوشیدہ راز لکھتا ہے

وقتِ شُستن لوح را باید شناخت
دھوتے وقت تختی کو پہچان لینا چاہیئے

کہ مر آں را دفترے خواہند ساخت
کہ اُس کو ایک دفتر بنائیں گے

چوں اساسِ خانہ می افگنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں

اوّلیں بنیاد را بر می کنند
پہلے نیو کھودتے ہیں

گِل برآرند اوّل از قعرِ زمیں
پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں

تا بآخر بر کشی ماءِ مَعیں
تاکہ تو آخر میں پانی کھینچے

از حجامت ؎۲ کودکاں گریند زار
پچھنوں سے بچے زار زار روتے ہیں

کہ نمی دانند ایشاں سرِّ کار
کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

مرد خود زر می دہد حجّام را
مرد (باپ) پچھنے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے

می نوازد نیشِ خوں آشام را
خون چوسنے والے نشتر کو نوازتا ہے

می دَوَد حمّال در بارِ گراں
بھاری بوجھ لئے ہوئے قلی دوڑتا ہے

میرُباید بار را از دیگراں
دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

جنگِ حمّالاں برائے بار بیں
بوجھ کے لئے قلیوں کی جنگ پر غور کر

ایں چنیں ست اجتہادِ مردِ دیں
دیندار کی کوشش اِس طرح کی ہے

چوں گرانیہا اساسِ رحمت ست
جبکہ گرانیاں، رحمت کی بنیاد ہیں

تلخیہا ہم پیشوائے نعمت ست
تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

حُفّتِ الجنّۃُ بمکروہاتنا
جنّت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

حُفّتِ النّیرانُ من شہواتنا
(اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دیگئی ہے

تخمِ ؎۳ مایہ آتشت شاخِ ترست
تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے

سوختہ آتش قرینِ کوثرست
آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

ہر کہ در زنداں قرینِ محنتے ست
جو قید خانہ میں محنت میں مبتلا ہے

آں جزائے لذّتے و شہوتے ست
وہ لذّت اور شہوت کی سزا ہے

؎۱ لوح را۔ یعنی ہر کمی بیشی کا سبب ہے، تختی پر سب پہلے ہر چیز مٹادی جاتی ہے پھر اُس پر حسین نقش بنائے جاتے ہیں۔ خوں کند۔ انسان رو رو کر دل کو خون بنا دیتا ہے پھر اُس پر اسرار نمودار ہوتے ہیں۔ وقتِ شُستن۔ عقلمند انسان کمی میں بیشی کو سمجھ جاتا ہے۔ چوں اساس۔ نیا گھر بناتے ہیں تو پہلے پُرانی بنیادوں کو اکھاڑ دیتے ہیں۔ گِل برآرند۔ پانی حاصل کرتے ہیں تو پہلے زمین کھودتے ہیں۔

؎۲ از حجامت۔ تخریب میں تعمیر کا راز مضمر ہے، پچھنے لگاتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے لیکن نتیجہ میں بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ می دود۔ بوجھ اٹھا لینے والا تکلیف برداشت کرتا ہے تو مزدوری پاتا ہے۔ مرد دیں۔ دیندار اپنے آپ کو تکالیف میں اسی لئے مبتلا کرتا ہے تاکہ بہترین نتائج حاصل کرے۔ چوں دنیا میں بھی تکلیفوں کے بعد راحتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔ حُفّت۔ انسان نفس کی خواہشوں کے خلاف کرتا ہے تو جنّت پاتا ہے شہوتوں کو پورا کرتا ہے تو جہنم ملتی ہے۔

؎۳ تخمِ مایہ۔ شاخ تر ہوتی ہے تو سکھا کر اُسکو جلایا جاتا ہے جب جلتی ہے تو اُس پر پانی چھڑک کر بجھایا جاتا ہے۔ ہر کہ۔ نفس کی لذّتوں کے نتیجہ میں جیلخانہ جانا پڑتا ہے۔

هر کہ در قصرے[1] قرینِ دولتے ست — آں جزائے کارزار و محنتے ست

جو محل میں صاحبِ سلطنت ہے — وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

ہر کرا بینی بزرّ و سیم فرد — داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد

جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے — سمجھ لے اُس نے کمائی میں صبر کیا ہے

بے سبب[2] بیند چو دیدہ شد گزار — تو کہ در حسّی سبب را گوش دار

جب آنکھ (عالمِ اسباب) گذر جانیوالی ہوجائے تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے — تو حس کا پابند ہے سبب پر توجہ کر

آنکہ بیروں از طبائع جانِ اوست — منصبِ خرقِ سببہا آنِ اوست

جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے — اسباب کو ترک کرنے کا مقام اُسے حاصل ہے

بے سبب بیند نہ از آب و گیا — چشم چشمۂ معجزاتِ انبیا

بغیر سبب کے، پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے — کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

ایں سبب[3] ہمچوں طبیب است و علیل — ایں سبب ہا ہمچوں چراغست و فتیل

یہ سبب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار — یہ سبب چراغ اور بتی کی طرح ہے

شب چراغت را فتیلے نو بتاب — پاک داں زینہا چراغِ آفتاب

رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے — سورج کے چراغ کو اُن سے پاک سمجھ

رَو تو کہگل ساز بہرِ سقفِ خاں — سقفِ گردوں را زکہگل پاک داں

گھر کی چھت کے لئے تو گارا تیار کرلے — آسمان کی چھت کو گگارے سے پاک سمجھ

وہ کہ چوں دلدارِ ما غم سوز شد — خلوتِ شب در گذشت و روز شد

واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنیوالا بن گیا — رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را — جز بدردِ دل مجو دلخواہ را

چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا — دردِ دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

ترکِ عیسیٰ کردہ خر پروردہ — لاجرم چوں خر بروں پردہ

تو نے عیسیٰ کو چھوڑا ہے، گدھے کی پرورش کی ہے — لامحالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

---

۳ ایں سبب۔ عام انسانوں کے لئے سبب کا اختیار کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مریض کے لئے طبیب یا چراغ کے لئے بتی۔ چراغت۔ عام انسانوں کو سبب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آفتاب۔ جو کاملین ہیں وہ اسباب اختیار کرنے سے پاک ہیں۔ رَو۔ گھر کیلئے کہگل ضروری ہے ورنہ منہدم ہوجائیگا آسمان اُس سے منزہ ہے یہی عوام اور خواص کا اسباب اختیار کرنے میں فرق ہے۔ وہ کہ۔ خواص کو یہ مقام حاصل ہے۔ جز بشب۔ چونکہ پہلے ہم رذائل سے پُر تھے لہٰذا ہم پر تجلی نہ ہوئی ترک۔ خاص مقام اور تجلی نہ ہونے کی وجہ جسم پروری ہے۔ عیسیٰ۔ یعنی روح، عقل۔ خر۔ یعنی جسم، نفس۔ پردہ۔ بارگاہِ ربّ العزّت۔

---

۱ در قصرے جنگوں کی مشقتیں اور محنت برداشت کرنے سے ہی تختِ شاہی حاصل ہوتا ہے۔ ہر کرا۔ کمائی کی محنت پر صبر کرنے سے انسان دولت کا مالک بنتا ہے، غرضیکہ جب محنت اور مشقت کے بعد راحت ہے تو ظالموں کا ظلم جو نکہ مظلوموں کی راحت کا سبب بنے گا تو ظالموں کی پیدائش میں حکمت ہے۔

۲ بے سبب۔ اوپر چونکہ مصائب اور تکالیف کو راحتوں کا سبب بتایا تھا اب اسباب اختیار کرنے کی بحث شروع کی ہے، جب تک انسان حواس کی قید و بند میں ہے اُس کی نظر اسباب پر ہوتی ہے تو اُس کو اسباب اختیار کرنا ضروری ہیں اور جب حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہر چیز کو بغیر اسباب کے قدرتِ الٰہی سے سمجھتا ہے تب اُس کے لئے ترکِ اسباب جائز ہے۔ طبائع۔ یعنی جب ریاضت کے ذریعہ ظاہری حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ظاہری سبب اُس کی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے اب اُس کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر سکے۔ بیند۔ جس طرح انبیاء کے معجزات اسباب سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ کی قدرت سے اُن کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح دیگر اشیاء کو بھی محض اللہ کی قدرت سے سمجھتا ہے، اسباب سے اُن کو متعلق نہیں کرتا۔

طالعِ عیسیٰ ست علم و معرفت
علم و معرفت عیسیٰ کا نصیبہ ہے
طالعِ خر نیست اے تو خر صفت
اے کہ تو گدھے جیسا ہے! گدھے کا نصیبہ نہیں ہے

نالۂ خر بشنوی رحم آیدت
تو گدھے کا نالہ سنتا ہے، تجھے رحم آ جاتا ہے
پس ندانی خر خری فرمایدت
تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کریگا

رحم بر عیسیٰ کن و بر خر مکن
عیسیٰ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر
طبع را بر عقل خود سرور مکن
نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

طبع را ہل تا بگرید زار زار
نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے
تو ازو بستان و وامِ جاں گذار
تو اُس سے وصولی کر اور جان کا قرض ادا کردے

سالہا خر بندہ بودی بس بود
تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے، کافی ہے
زانکہ خر بندہ ز خر واپس بود
کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

ز اَخِّرُوْهُنَّ مرادش نفسِ تست
ان کو پیچھے رکھو، سے تیرا نفس مراد ہے
کو بہ آخر باید و عقلت نخست
کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہیئے اور عقل پہلے

ہم مزاجِ خر شدست ایں عقل پست
یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہو گئی ہے
فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست
اُس کو یہی فکر ہے کہ چارہ کیونکر ہاتھ آئے

آں خرِ عیسیٰ مزاجِ دل گرفت
حضرت عیسیٰ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا
در مقامِ عاقلاں منزل گرفت
عقلمندوں کے مقام میں جگہ پائی

زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف
کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا
از سوارِ زفت گردد خر نحیف
بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

خود ز ضعفِ عقلِ تو اے خر بہا
اے گدھے برابر! تیری عقل کی کمزوری کی وجہ سے
ایں خرِ پژمردہ گشتست اژدہا
یہ ادھموا گدھا اژدہا ہو گیا ہے

گر ز عیسیٰ گشتۂ رنجور دل
اگر تو عیسیٰ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہو گیا ہے
ہم ازو صحت رسد او را مہل
اُسی سے صحت حاصل ہوگی، اُس کو نہ چھوڑ

اے مسیحِ خوش نفس چونی ز رنج
اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے؟
کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج
دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا

۵۱ طالعِ عیسیٰ۔ علم و معرفت روح کا حصہ ہے، نفس اُس سے بے بہرہ ہے۔ نالۂ خر۔ نفس اپنی خواہشات کے لئے واویلا کرتا ہے تو اُن کو پورا کر دیتا ہے۔ رحم۔ روح کی پرورش کر، نفس کو روح پر غالب نہ بنا۔ واپس بود۔ گدھے والا جو گدھے سے بھی پیچھے ہے منزل پر گدھے کے بعد پہنچے گا۔

۵۲ اَخِّرُوْهُنَّ۔ حدیث شریف میں عورتوں کے بارے میں آیا ہے اَخِّرُوْهُنَّ حَیْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ۔ مؤخر کرو ان کو جبکہ مؤخر کیا ہے اُن کو اللہ نے۔ مولانا فرماتے ہیں اِس حدیث میں جس طرح عورتوں کو مردوں سے مؤخر رکھنے کا حکم ہے اسی طرح اُس میں نفس کو عقل سے مؤخر رکھنے کا حکم ہے۔ عقلِ پست۔ وہ عقل جو نفس سے مغلوب ہو گئی ہے۔ خرِ عیسیٰ۔ عقل سے نفس کو مغلوب بنا دیگا تو نفس میں بھی عقل کے خواص پیدا ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے گدھے میں ہوا۔ سوارِ زفت۔ قوی سوار یعنی غالب عقل۔

۵۳ خر۔ جب انسان کی روح کمزور ہو تو نفس کو بہت زیادہ غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ گر ز عیسیٰ۔ شیخ بمنزلہ حضرت عیسیٰ کے ہے جو مردہ روح کو زندہ کرتا ہے، اگر شیخ کی تربیت میں کسی بات سے دل کو رنج بھی پہنچے تو برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ ذریعۂ صحت وہی ہے۔

۵۴ اے مسیح۔ پہلے شعر میں مُرید کو نصیحت تھی اب پیر کو خطاب ہے۔

چونی اے[1] عیسیٰؑ زدیدارِ یہود　چونی اے یوسفؑ زاخوانِ حسود

اے عیسیٰؑ! یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟　اے یوسفؑ! حاسد بھائیوں کیوجہ سے آپ کیسے ہیں؟

توشب و روز از پئے ایں قومِ غمر　چوں شب و روزی بدو بخشائی عُمر

تو دن رات اِس بے وقوف قوم کے پیچھے　دن رات کی طرح ہے (اور) اسکو زندگی بخشتا ہے

آہ ازیں صفرائیانِ بے ہُنر　چہ ہُنر زاید زصفرا دردِ سر

ان بے ہنر صفراوی مزاج والوں پر افسوس ہے　صفرا سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ دردِ سر (پیدا ہوتا ہے)

تو ہُماں کُن کہ کُند خورشیدِ شرق　با نفاق وحیلہ و دُزدی و زُرق

تو وہی کر جو مشرق کا سورج کرتا ہے　باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں　دفعِ ایں صفرا بود سرکنگبیں

دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم سرکہ ہیں　سکنجبین اِس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

سرکہ[2] افزودیم ما قومِ زحیر　تو عسل بفزا کرم را وامگیر

ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے　تو شہد میں اضافہ کردے، مہربانی کم نہ کر

ایں سزید از ما چنیں آمد ز ما　ریگ اندر چشم چہ افزاید عمیٰ

ہم اسی لائق تھے، ہم سے ایسا ہی ہوا　ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گا؟ اندھاپن

آں سزد از تو ایا کحلِ عزیز　کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز

اے پیارے سُرمے! تیرے یہی لائق ہے　کہ تجھ سے ہر ناچیز، کوئی چیز حاصل کرلے

ز آتشِ ایں ظالمانت دل کباب　از تو جملہ اِہدِ قومی بُد خطاب

اِن ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے　تیری جانب سے "اِہدِ قومی" کا جملہ خطاب ہے

کانِ[3] عودی در تو گر آتش زنند　ایں جہاں از عطر و ریحاں پُر کُنند

تو "اگر" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے　اِس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

تو نہ آں عودی کز آتش کم شود　تو نہ آں رُوحی اسیرِ غم شود

تو وہ اگر نہیں ہے جو آگ سے کم ہو جائے　تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بنجائے

عُود سوزد کانِ عُود از سوز دور　باد کے حملہ بَرد بر اصلِ نور

"اگر" جل جاتا ہے، "اگر" کی کان جلنے سے دُور ہے　اصل نور پر ہوا کب حملہ کرسکتی ہے!

---

[1] اے عیسیٰ یعنی شیخ۔ یہود یعنی بدکردار مُرید۔ یوسفؑ یعنی پیر۔ اخوانِ حسود۔ یعنی بدعمل مُرید۔ توشب و روز۔ شیخ کی توجہ رُوح کی عمر دراز کرتی ہے۔ صفرائیاں۔ صفراوی مزاج والے جن پر صفرا کا غلبہ ہوتا ہے نہ وہ تندرست رہتے ہیں نہ اُن کو صحیح چیز نظر آتی ہے اور دردِ سر میں مبتلا رہتے ہیں۔ تو ہُماں کُن۔ جس طرح سورج باوجود تمام نالائقیوں کے سب کو منور کرتا رہتا ہے اسی طرح آپ بھی مریدوں کی بدکرداری کی وجہ سے اُن کو فیض سے محروم نہ کریں۔ تو عسل۔ پیر کے افعال و اخلاق شہد کی طرح شیریں ہیں۔ ما سرکہ۔ مُریدوں کی بداعمالیاں سرکہ کی طرح تلخ ہیں۔ ایں صفرا۔ نفس پر جو صفرا کا غلبہ ہے وہ سکنجبین سے دور ہوگا۔ سرکنگبیں۔ سکنجبین دوا ہے جو شہد اور سرکہ ملا کر بنائی جاتی ہے۔

[2] سرکہ۔ یعنی نفس کے رذائل۔ زحیر۔ پیچش کی بیماری۔ ایں سزید۔ ہم اسی قابل ہیں کہ ہم سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ آں سزد۔ آپ بمنزلہ سُرمہ کے ہیں جو بینائی پیدا کرتا ہے۔ ز آتش۔ یعنی بے شک مُریدوں کی بدعملی سے آپ کا دل جلتا ہے۔ اِہدِ قومی۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دیدے، یہ دعا آنحضورؐ نے اُس وقت کی جب قوم نے اُن کو ستایا اور آپ نے اُن کو بددعا نہ دی۔

[3] کانِ عودی۔ "اگر" کی لکڑی کو اگر جلایا جائے تو اُس کی اور خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں، پیر بمنزلہ عود کے ذخیرہ کے ہے جو ختم نہیں ہوتا ہے یعنی مُریدوں کی بدکاری اُس کے فیض کو ختم نہیں کرسکتی ہے۔

اے زتو مر آسماں ہا را صفا
اے (وہ کہ) تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی حاصل ہے
اے جفائے تو نکوتر[1] از وفا
اے وہ (ذات) کہ تیری جفا وفا سے بہتر ہے

زانکہ از عاقل جفائے گر رود
کیونکہ عقلمند سے اگر جفا بھی ہو جائے
از وفائے جاہلاں بہتر بود
تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

عاقل آرد معرفت را در میاں
عقلمند معرفت کو درمیان میں لاتا ہے
جاہل آرد معرفت را در زباں
جاہل معرفت کو زبان پر لاتا ہے

گفت پیغمبر عداوت از خرد
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقل کیساتھ دشمنی
بہتر از مہرے کہ از جاہل رسد
اُس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کیجانب سے ہو

دوستی با مردم دانا نکوست
عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے
دشمنِ دانا بہ از نادان دوست
دانا دشمن، نادان دوست سے بہتر ہے

رنجانیدن امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود

ایک امیر کا اُس سونیوالے کو تکلیف دینا جس کے مُنہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آرہا تھا
در دہانِ خفتۂ می رفت مار
ایک سوئے ہوئے کے مُنہ میں سانپ گھس رہا تھا

آں سوار آں را بدید و می شتافت
اُس سوار نے اُس کو دیکھا اور دوڑا
تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت[2]
تاکہ سوتے ہوئے کو بچالے، موقع نہ ملا

چونکہ از عقلش فراواں بُد مدد
چونکہ عقل کی اسکو بہت مدد حاصل تھی
چند دبوسے قوی بر خفتہ زد
چند سخت کوڑے سوئے ہوئے کے مارے

خفتہ از خوابِ گراں چوں بر جہید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اُٹھا
یک سوارِ ترک با دبوس دید
ایک تُرک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا

بے محابا ترک دبوسِ گراں
تُرک نے بے جھجک سخت کوڑے
چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں
چونکہ اُس کے بہت مارے، وہ بھاگا

خفتہ زاں زخم گراں بر جست زود
سویا ہوا اُس سخت چوٹ سے بہت جلد اُٹھا
گشت حیراں گفت آیا ایں چہ بود[3]
حیران ہوگیا، بولا یہ کیا تھا؟

برد او را زخم آں دبوس سخت
اُس سخت کوڑے کی چوٹ اُس کو لے گئی
زو گریزاں تا بزیر یک درخت
اُس سے بھگا کر، ایک درخت کے نیچے

[1] نکوتر: شیخ کی سختی سے مُرید کی اصلاح ہوتی ہے۔ زانکہ: عقلمند کا ظلم نادان کی دوستی سے بہتر ہوتا ہے۔ عاقل: عقلمند علم و معرفت پر عمل کرتا ہے جاہل محض زبان سے ذکر کرتا ہے۔ گفت پیغمبر: ان الفاظ کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ دشمن دانا: عقلمند دشمنی ہی نہیں کرتا ہے اگر کرتا ہے تو بظاہر دشمنی ہوتی ہے اور اُس میں پوشیدہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ رنجانیدن: اس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سوار نے جو کچھ کیا بظاہر دشمنی تھی لیکن اُس میں حکمت پوشیدہ تھی۔

[2] فرصت نیافت یعنی بچانے کا موقع نہ ملا اور سانپ اُس کے مُنہ میں گھس گیا۔ بُد یعنی وہ سوار عقلمند تھا۔ دبوس۔ گرز، کوڑا۔ شد دواں۔ وہ سونے والا بھاگا۔

[3] چہ بود یعنی یہ سوار مجھے کیوں مار رہا ہے۔ بر جست یعنی وہ اُٹھ کر بھاگا اور بھاگتے بھاگتے ایک درخت کے نیچے پہنچا۔

سیب[1] بوسیدہ بسے بُد ریختہ
سڑے ہوئے سیب بہت پڑے تھے

گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
بولا، یہ کھا اے درد مند!

سیب چنداں مرد را در خورد داد
(اُس) شخص کو اِس قدر سیب کھلائے

کز دہانش باز بیروں می فتاد
کہ اُس کے مُنہ سے باھر نکلنے لگے

بانگ می زد کاے امیر آخر چرا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟

قصدِ من کردی تو نادیدہ جفا
بغیر قصور کے تونے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے

گر تُرا از اصلست با جانم ستیز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے

تیغ زن یکبارگی خونم بریز
تلوار مار، ایک دم سے میرا خون بہادے

شُوم ساعت کہ شُدم بر تو پدید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا

اے خُنک آں را کہ روئے تو نہ دید
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

بے جنایت[2] بے گنہ بے بیش و کم
بلا زیادتی، بِلا خطا، بلا کمی اور بیشی کے

مُلحداں جائز ندارند ایں ستم
(کافر بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں

می جہد خوں از دہانم با سخُن
بات کے ساتھ میرے مُنہ سے خون ٹپکتا ہے

اے خدا آخر مُکافاتش تو کُن
اے خدا تو اِس کا بدلہ لے!

ہر زماں می گفت اُو نفرینِ نو
وہ ہر لمحہ ایک نئی ملامت کر رہا تھا

اُوش می زد کاندریں صحرا بدو
(اور) وہ اُس کو مارتا تھا کہ اِس بیاباں میں دوڑ

زخم دُبّوس و سوارِ ہمچو باد
کوڑے کی چوٹ، اور ہوا کی طرح کا سوار

می دوید و باز بر رو می فتاد
وہ دوڑتا تھا اور پھر مُنہ کے بَل گرتا تھا

مُمتلی و خوابناک و سُست بُد
وہ شکم پُر اور نیند میں، اور سُست تھا

بر سَر و پایش ہزاراں زخم شُد
اُس کے سَر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہوگئے

تا شبانگہ می کشید[3] و می کشاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی)

تا ز صفرا قے شدن بر وے فتاد
یہاں تک کہ اُس کو صفرا کی قے ہونے لگی

زو بر آمد خوردہا زشت و نکو
اُس سے اچھا بُرا کھایا ہوا نکل پڑا

مار با آں خوردہ بیروں جست ازو
اُس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اُس سے نکلا

چوں بدید از خود بروں آں مار را
جب اُس نے اپنے (پیٹ) میں سے سانپ نکلتا دیکھا

سجدہ آورد آں نکو کردار را
اُس بھلے (انسان) کے سامنے اُس نے سجدہ کیا

[1] سیب۔ وہ درخت سیب کا تھا اور اُس کے نیچے گلے سڑے سیب بہت پڑے تھے۔ گفت۔ سوار نے کہا۔ مرد را۔ یعنی سونے والے کو۔ بانگ می زد۔ سویا ہوا اُٹھ کر جو بھاگا تھا وہ چیختا تھا۔ نادیدہ جفا۔ یعنی میں نے تجھ پر کوئی ظلم بھی نہیں کیا ہے۔ یکبارگی۔ دفعۃً قتل ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اے خُنک روئے تو۔ یعنی تجھ جیسے ظالم کا چہرہ۔

[2] جنایت۔ ظلم، زیادتی، بکھیڑ بے دین۔ اے خدا۔ ایسے ظالم کو خدا ہی سزا دے سکتا ہے۔ مُکافات۔ بدلہ۔ اُوش۔ یعنی وہ تُرک سوار اُس بھاگنے والے کو۔ ہمچو باد۔ وہ تیز رَو گھوڑے پر سوار تھا۔ باز۔ یعنی جب بھاگتے بھاگتے تھک جاتا تھا۔ مُمتلی۔ یعنی سیب کھانے سے اُس کا پیٹ پُر تھا۔

[3] کشید و کشاد۔ کھینچنا اور کھولنا یعنی پکڑ دھکڑ۔ صفرا۔ بدن کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ مار۔ قے میں سانپ بھی پیٹ میں سے نکلا۔ سجدہ آورد۔ تعظیم کے لئے اُس کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ نکو کردار۔ یعنی بھلا سوار۔

سہمِ[۱] آں مارِ سیاہِ زشت و زفت — چوں بدید آں دردہا از وے برفت

اُس کالے، بھدّے، موٹے سانپ کا ڈر — جب اُسے نظر آیا، وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں

گفت تو خود جبرئیلِ رحمتی — یا خداوند و ولیِ نعمتی

بولا، تو تو رحمت کا فرشتہ ہے — یا میرا آقا، اور مُربّی ہے

اے مبارک ساعتے کہ دیدیم — مُردہ بودم جانِ نو بخشیدیم

وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا — میں مر چکا تھا، تو نے نئی زندگی بخشی

تو مرا جویاں مثالِ مادراں — من گریزاں از تو مانندِ خراں

تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنیوالا ہے — میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا

خر گریزد از خداوند از خری — صاحبش درپے ز نیکو اختری

گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے — اُس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اُسکے درپے ہے

نز پئے سود و زیاں می جویدش — لیک تا گرگش نَدرّد یا ددش

وہ اُس کو نفع نقصان کیلئے نہیں ڈھونڈتا ہے — لیکن (اسوجہ سے) کہ اسکو بھیڑیا یا درندہ نہ پھاڑ ڈالے

اے[۲] خُنک آں را کہ بیند روئے تو — یا در افتد ناگہاں در کوئے تو

مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے — یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے

اے روانِ پاک بستودہ تُرا — چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا

اے وہ کہ پاک جان تیری ثنا خواں ہے — میں نے تجھے کسقدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی

اے خداوند و شہنشاہ و امیر — من نگفتم جہلِ من گفت آں مگیر

اے آقا، اور شہنشاہ، اور سردار! — میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اُسپر دار و گیر نہ کر

شمّۂ زیں حال اگر دانستمے — گفتنِ بیہودہ نتوانستمے

اگر میں اِس حال کا تھوڑا سا حصّہ بھی جان لیتا — تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

بس ثنایت گفتمے اے خوش خصال — گر مرا یک رمزے می گفتی ز حال

اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا — اگر تو واقعہ کا تھوڑا اشارہ (بھی) کر دیتا

لیک خامش کردہ می آشوفتی — خامشانہ بر سرم می کوفتی

لیکن تو تو چُپ رہ کر پریشان کرتا تھا — خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا

شد سرم کالیوہ[۳] عقل از سر بجست — خاصہ ایں سر را کہ مغزش کمتر ست

میرا سر دیوانہ ہو گیا عقل سر میں سے بھاگ گئی — خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے

---

[۱] سہم۔ سانپ کے ڈر سے چوٹ اور زخموں کی ... تکلیف بھول گیا۔ ولیِ نعمت۔ جو نعمتیں بخشے۔ مُردہ بودم۔ سانپ کاٹ لیتا اور میں مر جاتا۔ بخشیدیم۔ تو مرا بخشیدی۔ خر گریزد۔ گدھے کے بھاگنے میں گدھے ہی کی ہلاکت ہے۔ اگر مالک نہ پکڑے گا تو گدھے کو بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا۔

[۲] اے خنک۔ چونکہ تو اُس کی دیکھ بھال کرے گا۔ اے نیک لوگ بھی تیری تعریفیں کرتے ہیں۔ ژاژ۔ جس کا ذکر پہلے اشعار میں آیا ہے جہل من گفت۔ میری نادانی اُس بکواس کا سبب بنی زیں حال۔ یعنی میرے پیٹ میں سانپ گھس گیا ہے اور تو اُسے نکالنے کی تدبیر کر رہا ہے۔

[۳] کالیوہ۔ احمق بے عقل، دیوانہ۔ خاصہ۔ یعنی میں پہلے سے بے وقوف تھا پٹنے سے اور بے عقل ہو گیا۔

عفو کن اے خوبروئے خوب کار — آنچہ گفتم از جنوں اندر[1] گذار
اے خوبصورت، خوب سیرت! معاف کردے — پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا اُس سے درگذر کر

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں — زہرۂ تو آب گشتے درزماں
اُس نے کہا اگر میں اُس میں سے تھوڑا بھی بتا دیتا — فوراً تیرا پِتّا پانی بن جاتا

گر ترا می گفتمے اوصافِ مار — ترس از جانت برآوردے دمار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا — خوف تیری جان نکال دیتا

مصطفیٰ فرمود اگر گویم براست — شرح آں دشمن کہ در جانِ شماست
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اگر میں سچ سچ صاف کہہ دوں — اُس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے

زہرہائے پُردلاں برہم دَرَد — نہ رود رہ نے غمِ کارے خورد
تو وہ بہادروں کے پِتّے پھاڑ دے — نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے

نے دلش را تاب ماند در نیاز — نے تنش را قوتِ صوم و نماز
نہ اُس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے — نہ اُس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے

ہمچو موشے[2] پیشِ گربہ لاشود — ہمچو برّہ پیشِ گرگ از جا رود
(وہ) چوہے کی طرح بلّی کے سامنے معدوم ہوجائے — اُس بکری کے بچے کی طرح جو بھیڑیے کے سامنے بھاگے

اندرو نے حیلہ ماند نے روِش — پس کنم ناگفتہ تاں من پرورش
اُس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال — میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں

ہمچو بوبکرِ ربابی رح تن زنم — دست چوں داؤدؑ در آہن زنم
ابوبکر ربابی رح کی طرح میں خاموش رہتا ہوں — ہاتھ سے (حضرت) داؤدؑ کی طرح لوہے کا کام کرتا ہوں

تا محال از دستِ من حالے شود — مرغ پَر برکندہ را بالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہوجائے — پر نُچے ہوئے پرندے کے پَر لگ جائیں

چوں یداللہ[3] فوق ایدیہم بود — دستِ ما را دستِ خود فرمود احد
جب کہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہوا — تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا

پس مرا دستِ دراز آید یقیں — برگذشتہ زآسمانِ ہفتمیں
تو یقیناً میرا دراز ہاتھ — ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا

---

[1] اندر۔ زیادہ ہے۔ گفت۔ اُس کی معذرتوں کے بعد سوار نے کہا۔ ازاں۔ یعنی سانپ کے پیٹ میں گھُسنے کا واقعہ۔ اوصاف مار۔ یعنی اُس کی خوفناکی اور پیٹ میں گھُسنا۔ دمار۔ ہلاکت۔ فرمود۔ اسکے بعد مولانا نے آنحضورؐ کی زبانی جو کچھ کہا ہے وہ کوئی مستقل حدیث نہیں ہے۔ دشمن۔ یعنی شیطان۔ زہرہ۔ پِتّا۔ پُردل بہادر۔ نے دلش۔ بدحواسی طاری ہوجائے پھر نہ عاجزی کرنے کی طاقت رہے نہ روزہ نماز کی۔

[2] ہمچو موشے۔ چوہا بلّی کے سامنے، بکری کا بچہ بھیڑیے کے سامنے مُردہ ہوجاتا ہے۔ لا۔ معدوم اور مردہ۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ ناگفتہ۔ یعنی شیطان کے مکر و دشمنی کی تفصیل کہے بغیر۔ بوبکر ربابی رح۔ ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں جو چند سال بالکل خاموش رہے، یہ باتیں مولانا نے اپنی طرف سے کہی ہیں ورنہ یہ بزرگ تو آنحضورؐ کے بہت بعد کے ہیں۔ تن زدن۔ خاموش رہنا۔ دست در آہن زدن۔ لوہے کا کام کرنا، سخت کام کرنا۔ بال۔ پر۔

[3] یداللہ۔ جب حدیبیہ کے موقع پر آنحضورؐ نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی تھی تو اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ "اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" دستِ ما۔ یعنی اِس آیت میں اللہ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ احد۔ اللہ تعالےٰ۔

دستِ من بنمود بر گردوں ہنر
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا

مُقریا برخواں کہ اِنشَقَّ القمر[1]
اے قاری اِنشَقَّ القمر پڑھ

ایں صفت ہم بہرِ ضعفِ عقلہاست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے

با ضعیفاں شرحِ قدرت کے رواست
کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟

خود بدانی چوں برآری سر زخواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اُٹھائے گا

ختم شد واللہ اَعلم بالصواب
(بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے

گر ترا[2] می گفتمے ایں ماجرا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا

آں دم از تو جانِ تو گشتے جدا
اُسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی

مر ترا نے قوتِ خوردن بُدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی

نے رہِ و پروائے قے کردن بُدے
نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی

می شنیدم فحش و خر می راندم
میں بری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا

رَبِّ یَسِّر زیرِ لب می خواندم
آہستگی سے رَبِّ یَسِّر پڑھتا رہا

از سبب گفتن مرا دستور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے

ترکِ تو گفتن مرا مقدور نے
تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا

ہر زماں می گفتم از دردِ دروں
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا

اِہْدِ قَوْمِی اِنَّہُمْ لَا یَعْلَمُوْن
(اے اللہ) میری قوم کو ہدایت کر بے شک وہ جانتے نہیں ہیں

سجدہا[3] می کرد آں رستہ ز رنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا

کائے سعادت وَے مرا اقبال گنج
کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

از خدا یابی جزاہائے شریف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا

قوتِ شکرت ندارد ایں ضعیف
اس کمزور میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے

شکرِ حق گوید ترا اے پیشوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا!

آں لب و چانہ ندارم واں نوا
میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں

دشمنیِ عاقلاں زینساں بود
عقلمندوں کی دشمنی اس طرح کی ہوتی ہے

زہرِ ایشاں ابتہاجِ جاں بود
اُن کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے

دوستیِ ابلہاں رنج و ضلال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے

ایں حکایت بشنو از بہرِ مثال
مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

[1] اِنشَقَّ القَمَر۔ چاند پھٹ گیا، شق القمر کا معجزہ آنحضورؐ کی انگلی کے اشارے سے ظاہر ہوا تھا۔ ایں صفت۔ یعنی آنحضورؐ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہنا۔ خود۔ قدرت کے راز قیامت میں کھلیں گے۔

[2] گر ترا۔ یہاں تک مولانا نے حدیث کے حوالے سے بیان کیا اب اصل قصہ کی طرف رجوع کر کے سوار کی بابت نقل کرتے ہیں۔ نے رہ۔ نہ دوڑ سکتا نہ قے کر سکتا۔ خر راندن۔ کام چلانا۔ رَبِّ یَسِّر۔ خدا مشکل آسان کر دے۔ اِہْدِ قَوْمِی اِنَّہُمْ لَا یَعْلَمُوْن۔ میری قوم کو ہدایت کر دے وہ جانتے نہیں ہیں۔ یہ آنحضورؐ نے اُس وقت دعا کی تھی جب طائف میں آپ کو دشمنوں نے ستایا تھا۔

[3] سجدہا۔ یعنی جب وہ سوار کی مہربانیوں کو سمجھ گیا تو تعظیم کے لئے سرنگوں ہو گیا۔ کائے۔ یعنی اور یہ کہتا تھا۔ چانہ جبڑا۔ ندارم۔ یعنی میرا منہ تیری تعریف کے قابل نہیں ہے۔ دشمنی۔ مولانا نے اس قصہ میں یہ سمجھایا ہے کہ عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ ابتہاج۔ خوش ہونا۔ دوستیِ ابلہاں۔ مولانا بیوقوف کی دوستی کے اَبتر ہونے پر قصہ سناتے ہیں۔

اعتماد کردنِ شخصے بر تملّق[۱] و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

اژدہائے خرس را در می کشید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا
شیر مردے رفت و فریادش رسید
ایک بہادر گیا اور اُس کی مدد کی

شیر مردانند در عالم مدد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں
آں زماں کافغانِ مظلوماں رسد
اُس وقت جبکہ مظلوموں کی فریاد آئے

بانگِ[۲] مظلوماں ز ہر جا بشنوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سُنتے ہیں
آں طرف چوں رحمتِ حق می دوند
اُس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں

آں ستونہائے خللہائے جہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں
آں طبیبانِ مرضہائے نہاں
وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں

محضِ مہر و داوری و رحمت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں
ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
اللہ تعالیٰ کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

ایں چہ یاری میکنی یکبارگیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے ؟ فوراً
گوید از بہرِ غم و بیچارگیش
وہ کہے گا اُس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے

مہربانی شد شکارِ شیر مرد
بہادر کا شکار، مہربانی ہے
در جہاں دارو نہ جوید غیرِ درد
درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رَوَد
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے
ہر کجا فقرے نوا آنجا رَوَد
جہاں اِفلاس ہوتا ہے، سامان وہاں جاتا ہے

ہر کجا پستی[۳] ست آب آنجا رَوَد
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے
ہر کجا مُشکل جواب آنجا رَوَد
جہاں کوئی اِشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے

آب کم جو تشنگی آور بدست
پانی کی تلاش نہ کر، پانی پیدا کر
تا بجوشد آبت از بالا و پست
تاکہ اوپر نیچے سے تیرے لئے پانی جوش میں آئے

تا سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ آید خطاب
تاکہ اُن کے ربّ نے اُنکو سیراب کیا،، کا خطاب آئے
تشنہ باش اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
پیاسا رہ ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آبِ رحمت بایدت رَو پست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہیئے ؛ جا پست بن
وانگہاں خور خمرِ رحمت مست شو
پھر رحمت کی شراب پی ، مست بن

۱؎ تملّق۔ چاپلوسی۔ خرس۔ ریچھ۔ اژدہا۔ بڑے اژدہے سانس کے ذریعہ جانور کو کھینچ کر کھا جاتے ہیں۔ شیر مرد۔ بہادر۔ شیر مردانند۔ بہادروں کا کام مدد کرنا ہے یہ مولانا کا مقولہ ہے۔

۲؎ بانگ۔ بہادروں کا کام یہ ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کے لئے دوڑیں۔ خللہائے۔ یعنی ظلموں کے خلل۔ محض۔ بہادروں کی محبت بغیر کسی غرض اور رشوت کے ہوتی ہے۔ ایں چہ۔ یعنی اگر اُنسے کوئی سوال کرے۔ گوید۔ بہادر جواب میں کہتا ہے۔ مہربانی۔ بہادروں کا مقصود مہربانی ہوتی ہے وہ مہربانی کرنے کی اس طرح جستجو کرتے ہیں جیسا کہ شکاری شکار کی۔ ہر کجا۔ ہر چیز ایک محل چاہتی ہے، مہربانی کرنے کا موقع و محل بہادر ہے۔ درد۔ دوا کا محل درد ہے، بخشش و عطا کا محل فقر ہے۔

۳؎ پستی۔ پانی کا محل نشیب ہے جواب کا محل اشکال اور سوال ہے۔ آب کم جو۔ پیاس پیدا کروگے تو پانی ملے گا پانی کی آمد کا محل پیاس ہے۔ سقاہم۔ جنتیوں کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے۔ آبِ رحمت۔ اپنے اندر پستی پیدا کرو رحمت کے پانی کا محل بن جاؤ گے۔

رحمت[1] اندر رحمت آید تا بسر
پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی

بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
اے صاحبزادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر

چرخ را در زیرِ پا آر اے شجاع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا

بشنواز فوقِ فلک بانگِ سماع
آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال

تا بگوشت آید از گردوں خروش
تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے

پاک[2] کن دو چشم را از موئے عیب
عیب کے پڑوال سے دونوں آنکھوں کو صاف کرلے

تا بہ بینی باغ و سروستانِ غیب
تاکہ تو غیب کے سروستان اور باغ دیکھے

دفع کن از مغز و از بینی زکام
سر اور ناک سے زکام رفع کر

تاکہ ریح اللہ آید در مشام
تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

ہیچ مگذار از تپِ صفرا اثر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ

تا بیابی از جہاں طعمِ شکر
تاکہ تو عالم (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے

دارُوئے مردی کن و عنّیں مپو
مردمی کا علاج کر اور عنّین (بنا ہوا) نہ بھاگا پھر

تا بروں آیند صد گوں خوبرو
تاکہ سَو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں

کُندۂ[3] تن را ز پائے جاں بکن
جان کے پانوں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے

تا کند جولاں بگردِ آں چمن
تاکہ وہ اس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے

غلِ بخل از دست و گردن دور کن
بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اُتار ڈال

بختِ نو دریاب از چرخِ کہن
پرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کرلے

ور نمی تانی بہ کعبہ لطف پر
اگر (خود) نہیں کر سکتا ہے مہربانی کے کعبہ کی طرف پرواز کر

عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کردے

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے

رحمتِ کلّی قوی تر دایہ ایست
عام رحمت بہت قوی دایہ ہے

دایہ و مادر بہانہ جو بود
آنا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں

تا کہ کے آں طفلِ او گریاں شود
تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟

طفلِ حاجاتِ شمارا آفرید
(اللہ تعالیٰ نے) تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کردیا

تا بنالید و شود شیرش پدید
تاکہ تم روؤ اور اس کا دودھ پیدا ہو

---

[1] رحمت۔ کسی ایک مقام پر نہ رکو فضلِ بے پایاں کے طالب رہو۔ چرخ را۔ اس قدر مجاہدے کرو کہ آسمان قدمبوسی کرنے لگے پھر اسرارِ حق سن سکوگے۔ پنبۂ وسواس۔ شیطانی اثر کا ازالہ کرکے اسرارِ حق سن سکوگے۔

[2] پاک کن۔ چشمِ بصیرت کو وسواس کے پڑوال سے صاف کرلو تاکہ اسرارِ غیب دیکھ سکو۔ دفع کن۔ حواسِ باطنہ کو نفسانی خواہش سے صاف کرلو تب عالمِ غیب کی لذتوں سے مستفید ہوگے۔ صفرا۔ صفراوی بخار میں میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے۔ عنّین۔ نامرد یعنی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کرو تاکہ تم مظہرِ کمالات بن سکو۔ خوبرو یعنی خوبصورت بچے۔

[3] کُندۂ تن۔ روح کے لئے جسم بمنزلہ بیڑی کے ہے۔ پہلے زمانے میں جبکہ جیلخانے نہ تھے قیدی کا پانوں لکڑی کے بڑے کندے میں پھنسا کر ڈال دیا جاتا تھا وہ پھر چل پھر نہ سکتا تھا۔ غُل۔ پیر کی بیڑی بھی نکال اور گردن اور ہاتھ کی بیڑیاں بھی اتار پھینک پھر نیا نصیبہ حاصل ہوگا۔ کعبۂ لطف۔ مہربانی کا قبلہ یعنی شیخ۔ چارہ گر۔ شیخ۔ زاری۔ خدا کی رحمت کو متوجہ کرنے کا سب سے قوی سبب انسان کی گریہ وزاری ہے۔ دایہ۔ انّا اور اماں دودھ پلانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہیں اسی طرح اللہ کی رحمت ہے۔ شعر
رحمتِ حق بہانہ می جوید رحمتِ حق بہانہ می جوید
طفلِ حاجات۔ اللہ نے انسان کے پیچھے ضرورتیں لگادی ہیں جن کی بدولت انسان گریہ وزاری کرتا ہے تو گویا وہ ضرورتیں بمنزلہ بچے کے ہیں۔

گفت اُدعُوا اللہ بے زاری مباش
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اللہ کو پکارو، (گریہ و) زاری کے بغیر نہ رہ

تا بجوشد شیرہائے مہرہاش
تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں

ہائے و ہوئے بادِ شیر افشانِ ابر
ابر سے دودھ برسانیوالی ہوا کے زناٹے

در غمِ ما اند یک ساعت تو صبر
ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کرے

فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ نشنیدۂ
آسمان میں تمہارا رزق ہے، تو نے نہیں سنا؟

اندریں پستی[۵۱] چہ بر چسپیدۂ
پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

ترس و نومیدیت داں آوازِ غول
اپنے خوف اور ناامیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ

می کشد گوشِ تو تا قعرِ سفول
جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

ہر ندائے کاں تُرا بالا کشد
جو آواز تجھے (عالم) بالا کی طرف کھینچے

آں ندائے داں کہ از بالا رسد
سمجھ لے کہ وہ آواز (عالم) بالا سے آئی ہے

ہر ندائے کاں تُرا حرص آورد
جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے

بانگِ گرگے[۵۲] داں کہ اُو مردم درد
بھیڑیے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے

ایں بلندی نیست از روئے مکاں
یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے

ایں بلندیہاست سوئے عقل و جاں
یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں

ہر سبب بالاتر آمد از اثر
ہر سبب نتیجے سے بلند ہے

سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
پتھر اور لوہا، چنگاری سے بلند ہے

آں فلانے[۵۳] فوقِ آں سرکش نشست
وہ فلاں اُس متکبر سے اونچا بیٹھا

گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست
اگرچہ صورتًا برابر میں بیٹھا ہے

فوقیِ آنجاست از روئے شرف
وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے

جائے دور از صدر باشد مستخف
صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے

سنگ و آہن زیں جہت کہ سابق است
پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں

در عمل فوقیِ ایں دو لائق ست
عمل میں ان دونوں کی فوقیت مناسب ہے

واں شرر از روئے مقصودیِ خویش
چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے

ز آہن و سنگست زیں رو بیش بیش
اس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں

سنگ و آہن اول و پایاں شرر
پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں

لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر
لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں

---

۵۱ پستی۔ یعنی صرف رزق کے ظاہری اسباب کیلئے سرگردانی۔ ترس۔ اللہ کے کاموں میں لگنے کی وجہ سے رزق کی کمی کا اندیشہ شیطانی وسوسہ ہے اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ "شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے" قرآن میں وارد ہوا ہے۔ قعرِ سفول۔ یعنی دنیاوی انہماک۔ ہر ندائے۔ جس طرف سے آواز آتی ہے انسان اُدھر متوجہ ہوتا ہے۔

۵۲ گرگ۔ یعنی شیطان جو بنی آدم کو تباہ کرنا چاہتا ہے ایں بلندی۔ پہلے شعر میں لفظ بالا بمعنی بلندی اور فوقیت بولا تھا اب بلندی اور فوقیت کی قسمیں سمجھاتے ہیں فرماتے ہیں کبھی بلندی اور پستی مکان کے اعتبار سے ہوتی ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ روحانی اور عقلی فوقیت اور بلندی مراد ہے۔ ہر سبب۔ سبب کو نتیجہ پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ چقماق جو کہ لوہے اور پتھر سے ملاکر بنایا جاتا ہے وہ سبب ہے اور اُس سے جو آگ نکلی ہے وہ نتیجہ ہے اس اعتبار سے چقماق کو آگ کی چنگاریوں پر فوقیت حاصل ہے لیکن یہ فوقیت اور برتری مکانی نہیں ہے۔

۵۳ آں فلانے۔ ایک انسان کو دوسرے سے بلند جگہ پر مانا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہیں تو یہ بلندی بھی مکانی نہیں بلکہ رتبہ کی ہے۔ آنجا۔ یہ پہلے شعر والی فوقیت۔ جائے دور۔ صدر مجلس اگرچہ نیچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہو لیکن اُس جگہ کو فوقیت

کانِ شرر کاندر زماں واپس ترست — در صفت از سنگ و آہن برترست

وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں — پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں

در زماں شاخ از ثمر سابق ترست — در ہنر از شاخ او فائق ترست

شاخ، زمانہ میں پھل سے پہلے ہے — خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے

چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر — پس ثمر اوّل بود آخر شجر

چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے — اس لئے پھل پہلے، درخت پیچھے ہوا

سوئے خرس و اژدہا گردیم باز — زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز

ہم پھر ریچھ اور اژدہے کی طرف لوٹتے ہیں — کیونکہ اضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا — شیر مردے کرد از چنگش رہا

ریچھ نے جب اژدہے کی وجہ سے واویلا کی — بہادر مرد نے اس کو اس کے پنجے سے چھڑا دیا

حیلت و مردی بہم دادند پشت — اژدہا را او بدیں حیلہ بکشت

تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی — اس تدبیر سے اس نے اژدہے کو مار ڈالا

اژدہا را او بدیں حیلہ بہ بست — تا کہ آں خرس از ہلاک تن برست

اژدہے کو اس نے اس تدبیر سے باندھ دیا — یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

اژدہا راہست قوت حیلہ نیست — لیک فوقِ حیلۂ تو حیلہ ایست

اژدہے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے — لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے

ماکراں بسیار لیکن در کمیں — ماکر او داں وھو خیر الماکرین

تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں — اس تدبیر کرنیوالے کو سمجھ اور وہ تدبیر کرنیوالوں میں بہتر ہے

حیلۂ خود را چو دیدی باز رو — کز کجا آمد سوئے آغاز رو

جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے، واپس لوٹ — کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ

ہر چہ در پستی ست آمد از علا — چشم را سوئے بلندی نہ ہلا

جو کچھ بھی (عالمِ) پستی میں آیا ہے (عالمِ) بالا سے (آیا ہے) — خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ

روشنی بخشد نظر اندر علا — گرچہ اوّل خیرگی آرد بلا

(عالمِ) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے — اگرچہ آزمائش ابتداءً تاریکی پیدا کردیتی ہے

چشم را در روشنائی خوئے کن — گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن

آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال — اگر تو چمگادڑ نہیں ہے اس طرف دیکھ

---

[1] کانِ شرر۔ چنگاریاں بعد میں وجود میں آتی ہیں چقماق کو تقدم اور شرف زمانی ہے لیکن آگ مقصود ہے لہٰذا اسکو تقدم اور شرف رتبہ کا حاصل ہے۔ در زماں۔ شاخ کو پھل پر تقدم زمانی حاصل ہے لیکن شرف میں پھل مقدم ہے۔ اوّل۔ یعنی رتبہ کے اعتبار سے۔

[2] سوئے خرس۔ یعنی ریچھ اور اژدہے کا قصہ۔ اضمار۔ دل میں چھپانا، امر معنوی فوقیتِ معنویہ۔ مجاز۔ فوقیتِ مجازی۔ حیلت۔ حیلہ، تدبیر۔ مردی۔ بہادری۔ پشت دادن۔ مدد کرنا۔ اژدہا را۔ اژدہے میں طاقت تو تھی تدبیر نہ تھی بہادر میں طاقت اور تدبیر دونوں تھیں اس لئے بہادر اژدہے پر غالب آگیا۔

[3] لیک۔ انسان کو اپنی تدبیر پر گھمنڈ نہ چاہیے کیونکہ خدا کی تدبیر تمہاری تدبیر سے زیادہ قوی ہے۔ قرآن پاک میں ہے واللہ خیر الماکرین۔ حیلۂ خود۔ اپنی تدبیر کو بھی خدا کی عطا کردہ سمجھو۔ ہر چہ۔ صرف انسان کی تدبیر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی عطا کردہ ہے۔ پستی۔ عالمِ دنیا۔ علا۔ عالمِ آخرت۔ روشنی۔ مصائب میں پھنس کر ذاتِ حق سے غفلت ہوتی ہے لیکن جب انسان اسکو منجانب اللہ سمجھ لیتا ہے تو غم کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ چشم را۔ آنکھ کو نورِ معرفت کا عادی بنانا چاہیے۔ خفاش۔ چمگادڑ نور سے گھبراتی ہے۔

عاقبت[۱] بینی نشانِ نورِ تست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے

شہوتِ حالی حجابِ سُورِ تُست
موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے

عاقبت بینے کہ صد بازی بدید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سَو کھیل دیکھے ہیں

مثلِ آں نبود کہ یک بازی شنید
اُس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سُنا ہے

زاں یکے بازی چناں مغرور شدُ
ایک کھیل کی وجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا

کز تکبّر ز اوستاداں دُور شدُ
کہ تکبّر کی وجہ سے اُستادوں سے دور ہوگیا

سامری[۲] وار آں ہنر در خود چو دید
سامری کی طرح جب اسنے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا

او ز موسیٰؑ از تکبّر سر کشید
اُس نے موسیٰؑ سے تکبّر کی وجہ سے سرکشی کی

اُو ز موسیٰؑ آں ہنر آموختہ
اُس نے وہ ہنر موسیٰؑ سے سیکھا ہے

وز معلّم چشم را بر دوختہ
اور اُستاد سے، آنکھ بند کرلی

لاجرم موسیٰؑ دگر بازی نمود
لامحالہ موسیٰؑ نے دوسرا کھیل دکھایا

تا کہ آں بازیّ اُو جانش ربود
یہانتک کہ وہ کھیل اُس کی جان لے گیا

اے بسا دانش کہ اندر سر دوَد
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں

تا شود سرور بداں خود سر رَوَد
تاکہ اُن کی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلاجاتا ہے

سر[۳] نخواہی کہ رَوَد تو پائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو ہمہ تن پاؤں بنجا

در پناہِ قطبِ صاحب رائے باش
(اور) تدبیر والے قُطب کی پناہ میں آجا

گرچہ شاہی خویش فوقِ او مبیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اُس سے بالا نہ سمجھ

گرچہ شہدی جز نباتِ او مچیں
اگرچہ تو شہد ہو اُس کی شکر کے علاوہ نہ چُن

فکرِ تو نقش ست فکرِ اوست جاں
تیرا فکر تصویر ہے، اور اُس کا فکر جان ہے

نقدِ تو قلب ست نقدِ اوست کاں
تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اُس کا نقد کان ہے

اُو توئی خود را بجو در اوئے او
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اُسکی ہستی میں تلاش کر

کو کو گو فاختہ شو سوئے اُو
اِس کے لئے فاختہ بن اور کُو کُو کہتا رہ

ور نخواہی خدمتِ ابنائے جنس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہو

در دہانِ اژدہائی ہمچو خرس
تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے مُنہ میں ہے

ہی کمالات حاصل ہوجائیں اُس کے لئے شیخ کا اِتباع ضروری ہے۔ فکرِ تو۔ بغیر جان کا ڈھانچہ بیکار ہے۔ او توئی۔ یعنی شیخ سے اپنے آپکو بالکل متحد کردو۔ اوئے او۔ وجودِ او۔ کوکو۔ فاختہ کی آواز ہے جس کا مطلب ہے کہاں ہے کہاں ہے، یعنی وہ اپنے محبوب کو تلاش کرتی اور پکارتی ہے۔ ابنائے جنس۔ انسان اِس دھوکے میں تباہ ہوتا ہے کہ اپنے جیسے انسان کو شیخ کیسے بنائے۔

۱۔ عاقبت۔ جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہوجاتا ہے وہ انجام پر نظر رکھتا ہے۔ فوری شہوتیں پوری کرنے سے آخرت کی خوشیاں معدوم ہوجاتی ہیں۔ عاقبت بیں۔ شیخِ قدرت کے صدہا جلوے دیکھتا ہے۔ زاں۔ اِنتہائی بیوقوفی ہے کہ قدرت کا معمولی کرشمہ دیکھ کر اپنے آپ کو کامل شیوخ سے مُستغنی سمجھ لیا جائے۔

۲۔ سامری۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہے جس نے دریائے نیل عبور کرتے ہوئے ایک فرشتے کے گھوڑے کی یہ تاثیر دیکھی کہ جہاں اُس کا قدم پڑتا تھا سبزہ اُگ جاتا تھا اور زندگی کے آثار نمودار ہوجاتے تھے تو اُس نے اِس مٹی سے یہ کام لیا کہ حضرتِ موسیٰ جب کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے تو اُس نے چاندی سونے کا ایک بچھڑا بناکر اُس میں وہ مٹی ڈالدی جس سے اُسمیں زندگی کے آثار پیدا ہوگئے اور قوم کو اُس کی پرستش پر لگا دیا اور حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے لگا۔ دگر بازی نمود۔ حضرت موسیٰؑ نے بد دعا کی تو اُس کا یہ حال ہوگیا کہ کسی کے جسم سے اُس کا جسم مل جائے تو اُس کو بخار چڑھ جائے۔ اے بسا۔ انسان بھلائی کے لئے تدبیر کرتا ہے وہی اُس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

۳۔ سر نخواہی۔ اِس ہلاکت سے بچنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخِ کامل کے سپرد کردو۔ گرچہ۔ مرید کو خواہ کتنے

ور ترش[۵۱] می آیدت قندِ رضا — ہمچو خرسی در دہانِ اژدہا

اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے — تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے مُنہ میں ہے

بُو کہ اُستادے رہاند مر تُرا — وز خطر بیروں کشاند مر تُرا

شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے — اور خطرے سے تجھے نکال لے

زاری میکُن چو زورت نیست ہیں — چونکہ کوری سَر مکش از راہ بیں

خبردار، اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر — تو چونکہ اندھا ہے، راستہ دیکھنے والے سے سَرکشی نہ کر

تو کم از خرسی نمی نالی ز درد — خرس رست از درد چوں فریاد کرد

تو ریچھ سے بھی گیا گذرا ہے، درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے — ریچھ نے درد سے نجات پالی جب فریاد کی

اے[۵۲] خدا ایں سنگدل را موم کن — نالۂ اُو را خوش و مرحوم کن

اے خدا! اِس سنگدل کو موم کر دے — اُس کے رونے کو مبارک اور باعثِ رحمت بنا دے

گفتنِ نابینائے سائل با مردم کہ من دُو کوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دُو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کو ہمی گفت الاماں — من دُو کوری دارم اے اہلِ زماں

ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا، پناہ بخدا — میں دُوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اے دنیا والو!

پس دُوبارہ رحمتم آرید ہاں — چوں دُو کوری دارم من در میاں

مجھ پر ضرور دُوگُنا رحم کرو — چونکہ میں دُوگنا اندھا پن رکھتا ہوں درمیان میں ہوں

از تعجب مرد ماں گفتند لیک — ایں دُو کوری را بیاں کن نیک نیک[۵۳]

لوگوں نے تعجب سے پوچھا، لیکن — اِس دوہرے اندھے پن کو صاف صاف بتا

زانکہ یک کوریت می بینیم ما — آں دگر کوری چہ باشد وا نما

اِسلئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں — وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے، ظاہر کر

گفت زشت آوازم و ناخوش نوا — زشت آوازی و کوری شد دُوتا

بولا، میں بھدّی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں — آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دُوگنا (اندھا پن) ہو گیا

بانگِ زشتم مایۂ غم می شود — مِہرِ خلق از بانگِ من کم می شود

میری بُری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے — میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے

زشت آوازم بہر جا کہ رَود — مایۂ خشم و غم و کیں می شود

میری بُری آواز جہاں بھی جاتی ہے — غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

---

[۵۱] ور ترش۔ شیخ کی رضامندی بمنزلہ شکر ہے۔ بُو کہ۔ اگر تم شیخ کا دامن پکڑے رہو گے تو تمہیں وساوس کی ہلاکت سے نجات مل جائیگی۔ زاری۔ اگر تم میں خود صلاحیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کرو وہ کسی شیخ کی رہبری کر دے گا پھر اُس کا اتباع کر لینا۔ از درد۔ ریچھ چیخا چلایا تو بہادر اُس کی مدد کو پہنچا۔

[۵۲] اے خدا۔ چونکہ شیخ کی نافرمانی ہلاکت کا باعث ہے تو ایسے مرید کے لئے دعا مانگتے ہیں کہ خدا اُس کو رونے کی توفیق دے اور اُس کا رونا مقبول ہو۔ گفتن۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قول اور نالہ میں درد ہوتا ہے تو قابلِ رحم ہوتا ہے۔ دُو کوری۔ یعنی آنکھ کا اندھا پن اور آواز کا بھدا پن۔ دُوبارہ۔ مکرر۔

[۵۳] نیک نیک۔ خوب اچھی طرح۔ وا نما۔ ظاہر کر۔ زشت آوازی۔ آواز کا بھدا پن بھی محرومی کا سبب ہے اِس لئے اُس کو اندھا پن کہا ہے۔ بانگِ زشتم۔ بھدی آواز سے ناگوار ہوتی ہے۔ مِہر۔ مہربانی۔ کیں۔ کینہ۔

بر دو کوری رحم را دو تا کنید
دُہرے اندھے پن پر دُگنا رحم کرو

این چنیں ناگنج[1] را گنجا کنید
ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانیوالا بنا دو

زشتی آواز کم شد زیں گلہ
اِس طرح (شکوہ کرنے) سے اسکی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا

خلق شد بروے برحمت یکدلہ
لوگ اُس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے

کرد نیکو چوں بگفت اُو راز را
جب اُس نے راز بتایا، تو بھلا بنا دیا

لطفِ آوازِ دلش آواز را
اُس کے دل کی آواز نے (اُس کی) آواز کو

وانکہ آوازِ دلش ہم بد بُود
جس کے دل کی آواز بھی بُری ہو

آں سہ کوری زشتی سرمد بُود
وہ تہرا اندھا پن ہمیشہ کی بُرائی ہو گی

لیک[2] وہاباں کہ بے علت دہند
لیکن وہ بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں

بُو کہ دستے بر سرِ زشتش نہند
ہو سکتا ہے کہ اُس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھدیں

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد
چونکہ اُس کی آواز اچھی اور قابلِ رحم بن گئی

زو دلِ سنگیں دلاں چوں موم شد
اُس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے

نالۂ کافر چو زشت است و شہیق
کافر کا نالہ چونکہ بُرا اور گدھے کی آواز جیسا ہوتا ہے

زاں نمی گردد اجابت را رفیق
اِس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے

اِخسئوا بر زشت آواز آمدست
دُور ہٹو، بھدی آواز پر آیا ہے

کو ز خونِ خلق چوں سگ بود مست
کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کُتے کی طرح مست تھا

چونکہ نالہ خرس رحمت کش بُود
جبکہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو

نالات نبود چنیں، ناخوش بُود
تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے

دانکہ[3] با یوسفؑ تو گرگی کردہ
سمجھ لے کہ تو نے یوسفؑ کیساتھ بھیڑیا پن کیا ہے

یا ز خونِ بیگناہے خوردہ
یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے

توبہ کُن وز خوردہ استفراغ کُن
توبہ کر، اور کھایا ہوا اُگل دے

ور جراحت کہنہ شد رو داغ کُن
اگر زخم پُرانا ہو گیا ہے تو جا، داغ دے

باز گرد از گرگی اے روباہ پیر
اے بوڑھی لومڑی! بھیڑیا پن چھوڑ دے

نصرت از حق می طلب نِعْمَ النَّصِیر
اللہ (تعالٰی) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

---

[3] دانکہ یعنی قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے حقوق النفس یا حقوق العباد کو تلف کیا ہے۔ اِستفراغ۔ قے، یعنی حقوق کی ادائیگی کر دے۔ داغ۔ زخم کا آخری علاج داغ دینا تھا۔ روباہ پیر یعنی وہ شخص جسکی ساری عمر مکاری میں گذری ہے۔ نعم النصیر، بہترین مددگار۔

[1] ناگنج۔ وہ شخص جس کیلئے کہیں گنجائش نہ ہو۔ گنجا، سمانے کے قابل۔ کم شد۔ آواز کا بھدا پن تو کم نہ ہوا تھا لیکن چونکہ جذبۂ دل سے بات کہی لوگوں کو رحم آ گیا۔ یکدلہ۔ ایک دل والا، آخر میں ہ نسبت کیلئے ہے جیسے یکسارہ۔ آوازِ دل۔ چونکہ شکوہ دردمند دل سے کیا لہٰذا اُس کا اثر ہوا۔ وانکہ جس کی آنکھ بھی اندھی ہو اور آواز بھی بھدی پھر جذبۂ دل بھی شکوے میں نہ ہو تو اُس میں تینوں اندھے پن جمع ہو جاتے ہیں۔ سرمد۔ لازوال۔

[2] لیک۔ اِس تین قسم کے اندھے کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ بے علت۔ وہ لوگ جو بلا کسی ذاتی غرض اور وجہ کے عطا کرتے ہیں۔ خوش۔ خوشگوار۔ مرحوم۔ قابلِ رحم۔ سنگیں دلاں۔ پتھر جیسے دل والے۔ رحم دلوں کا موم ہونا تو ظاہر ہے۔ نالۂ کافر۔ چونکہ وہ دردِ دل سے خالی ہے لہٰذا مردود ہے۔ شہیق۔ گدھے کی بھاری آواز کو جو ابتدائی ہوتی ہے زفیر اور آخری ہلکی آواز کو شہیق کہا جاتا ہے۔ اجابت۔ قبولیت۔ اِخسئوا۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِخْسَئُوا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ دور ہو اسی میں پڑے رہو مجھ سے کلام نہ کرو یہ کفار سے اُس وقت کہدیا جائیگا جب وہ جہنم سے نکلنے کیلئے واویلا کریں گے۔ ناخوش بود یعنی اِس نالہ کے ناپسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔

تتمّہ حکایتِ خرس و آں ابلہ کہ بر وفائے خرس اعتماد کردہ بود

ریچھ اور اُس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصّہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید[1]
ریچھ جب اژدہے سے نجات پاگیا

واں کرم زاں مردِ مردانہ بدید
اور اُس نے اُس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا

چوں سگِ اصحابِ کہف آں خرسِ زار
(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحابِ کہف کے کُتے کیطرح

شد مُلازم درپئے آں یارِ غار
اُس یارِ غار کا ساتھی بن گیا

آں مُسلماں سر نہاد از خستگی
تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا

خرس حارس گشت از دلبستگی
تعلقِ خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست
ایک شخص وہاں سے گذرا اور اُسنے اُس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟

اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟

قصّہ واگفت[2] و حدیثِ اژدہا
اُسنے وہ قصّہ اور اژدہے کی بات سب سُنائی

گفت بر خرسے مَنہ دل ابلہا
اُس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا

دوستی ز ابلہ بتر از دشمنی ست
بیوقوف کی دوستی، دشمنی سے بدتر ہے

اُو بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست
ایسی ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے

گفت واللہ از حسودی گفت ایں
اُس نے کہا، خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے

ورنہ خرسے چہ نگری ایں مہر بیں
ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے، اِس محبت کو دیکھ

گفت مہرِ ابلہاں عشوہ دہ[3] ست
اُس نے کہا بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے

ایں حسودی من از مہرش بہ است
میرا یہ حسد کرنا اُس کی محبت سے بہتر ہے

ہی بیا با من براں ایں خرس را
خبردار! میرے ساتھ آجا اِس ریچھ کو بھگا دے

خرس را مگزیں مہل ہم جنس را
ریچھ کو پسند نہ کر، ہم جنس کو نہ چھوڑ

گفت رَو رَو کارِ خود کُن اے حسُود
اُس نے کہا اے حاسد جا جا اپنا کام کر

گفت کارم ایں بُد و بختت نبود
اُسنے کہا میرا کام یہی تھا اور تیرے نصیب میں نہ تھا

من کم از خرسے نباشم اے شریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہونگا

ترکِ اُو کن تا منت باشم حریف
اُس کو چھوڑ دے تاکہ میں تیرا دوست ہوجاؤں

بر تو دل می لرزدم ز اندیشۂ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے

با چنیں خرسے مرو در بیشۂ
ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا

---

[1] وارہیدن۔ چھوٹ جانا۔ سگ۔ اصحابِ کہف کا کُتا نیکی میں ضربُ المثل ہے۔ یارِ غار۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے وقت آنحضورؐ کا ساتھ دیا اور تین دن حضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں گذارے لہٰذا اُن کو یارِ غار کہا جاتا ہے پھر ہر مُخلص کو یارِ غار کہدیا جاتا ہے۔ حارس۔ نگہبان۔

[2] واگفتن۔ واضح طور پر کہنا۔ حدیث۔ قصّہ۔ منہ دل۔ دل نہ لگا۔ ابلہا۔ اے ابلہ۔ راندنی یعنی ہر تدبیر سے ریچھ سے پیچھا چھڑا لینا چاہیئے۔ انگری۔ الف زیادہ ہے۔

[3] عشوہ دہ۔ فریب دینے والا۔ ایں حسودی یعنی اگر بالفرض میں نے حسد سے بھی یہ بات کہی ہے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ ہم جنس یعنی مجھے۔ بخت نہ بود۔ میرا کام نصیحت کرنا تھا تیرے نصیب میں قبول کرنا نہ تھا۔ حریف۔ دوست، ساتھی، بالمقابل۔ بیشہ۔ جنگل۔

ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف[1]
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا
نورِ حق ست ایں نہ دعوی و نہ لاف
یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کیوجہ) سے ہے یہ نہ ادعا ہے نہ بکواس

مؤمنم ینظر بنورِ اللہ شدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے
ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
خبردار خبردار! اس آگ کی بھٹی سے بھاگ

ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت
اس نے یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں نہ گیا
بدگمانی مرد را سدّیست زفت
انسان کیلئے بدگمانی بڑا بندھ ہے

دستِ اُو بگرفت و دست از وے کشید
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اس نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا
گفت رفتم چوں نۂ یارِ رشید
اُسنے کہا، جبکہ سیدھا ہونیوالا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں

گفت رَو بر من تو غمخوارہ مباش
اُس نے کہا، جا تو میرا غم نہ کھا
بوالفضولا معرفت کمتر تراش
اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر

باز گفتش[2] من عدوّے تو نیم
اُس نے پھر کہا، میں تیرا دشمن نہیں ہوں
لطف بینی گر بیائی در پیَم
اگر میرے پیچھے (پیچھے) آجائیگا لطف (و محبت) دیکھیگا

گفت خوابستم مرا بگذار و رَو
اُس نے کہا، مجھے نیند آرہی ہے، مجھے چھوڑ اور جا
گفت آخر یار را منقاد شو
اُس نے کہا، آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

تا بخسپی در پناہِ عاقلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے
در جوارِ دوستے صاحبدلے
ایک صاحبدل دوست کے قریب

در خیال افتاد مرد از جدِّ اُو
اُس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا
خشمگیں شد زو بگردانید رُو
غضبناک ہو گیا، اُس سے منہ پھیر لیا

کیں مگر قصدِ من آمد خونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے
یا طمع دارد گدائی و تونی ست
یا لالچ کرتا ہے، بھک منگا اور چور ہے

یا گرو بست[3] ست با یاراں بدیں
یا اُس نے دوستوں سے اس پر شرط باندھی ہے
کہ بترساند مرا از ہمنشیں
کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا

یا حسد دارد ز مہرِ یارِ من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے
کاینچنیں جدّ میکند در کارِ من
کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کر رہا ہے

خود نیامد ہیچ از خبثِ سرش
اُس کی بد دماغی سے نہ آیا
یک گمانِ نیک اندر خاطرش
کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں

[1] گزاف۔ لغو، بیہودہ۔ نورِ حق۔ یعنی یہ میری الہامی بات ہے۔ دعوی۔ یعنی خواہ مخواہ دعوی نہیں کر رہا ہوں لاف۔ یعنی بگھارنا۔ ینظر بنور حدیث میں ہے المؤمن ینظر بنور اللہ۔ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ آتشکدہ یعنی ریچھ کی دوستی۔ سد۔ بندھ۔ زفت بھاری، موٹا۔ بگرفت یعنی نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے کا ہاتھ پکڑا لیکن اُس نے اُس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔

[2] باز گفتش۔ اِس نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے سے پھر کہا۔ خوابستم۔ مرا خواب ست۔ منقاد۔ مطیع فرمانبردار۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جدّ۔ اصرار۔ قصدِ من۔ یعنی میری جان لینے کا ارادہ۔ تونی۔ بھنگی، چور، دغاباز یعنی میری خدمت کرکے کچھ کمانا چاہتا ہے۔

[3] گرو بست۔ اُس نے شرط باندھی ہے۔ ہمنشیں۔ یعنی ریچھ۔ یارِ من یعنی ریچھ۔ خود۔ یعنی چونکہ بد دماغ تھا نصیحت کرنے والے کے بارے میں کوئی بھلا خیال اُس کے دل میں نہ آیا۔

ظنِ نیکش جملگی بر خرس بود
اُس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا

او مگر آں خرس را ہم جنس بود
شاید وہ اس ریچھ کا ہم نسل تھا

بدگمان و ابلہ و نا اہل بود
بدگمان اور بے وقوف اور نا اہل تھا

وز شقاوت اُو مطیعِ جہل بود
بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا

بدرگ و خود رای و بدبختِ ابد
بدسرشت اور خود سر اور ہمیشہ کا بدبخت

گمرہ و مغرور و کور و خوار و رد
گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود

خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال
ریچھ کو صاحب کمال پر ترجیح دی

رُو سیہ حاصل تبہ فاسد خیال
رُو سیاہ، بد انجام، گندے خیال والا

عاقلے را از سگی تہمت نہاد
کُتّے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری

خرس را دانست اہل مہر و داد
ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

گفتنِ[۲] موسیٰ علیہ السلام گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری

وحزمِ تو کجا رفت

وہ سمجھ اور پختگی کہاں چلی گئی؟

گفت موسیٰ با یکے مستِ خیال
(حضرت) موسیٰ نے ایک وہمی سے فرمایا

کاے بد اندیش از شقاوت در ضلال
کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بد خیال!

صد گمانت بود در پیغمبرم
تجھے میری پیغمبری میں سَو شک تھے

با چنیں برہان و ایں خُلقِ کریم
ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے

صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن
تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے

صد خیالت می فزود و شک و ظن
لیکن تیرے اندر سینکڑوں وہم شک اور بدگمانیاں تھیں

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہو گیا

طعن بر پیغمبریم می زدی
میری پیغمبری پر تو نے طعنہ زنی کی

گرد[۳] از دریا بر آوردم عیاں
میں نے کُھلم کُھلا دریا سے گرد اُڑا دی

تا رہید ید از شرِ فرعونیاں
یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے

زآسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا

وز دُعایم جوئے از سنگے دوید
میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہ پڑی

---

[۱] او مگر یعنی ریچھ جیسی فطرت کا تھا۔ مطیع۔ فرمانبردار۔ بدرگ۔ بدسرشت۔ خود رای۔ کسی کا کہنا نہ ماننے والا۔ بدبخت ابد۔ ازلی شقی۔ رد۔ مردود۔ حاصل تبہ۔ بد انجام۔ عاقلے یعنی نصیحت کرنے والا۔ داد۔ انصاف۔

[۲] گفتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بچھڑے کے پجاری کو سیدھا راستہ نظر نہ آیا۔ شقاوت۔ بدبختی۔ ضلال۔ گمراہی۔ صد گماں۔ سینکڑوں شبہات۔ برہان۔ دلیل۔ شک۔ یعنی پیغمبری میں شک و شبہ۔

[۳] گرد بر آوردن۔ ہلاک کر دینا، خاک اُڑانا یعنی حضرت موسیٰ نے جب بنی اسرائیل کے ساتھ دریائے نیل کو پار کیا تو بطور معجزہ کے راستہ بالکل خشک ہو گیا تھا فرعونیاں۔ فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کو گرفتار نہ کر سکا تھا۔ زآسماں۔ میدان تیہ میں بنی اسرائیل پر چالیس سال تک آسمان سے من و سلویٰ اترتا رہا۔ وز دعایم۔ حضرت موسیٰ کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے۔

Idolatry

چوب شُد در دستِ من نَر اژدہا | آب خوں شُد بر عدوّے ناسزا
میرے ہاتھ میں لکڑی نر اژدہا بنی | نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا

شُد عصا مار و کفم شُد آفتاب | آفتاب از عکسِ رُویم شُد شہاب
لاٹھی سانپ بنی، اور میری ہتھیلی سورج بنی | سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بن گیا

ایں و صد چندیں و چندیں گرم و سرد | از توائے سَرد آں تو ہّم کم نہ کرد
یہ اور ایسے ایسے سینکڑوں مختلف قسم (کے معجزوں) نے | اے کج فہم! تیرا وہم نہ مٹایا

بانگ[۲] زد گوسالہ از جادوئی | سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
جادوگری سے بچھڑا بولا | تونے سجدہ کیا، کہ میرا خدا تو ہے

آں تو ہّمہات را سیلاب بُرد | زیرکیِ باردت را خواب بُرد
تیرے ان وہموں کو سیلاب بہائے گیا | تیری لایعنی ذہانت سو گئی

چوں نبودی بدگماں در حقِ اُو | چوں نہادی سَر چنیاں اے زشت رُو
تو اُس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟ | اے بدصورت! تونے اس طرح کیوں سر دھر دیا؟

چوں خیالت نامد از تزویر[۳] او | وز فسادِ سحرِ احمق گیرِ اُو
تجھے اُس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟ | اور اُس کے احمقوں کو پھنسانیوالے جادو کا

سامری خود کہ باشد اے مُہاں | کہ خدائے بر تراشد در جہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟ | کہ جو دنیا میں خدا بنا ڈالے

چوں دریں تزویرِ اُو یک دل شُدی | وز ہمہ اشکالہا عاطل شُدی
تو جب تو اُس کی اِس مکاری سے مطمئن ہوگیا | اور تمام اِشکالات سے خالی ہوگیا

گاؤ می شاید خدائی را بلاف | در رسولی ام تو چوں کردی خلاف
بکواس سے، بچھڑا خدائی کے لائق ہو سکتا ہے؟ | میرے رسول ہونے میں تونے کیوں خلاف کیا؟

پیشِ گاوے سجدہ کردی از خری | گشت عقلت صیدِ سحرِ سامری
گدھے پن سے تونے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا | تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہوگئی

چشم دُزدیدی ز نورِ ذوالجلال | اینْت جہلِ وافر و عینِ ضلال
تونے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں | عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی

شہ براں عقل و گزینش کہ تراست | چوں تو کانِ جہل را کشتن سزاست
تیری عقل اور اُسکے انتخاب پر جو تونے کیا، تُف ہے | تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے

[۱] چوب۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی۔ کفم۔ حضرت موسیٰ کو ید بیضا کا معجزہ حاصل تھا۔ شہاب۔ یعنی سورج کی حیثیت گھٹ گئی۔ گرم و سرد۔ مختلف اقسام۔ تو ہّم۔ جادو طبع۔ بیوقوف۔

[۲] بانگ زد۔ سامری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بولنے لگا تھا۔ جادوئی۔ جادوگری۔ تو ہّمہات۔ پیغمبری کے سلسلہ میں جو شکوک تھے۔ بچھڑے کی خدائی میں نہ پیدا ہوئے۔ در حقِ او۔ بچھڑے کی خدائی۔

[۳] تزویر۔ فریب۔ او یعنی سامری۔ احمق گیر۔ بیوقوفوں کو پھانسنے والا۔ سامری۔ اُس شخص کا نام ہے جس نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا میں لگا دیا تھا۔ مُہاں۔ ذلیل۔ یک دل۔ مطمئن۔ عاطل۔ فارغ۔ خالی۔ لاف۔ بکواس۔ رسولی۔ رسالت۔ خلاف۔ مخالفت۔ گاؤ یعنی بچھڑا۔ خری۔ گدھاپن۔ سحرِ سامری۔ سامری کا جادو یہی تھا کہ اُس نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کی قدموں کی مٹی اُس بچھڑے کے بُت میں ڈال دی تھی جو اُس کی زندگی کا سبب بن گئی تھی۔ اینْت۔ زہے کلمہ تعجب ہے۔ وافر۔ گھنا۔ ضلال۔ گمراہی۔ شہ۔ کلمۂ نفرین ہے، تُف۔ گزینش۔ انتخاب۔ کان۔ معدن۔

گاوِ زرّیں[1] بانگ کرد آخر چہ گفت — کاحمقاں را اینہمہ رغبت شگفت

سونے کا بچھڑا بولا، آخر کیا کہا؟ — کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے

زاں عجب تر دیدۀ از من بسے — لیک حق را کے پذیرد ہر خسے

مجھ سے تونے اس سے زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے — لیکن ہر کمینہ حق بات کو کب مانتا ہے؟

باطلاں را چہ رُباید باطلے — عاطلاں را چہ خوش آید عاطلے

بیہودوں کو کیا بھاتا ہے؟ بیہودہ بات — لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

زانکہ ہر جنسے رُباید جنسِ خود — گاو سُوئے شیرِ نر کے رُو نہد

کیونکہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے — گائے، نر شیر کے سامنے کب آتی ہے؟

گرگ بر یوسفؑ کجا عشق آورد — جز مگر از مکر تا او را خورد

بھیڑیا، یوسفؑ سے کب عشق کرتا ہے؟ — مکر کے سوا؟ تاکہ اس کو ہڑپ کر جائے

چوں[2] ز گرگی وا رہد محرم شود — چوں سگِ کہف از بنی آدم شود

جب بھیڑیئے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے محرم ہو جاتا ہے — اصحابِ کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے

چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو — دید صد نقش گفت ہٰذا صادق

جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) — کی سچائی کو دیکھا بول اٹھے یہ سچا ہے

چوں ابوبکرؓ از محمدؐ برد بو — گفت ہٰذا لیس وجہ کاذب

جب ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی — کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے

چوں نبد بوجہل از اصحابِ درد — دید صد شق القمر باور نکرد

چونکہ ابوجہل اصحابِ درد میں سے نہ تھا — سو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا

دردمندے کش زبام افتاد طشت — زو نہاں کردیم حق پنہاں نگشت

وہ دردمند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا — ہم نے اس سے حق کو چھپایا (پھر بھی) نہ چھپا

وانکہ[3] او جاہل بُد از دردش بعید — چند بنمودیم و او آں را ندید

وہ جو کہ جاہل تھا اور اس کے درد سے دور تھا — ہم نے اس کو ہر چند دکھایا اس نے اس کو نہ دیکھا

آئینہ دل صاف باید تا درو — واشناسی صورتِ زشت از نکو

دل کا آئینہ صاف ہونا چاہیئے تاکہ اس میں — بری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

ترک کردنِ آں مردِ ناصح بعد از مبالغہ پندِ مغرورِ خرس را

اس نصیحت کرنے والے انسان کا دردرجہ کی نصیحت کے بعد ریچھ سے دھوکہ میں پڑے ہوئے آدمی کی نصیحت کو ترک کرنا

---

[1] گاوِ زرّیں۔ بچھڑے کا بت جو سامری نے سونے سے بنایا تھا۔ دیدۀ۔ یعنی معجزے۔ خس۔ کمینہ۔ باطلاں۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ گاو۔ گائے شیر کی جنس نہیں ہے۔ گرگ۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ گرگ کا تصور اُن کے بھائیوں کے جھوٹ پر مبنی ہے۔ محرم۔ بھیڑیا پن ختم کر کے بھیڑیا انسان کا ساتھی بن سکتا ہے جس طرح کہ اصحاب کہف کے کُتے کا کُتا پن ختم ہوا اور وہ اُنکا ساتھی بن گیا۔

[2] چوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں اشتراک تھا لہٰذا اُن کا اُن کی طرف میلان ہوا۔ ہٰذا صادق یعنی آنحضورؐ اپنی رسالت کے دعوے میں سچے ہیں۔ بوجہل۔ ابوجہل اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اوصاف کا اشتراک نہ تھا لہٰذا شق القمر کے معجزے سے بھی قائل نہ ہوا۔ دردمندے یعنی طالب حق۔ طشت۔ از بام افتادن راز کا ظاہر ہو جانا۔

[3] وانکہ۔ جو شخص طلب حق میں دردمند نہیں ہے۔ آئینہ دل۔ کفار کا آئینۂ دل زنگ آلود تھا لہٰذا وہ منکر بنے۔ ترک کردن۔ اگر مخاطب میں نصیحت سننے کی صلاحیت نہ ہو تو نصیحت نہ کرنی چاہیئے۔ مغرور دھوکے میں مبتلا۔

آں مسلماں[1] ترکِ آں ابلہ گرفت
اُس مسلمان نے اُس بے وقوف کو چھوڑ دیا

زیر لب لاحول گویاں باز رفت
خاموشی سے لاحول پڑھتا ہوا لوٹ گیا

گفت چوں از جدّ و پند و از جدال
بولا جبکہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے

در دلِ او بیش می زاید خیال
اُس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے

پس رہِ پند و نصیحت بستہ شد
تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے

امرِ اَعْرِضْ عَنْهُمْ پیوستہ شد
"اُن سے اِعراض کر" کا حکم وابستہ ہو گیا ہے

چوں دوایت می فزاید درد پس
جب تیری دوا درد بڑھائے تو

قصہ بر طالب بگو بر خواں عَبَس
طلب گار سے بات کر (سورہ) عبس پڑھ لے

چونکہ اعمیٰ طالبِ حق آمدست
جبکہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے

بہرِ فقرِ او را نشاید سینہ خست
اُس کے اِفلاس کی وجہ سے تنگدل نہونا چاہیئے

تو حریصی بر رشادِ مہتراں
تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے

تا بیاموزند عام از سروراں
تاکہ عوام، سرداروں سے (دین) سیکھیں

احمدا دیدی کہ قومے از ملوک[2]
اے احمدؐ، تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت

مستمع گشتند گشتی خوش کہ لوک
سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید

ایں رئیساں یارِ دیں گردند خوش
یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے

بر عرب اینہا سر اند و بر حبش
یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں

بگذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک[3]
یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائیگی

زانکہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْک
کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے

زیں سبب تو از ضریرِ مُہتدی
اِس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے

رُو بگردانیدی و تنگ آمدی
رُو گردانی کی، اور تنگ ہوئے

کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ
کہ اِس وقت یہ موقع کم ملتا ہے

تو ز یارانی و وقتِ تو فراخ
تو صحابہ میں سے ہے تیرے لیے بہت وقت ہے

مُزدحم می گردیم در وقتِ تنگ
تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا

ایں نصیحت می کُنم نہ از خشم و جنگ
یہ میں نصیحت کر رہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی

مُہتدی۔ ہدایت کرنے والا۔ مَناخ۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی یہ موقع کم آتا ہے کہ یہ لوگ آکر بات سُنیں یاراں۔ یعنی صحابہ۔ فراخ۔ وسیع۔ مُزدحم۔ ہجوم کرنے والا۔ نصیحت۔ یعنی یہ نصیحت کہ تم اس وقت قرآن سُننے کا سوال نہ کرو۔

[1] آں مسلماں یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جدال یعنی نصیحت کا بحث و مباحثہ۔ خیال یعنی شک پس۔ اگر نصیحت مزید اِنکار کا سبب بنے تو پھر نصیحت سے اعراض کرنا چاہیئے۔ اَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ اُن سے مُنہ پھیر لو۔ یہ آنحضورؐ سے اُن کفّار کے بارے میں فرمایا گیا جن پر نصیحت کارگر نہ رہی تھی۔ عَبَس۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم قریش کے بڑے سرمایہ داروں کو فہمائش کر رہے تھے۔ اِس اثنا میں ابنِ امّ مکتومؓ حاضر ہوئے اور قرآن سُنانے کی فرمائش کی تو آنحضورؐ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور اُن سرداروں سے گفتگو کو ختم کرنا پسند نہ کیا۔ اِس پر سورہ عَبَس نازل ہوئی جس کا مضمون مولانا نے آئندہ اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ اعمیٰ یعنی ابن امّ مکتوم رضؓ۔ مہتراں یعنی سردارانِ قریش۔

[2] ملوک۔ یعنی قریش کے سردار۔ لوک۔ شاید، مگر۔ ایں رئیساں۔ یعنی سردارانِ قریش۔ سر۔ سردار۔ بگذرد۔ یعنی اِن سرداروں کے مسلمان ہو جانے سے۔ صیت۔ یعنی اسلام کی شہرت۔ بصرہ۔ عراق کا مشہور شہر ہے۔

[3] تبوک۔ شام کی سرحد پر ایک شہر ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ ضریر۔ نابینا یعنی ابن اُمّ مکتوم رضؓ

احمدا نزدِ خدا این یک ضریر — بہتر از صد قیصر[1] ست و صد وزیر

اے احمدؐ! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا — سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے

یادِ اَلنّاسُ مَعادِنْ ہیں بیار — مَعدنے باشد فزون از صد ہزار

خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھ — ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے

مَعدنِ لعل و عقیقِ مُکتَنِس — بہتر ست از صد ہزاراں کانِ مِس

لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان — تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے

احمدا اینجا ندارد مال سُود — سینہ باید پُر ز عشق و درد و دود

اے احمدؐ! یہاں مال مفید نہیں ہے — ایسا سینہ درکار ہے جو عشق اور درد اور دھوئیں سے بھرا ہو

اعمیٔ روشندل آمد در مبند — پند اُو را دہ کہ حقِ اُوست پند

ایک اندھا، روشندل، دردمند آیا — اُس کو نصیحت کر، نصیحت اُس کا حق ہے

گر دو سہ ابلہ تُرا مُنکر شوند — تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند

اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں — تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ شکر کی کان ہیں

گر دو سہ احمق ترا تہمت نہد — حق برائے تو گواہی می دہد

اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں — اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے

گفت[2] از اقرارِ عالَم فارغم — آنکہ حق باشد گواہ اُو را چہ غم

فرمایا (اب) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں — جس کا خدا گواہ ہو اُس کو کیا غم ہے

گر خُفاشے راز خورشیدے خورست — این دلیل آمد کہ آں خورشید نیست

اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے — یہ اِس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے

نفرتِ[3] خُفّاشگاں باشد دلیل — کہ منم خورشیدِ تابانِ جلیل

چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہو گی — کہ میں (ربِ) جلیل کا روشن سورج ہوں

گر گلابے را جُعَل راغب شود — آں دلیلِ ناگلابی می بُود

اگر کسی گلاب (کے پھول)، کیطرف گبریلا رغبت کرے — وہ اُسکے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہو گی

گر شود قلبے خریدارِ محک — در محکّی اش درآید نقص و شک

اگر کھوٹا سکہ، کسوٹی کا طالب ہے — اُس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہوگا

دُزد شب خواہد نہ روز این را بداں — شب نیم روزم کہ تابم در جہاں

یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے، نہ کہ دن — میں رات نہیں ہوں، دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں

---

[1] قیصر۔ روم کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ اَلنّاسُ مَعادِنُ "لوگ کانیں ہیں"۔ اِس حدیث کے بقیہ لفظ یہ ہیں۔ کَمَعادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ خِیارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُھُوْا جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں جو اُنمیں سے جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ مَعدنے یعنی ابن امِ مکتومؓ۔ صد ہزار۔ یعنی سرداران قریش۔ مُکتَنِس۔ پوشیدہ، مخفی۔ مِس۔ تانبا۔ اینجا۔ یعنی دین کے معاملہ میں۔ اعمیٰ۔ یعنی ابن امِ مکتومؓ۔ مُنکر۔ یعنی رسالت کے منکر۔

[2] گفت۔ پہلے اشعار میں سورۂ عبس کا مضمون بیان کیا گیا تھا یہاں سے آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ گواہ۔ یعنی رسالت و صداقت پر۔ خورست۔ خوراک۔ نیست۔ ورنہ چمگادڑ کو اُس سے نفرت ہوتی

[3] نفرت۔ سورج سے چمگادڑوں کی نفرت اُس کے مکمل ہونے کی دلیل ہے۔ جلیل۔ یعنی ربِ جلیل۔ گر۔ بدبو میں پرورش پانیوالا گبریلا اگر گلاب سے رغبت کرنے لگے تو اُس کا گلاب ہونا مشکوک ہو جائیگا۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ یہاں کھوٹا سکہ چلانیوالے کے معنیٰ میں ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ دُزد۔ چور رات کی تاریکی سے اپنا کام چلاتا ہے شب نیم۔ لہٰذا چور اور دغاباز مجھے پسند نہیں کر سکتے ہیں۔

فارقم[۵۱] فاروقم غربیل وار
میں فرق کرنیوالا ہوں چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں

تاکہ کاہ از من نمی یابد گزار
حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی ہے

آرد را پیدا کنم من از سبوس
میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں

تا نمایم کیں نقوش ست وآں نفوس
تاکہ دکھادوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں

من چو میزانِ خدایم در جہاں
میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں

وانمایم ہر سبک را از گراں
ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں

گاؤ[۵۲] را داند خدا گوسالۂ
بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے

خر خریدارے و در خور کالۂ
گدھا خریدار، اور اُس کے مناسب مال ہوتا ہے

من نہ گاوم تا گوسالہ خرد
میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے

من نہ خارم کاشترے از من چرد
میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے

اوگماں دارد کہ با من جور کرد
وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرا کچھ بگاڑا

بلکہ از آئینۂ من روفت گرد
بلکہ اُس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

تملق کردنِ دیوانہ جالینوس را و ترسیدنِ جالینوس ازوے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اُس سے خوفزدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب[۵۳] خود
جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی)

مر مرا تا آں فلاں دارو دہد
مجھے فلاں دوا لا دے

پس بدو گفت آں یکے کائے ذوفنون
اُس سے کسی نے کہا اے صاحبِ کمالات!

ایں دوا خواہند از بہرِ جنون
یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں

دور از عقلت مگو ایں گفتگو
خدا کرے جنون تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر

گفت در من کرد یک دیوانہ رو
اُس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا

ساعتے در روئے من خوش بنگرید
تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا

چشمکم زد آستینِ من درید
مجھے آنکھ ماری، میری آستین پھاڑ دی

گر نہ جنسیت بُدے در من ازو
اگر مجھ میں اُس کی جنسیت نہ ہوتی

کے رُخ آوردے بمن آں زشت رُو
وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟

گر نہ دیدے جنسِ خود کے آمدے
اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا!

کے بغیرِ جنسِ خود را بر زدے
اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا!

---

۵۱ فارق۔ غلط اور صحیح میں امتیاز کرنیوالا۔ فاروق۔ دو چیزوں میں فرق دکھانے والا۔ غربیل۔ غربال، چھلنی۔ کاہ۔ تنکا، بھوسی۔ سبوس۔ بھوسی۔ نقوش۔ یعنی بے جان تصویریں۔ میزان۔ ترازو۔ سبک۔ ہلکا۔

۵۲ گاؤ۔ بیل کو بے عقل بچھڑا ہی خدا سمجھ سکتا ہے۔ درخور۔ مناسب، لائق۔ کالا۔ سامان۔ نہ خارم۔ اونٹ کانٹے کھانا پسند کرتا ہے۔ او گماں۔ ناقص، کامل کے کمال کا انکار کرکے سمجھتا ہے کہ اُس نے کامل کا کچھ بگاڑ دیا حالانکہ اُس کا انکار اُس کے کمال کی بنیاد بنتا ہے۔ تملق۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جالینوس کو ایک دیوانہ کے اُس سے مانوس ہونے سے یہ شبہ ہوا کہ میری عقل میں کوئی نقصان ہے ورنہ یہ دیوانہ میری طرف مائل نہ ہوتا۔

۵۳ اصحاب۔ یعنی شاگرد۔ فلاں دارو۔ یعنی وہ فلاں دوا جو مرضِ جنون میں کھلائی جاتی ہے۔ آں یکے۔ یعنی ایک شاگرد۔ دور۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ ایں گفتگو۔ یعنی جنون کی دوا کھانے کی بات۔ رو۔ یعنی رُو کرد۔ چشمکم زد۔ جو دوستی اور بے تکلفی میں ہوتا ہے۔ درید۔ بے تکلفی کی وجہ سے۔ جنسیت۔ یعنی اگر اُس کی طرح میں بھی دیوانہ نہیں ہوں۔ جنسِ خود۔ یعنی دیوانہ۔

چوں دو کس برہم زند بے ہیچ شک
جب دو شخص آپس میں ملیں ، بلاشک

درمیاں شاں ہست قدرِ مشترک[1]
اُن میں کوئی قدرِ مشترک ہے

کے پرد مُرغے مگر با جنسِ خود
ہر پرندہ اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اُڑتا ہے

صحبتِ ناجنس گورست و لحد
ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سببِ پریدن و چریدن مُرغے با مُرغِ دیگر کہ جنسِ اُو نبود
ایک پرندے کے غیر جنس پرندے کے ساتھ اُڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا

در بیاباں زاغ را با لکلکے
جنگل میں کوّے کو لقلق کے ساتھ

در عجب ماندم بجُستم حالِ شاں
میں تعجب میں رہ گیا، میں نے اُن کے حال کی جستجو کی

تا چہ قدرِ مُشترک یابم نشاں
تاکہ قدرِ مُشترک کا پتہ لگاؤں

چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ[2]
جب میں حیران اور دنگ قریب پہنچا

خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

خاصہ شہبازے کہ اُو عرشی بُود
خصوصًا وہ شہباز جو عرشی ہو

با یکے چُغدے کہ اُو فرشی بُود
ایک چُغد کے ساتھ جو فرشی ہو کیسے تعلق رکھ سکتا ہے

آں یکے[3] خورشیدِ علّیین بُود
ایک وہ جو علّیین کا سورج ہو

ویں دگر خُفّاش کز سجّیں بُود
اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجّین کی ہو

آں یکے نورے ز ہر عیبے بری
ایک وہ نور، جو ہر عیب سے بَری ہے

واں دگر کورے گدائے ہر دری
اور دوسرا وہ اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے

واں یکے ماہے کہ بر پرویں زند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے

واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے

آں یکے یوسف رُخے عیسیٰ نفس
ایک یوسفؑ جیسے چہرے والا عیسٰیؑ جیسے سانس والا

ویں دگر گرگے و یا خر یا خرس
دوسرا بھیڑیا، یا گدھا، یا ریچھ

آں یکے پرّاں شدہ در لامکاں
ایک وہ جو لامکان میں اُڑتا ہے

ویں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں
اور یہ ایک کوڑی پر کتّوں کی طرح

آں یکے سُلطانِ عالی مرتبت
وہ ایک، بلند مرتبہ بادشاہ

ویں دگر در گلخنے در تعزیت
اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر ماتم میں

---

[1] قدرِ مُشترک۔ یعنی کوئی ایسی بات جو دونوں میں موجود ہو۔ سبب۔ کوّا اور لقلق ہمجنس نہ تھے لیکن اُن میں لنگڑا پن قدرِ مُشترک تھی۔ ہم تگی۔ مل کر چلنا پھرنا۔ لکلک۔ لقلق۔

[2] حیران و دنگ۔ اِس لئے کہ دو غیر جنس کو ملا جلا دیکھا تھا۔ خاصہ۔ جبکہ کوّے اور لقلق کو دیکھ کر ایک عقلمند حیران ہوا حالانکہ دونوں میں پرند ہیں تو نبی جو عرش کا شہباز ہے اور مُنکر جو ویرانے کا چُغد ہے باہم کیسے مانوس ہو سکتے ہیں۔ شہباز۔ یعنی رسول و نبی۔ چغد۔ مُنکر۔

[3] یکے۔ یعنی رسول و نبی۔ علّیین۔ وہ دفتر جس میں جنتیوں کے نام لکھے ہونگے۔ بہشت کا بلند مقام۔ سجّین۔ وہ دفتر جس میں دوزخیوں کے نام لکھے ہوں گے جہنم کی وادی۔ نورے۔ یعنی رسول و نبی۔ کورے۔ یعنی مُنکر۔ پرویں۔ ثریا جو ستاروں کا مجموعہ ہے۔ کرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ یوسف۔ حضرت یوسفؑ کا حسن مشہور ہے۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ کے سانس میں بڑی برکتیں تھیں۔ پرّاں۔ پرواز کرنے والا۔ لامکاں۔ عالمِ لاہوت۔ کاہداں۔ کوڑے کی جگہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ تعزیت۔ ماتم۔

آں یکے خلقے ز اکرامش[51] خجل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ

ویں دگر از بینوائی منفعل
اور یہ دوسرا بے سروسامانی سے شرمندہ

آں یکے سرور شدہ ز اہلِ زماں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا

ویں دگر در خاکِ خواری بس نہاں
اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا

بلبلاں را جائے می زیبد چمن
بلبلوں کی جگہ، چمن میں مناسب ہے

مر جعل را در چمیں خوشتر وطن
گبرونڈے کا گندگی بہترین وطن ہے

با زبانِ معنوی[52] گُل با جُعَل
پھول، گبرونڈے کو زبانِ حال سے

ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بغل
یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!

گر گریزانی ز گلشن بیگماں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے، یقیناً

ہست آں نفرت کمالِ گلستاں
وہ نفرت، چمن کا کمال ہے

غیرتِ من بر سرِ تو دور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ

می زند کاے خس ازیں در دور باش
(پھینک کر) مارتی ہے اے کمینے! اس در سے دُور رہ

ور بیامیزی تو با من اے دنی
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا

ایں گماں آید کہ از کانِ منی
یہ خیال ہوگا کہ تو میری جنس کا ہے

گر در آمیزد[53] ز نقصانِ من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے

زاں کہ پندارند کو زانِ من ست
کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے

حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے

چوں سزد بر من پلیدی را گماشت
تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہوگا؟

یک رگم ز ایشاں بُد و آں را بُرید
میری ایک رگ ان میں کی تھی اس کو کاٹ دیا

در من آں بد رگ کجا خواہد رسید
وہ بُری رگ مجھ میں کہاں آسکتی ہے؟

یک نشانِ آدم آں بُد از ازل
(حضرت) آدم کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی

کہ ملائک سر نہندش از محل
کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے ان کو سجدہ کریں

یک نشانِ دیگر آں کہ آں بلیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان

ننہدش سر کہ منم شاہ و رئیس
ان کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں

پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہوجاتا

او نہ بودے آدمؑ او غیرے بُدے
تو وہ آدمؑ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا

---

[51] اکرام۔ تعظیم کرنا، بخشنا۔ خجل۔ شرمندہ۔ منفعل۔ نادم، شرمندہ۔ سرور۔ سردار۔ می زیبد۔ زیب می دہد۔ جعل۔ نجاست کا کیڑا، گبرونڈا۔ چمیں۔ نجاست، گندگی۔

[52] معنوی۔ باطنی یعنی زبانِ حال۔ گندہ بغل۔ بغل گند، بدبودار۔ گر گریزانی۔ یہ پھول کا مقولہ ہے۔ غیرت۔ انبیا اور بزرگوں کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ خدا کے دشمن اُن سے دُور رہیں۔ دور باش۔ پہلے مصرع میں اُس دوشاخہ نیزے کے معنی میں ہے جو چوبدار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ بادشاہ یا امیر کے آگے چلتا ہے تاکہ لوگ راستہ سے دور ہوجائیں دوسرے مصرع میں یہ "دور ہو" کے معنی میں ہے۔ دنی۔ کمینہ۔ کان۔ معدن۔

[53] گر در آمیزد۔ برے لوگ بھلوں سے میل بھلوں کے نقصان کا سبب ہے۔ آنِ منست یعنی ہم جنس ہے۔ بُرید۔ آنحضورؐ کا سینہ مبارک کئی بار شق کیا گیا اُس میں سے خون کی ایک بوند نکال دی گئی اور اُس کو زمزم سے پاک کیا گیا۔ یک نشاں۔ حضرت آدمؑ کے کمال کی دو نشانیاں تھیں ایک تو یہ کہ ملائکہ اُن کو سجدہ کریں دوسری یہ کہ شیطان سجدہ نہ کرے۔ منم۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں اُس کو سجدہ کیوں کروں۔ پس۔ اگر شیطان سجدہ کرلیتا تو کمال کی دوسری نشانی مفقود ہوجاتی۔

هم سجودِ ہر مَلک میزانِ[1] اوست — هم جحودِ آں عدو بُرہانِ اوست
ہر فرشتہ کا سجدہ اُس کا معیار ہے — اُس دشمن کا اِنکار بھی اس کی دلیل ہے

هم گواہِ اوست اقرارِ مَلک — هم گواہِ اوست کفرانِ سگک
فرشتہ کا اِقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے — ذلیل کُتّے کا اِنکار بھی اُس کا گواہ ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا چہ کرد آں خرس با آں شیر مرد
اِس بات کی انتہا نہیں ہے، واپس چل — کہ اُس ریچھ نے اُس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

تتمۂ قصۂ اعتمادِ آں مغرور بر تملّقِ خرس

اُس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنیکا باقی قصہ

او بخفت و خرس میراندش مگس[2] — وز ستیز آمد مگس شد باز پس
وہ سو گیا اور ریچھ اُس کی مکھیاں اُڑاتا تھا — اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آجاتی تھیں

چند بارش راند از روئے جواں — واں مگس زو باز می آمد دواں
اُس نے کئی بار اُن کو جوان کے منہ پر سے اُڑایا — وہ مکھیاں تیزی سے واپس آجاتیں

خشمگیں شد با مگس خرس و برفت — بر گرفت از کوہ سنگے سخت و زفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا — پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اُٹھا لیا

سنگ آورد و مگس را دید باز — بر رُخِ خفتہ گرفتہ جائے ساز[3]
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا — سوئے ہوئے کے منہ پر ٹھکانا بنائے ہوئے

بر گرفت آں آسیا سنگ و بزد — بر مگس تا آں مگس واپس خزد
اُس نے چکی جیسا، پتھر اُٹھایا اور مارا — مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں

سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد — ایں مَثَل بر جملہ عالم فاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے منہ کو خشخاس جیسا کر دیا — یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی

مہرِ اَبلہ مہرِ خرس آمد یقیں — کینِ اُو مہر ست و مہرِ اوست کیں
بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے — اُس کا کینہ محبت ہے اور اُس کی محبت کینہ ہے

عہدِ او سست ست و ویران و ضعیف — گفتِ او زفت و وفائے او نحیف
اُس کا عہد و پیمان، کمزور اور برباد اور ضعیف ہے — اُس کی باتیں گھنی ہیں اور اُس کی وفاداری کمزور ہے

گر خورد سوگند ہم باور مکن — بشکند سوگند مردِ کژ سخن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر — اُلٹی باتیں کرنے والا، قسم توڑ ڈالتا ہے

---

[1] میزان معیار۔ جحود۔ اِنکار۔ عدو۔ شیطان۔ گواہ۔ حضرت آدمؑ کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا اقرار اور سجدہ گواہ ہے اسی طرح شیطان کا اِنکار بھی گواہ ہے۔ کفران۔ اِنکار، ناشکری۔ سگک۔ کاف تصغیر کا ہے یعنی شیطان۔ ایں سخن یعنی ناقصین کا اِنکار کاملین کی فضیلت کی دلیل ہے۔ تملّق۔ چاپلوسی، خوشامد۔

[2] او یعنی شیر مرد۔ وز ستیز۔ مکھی کی عادت ہے کہ اُڑاؤ تو وہ لوٹ کر آتی ہے۔ جواں۔ یعنی شیر مرد۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔

[3] جائے ساز۔ موافق جگہ۔ آسیا سنگ۔ سنگِ آسیا۔ چکی کا پتھر۔ خزد۔ خزیدن بمعنی گھسنا کا فعل مضارع ہے۔ ایں مثل۔ وہ ضرب المثال جو دوسرے شعر میں مذکور ہے۔ کینِ او۔ بیوقوف دشمنی میں جدا ہو جائیگا تو نقصان نہ پہنچا سکے گا دوستی کے میل جول کی وجہ سے نقصان رساں ہوگا۔ عہدِ او۔ بیوقوف کا کوئی عہد و پیمان مضبوط نہیں ہوتا ہے وہ یا تو ٹوٹا ہوتا ہے اُس میں وفاداری نہیں ہوتی ہے۔ گر خورد۔ بیوقوف کی قسم پر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہیے وہ فوراً قسم توڑ ڈالتا ہے۔

چونکہ بے سوگند گفتش بُد دروغ — تو میفت از مکر و سوگندش بدروغ[51]

چونکہ اُس کی بغیر قسم کے بات، جھوٹ تھی — تو اُسکے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

نفسِ او میر ست و عقلِ او اسیر — صد ہزاراں مُصحفش خود خوردہ گیر

اس کا نفس حاکم ہے، اور اُس کی عقل قیدی ہے — لاکھوں قرآن اُس کے کھائے ہوئے سمجھ

چونکہ بے سوگند پیماں بشکند — گر خورد سوگند ہم آں بشکند

جبکہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے — اگر قسم بھی کھالے گا اُس کو توڑ ڈالے گا

زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں — کہ کند بندش بسوگندِ گراں

کیونکہ اِس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہوگا — کہ اُس کو بھاری قسم میں قید کرے

چوں اسیرے بند بر حاکم نہد — حاکم آں را بدرد بیروں جہد

جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے — حاکم اُس کو توڑ دے گا، باہر نکل آئے گا

بر سرِ ش کوبد ز خشم آں بند را — می زند بر روئے اُو سوگند را

اُس کے سر پر وہ بیڑی دے مارے گا — قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا

تو اَوْفُوا بِالْعُقُوْدش دست شو — اِحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ با او مگو

تو "عہدوں کو پورا کرو" سے اس سے ہاتھ دھولے — "اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اُس سے نہ کہہ

وانکہ داند عہد با کہ می کند[52] — تن کند چوں تار و گرد اُو تند

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ عہد کس سے کرتا ہے — جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اُسکے گرد تنتا ہے

بعیادت رفتنِ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر صحابی رنجور و فائدۂ عیادت

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار صحابی کی مزاج پُرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شد — واندراں بیماریش چوں تار شد

صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہوگئے — اور اُس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہوگئے

مصطفیٰ آمد عیادت سوئے اُو — چوں ہمہ لطف و کرم بُد خوئے اُو

حضرت مصطفیٰؐ اُن کے پاس بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے — چونکہ آپ کی عادت، مجسم لطف و کرم تھی

در عیادت رفتنِ تو فائدہ است — فائدہ آں باز بر تو عائدہ است

بیمار پرسی کے لئے تیرا فائدہ ہے — اس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے

فائدہ اوّل کہ آں شخصِ علیل — بُو کہ قطبے باشد و شاہِ جلیل[53]

پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص — ہوسکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو

---

[51] دروغ - جھا چھد، مکر - نفسِ او - بیوقوف کی عقل پر اُس کا نفس حاکم ہوتا ہے اگر وہ قسم کی بجائے لاکھوں قرآن بھی کھا جائے تو کیا اعتبار ہے - چونکہ - عہد شکنی کا عادی بہر حال عہد توڑ ڈالتا ہے - زانکہ - اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُسپر نفس حاکم ہوتا ہے اور حاکم کسی قسم کی بیڑی کب برداشت کرسکتا ہے اُسکو جلد توڑ ڈالیگا ہاں اگر انسان کی طبیعت سلیم ہو تو وہ قسم کی بیڑی کا احساس کرے گا - اسیر - قیدی یعنی وہ بیوقوف جو نفس کی قید میں ہے - حاکم یعنی نفس - بر سرش - قسم توڑ کر دُوگنے عذاب میں مبتلا کریگا - اَوْفُوا بِالْعُقُوْدِ مومنین کو خطاب ہے اپنے عہدوں کو پورا کرو - اِحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ اپنی قسموں کی نگہداشت رکھو۔

[52] وانکہ - ایک مومن سمجھتا ہے کہ وہ قسم کھا کر خدا سے عہد کرتا ہے - تن کند یعنی اپنے جسم کو دھاگا بنا کر اُس کو مضبوط باندھتا ہے اور اُسکی حفاظت میں جان قربان کرتا ہے - عیادت - بیمار پرسی - اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بعض بندگانِ خدا فنائیت کے اُس مقام پر ہوتے ہیں کہ اُنکے ساتھ کوئی عہد ہو یا دیگر معاملہ وہ خدا کے ساتھ سمجھا جاتا ہے - چوں - آنحضورؐ کے اخلاق کریمانہ تھے - عائدہ - لوٹنے والا یعنی عیادت کا فائدہ خود عیادت کرنیوالے کا اپنا فائدہ ہے

[53] بُو بود - شاید - قطب - اولیاء عظام میں سے ایک عالی رتبہ ولی کا لقب [illegible]

social contact

چوں دو چشمِ دل نداری اے عنود — وٓانمی دانی تو ہیزم راز عُود
اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہے — تو اگر لکڑی اور چندن سے ممتاز نہیں سمجھ سکتا ہے

چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج — ہیچ ویراں رامداں خالی زگنج
جبکہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو — کسی ویرانے کو (بھی) خزانے سے خالی نہ سمجھ

قصدِ ہر درویش می کن از گزاف — چوں نشاں یابی بجد می کن طواف
ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر — جب پتہ پالے تو کوشش کر کے چکر کاٹ

چوں ترا آں چشمِ باطن بیں نبود — گنج می پندار اندر ہر وجود
جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے — ہر وجود میں خزانہ سمجھ

ور نباشد قطب یارِ رہ بود — شہ نباشد فارسِ اسپہ بود
اگر قطب نہ ہوگا، راستہ کا یار ہوگا — شاہ نہ ہوگا، گھوڑا سوار ہوگا

پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار — ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار
یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ — کوئی ہو، پیادہ ہو یا سوار

ور عدو باشد ہم ایں احساں نکوست — کہ باحساں دوست گردد گر عدوست
اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے — اگر دشمن ہے، احسان کی وجہ سے دوست ہو جائیگا

ور نگردد دوست کینش کم شود — زانکہ احساں کینہ را مرہم شود
اگر دوست نہ بنا تو اس کی دشمنی کم ہو جائیگی — اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے

پس فوائد ہست غیر ایں لیک — از درازی خائفم اے یارِ نیک
اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں، لیکن — اے بھلے یار! میں طوالت سے خائف ہوں

حاصل ایں آمد کہ یارِ جمع باش — ہمچو بتگر از حجر یارے تراش
خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن — بت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے

زانکہ انبوہی و جمعِ کارواں — رہزناں را بشکند پشت و سناں
اس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اسکی کثرت — ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بہ موسیٰؑ کہ چرا بہ عیادتِ من نیامدی

حضرت موسیٰؑ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا؟

آمد از حق سوئے موسیٰؑ ایں عتیب — کاے طلوعِ ماہ دیدہ تو ز جیب
موسیٰؑ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی — اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے

لہ وٓانمی دانی۔ جب تم خاص قطب کو نہیں پہچانتے ہو تو ہر مومن کی عیادت کر لیا کرو۔ چونکہ۔ دنیا اولیا سے خالی نہیں ہے تلاش جاری رکھو پالوگے۔ چوں۔ جب تسلی دستیاب ہو جائے اُس پر جان قربان کردو

لہ گنج۔ اہلِ باطن کے پالینے کی تدبیر یہی ہے کہ ہر جگہ اُن کو تلاش کرو۔ یارِ رہ۔ یعنی بیمار اگر قطب نہ ہوگا تو کوئی سالکِ راہِ طریقت ہوگا۔ شہ۔ یعنی قطب۔ فارس۔ گھوڑا سوار۔ صلہ۔ باہمی تعلق۔ ہر کہ۔ یعنی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ ور عدو۔ دشمن سے بھلائی کرو دشمنی دوستی سے بدل جائے گی۔

لہ ور۔ بھلائی کرنے سے دشمن دوست بھی نہ بنے گا تو دشمنی میں کمی آجائے گی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیادت سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک اچھا معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور اچھے معاشرہ میں زندگی گوشۂ تنہائی کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ حجر۔ مردہ دل میں اپنی محبت پیدا کرو۔ و زانکہ۔ یہ اجتماعی زندگی کی فضیلت ہے۔ وحی۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر مسلمان کی عیادت کرنی چاہیئے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ عتیب۔ عتاب، ناراضی۔ جیب۔ گریبان حضرت موسیٰؑ کے معجزہ یدِ بیضا کی طرف اشارہ ہے۔

مُشرِقت کردم بنورِ ایزدی[1]
میں نے خدائی نور سے تجھے مُشرِق بنایا

من حقم رنجور گشتم نامدی
میں خدا ہوں، میں بیمار ہوا تو نہ آیا

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں
(حضرت موسیٰ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے

اینچہ رمز ست ایں بکن یارب عیاں
یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اِس کو ظاہر کر دے

باز فرمودش کہ در رنجوریم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اُس سے کہا کہ میں مریض ہوں

چوں نہ پُرسیدی تو از روئے کرم
تو نے از روئے کرم میری پُرسش کیوں نہ کی

گفت یارب نیست نقصانے ترا
اُنھوں نے عرض کیا اے خدا تیرے لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے

عقل گم شد ایں گرہ را بر کشا
عقل گم ہو گئی ہے، یہ گرہ کھول دے

گفت آرے بندۂ خاص گزیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ

گشت رنجور اُو منم نیکو ببیں
بیمار ہوا، اور وہ میں ہوں، خوب سمجھ لے

ہست رنجوریش رنجوریِ من
اُس کی بیماری میری بیماری ہے

ہست معذوریش معذوریِ من
اُس کی معذوری میری معذوری ہے

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
جو خدا کی ہم نشینی چاہتا ہے

گو نشیند در حضورِ اولیا
کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے

از حضورِ اولیا گر بگسلی[2]
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہیگا

تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کُلی
تو برباد ہے، کیونکہ تو جزو ہے کُل نہیں ہے

ہر کرا دیو از کریماں وا بُرد
شیطان جس کو بھلوں سے جُدا کر دے

بیکسش یابد سرش را وا خورد
اُس کو بے سہارا پا لیتا ہے اُس کا سر چبا لیتا ہے

یک بدست از جمع رفتن یکزماں
تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک بالشت جماعت سے دور ہونا

مکرِ شیطاں باشد و نیکو بداں
شیطان کا مکر ہوگا خوب سمجھ لے

جدا کردن باغباں صوفی و فقیہ و علوی را از یکدگر و ادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا

دید چوں دزداں بباغِ خود سہ مرد
اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے

یک فقیہ و یک شریف و صوفئے[3]
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی

ہر یکے شوخے فضولی لوفئے
(جنھیں سے) ہر ایک بے حیا، بکواسی، لغو گو

---

[1] مُشرِق۔ حضرت موسیٰؑ نورِ خداوندی کے مَظہر تھے۔ رنجور۔ بیمار۔ زیاں۔ نقصان یعنی بیماری وغیرہ۔ در رنجوریم۔ میں مریض ہوں۔ نقصان۔ یعنی بیماری۔ گرہ۔ یعنی خدا کا اپنے آپ کو بیمار کہنے کا عُقدہ۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ اُو منم۔ جب انسان فنائیت کے مُقام پر پہنچتا ہے تو گویا اتحاد ہو جاتا ہے۔ ہست۔ مقامِ فنا میں پہنچ جانیوالے ولی کا بیمار ہونا گویا خدا کا بیمار ہونا ہے اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے۔ اولیا۔ جبکہ اولیا اللہ کا خدا سے اتحاد ہے تو اُنکے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے۔

[2] از حضور۔ اولیاء کی صحبت باعثِ نجات ہے ورنہ شیطانی وساوس موجب ہلاکت بنیں گے۔ جزوی یعنی تو ناقص ہے۔ کُلی یعنی تو کامل نہیں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ کریماں۔ یعنی اولیا اللہ۔ وا خورد۔ یعنی شیطان ہلاکت کا سبب بنجاتا ہے۔ بدست۔ یعنی بقدر بالشت۔ جمع۔ جماعت۔ جدا کردن۔ پہلے شعر میں جماعت سے علیحدگی کی مضرت سمجھائی تھی اب اِس کو اس حکایت سے واضح کرتے ہیں

[3] فقیہ۔ مولوی مُفتی۔ علوی۔ وہ سید جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں ہے چوں دزداں۔ یہ تینوں بلا اجازت

گفت با اینها مرا صد[۱] حجت است
اُس نے (دل میں)، کہا انکے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں

لیک جمع اند و جماعت رحمت است
لیکن اکٹھے ہیں، اور جماعت رحمت ہے

بر نیایم یک تنہ با سہ نفر
تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا

پس ببرّم شاں نخست از یکدگر
پہلے اُن کو ایک دوسرے سے جُدا کردوں

ہر یکے را من بسوئے افگنم
میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں

چونکہ تنہا شاں کُنم سر بر کنم
جب اُن کو اکیلا اکیلا کردوں گا سر پھوڑ دوں گا

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ
تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا

تا کُند یارانش را بے اُو تباہ
تاکہ اُس کے دوستوں کو اُس کے بغیر تباہ کرے

گفت صوفی را برو سوئے وُثاق[۲]
اُس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا

یک گلیم آور برائے ایں رفاق
اِن ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ

رفت صوفی گفت خلوت با دو یار
صوفی چلا گیا اُس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا

تو فقیہی ویں شریفِ نامدار
آپ مولوی ہیں، اور یہ مشہور سید ہیں

ما بفتوائے تو نانے می خوریم
ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں

ما بہ پرِّ دانشِ تو می پریم
ہم آپ کی عقل کے پَر سے پرواز کرتے ہیں

ویں[۳] دگر شہزادہ و سلطانِ ماست
یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں

سیّد ست از خاندانِ مصطفیٰ ست
سید ہیں (حضرت) مصطفیٰ کے خاندان سے ہیں

کیست آں صوفی شکم خوارِ خسیس
وہ صوفی پیٹو، کمینہ کون ہوتا ہے؟

تا بود با چوں شما شاہاں جلیس
کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشین بنے

چوں بیاید مر وُرا پنبہ کنید
جب آئے اُس کی روئی دُھن دو

ہفتہ بر باغ و راغِ من زنید
تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو

باغ چہ بود جانِ من آنِ شماست
باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہاری مِلک ہے

اے شما بودہ مرا چوں چشمِ راست
تم تو میری داہنی آنکھ ہو

وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت
اُس نے (اُن میں) وسوسہ پیدا کردیا اور انکو دھوکا دیا

آہ کز یاراں نمی باید شگیفت
افسوس ہے یاروں سے صبر کر لینا مناسب نہیں ہے

چوں برہ کردند صوفی را و رفت
جب اُنھوں نے صوفی کو روانہ کردیا اور وہ چلا گیا

خصم شد اندر پیش با چوبِ زفت
دشمن اُس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا

---

۱ صد حجت۔ زبانی دلائل سے قائل کردونگا لیکن۔ اگر مار پیٹ کی نوبت آئی تو میں تینوں سے نہ جیت سکونگا۔ پس لہٰذا اِن تینوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیئے اور ایک ایک کرکے نبٹنا چاہیئے۔ بے اُو۔ پہلے اُنکو پھر فقیہ اور شریف کو تنہا تنہا کرکے تباہ کرے۔

۲ وُثاق۔ واؤ کے کسرہ کے ساتھ، قید، واؤ کے پیش کے ساتھ، گھر۔ گلیم۔ کمبل۔ رِفاق۔ رفیق کی جمع ہے، ساتھی خلوت۔ یعنی تنہائی میں۔ فتویٰ۔ عوام، فقیہ کے فتوے سے حلال و حرام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پرِّ دانش۔ فقیہ عقلی دلائل قائم کرتا ہے۔

۳ ویں یعنی شریف۔ خاندان۔ اہلبیت۔ شکم خوار۔ پیٹو۔ جلیس۔ ہم نشین۔ پنبہ کنید۔ یعنی اُس کو روئی کی طرح دُھن دو۔ بعض صاحبان نے تنبہ سمجھ کر تنبیہ کا مخفف قرار دیا ہے۔ راغ۔ چمن۔ زنید۔ یعنی خیمہ زنید۔ آن۔ ملکیت۔ چشمِ راست۔ دائیں آنکھ زیادہ محبوب ہے شگیفت۔ صبر کیا۔ برہ۔ یعنی گھر کے راستہ کی جانب۔ خصم۔ یعنی باغبان۔ زفت۔ موٹا۔

گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز | اندر آئی باغِ ما تو از ستیز[1]

بولا اے کتے! تو وہی صوفی ہے کہ تیزی سے | تو ہمارے باغ میں جبرًا اندر آتا ہے

ایں جنیدت رہ نمود و بایزید | از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید

یہ راستہ تجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا ہے | کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش | نیم کُشتش کرد و سر بشگافتش

جب صوفی کو اکیلا پایا اُس کو پیٹ ڈالا | اُس کو آدھ مُوا کر دیا اور اُس کا سر پھاڑ دیا

گفت[2] صوفی آنِ من بگذشت لیک | اے رفیقاں پاسِ خود دارید نیک

صوفی بولا میرا وقت تو گذر گیا لیکن | اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو

مر مرا اغیار دانستید ہاں | نیستم اغیار تر زیں قلتباں

خبردار تم نے مجھے غیر سمجھا | اِس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں

آنچہ من خوردم شما را خوردنی ست | وایں چنیں ضربت جزائے ہر دنی ست

جو کچھ میں نے چکھا، تمہیں بھی چکھنا ہے | اِس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے

رفت بر من بر شما ہم رفتنی ست | ایں چنیں شربت شما را خوردنی ست

مجھ پر جو گذری، تم پر بھی گذرنی ہے | اِس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے

ایں[3] جہاں کوہ ست گفتِ گوئے تو | چوں صدا ہم باز آید سوئے تو

یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو | گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے

چوں ز صوفی گشت فارغ باغباں | یک بہانہ کرد زاں پس جنسِ آں

جب باغبان، صوفی سے نبٹ لیا | اِس کے بعد اِسی طرح کا ایک بہانہ کیا

کاے شریفِ من برو سوئے وثاق | کہ ز بہرِ چاشت پختم من رقاق

کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا | اِس لئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں لگائی ہیں

از درِ خانہ بگو قیماز را | تا بیارد آں رقاق و قاز را

دروازے میں نوکر سے کہنا | تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے

چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں | تو فقیہی ظاہر ست ایں و یقیں

جب اُسکو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ والے! | تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے

او شریفے می کند دعویٰ سرد | مادرِ او را کہ داند تا چہ کرد

وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعویٰ کرتا ہے | اُسکی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اُس نے کیا کیا ہے؟

[1] ستیز۔ لڑائی۔ جنید بغدادیؒ مشہور بزرگ ہیں۔ بایزید۔ بایزید بسطامیؒ مشہور بزرگ ہیں۔ نیم کُشتہ۔ ادھ مُوا۔

[2] گفت۔ صوفی نے پٹنے کے بعد فقیہ اور شریف سے کہا۔ قلتبان۔ دیوث۔ بے غیرت۔ ضربت۔ مار۔ دنی۔ کمینہ۔

[3] ایں جہاں۔ یعنی دنیا بمنزلہ پہاڑ ہے جس میں صدائے بازگشت ہوتی ہے۔ ع ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے
چاشت۔ ناشتہ کا وقت۔ رقاق۔ چپاتیاں۔ قیماز۔ خادم۔ قاز۔ بطخ۔ دعویِٰ سرد۔ دعویٰ بغیر دلیل۔

برزن و برفعلِ زن دل می نہید | عقلِ ناقص وانگہائے اعتمید
عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو | ناقص عقل، اور پھر بھروسہ!

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ | بستہ است اندر زمانہ بس غبی
اپنے آپ کو علیؓ اور نبیؐ سے | وابستہ کردیا ہے دنیا میں بہت سے بیوقوفوں نے

ہر کہ باشد از زنا و ززانیاں | ایں بُرد ظن در حقِ رَبّانیاں
جو شخص زنا، اور زانیوں کی اولاد ہو | وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے

ہر کہ بر گردد سرش از چرخہا | ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را
جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے | وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے

آنچہ گفت آں باغبانِ بوالفضول | حالِ اُو بُد دور ز اولادِ رسولؐ
اُس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا | خود اُس کا حال تھا، رسولؐ کی اولاد سے دور

گر نہ بودے اُو نتیجہ مُرتداں | کے چنیں گفتے برائے خانداں
اگر وہ مرتدوں کا نطفہ نہ ہوتا | خاندان (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا؟

خواند افسونہا شنید آں رافقیہ | در پئیش رفت آں ستمگارِ سفیہ
اُس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سُنے | وہ احمق ظالم اُس کے تابع بن گیا

گفت اے خر اندریں باغت کہ خواند | از پیمبر دُزدیت میراث ماند
بولا، اے گدھے! اِس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے | پیمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی

شیر را بچہ ہمی ماند بدو | تو بہ پیغمبر بچہ می مانی بگو
شیر کا بچہ اُس کے مشابہ ہوتا ہے | بتا تجھ میں پیغمبر کی کیا مشابہت ہے؟

با شریف آں کرد آں دوں از کجی | کہ کند با آلِ یٰسین خارجی
کجی سے اُس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا | جو خاندانِ نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے

تا چہ کیں دارند دائم دیو و غول | چوں یزید و شمر با آلِ رسولؐ
دیکھو! شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں | یزید اور شمر کی طرح، رسولؐ کی اولاد کیساتھ

شد شریف از زخمِ آں ظالم خراب | با فقیہ اُو گفت با چشمِ پُر آب
سید اُس ظالم کی مار سے برباد ہوا | آنسو بھری آنکھوں سے اُس نے مولوی سے کہا

پایدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم | چوں دہل شو زخم می خور بر شکم
ٹھہر، اب جبکہ تو اکیلا اور کم رہ گیا | ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

۱؎ برزن۔ نسب کا معاملہ عورت کے قول و فعل پر مبنی ہے۔ اعتمید۔ اعتماد خویشتن۔ یعنی اس زمانہ میں بہت سے بے وقوف اپنے آپ کو آنحضورؐ اور حضرت علی رضؓ کی اولاد بتاتے ہیں۔

۲؎ ہر کہ۔ چونکہ گذشتہ شعر میں سید کے لئے باغبان کے نامناسب قول کا ذکر تھا اس لئے مولانا اظہار کرتے ہیں کہ دوسروں کو حرامی کہنا خود حرامی ہونے کی دلیل ہے۔ ربّانیاں۔ یعنی اہل بیت۔ ہر کہ۔ جیسے خود چکرانے والے کو گھر چکراتا نظر آتا ہے اسی طرح حرامی کو دوسرے حرامی نظر آتے ہیں۔ نتیجہ۔ یعنی اولاد و نطفہ۔ مُرتد۔ دین سے منحرف ہوجانے والا۔ خاندان یعنی اہل بیت۔ ستمگار یعنی باغباں۔ سفیہ۔ بے وقوف۔

۳؎ گفت۔ یعنی باغبان نے شریف سے کہا۔ میراث۔ چونکہ وہ آلِ رسول تھا۔ مانی۔ مانند ہستی۔ یٰسین۔ بعض مفسرین نے اس کو آنحضورؐ کا نام قرار دیا ہے۔ خارجی۔ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؓ سے منحرف ہوکر ان کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ یزید۔ ابن معاویہؓ اسی کے دورِ حکومت میں حضرت امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کیا گیا۔ شمر۔ وہ نصیب جو حضرت امام حسینؓ کا قاتل تھا۔ پایدار۔ ٹھہر۔ فرد تنہا۔ دہل۔ ڈھول۔

گر شریف و لایق و ہمدم نیم — از چنیں ظالم[1] ترا من کم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں — تیرے لئے اُس ظالم سے کم نہیں ہوں

مر مرا دادی بدیں صاحب غرض — احمقی کردی ترا بئس العوض
تو نے مجھے اِس خود غرض کے سپرد کر دیا — تو نے بیوقوفی کی، تیرے لئے بُرا بدلہ ہے

شُد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ — چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ
وہ اُس سے نبٹا، آیا کہ او مولوی! — تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے

فتویت اینست اے بریدہ دست — کاندر آئی و نگوئی امر ہست
اے ہتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے — کہ اندر آجائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے

ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط — یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
اِس طرح کا جواز تو نے وسیط میں پڑھا ہے — یا یہ مسئلہ محیط میں ہے

ایں بگفت و دست بر وے بر کُشاد — دستِ اُو کین دلش را داد داد
یہ کہا اور اُس پر ہاتھ چھوڑ دیا — اُس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی

گفت حقستت بزن دستت رسید — ایں سزائے آنکہ از یاراں بُرید
اُس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا — یہی اُس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا

من سزاوارم باین و صد چنیں — تا چرا ببریدم از یاراں بکیں
میں اِس اور اِس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں — کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟

گوش کردم آں ہمہ افسوس[2] تو — میزنم بر سر کہ شُد ناموس تو
تیری سب ملامت میں نے سُنی — سر پر (دُھتڑ) مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی

زد وُرا القصہ بسیار و بخست — کرد بیرونش ز باغ و در ببست
قصہ مختصر اُس کو بہت مارا اور چورا کر دیا — اُس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا

ہر[3] کہ تنہا ماند از یارانِ خود — ایں چنیں آید مر اُو را جملہ بد
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا — اِس طرح کی سب خرابیاں اُس پر آتی ہیں

ایں عیادت از برائے ایں صلہ ست — ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
یہ بیمار پُرسی اِس تعلق کے لئے ہے — اور یہ تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پُرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

[1] ظالم۔ یعنی باغبان۔ بئس العوض۔ بُرا بدلہ۔ فتویت۔ فتوائے تو۔ امر۔ حکم، اجازت۔ وسیط۔ امام غزالی کی مشہور کتاب ہے۔ محیط۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

[2] افسوس۔ ملامت۔ ناموس۔ عزت۔

[3] ہر کہ۔ مجمع اور جماعت سے علیحدگی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ایں عیادت۔ عیادت سے جماعتی زندگی بنتی ہے۔

در عیادت شد رسول بے ندید[1] — آں صحابی را بحالِ نزع دید
بے نظیر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیمار پرسی کیلئے روانہ ہوئے — اُن صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا

چوں شُدی دُور از حضورِ اولیا — در حقیقت گشتۂ دُور از خدا
جب تو اولیا کے پاس حاضری سے دُور ہو گیا — حقیقتاً تو خدا سے دُور ہو گیا ہے

چوں نتیجہ ہجرِ ہمراہاں غم ست — کے فراقِ روئے شاہاں زاں کم ست
جبکہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے — شاہوں کے حضور سے جدائی اِس سے کب کم ہے؟

سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب — تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ — تاکہ تو اُس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

رو بخسپ اندر پناہے مُقبلے[2] — بُو کہ آزادت کُند صاحبدلے
کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ — شاید کوئی صاحبِ دل تجھے آزادی دیدے

گر سفر داری بدیں نیت برو — ور حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر سفر کرنا ہے اِس نیت سے جا — اگر اقامت ہو (تو بھی) اُس سے غافل نہ ہو

دربدر می گرد و میرو کو بکو — جُستجو کن جُستجو کن جُستجو
دربدر پھر، کوچہ بکوچہ جا — تلاش کر، تلاش کر، تلاش

تا توانی ز اولیاء بر متاب — جہد کُن واللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب
جب تک ہو سکے اولیا سے مُنہ نہ موڑ — کوشش کر۔ اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

گفتن شیخے مر بایزید[3] را کہ کعبہ منم گردِ من طواف کُن

ایک شیخ کا بایزید رح سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کرلے

سوئے مکّہ شیخ اُمّت بایزید رح — از برائے حجّ و عُمرہ می دوید
اُمّت کے شیخ بایزید رح مکّہ کی جانب — حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

اُو بہر شہرے کہ رفتے از نخست — مر عزیزاں را بکردے باز جُست
وہ جس شہر میں جاتے ابتدائً — خاصانِ خدا کی تلاش کرتے

گرد می گشتے کہ اندر شہر کیست — کو بر ارکانِ بصیرت مُتّکی ست
چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے — جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اوّل طالبِ مردے شوی
اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے — یہ چاہیئے کہ ابتدائً تو مرد (حق آگاہ) کا طالب بنے

---

[1] ندید۔ مثال، نظیر۔ نزع۔ جانکنی۔ چوں شوی۔ مولانا عیادت کے قصّہ کو پورا کرنا چاہتے تھے لیکن اولیاء کی صحبت کی ترغیب کے بیان نے مولانا کو وہ پورا نہ کرنے دیا اور پھر صحبتِ اولیاء کی بات شروع کردی۔ چوں نتیجہ۔ اگر اہل اللہ سے دوری، قربِ حق سے محرومی کا سبب نہ بھی ہو تو جدائی کا غم ہی کیا کم ہے۔ بہتر ز آفتاب۔ سورج تو ظاہری انوار پہنچاتا ہے اولیاءٌ کے فیض سے باطنی نور حاصل ہوتا ہے۔

[2] مُقبلے۔ یعنی ولی اللہ۔ صاحبدل۔ ولی اللہ، اُس کی صحبت خواہشاتِ نفسانی سے آزاد کردیتی ہے۔ گر۔ انسان سفر میں ہو یا حضر میں ہر حالت میں اولیاء اللہ کی صحبت کی جستجو کرے۔

[3] بایزید۔ بسطامی مشہور ولی گزرے ہیں۔ عزیزاں۔ اولیاء اللہ۔ ارکانِ بصیرت۔ یعنی شرائطِ طریقت۔ مُتّکی۔ تکیہ لگانیوالا۔ گفت حق۔ یعنی اللہ نے بایزیدؒ کے دل میں الہام فرمایا۔ مرد۔ یعنی ولی اللہ۔

قصدِ[1] گنجے کُن کہ ایں سُود و زیاں — در تبع آید تو آں را فرع داں
خزانہ کا ارادہ کر، کیونکہ یہ نفع و نقصان — تبعًا حاصل ہو جائے گا اُس کو تو فرع سمجھ

ہر کہ کارد قصدِ گندم باشدش — کاہ خود اندر تبع می آیدش
جو بوتا ہے اُس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے — بھوسا تبعًا اُس کو حاصل ہو جاتا ہے

گر بکاری جو نباید گندمے — مردمے جو مردمے جو مردمے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اُگے گا — کسی مردِ (حق) کی تلاش کر کسی مردِ (حق) کی تلاش کر کسی مردِ (حق) کی

قصدِ کعبہ کُن چو وقتِ حج بود — چونکہ رفتی مکّہ ہم دیدہ شود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر — جب تو پہنچے گا مکّہ بھی دیکھ لیا جائے گا

قصد در معراج دیدِ دوست بُود — در تبع عرش و ملائک ہم نمود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا — تبعًا عرش اور فرشتے بھی دکھائی دیگئے

سیّد[2] الاعمالُ بالنّیات گفت — نیّتِ خیرت بسے گلہا شگفت
سیّد (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں — تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کِھلے ہیں

نیّتِ مؤمن بود بہ از عمل — ایں چنیں فرمود سُلطانِ دُوَل
مؤمن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے — سلطنتوں کے بادشاہ نے اِسی طرح فرمایا ہے

حکایت[3] خانہ ساختنِ مُریدے و امتحانِ پیر مُرید را

ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مُرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانۂ نو ساخت روزے یک مُرید — پیر آمد خانۂ اُو را بدید
ایک مُرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا — پیر آیا، اُس نے اُس کے گھر کو دیکھا

گفت شیخ آں نو مریدِ خویش را — امتحاں کرد آں نکو اندیش را
شیخ نے اپنے اِس نئے مرید سے فرمایا — اُس خیر اندیش کا اِمتحان لیا

روزن از بہرِ چہ کردی اے رفیق — گفت تا نور اندر آید زیں طریق
اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے — اُس نے کہا تاکہ اِس راستہ سے روشنی اندر آئے

گفت آں فرع است ایں باید نیاز — تا ازیں رہ بشنوی بانگِ نماز
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کیلئے ہونا چاہیئے — تاکہ تو اِس راستہ سے اذان سُنے

نور خود اندر تبع می آیدت — نیّت آں را کُن کہ آں می باید
روشنی تبعًا خود تیرے پاس اندر آئے گی — اُسکی نیت کر جسکی نیت کرنی چاہیئے

---

[1] قصدِ گنج۔ یعنی سفر کا اصل مقصد کسی ولی اللہ کی زیارت کو بنالو، سفر کے دوسرے منافع تبعًا حاصل کرو اور اُنکو فرع سمجھو۔ ہر کہ۔ جس طرح کاشتکار کا اصل مقصد گیہوں ہے بھوسا ضمنًا حاصل ہو جاتا ہے قصدِ کعبہ۔ حج کا مقصد اصل کعبہ کی زیارت ہے مگر شہر کی تبعًا زیارت ہو جاتی ہے۔ در معراج۔ آنحضور ص کا مقصود معراج میں دیدارِ باری تعالیٰ تھا عرش و ملائک کا دیدار تبعًا حاصل ہو گیا۔

[2] سیّد۔ آنحضور ص نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جیسی نیت ہو گی ویسا ہی اُس عمل کا نتیجہ ہو گا۔ نیت۔ حدیث شریف ہے نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ وَ عَمَلُ الْمُنَافِقِ خَیْرٌ مِّنْ نِّیَّتِہٖ یعنی مومن کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے اور منافق کا عمل نیت سے بہتر ہوتا ہے یعنی منافق جو عمل کرتا ہے اُس میں فاسد نیت ہوتی ہے۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عمل میں اعلیٰ مقصد کی نیت کرنی چاہیئے ادنیٰ مقصد خود حاصل ہو جائیگا۔ نو مرید۔ یہ مرید ابھی شیخ کی تعلیمات سے پورا مستفید نہیں ہوا تھا۔ روزن۔ روشندان۔ گھر میں روشندان بناتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اُس کا مقصد ذکر اللہ اور اذان کی آمد کو قرار دے روشنی روشندان سے خود مل ہی جائیگی۔

بایزید اندر سفر جستے بسے / تا بیابد خضرِ وقتِ خود کسے

بایزید رح نے سفر میں بہت تلاش کیا / تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے

دید پیرے با قدے ہمچوں ہلال[1] / یافت در وے فرّ و گفتارِ رجال

ایک بوڑھے، ہلال جیسے قد والے کو دیکھا / اُنہیں مردانِ (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی

دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب / ہمچو فیلے دیدہ ہندستان بخواب

آنکھوں سے نابینا، اور دل سورج کی طرح / اُس ہاتھی کی طرح جس نے ہندستان کو خواب میں دیکھا ہو

چشم بستہ[2] خفتہ بیند صد طرب / چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب

آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہے / جب (آنکھ) کھولتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا

بس عجب در خواب روشن می شود / دل درونِ خواب روزن می شود

خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے / نیند میں، دل روشندان بن جاتا ہے

آنکہ بیدار است و بیند خوابِ خوش / عارف است او خاکِ او در دیدہ کش

جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے / وہ عارف (باللہ) ہے اُسکی خاک (قدم) آنکھوں میں لگا

بایزید او را چو از اقطاب یافت / مسکنت بنمود و در خدمت شتافت

اُن کو بایزید رح نے جب قطبیوں میں سے پایا / انکساری دکھائی، اور اُن کی خدمت میں دوڑ گئے

پیشِ او بنشست و می پرسید حال / یافتش[3] درویش و ہم صاحب عیال

اُن کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کئے / اُن کو نادار، اور عیال دار پایا

گفت عزمِ تو کجا اے بایزید / رختِ غربت را کجا خواہی کشید

اُنھوں نے کہا، اے بایزید رح تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟ / سامانِ سفر کہاں لے جائے گا؟

گفت عزمِ کعبہ دارم از ولہ / گفت ہیں با خود چہ داری زادِ رہ

(بایزید رح) نے کہا شوق کیوجہ سے کعبہ کا قصد ہے / فرمایا اچھا، راستہ کا خرچ کتنا رکھتا ہے؟

گفت دارم از درم نقرہ دویست / نک ببستہ سخت بر گوشہ ردیست

کہا چاندی کے دو سَو درہم رکھتا ہوں / یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار / ویں نکوتر از طوافِ حج شمار

انھوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کرلے / اور اُس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ

واں درمہا پیشِ من نہ اے جواد / داں کہ حج کردی و شد حاصل مراد

اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھ دے / سمجھ لے کہ تو نے حج کر لیا اور مقصد پورا ہوگیا

---

[1] ہمچوں ہلال۔ وہ شیخ بڑھاپے کی وجہ سے خمیدہ کمر تھے۔ رجال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دیدہ نابینا۔ یعنی وہ شیخ دل کی آنکھوں سے عالمِ ملکوت کی سیر کرکے مسرور تھے جس طرح ہاتھی جو ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جاکر جب ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو مسرور ہوتا ہے۔

[2] چشم بستہ۔ اولیاء اللہ آنکھیں بند کرکے جب عالمِ ملکوت کی سیر کرتے ہیں تو انکو عجائبِ قدرت نظر آتے ہیں جو آنکھیں کھولنے پر نظر نہیں آتے۔ درونِ خواب۔ یعنی جب آنکھیں بند ہوتی ہیں تو دل عالمِ ملکوت کا روشندان بنجاتا ہے۔ آنکہ۔ اولیاء اللہ بیداری میں آنکھیں بند کرکے وہ حسین منظر دیکھتے ہیں جو عام انسان کو خواب میں نظر آجایا کرتے ہیں۔

[3] یافتش۔ وہ شیخ تنگدست تھے اور عیالداری بہت تھی۔ وَلَہ۔ عشق، شوق۔ ردیست۔ رداست۔ طوفی کن۔ شیخ کا بایزید کو اپنے طواف کا حکم دینا غلبۂ حال میں تھا ورنہ طواف بنظرِ عبادت کعبہ کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ نکوتر از حج۔ بایزید کا نفلی حج ہوگا اس لئے یہ فرمایا ایسی صورت میں حج سے بہتر حاجتمند اولیاء پر روپیہ صرف کردینا ہے۔ حج کردی۔ کیونکہ اس صورت میں حج سے بھی زیادہ ثواب مل جائیگا۔

عمرہ کردی عمرِ[1] باقی یافتی
تو نے عمرہ کر لیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کر لی

صاف گشتی بر صفا بشتافتی
تو پاک ہو گیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا

حق آں حقے کہ جانت دیدہ است
اُس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے

کہ مرا بر بیتِ خود بگزیدہ است
کہ اُس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے

کعبہ[2] ہر چندیکہ خانہ برِّ اوست
ہر چند کہ کعبہ اُس کی عبادت کا گھر ہے

خلقتِ من نیز خانہ سرِّ اوست
میرا وجود بھی اُس کے اسرار کا گھر ہے

تا بکرد آں خانہ را در وے نرفت
جب سے اُس نے وہ گھر بنایا ہے اُسمیں نہیں گیا ہے

واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
اور اس گھر میں اُس حیّ (و قیوم) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے

چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے

گردِ کعبہ صدق بر گردیدۂ
سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا ہے

خدمتِ من طاعت و حمدِ خداست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے

تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے

چشم نیکو باز کن در من نگر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ

تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر
تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے

بایزید[3] اکعبہ را دریافتی
اے بایزیدؒ! تو نے کعبہ پا لیا

صد بہار و عز و صد فر یافتی
سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان و شوکت پالی ہیں

کعبہ را یکبار "بیتی" گفت یار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایکبار "میرا گھر" کہا ہے

گفت "یا عبدی" مرا ہفتاد بار
مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے

بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت
(حضرت) بایزید رح نے اُن نکتوں کو یاد کر لیا

ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
سونے کے بالے کی طرح اُن کو کان میں پہنا

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید
اُن سے بایزید رح بڑھوتری میں پہنچے

منتہی در منتہی آخر رسید
کامل (مُرید) مرتبۂ کمال میں پہنچے

دانستنِ پیمبر کہ سببِ رنجوری آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اُس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار کو دیکھا

خوش نوازش کرد یارِ غار را
سچے دوست پر اچھی نوازش کی

---

[1] عمرِ باقی - ابدی زندگی. صفا - کوہ صفا پر سعی کرنے سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے. مرا - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ مومن تجھ سے افضل ہے.

[2] کعبہ - یعنی عبادتخانہ ہے. خانۂ سر - یعنی اسرارِ الٰہی کا مخزن ہے. تا بکرد - یعنی حضرت حق جل مجدہ کو جو تعلق قلبِ مومن سے ہے وہ تعلق کعبہ سے نہیں ہے اِسی لئے قلبِ مومن تجلیاتِ باری کا زیادہ مظہر ہے. بنوں مرا - اتحاد کی وجہ سے اہل اللہ کی زیارت گویا خدا کی زیارت ہے.

[3] بایزیدا - یعنی میری زیارت کعبہ کی زیارت ہے. کعبہ را - قرآن میں مذکور ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کو خطاب کر کے فرمایا گیا - "طَهِّرَا بَيْتِيَ" "تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو". یا عبدی - مومن جب بھی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ "ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما" پر پہنچتا ہے تو حضرتِ حق کی جانب سے کہا جاتا ہے. لِعَبْدِي مَا سَأَلَ - میرے بندے کیلئے ہے جو اس نے مانگا. آمد - اِس گفتگو سے حضرت بایزیدؒ کے مقامات بڑھے پہلے بھی ولایت کا کمال حاصل تھا اِس گفتگو سے مزید کمال حاصل ہوا. یارِ غار - ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ تھے، سچا دوست.

زندہ[1] شُد چوں اُو پیمبر را بدید
جب اُس نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا ایسی
گوئی آں دم حق مرا اُورا آفرید
تو کہیگا اللہ نے اُسی وقت اُسکو پیدا فرمایا ہے

گفت بیماری مرا ایں بخت داد
اُس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا
کامد ایں سلطان بر من بامداد
کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے

تا مرا صحت رسید و عافیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہوگیا
از قدومِ ایں شہِ پُر خاصیت
اِس پُر خاصیت شاہ کی تشریف آوری سے

اے خجستہ رنج و بیماری و تب
مبارک ہے مرض، اور بیماری اور بخار
اے مبارک درد و بیداریِ شب
مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا

نک مرا در پیری از لطف و کرم
یہ کہ لُطف و کرم سے بڑھاپے میں
حق چنیں رنجوری داد و سقم
اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا

دردِ پشتم داد تا من ہم زخواب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے
بر جہم بر نیم شب لابد شتاب
لامحالہ جلدی سے آدھی رات کو اُٹھ بیٹھوں

تا نہ خُسپم جملہ شب چوں گاو میش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں
دردہا بخشید حق از لُطفِ خویش
اللہ (تعالےٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے

زیں[2] شکست آں رحمِ شاہاں جوش کرد
اِس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آگیا
دوزخ از تہدیدِ من خاموش کرد
کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چُپ کردیا

رنج گنج آمد کہ رحمتہا در وست
مرض خزانہ بنا کیونکہ اُس میں رحمتیں ہیں
مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
جب چھلکا چھیلا تازہ مغز نکل آیا

اے برادر موضعِ تاریک و سرد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں
صبر کردن بر غم و سستی و درد
غم اور سُستی اور درد پر صبر کرنا

چشمۂ حیوان و جامِ مستی است
آبِ حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے
کاں بلندیہا[3] ہمہ در پستی است
اِس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں (مُضمر) ہیں

آں بہاراں مُضمر ست اندر خزاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں
پُر بہار ست ایں خزاں مگریز ازاں
یہ خزاں پُر بہار ہے اُس سے گریز نہ کر

ہمرہِ غم باش و با وحشت بساز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ
می طلب در مرگِ خود عمرِ دراز
اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

[1] زندہ۔ یعنی اُن صحابی کو از سرِ نو زندگی ملی ہے۔ سلطان۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم۔ بامداد۔ صبح کا وقت۔ پُر خاصیت۔ بعض نسخوں میں بے حاشیت یعنی بے خادموں کے شہنشاہ۔ خجستہ۔ وہ بیماری جو رحمتوں کا سبب بنے مبارک ہے۔ نک۔ یہ بیماری عبادتوں کا سبب بن گئی، دردِ کمر کی وجہ سے لامحالہ رات کو اُٹھ بیٹھتا ہوں اور تہجّد پڑھتا ہوں۔

[2] زیں شکست۔ بیماری کے مبارک ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا سے دوزخ کے عذاب سے نجات مل گئی۔ مغز۔ بیماری غفلت کے پردے چاک کردیتی ہے اور روح تازہ ہوجاتی ہے۔ اے برادر۔ مرض کی تکلیف پر صبر کرنا رحمتوں کا سبب ہے۔

[3] بلندیہا۔ مراتب کی بلندیاں مصائب کی پستیوں میں پوشیدہ ہیں، غم و وحشت پر صبر کرنے سے ابدی زندگی حاصل ہوگی۔

آنچہ گوید نفسِ[1] تو کاینجا بدست
تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں برائی ہے

مشنوش چوں کارِ او ضد آمدست
اُس کی نہ سن کیونکہ اُس کا کام بالعکس ہے

تو خلافش کُن کہ از پیغمبراں
تو اُس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے

ایں چنیں آمد وصیّت در جہاں
دنیا میں وصیّت اسی طرح آئی ہے

مشورت[2] در کارہا واجب شود
کاموں میں مشورہ ضروری ہے

تا پشیمانی در آخر کم بود
تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو

حیلہا کردند بسیار انبیا
نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں

تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا
تب اِس پاٹ پر چکی چل ہے

نفس می خواہد کہ تا ویراں کند
نفس چاہتا ہے کہ تباہ کردے

خلق را گمراہ و سرگرداں کند
مخلوق کو گمراہ اور پریشان کردے

گفت اُمّت مشورت با کہ کنیم
اُمّت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟

انبیا گفتند با عقلِ امیم
انبیاء نے فرمایا رہبر کی عقل سے

گفت اگر کودک در آید یا زنے
دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے

کو ندارد عقل و رایِ روشنے
جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے

گفت با او مشورت کُن وانچہ گفت
فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے

تو خلافِ آں کُن و در راہ اُفت
تو اس کے خلاف کر، اور چل پڑ

نفسِ[3] خود را زن شناس از زن بتر
اپنے نفس کو عورت سمجھ، عورت سے (بھی) بدتر

زانکہ زن جزو ست نفست کلِ شر
اِس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے

مشورت با نفسِ خود گر می کنی
اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے

ہر چہ گوید کُن خلافِ آں دنی
جو وہ کہے اُس کمینہ کے خلاف کر

گر نماز و روزہ می فرمایدت
اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے

نفس مکّارست مکرے زایدت
نفس مکّار ہے۔ تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے

مشورت با نفسِ خویش اندر فعال
کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہو)

ہر چہ گوید عکسِ آں باشد کمال
وہ جو کچھ کہے اُسکے بالعکس (کرنا) کمال ہے

بر نیائی با وے واستیزِ او
(اگر) اُس سے اور اُس کی لڑائی میں نہ جیتے

رو بر یارے بگیر آمیزِ او
کسی یار کے پاس جا اُس سے میل جول کر

---

۱ نفس۔ نفسِ امارہ ہمیشہ بُرائی کی طرف راغب کرتا ہے اُس کے مشورے کے خلاف عمل کرو خلافش کن نفسِ امارہ کے خلاف کرنے کی تمام انبیاء نے وصیت و نصیحت کی ہے۔

۲ مشورت۔ بیشک شرعی طور پر مشورہ کرنے کا حکم ہے مشورے سے انجام کی پشیمانی سے نجات ملتی ہے لیکن نفس سے مشورہ مناسب نہیں ہے۔ حیلہا۔ انبیاء اور رسولوں کی تدبیروں سے لوگ ہدایت یافتہ بنے ہیں لیکن۔ نفسِ امارہ راہِ ہدایت کے خلاف مشورہ دے کر برباد کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ مشورہ عقلِ سلیم والے سے کرنا چاہیئے۔ امیم۔ اِمام کا امالہ ہے۔ گفت۔ شرعی حکم ہے کہ بچّہ اور عورت کا مشورہ قابلِ قبول نہیں ہے۔

۳ نفسِ خود۔ عورت کا مشورہ جبکہ ناقابلِ قبول ہے تو نفس کا اُس سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہونا چاہیئے۔ دنی۔ کمینہ۔ گر نماز۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کا مقصد یہ ہو کہ تو سمجھ لے کہ نفس اب مطمئنہ ہوگیا ہے اور مجاہدات کو ترک کردے۔ بر نیائی۔ اگر انسان خود نفس کا مقابلہ نہ کر سکے تو شیخ کی مدد حاصل کرے۔

عقل[۵۱] قوت گیرد از عقلِ دگر
عقل، دوسری عقل سے طاقت حاصل کر لیتی ہے
نیشکر کامل شود از نیشکر
نیشکر، نیشکر سے کامل ہوتی ہے

من ز مکرِ نفس دیدم چیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں
کو برد از مکرِ خود تمییزہا
وہ اپنے مکر کے ذریعہ (اچھے بُرے کی) تمیز ختم کر دیتا ہے

وعدہا بدہد ترا تازہ بدست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے
کو ہزاران بار آنہا را شکست
جن کو اُس نے ہزاروں بار توڑا ہے

عمر[۵۲] اگر صد سال خود مہلت دہد
عمر اگر سَو سال کی بھی فرصت دے
اُوت ہر روزے بہانہ نو نہد
وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا

گرم گوید وعدہائے سرد را
غلط وعدوں کو دُرست بتائے گا
جادوے مردی ببندد مرد را
قوتِ مردمی کا جادو مردمی کو ختم کر دیتا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آجا
کہ نروید بے تو از شورہ گیا
کہ تیرے شور زمین سے گھاس نہیں اُگتی

از فلک آویختہ شد پردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے
از پئے نفرین دل آزردۂ
دردمند دل کی ملامت کے لئے

این[۵۳] قضا را ہم قضا داند علاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے
عقل خلقان در قضا گیج ست و کاج
تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے

اژدہا گشت ست آں مارِ سیاہ
وہ کالا سانپ، اژدہا بن گیا
آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا

اژدہا و مار اندر دستِ تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ
شد عصا اے جانِ موسیٰ مستِ تو
لاٹھی بن گیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰ کی جان تجھ سے مست ہے

حکمِ خذہا لا تخف دادت خدا
خدا نے تجھے "اُس کو پکڑ لے، نہ ڈر" کا حکم دیا ہے
تا بدستت اژدہا گردد عصا
تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے

ہیں یدِ بیضا نما اے بادشاہ
ہاں، اے بادشاہ یدِ بیضا دکھا دے
صبح نو بکشا ز شبہائے سیاہ
کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کر دے

دستِ تو یعنی ضیاء الحق حسام الدین کو اللہ نے وہ روحانیت دی ہے جسکے ذریعہ وہ نفس کو راہِ راست پر لاسکتے ہیں۔ خذہا۔ قرآن میں ہے۔ خذہا ولا تخف جب موسیٰ کی لاٹھی سانپ بنگئی تو وہ ڈرے تب حکم ہوا اسکو پکڑ لو اور نہ ڈرو۔ یدِ بیضاء۔ موسیٰ نے بغل میں ہاتھ ڈالکر نکالا تو وہ سفید چمکیلا بنکر نکلا تھا۔ یعنی ضیاء الحق تم بھی اپنی روشن ضمیری سے کام لیکر نفس کی اصلاح کرو۔

---

۵۱ عقل۔ مُرید کی عقل شیخ کی عقل کے ساتھ مل کر قوی ہو جائیگی۔ نیشکر۔ گنّا اگر کسی اور کھیتی میں بویا جائے تو اچھا نہ ہوگا۔ بعض نسخوں میں پیشہ گر ہے یعنی عام پیشوں میں بھی اُستاد سے ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ تمییزہا۔ نفس اچھے بُرے کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔

۵۲ عمر۔ انسان کی طویل عمر میں بھی نفس ہر روز ایک بہانہ نیکی نہ کرنے کا تراش دیتا ہے۔ وعدہائے سرد۔ پُرانے وعدے جو پورے نہیں ہوئے ہیں۔ جادو۔ مشہور ہے کہ جادو کے ذریعہ مرد کو عورت سے باندھ دیا جاتا ہے پھر وہ مرد عورت کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی نفس ایسا جادو کر دیتا ہے کہ نیکی پر قدرت نہیں رہتی۔ — از شورہ۔ شوریلی زمین میں گھاس اُگانا بہت مشکل ہے لہٰذا ہر مشکل کام کے لئے یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ از فلک۔ نفس کی مکاریوں کا ایک پردہ ہے جو آسمان سے آویزاں ہے تاکہ مبتلا ملامت کا مستحق بنے۔

۵۳ این قضا۔ نفس کی مکاریاں بھی قضاءِ خداوندی سے ہیں تو قضاءِ خداوندی ہی اُس کا علاج کر سکتی ہے انسانی عقل اُس کے علاج سے عاجز ہے۔ گیج۔ پراگندہ، پریشان۔ کاج۔ بھینگا۔ اژدہا۔ نفس ایک معمولی کیڑا تھا سانپ بنا، سانپ سے اژدہا بن گیا۔

دوزخے افروخت بر وے دم فسوں
اُس (نفس) نے دوزخ بھڑکا دی ہے اُسپر پھونک مار دے

اے[1] دم تو از دمِ دریا فزوں
اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھکر ہے

بحر مکّار ست و بنموده کفے
(وہ نفس) مکّار سمندر ہے، جھاگ دکھائی دیتا ہے

دوزخ ست از مکر بنموده تفے
دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے

زاں نماید مختصر در چشمِ تو
تیری نگاہ میں اس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے

تا زبوں بینیش جُنبد خشمِ تو
تاکہ تو اُس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آجائے

ہمچناں کہ لشکرِ انبوه بود
جیسا کہ لشکر بہت تھا

مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی نظر میں مختصر نظر آیا

تا[2] بر ایشاں زد پیمبر بے خطر
یہانتک کہ پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُنپر بلا جھجک حملہ کردیا

ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر
اگر زیادہ دیکھتے اُس سے ہچکچاتے

آں نمایش بود فضلِ ایزدی
یہ دکھاوا اللہ تعالےٰ کا کرم تھا

احمدا ورنہ تو بُد دل می شدی
ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے

کم نمود اُو را و اصحاب وُرا
اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو کم دکھایا

آں جہادِ ظاہر و باطن خدا
اللہ (تعالےٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد

تا میسّر کرد یُسرے را برو
یہانتک کہ آپ کو سہولت میسّر کردی

تا ز عُسرے اُو نگردانید رُو
جبکہ انھوں نے دشواری سے مُنہ نہ موڑا

کم[3] نمودن مر وُرا پیروز بود
اُن کو کم دکھانا کامیابی تھی

زاں نمودن روزِ اُو نوروز بود
اسلئے کہ اس طرح دکھانا اُن کیلئے عید کا دن تھا

کم نمودن بس خجستہ روز بود
کم دکھانا بہت مبارک دن تھا

کہ حقش یار و طریق آموز بود
کیونکہ اللہ (تعالےٰ) اُن کا دوست اور راہنما تھا

آنکہ حق پُشتش نباشد در ظفر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو

دانکہ خرگوشش نماید شیرِ نر
سمجھ لے اُس کو خرگوش نر شیر نظر آتا ہے

وائے گر صد را یکے بیند ز دور
اُس پر افسوس ہے اگر دور سے سَو کو ایک سمجھ بیٹھے

تا بجالش اندر آید از غرور
تاکہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے

زاں نماید ذوالفقارے حربۂ
چونکہ اُس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے

زاں نماید شیرِ نر چوں گربۂ
چونکہ اُس کو نر شیر ایک بلی نظر آتی ہے

[1] اے دمِ تو۔ اے ضیاء الحق تمہارا پھونکنا اُس دوزخ کی آگ کو بجھانے میں سمندر سے بھی زیادہ ہے۔ بحر۔ نفس بظاہر حقیر معلوم ہوتا ہے لیکن شدید تباہی کا سبب ہے۔ کف۔ سمندر کا جھاگ۔ تُف۔ گرمی۔ زاں نماید۔ اللہ کا کرم ہے کہ نفس تمہیں چھوٹا نظر آتا ہے ورنہ اُس سے مقابلہ کی ہمت چھوڑ بیٹھتے۔ ہمچناں۔ جنگِ بدر میں دشمنوں کو حقیر کرکے دکھانے کی یہی مصلحتِ خداوندی تھی۔

[2] تا۔ اگر کافروں کی فوج زیادہ نظر آتی تو حملہ کرنے میں پس و پیش کرنا پڑتا۔ نمائش۔ یعنی تھوڑا کرکے دکھانا۔ آں جہاد۔ جنگِ بدر کا جہاد باطنی بھی تھا اور جسمانی بھی۔ یُسر۔ سہولت، نرمی۔ عُسر۔ سختی، دشواری۔

[3] کم نمودن۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ کو دشمن کم نظر آئے یہی فتحمندی کا سبب بنا جس سے خوشی حاصل ہوئی۔ کہ حقش۔ یہ کم نظر آنا اللہ کا کرم تھا۔ آنکہ۔ اللہ کی مدد جس کے شاملِ حال نہ ہو اُسکو کم دشمن کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے اور وہ دشمن کو قوی سمجھتا ہے۔ وائے۔ دشمنوں کا کم نظر آنا کبھی اللہ کے کرم سے ہوتا ہے اور کبھی قہر سے۔ کفّار کے ساتھ قہر کا معاملہ تھا تاکہ دھوکا کھاکر جنگ میں کود پڑیں اور شکست کھائیں۔ ذوالفقار۔ حضرت علی رض کی تلوار کا نام ہے۔ حربہ۔ نیزہ۔

تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ
تاکہ بیوقوف ہمت کر کے جنگ کر بیٹھے

واندر آردشاں بدیں حیلت بچنگ
اور (خدا) اُنکو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے

تا بپائے خویش باشد آمدہ
تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں

آں فلیواں[1] جانبِ آتشکدہ
آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف

کاہ برگے می نماید تا تو زود
گھاس کا تنکا نظر آتا ہے، تاکہ تو جلد

پُف کُنی اُورا برانی از وجود
پھونک مار دے اور اُس کو فنا کر دے

ہیں[2] کہ آنکہ کوہہا برکندہ است
خبردار! وہ ایسا ہے کہ اُس نے پہاڑوں کو اُکھاڑ دیا ہے

زو جہاں گریان واُو در خندہ است
جہان اُس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے

می نماید تا بہ کعب ایں آب جُو
یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے

صد چو عُوجِ بن عنق شد غرقِ اُو
عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اُس میں ڈوب گئے ہیں

می نماید موجِ خونش تلِ مُشک
اُس کو خون کی موج مُشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے

می نماید قعرِ دریا خاکِ خُشک
(اُس کو) دریا کی گہرائی خُشک زمین نظر آتی ہے

خُشک دیداں بحر را فرعونِ کُور
اندھے فرعون نے اُس دریا کو خُشک دیکھا

تا درو راند ز سرمستی و زور
یہانتک کہ مستی اور طاقت سے اُس میں گھس پڑا

چوں در آید در تگِ دریا بُود
جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے

دیدۂ فرعون کے بینا بُود
فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

دیدہ[3] بینا از لقائے حق شود
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے

حق کجا ہمرازِ ہر احمق شود
اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟

قند بیند خود شود زہرِ قتول
شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے

راہ بیند خود بود آں بانگِ غول
وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے

اے فلک در فتنۂ آخر زماں
اے آسمان! تو آخری زمانے کے فتنے میں

تیز می گردی بدہ آخر اماں
تیزی سے گھومتا ہے، آخر کچھ تو، امن دے

خنجرِ تیزِ تو اندر قصدِ ما
تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے

نیشِ زہر آلودہ در قصدِ ما
زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے

اے فلک از رحمِ حق آموز رحم
اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ لے

بر دلِ مُوراں مزن چوں مار زخم
چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ

[1] فلیواں۔ فلیو کی جمع ہے، احمق۔ آتشکدہ۔ آگ کی بھٹی۔ کاہ برگے۔ برگِ کاہ، یعنی مبتدی کو نفس ایک سا حقیر چیز معلوم ہوتا ہے اور اُس کی اصلاح کو معمولی بات سمجھتا ہے حالانکہ وہ بہت خطرناک ہے۔ پُف۔ پھونک۔ برانی از وجود راندن، فنا کر دینا۔

[2] ہیں۔ نفس نے بڑے بڑے انسانوں کو تباہ کیا ہے۔ می نماید۔ یہ نفس کی مثال ہے کہ بظاہر معمولی دریا معلوم ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑے انسان کو ڈبو دیتا ہے۔ می نماید۔ اِس نفس کی خون کی موج، مُشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ قعر۔ گہرائی۔ تگ۔ تہ۔

[3] دیدہ بینا۔ بصیرت اہلِ حق کو حاصل ہوتی ہے فرعون احمق اُس کا مستحق نہ تھا۔ قتول بہت زیادہ قاتل۔ غول۔ چھلاوا جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ نیش۔ نشتر۔ موراں۔ چیونٹیاں۔ مار۔ سانپ۔

حقِ آنکه چرخهٔ چرخِ ترا[۱] — کرد گرداں بر فرازِ ایں سَرا

اُس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو — اِس گھر پر گھمایا ہے

کہ دِگرگوں گردی و رحمت کُنی — پیش ازاں کہ بیخِ ما را بر کَنی

کہ دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر — اِس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے

حقِ آنکہ دایگی کردی نخست — تا نہالِ ما ز آب و خاک رُست

اُس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی — یہانتک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اُگا

حقِ آں شہ کہ تُرا صاف آفرید — کرد چندیں مشعلہ در تو پدید

اُس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا — اور اِس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں

آنچناں معمور[۲] و باقی داشتت — تا کہ دہری از ازل پنداشتت

تجھے اِس قدر آباد اور باقی رکھا — کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا

شُکر دانستیم آغازِ تُرا — انبیا گفتند آں رازِ ترا

(خدا کا) شُکر ہے، ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے — انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

آدمی داند کہ خانہ حادِث ست — عنکبوتے نے کہ در وے عابِث ست

آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے — مکڑی نہیں، جو اُس میں کھیل رہی ہے

پشّہ کے داند کہ ایں باغ از کَیست — کو بہاراں زاد و مرگش در دَیست

مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟ — اِسلئے کہ وہ موسمِ بہار میں پیدا ہوا اُسی میں اُسکی موت ہے

کِرم[۳] کاندر چوب زاید سُست حال — کے بداند چوب را وقتِ نہال

سُست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا — وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟

ور بداند کرم از ماہیتش — عقل باشد کرم باشد صورتش

اور اگر کیڑا اُس کی حقیقت کو جان لے — وہ عقل ہوگا، اُس کی صورت کیڑے کی ہوگی

عقل خود را می نماید رنگہا — چوں پری دور ست ازاں فرسنگہا

عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے — پری کی طرح، پری سے (بھی) کوسوں دور ہے

از ملک بالاست چہ جائے پَری — تو مگس پَری بہ پستی می پَری

پری کیا چیز ہے، فرشتوں سے (بھی) بالا ہے — تو مکھی کے پَر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے

---

[۱] حق۔ یہ قسم ہے اِس کا جواب اگلا شعر ہے۔ سَرا یعنی دنیا۔ کہ دگرگوں یعنی تیری گردش ہماری تباہی کے لئے نہو۔ حقِ آنکہ۔ زمانہ نے ہمیں پرورش کیا ہے، یہ مولانا نے عام شاعرانہ انداز اختیار فرمایا ہے ورنہ زمانہ کی گردش نہ آبادی کا سبب ہے نہ بربادی کا۔ مَشعلہ یعنی ستارے۔

[۲] معمور۔ آباد۔ دہری۔ وہ شخص جو خدا کے وجود کا قائل نہ ہو اور تمام مادّی تصرّفات خود مادّہ کی طرف منسوب کرے۔ شُکر یعنی خدا کا شکر ہے۔ راز۔ یعنی آسمان کا نو پیدا ہونا۔ حادِث۔ نو پیدا۔ عنکبوت۔ مکڑی بھی کیا اپنے جالے کو ازلی سمجھ سکتی ہے۔ عابِث۔ لغو کام کرنیوالا۔ پشّہ۔ مچھر۔ باغ کی ابتدا اور انتہا سے ناواقف ہوتا ہے۔

[۳] کِرم۔ کیڑا، وہ کیڑا جو درخت کی لکڑی میں پیدا ہوتا ہے وہ اُس درخت کی ابتدا سے ناواقف ہوتا ہے۔ نہال۔ پودا۔ عقل۔ وہ کیڑا جو درخت کے حادث ہونے کو سمجھ جائے بظاہر کیڑا ہے لیکن درحقیقت وہ عقلِ مجسّم ہے۔ عقل خود را۔ عقل ایک مجرّد چیز ہے جو کیڑے کی شکل میں متشکل ہو سکتی ہے جیسے جن اور پری بلکہ وہ پری سے بھی بہت زیادہ لطیف چیز ہے۔ از ملک۔ عقل، فرشتہ سے بھی زیادہ مجرّد ہے۔ تو مگس۔ دہریہ اور عام انسان کی عقل کی پرواز مکھی کی طرح پستی کی طرف ہے جو عالم کے حادث ہونے کی طرف پرواز نہیں کرتی ہے۔

گرچہ[۵۱] عقلت سوئے بالا می پرد — مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد
اگرچہ تیری عقل (عالِم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہو — تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چُگتا ہے

علمِ تقلیدی وبالِ جانِ ماست — عاریہ است و ما نشستہ کآن ماست
تقلیدی علم ہمارا وبالِ جان ہے — وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ ہماری ملکیت ہے

زیں خرد جاہل ہمی باید شدن — دست در دیوانگی باید زدن
اِس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہیئے — دیوانگی اختیار کر لینی چاہیئے

ہر چہ بینی سودِ خود زاں می گریز — زہر نوش و آبِ حیواں را بریز
جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اُس سے گریز کر — زہر پی لے، آبِ حیات کو بہادے

ہر کہ[۵۲] بستاید ترا دشنام دِہ — سود و سرمایہ بمفلس وام دِہ
جو تیری تعریف کرے اُس کو بُرا بھلا کہہ — نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دیدے

ایمنی بگذار و جائے خوف باش — بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
امن کی جگہ کو چھوڑ، خوف کی جگہ میں رہ — عزت کو خیر باد کہہ دے اور کھُلم کھلا رُسوا بن

آزمودم عقلِ دور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
میں نے دُور اندیش عقل کو آزما لیا — اِس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عُذر گفتنِ دلقک با سیّد کہ چرا فاحشہ بنکاح آورد

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اُس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک شبے سیّد اجل — قحبہ را خواستی تو از عجل
ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا — جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا

با من ایں را باز می بایست گفت — تا یکے مستورہ[۵۳] کردیمیت جفت
مجھ سے یہ کھُل کر کہنا چاہیئے تھا — تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کر دیتا

گفت نہ مستورہ صالح خواستم — قحبہ گشتند و ز غم تن کاستم
اُس نے کہا میں نے نو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا — وہ رنڈی بنیں، اور میں غم سے گھُلا

خواستم ایں قحبہ را با معرفت — تا ببینم چوں شود ایں عاقبت
اِس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے — تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے؟

---

۵۱ گرچہ۔ دہریہ اور عام انسان میں بھی عقل ہے جو عالَم کے حدوث کا ادراک کرسکتی ہے لیکن اُس کا تقلیدی علم مانع بنتا ہے۔ علمِ تقلیدی۔ تقلیدی علم حقیقت تک نہیں پہنچاتا اور انسان اُس سے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زیں خرد۔ ناقص عقل، اور تقلیدی علم سے جہل اور دیوانگی کی بے عقلی بہتر ہے۔ ہر چہ بینی۔ ناقص عقل جس کو اچھا سمجھے اُس کو بُرا سمجھنا چاہیئے۔ زہر نوش۔ ناقص عقل جس کو زہر سمجھے وہ دراصل آبِ حیات ہے اور جس کو آبِ حیات سمجھے وہ زہر ہے۔

۵۲ ہر کہ بستاید۔ ناقص عقل والا انسان اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے تمہیں چاہیئے کہ مُنہ پر تعریف کرنیوالے کو بُرا بھلا کہدو، اور مُنہ پر تعریف کے نفع اور سرمایہ کو نیکیوں سے مُفلس کے سپرد کردو۔ ایمنی۔ ناقص عقل جس جگہ کو امن کی جگہ سمجھے اُس کو چھوڑ کر اُس جگہ جاؤ جس کو وہ ڈر کی جگہ سمجھتی ہے جسکو وہ عزت سمجھتی ہے اُس سے گریز کرو اور جس کو وہ ذلت سمجھے اُس کو اختیار کرو۔ عقلِ دور اندیش یعنی عقلِ ناقص۔ دلقک۔ ڈوم، اُس نے پردہ نشینوں کو برت کر رنج اٹھایا تو رنڈی سے نکاح کر کے تجربہ حاصل کرنے کی سوچی۔ اسی طرح عقل کے نقصانات محسوس کر کے دیوانگی کا تجربہ کرنا چاہیئے جو کہ مفید ہوگی جیسا کہ بہلول کے قصہ سے واضح ہوگا۔

۵۳ مستورہ۔ پردہ نشین عورت۔ قحبہ۔ رنڈی۔ زانیہ۔

عقل را ہم آزمودم من بسے ؛ زیں سپس جویم جنوں را مغرسے
میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا ؛ اس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کرونگا

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں بزرگ را کہ خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنیوالے کا تدبیر سے اُن بزرگ کو باتوں پر آمادہ کر لینا جنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا تھا

آں یکے می گفت خواہم عاقلے ؛ مشورت آرم بدو در مشکلے
ایک (شخص) کہہ رہا تھا، میں ایک عقلمند چاہتا ہوں ؛ اُس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا

آں یکے گفتش کہ اندر شہرِ ما ؛ نیست عاقل جز کہ آں مجنون نما
ایک (شخص) نے اُس سے کہا ہمارے شہر میں ؛ اُس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے

بر نئے گشتہ سوارہ نک فلاں ؛ می دواند در میانِ کودکاں
بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں ؛ بچوں میں اُس کو دوڑا رہا ہے

گوئے می بازد بروزان و شباں ؛ در جہاں گنجِ نہاں جانِ جہاں
دن رات گیند سے کھیلتا ہے ؛ دنیا میں چھپا خزانہ ہے، دنیا کی روح ہے

صاحبِ رائیست و آتش پارہ ؛ آسماں قدرست و اختر بارہ
صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے ؛ آسمان کے رتبہ والا ہے اور ستارے کا سوار ہے

فرِ او کروبیاں را جاں شدست ؛ او دریں دیوانگی پنہاں شدست
اُس کی عزت فرشتوں کی جان ہے ؛ وہ اِس دیوانگی میں چھپا ہوا ہے

لیک ہر دیوانہ را جاں لشمری ؛ سر منہ گوسالہ را چوں سامری
لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا ؛ سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا

چوں ولیِ آشکارا با تو گفت ؛ صد ہزاراں غیب و اسرارِ نہفت
جبکہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہدیئے ؛ غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز

مر ترا آں فہم و آں دانش نبود ؛ واندانستی تو سرگیں را ز عود
تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی ؛ تو گوبر کو اگر سے نہ پہچان سکا

از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت ؛ مر ورا اے کور کے خواہی شناخت
ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا ؛ اے اندھے! تو اُس کو کب پہچان سکتا ہے؟

گر ترا باز ست آں دیدہ یقیں ؛ زیرِ ہر سنگے یکے سرہنگ بیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے ؛ ہر پتھر کے نیچے ایک سپاہی دیکھ لے

---

۱ عقل۔ جس طرح اُس ڈوم نے پردہ نشینوں سے عاجز آکر رنڈی کا تجربہ شروع کیا اسی طرح میں عقل سے عاجز آکر دیوانگی کا تجربہ شروع کروں گا۔ مغرس۔ پودا لگانے کی جگہ، کھیت۔ بزرگ۔ یعنی حضرت بہلول ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جنہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا، بانس کو گھوڑا بنا کر بچوں میں کھیلتے رہتے تھے، خاموش رہتے تھے لیکن جب بولتے تھے تو بڑی دانائی کی بات کہہ دیتے تھے۔ مشکلے یعنی معرفت کا مشکل مسئلہ۔ شہر یعنی بغداد۔ مجنوں نما۔ حضرت بہلول جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر رکھا تھا۔ گوئے۔ شب و روز بچوں کے ساتھ گیند کھیلتے ہیں۔ گنجِ نہاں۔ معرفت کے علوم کا چھپا ہوا خزانہ ہیں۔ جانِ جہاں۔ دنیا اُن کی بدولت قائم ہے۔

۲ صاحب۔ یعنی بہلول صاحب رائے اور ذہین ہے، اور بلند شخصیت ہے۔ فرِ او۔ فرشتے اُس کی تعظیم کرتے ہیں اُس نے اپنے مرتبہ کو دیوانگی میں چھپا رکھا ہے۔ لیک۔ ہر دیوانے کو ولی سمجھنا غلط ہے۔ چوں۔ بعض اولیاء کے اپنے آپ کو دیوانگی میں چھپانے کی توجیہ ہے۔

۳ واندانستی۔ تو بھلے بُرے میں امتیاز نہ کر سکا۔ از جنوں۔ جب ولی اصل حالت میں تھا اور تو اُس کو نہ پہچان سکا تو اب جبکہ وہ دیوانگی میں پوشیدہ ہے تو اُسکو کیسے پہچان سکے گا۔ زیرِ ہر سنگے۔ شعر: خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر ؛ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

پیش آں چشمے کہ بازو رہبرست | ہر گلیمے را کلیمے در برست
اُس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے | ہر کمبلی کی آغوش میں ایک کلیم ہے

مر ولی را ہم ولی شہرہ کند | ہر کرا اُو خواست باہبرہ کند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے | جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے

کس نداند از خرد اُو را شناخت | خاصہ اُو مر خویش را دیوانہ ساخت
عقل کے ذریعہ کوئی اُس کو نہیں پہچان سکتا | خصوصاً اُس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا

چوں بدزدد دُزدِ بینا رختِ کور | ہیچ یابد دُزد را اعمیٰ بزور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرالے | اندھا چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟

کور نشناسد کہ دُزدِ اُو کہ بُود | گرچہ خود بروے زند دُزدِ عنود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اُس کا چور کون ہے؟ | اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے بھڑا دے

چوں گزد سگ کور صاحب زندہ را | کے شناسد آں سگِ دُرّندہ را
جب اندھے، گدڑی والے کو کتا کاٹ لے | وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

حملہ کردن سگ بر کور گدا
ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا | حملہ می آورد چوں شیرِ وغا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر | معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا

سگ[2] کند آہنگِ درویشاں بہ خشم | در کشد مہ خاکِ درویشاں بہ چشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے | چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے

کور عاجز شد ز بانگ و بیمِ سگ | اندر آمد کور در تعظیمِ سگ
اندھا کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آگیا | اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا

کائے[3] امیرِ صید و اے شیرِ شکار | دستِ دستِ تُست دست از من بدار
کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر! | غلبہ تجھی کو ہے، مجھے چھوڑ دے

کز ضرورت دُمِ خر را آں حکیم | کرد تعظیم و لقب دادش اَدیم
اُس دانا نے مجبوراً گدھے کی دُم کی | تعظیم کی اور اُس کو "نرمی" کا لقب دیا

گفت اُو ہم از ضرورت اے اسد | از چوں من لاغر شکارت چہ رسد
اُس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر! | مجھ جیسے بودے شکار سے تجھے کیا ملے گا؟

[1] باز۔ کھلا ہوا۔ گلیم۔ گدڑی۔ کلیم یعنی حضرت موسیٰ۔ مر ولی۔ یعنی ولی جس کو چاہتا ہے اپنی ولایت سے روشناس کرا دیتا ہے۔ کس نداند محض عقل سے کسی ولی کو نہیں پہچانا جا سکتا ہے۔ چوں۔ اندھا چور جیسے ادنیٰ انسان کو عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے تو ولی جیسے اعلیٰ انسان کو عقل سے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔ گزد۔ اندھا کاٹنے والے کتے کو محض عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے۔ وغا میدانِ جنگ۔

[2] سگ یعنی بے بہرہ درویشوں کے درپئے آزار ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوتے ہیں کہ چاند جیسے روشن دل اُن کی خاک پا کو سرمہ بناتے ہیں۔ بیم۔ خوف۔

[3] کائے۔ اندھے نے کتے کی تعظیم میں یہ کہنا شروع کر دیا کز ضرورت۔ مجبوری میں انسان گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے۔ اَدیم نرمی جو ایک عمدہ قسم کا چمڑا ہے از چوں من۔ یعنی مجھ جیسے لاغر شکار کا تجھے کیا فائدہ۔

گور می گیرند یارانت بدشت[51] — کور می گیری تو در کوچه بگشت

تیرے دوست جنگل میں گور خر پکڑتے ہیں — تو اندھے کو پکڑتا ہے، جو گلی میں گشت میں ہے

گور می جویند یارانت بہ صید — کور می جوئی تو در کوچہ بہ کید

تیرے دوست شکار میں گور خر تلاش کرتے ہیں — تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے

آں سگِ عالم شکارِ گور کرد — ویں سگِ بے مایہ قصدِ کور کرد

اُس سدھے ہوئے کُتے نے گور خر کا شکار کیا — اِس بے ہُنر کُتے نے اندھے کا قصد کیا

علم چوں آموخت سگ رَست از ضلال — می کُند در بیشہ ہا صیدِ حلال

جب کُتے نے ہُنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا — جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے

سگ چو عالم گشت شد چالاک زہف — سگ چو عارف گشت شد ز اصحابِ کہف

کُتا جب صاحبِ علم بنا چالاک و چست ہو گیا — کُتا جب با خدا بنا اصحابِ کہف میں سے ہو گیا

سگ شناسا شد کہ میرِ صید کیست — اے خدا آں نور اشناسندہ چیست

کُتا واقف ہو گیا کہ میرِ شکار کون ہے — اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟

کور[52] نشناسد نہ از بے چشمی است — بلکہ ایں زاں است کز جہل مست است

اندھا نہیں پہچانتا ہے (یہ نہ پہچاننا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے — بلکہ یہ اُس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے

نیست خود بے چشم تر کور از زمیں — ایں زمیں از فضلِ حق شد خصم بیں

زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے — یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی

نورِ موسیٰ را دید و موسیٰ را نواخت — خسفِ قاروں کرد و قاروں را شناخت

موسیٰ کے نور کو اُس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا — قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا

رجف کرد اندر ہلاکِ ہر دعی — فہم کرد از حق کہ یا ارضُ ابلعی

ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کیلئے زلزلہ میں آ گئی — "اے زمین تو پانی نگل لے" اللہ کی جانب سے سمجھ گئی

خاک[53] و باد و آب و نارِ با شرر — بے خبر از ما و از حق با خبر

مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ — ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں

ما بعکسِ آں ز غیرِ حق خبیر — بے خبر از حق با چندیں نذیر

ہم اِس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں — اور باوجود اِسقدر ڈرانیوالوں کے خدا سے بیخبر ہیں

لاجرم اَشفقنَ مِنہا جملہ شاں — کُند شد ز آمیزِ حیواں جملہ شاں

یقیناً وہ تمام (کائنات) اِس (بارِ امانت) سے ڈر گئی — اُن کی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے شست ہو گئی

---

[51] گور۔ گور خر۔ کَید۔ مکر۔ سگِ عالم۔ سدھایا ہوا کُتا۔ علم۔ علم کی یہ فضیلت ہے کہ کُتا بھی اُس کو حاصل کر کے راہ یاب ہو جاتا ہے تو انسان علم حاصل کر کے کس قدر فضیلتیں حاصل کر سکتا ہے۔ زہف۔ چُست۔ اصحابِ کہف۔ اصحابِ کہف کے کُتے کا نام قطمیر ہے۔ سگ۔ کُتے کو وہ نور عطا ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے اے خدا وہ نور ہمیں بھی عطا کر دے جس سے ہم اپنے مالک کو شناخت کریں۔

[52] کور۔ اندھے کا نہ پہچاننا دراصل قلبی بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیست۔ زمین کے آنکھیں نہیں ہیں وہ پھر بھی پہچانتی ہے۔ نور۔ حضرت موسیٰ کو اُسنے پہچانا اور اچھا معاملہ کیا نیل کی زمین خشک ہو گئی اور وہ دریا کو عبور کر گئے۔ قارون کو پہچان کر دھنسا دیا۔ رجف کرد۔ منکروں کو زلزلہ سے ہلاک کر دیا۔ حضرت نوحؑ کی نجات کیلئے پانی کو نگل گئی۔

[53] خاک۔ عناصرِ اربعہ کے آنکھیں نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو خوب پہچانتے ہیں۔ مابعکس۔ انسان کے آنکھیں ہیں غیر اللہ کو خوب پہچان لیتا ہے لیکن باوجود انبیاء کے ڈرانے کے اللہ تعالیٰ سے بے خبر بنا ہوا ہے۔ خبیر۔ خبردار۔ نذیر۔ ڈرانے والا۔ اشفقن منہا۔ قرآن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کا بار آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر ڈالنا چاہا لیکن وہ اُس سے ڈر گئے اور اُسکو قبول نہ کیا۔ کُند۔ ان کے ڈرنے کی وجہ یہ تھی اسکے تحمل کیلئے حیوانیت کے اوصاف ضروری تھے جنہیں خدا سے غفلت کا مادہ بھی ہے انھوں نے اِس وصف سے ڈر کر امانت کے تحمل سے اِنکار کر دیا۔

گفت بیزاریم جملہ زیں حیات
کہا ہم سب اِس زندگی سے بیزار ہیں

کہ بُوَد با خلق حیّ با حق مَوات
کہ مخلوق کے ساتھ زندہ، خدا کے تعلق میں مُردہ ہے

چوں بماند از خلق گردد او یتیم
جب مخلوق سے جُدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے

اُنسِ حق را قلب می باید سلیم
اللہ (تعالیٰ) سے محبت کے لئے قلب سلیم چاہیئے

چوں ز کورے دُزد دُزدد کالۂ
جب چور اندھے کا سامان چُرا لیتا ہے

می کُند آں کور عَمیا نالۂ
وہ اندھا، اندھا دھند روتا ہے

تا نہ گوید دُزد او را کاں منم
جب تک چور اُس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں

کز تو دُزدیدم کہ دُزدِ پُر فنم
میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں

کے شناسد کور دُزدِ خویش را
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟

چوں ندارد نورِ چشم واں ضیا
جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی

چوں بگوید ہم بگیر او را تو سخت
جب وہ کہدے، اُس کو مضبوطی سے پکڑ لے

تا بگوید او علامتہائے رَخت
تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتا دے

پس جہادِ[۲] اکبر آمد عصرِ دُزد
پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے

تا بگوید کو چہ دُزدید ست ہَرد
تاکہ وہ بتا دے کہ اُس نے کیا چُرایا ہے!

اوّلاً دُزدید کُحلِ دیدہ ات
اُس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چُرایا ہے

چوں ستانی بازیابی تبصرت
جب تو (واپس) لے لیگا دوبارہ بینائی حاصل کریگا

کالۂ حکمت کہ گُم کردہ دل ست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے

پیشِ اہلِ دل یقیں آں حاصل ست
اہلِ دل کے سامنے یقیناً وہ مل جاتا ہے

کورِ دل با جان و با سمع و بصر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے

می نداند دُزدِ شیطاں را اثر
شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے

زاہلِ[۳] دل جو از جماد آں را مجُو
اہلِ دل کے پاس تلاش کر، بے حس کے پاس تلاش نہ کر

کہ جماد آمد خلائق پیشِ اُو
اس لئے کہ مخلوق اُس کے مقابلہ میں بے حس ہے

باز می گردیم سوئے راز جُو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں

تا شود ہم مشورت با راز گو
تاکہ راز بتانے والے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے

[۳] زاہلِ دل ۔ حکمت اہلِ دل کے پاس ہے، عوام بے حس پتھر ہیں۔ باز می گردیم ۔ یعنی ہم حضرت بہلول رح اور مشورہ چاہنے والے کا قصہ دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

[۱] چوں ۔ مخلوق سے ایسا تعلق ہو کہ اگر وہ تعلق ختم ہو جائے تو انسان یتیم کی طرح بے سہارا رہ جائے۔ اُنسِ حق ۔ حیوانیت کے ہوتے ہوئے خدا سے اُنس قلب سلیم کا کام ہے جو ہمیں حاصل نہیں، یہانتک یہ قول اُس کائنات کا تھا جس نے امانت کے تحمل سے انکار کیا ہے۔ چوں ۔ اندھا چور کو نہیں پہچانتا اور اندھا دھند نالہ کرتا ہے۔ کے شناسد ۔ جب انسان نورِ جسم اور نورِ باطن سے محروم ہو تو چور کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ چوں بگوید ۔ جب چور اقرار کرلے تو سخت گیری کرنی چاہیئے تاکہ وہ چوری کا پورا پتہ دیدے۔ یہی معاملہ انسان کا اپنے نفس سے ہونا چاہیئے۔

[۲] جہادِ اکبر ۔ صوفیا کی اصطلاح میں نفس سے مجاہدہ کرنا جہادِ اکبر کہلاتا ہے۔ عصر ۔ دبانا، نچوڑنا۔ اِس شعر کا دوسرا مصرع بعض نسخوں میں یہ ہے:- "تا بگوید کہ چہ برد آں زن بمزد" زن بمزد کے معنی ہیں بیوی کی زنا کی کمائی کھانے والا، دیّوث۔ اوّلاً ۔ نفس سب سے پہلے انسان کی بصیرت چُرا لیتا ہے۔ کالۂ حکمت ۔ نفسِ انسانی جب انسان کو حکمت و دانائی سے محروم کر دے تو وہ دوبارہ اہلِ دل سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ کورِ دل ۔ کور باطن باوجود ظاہری حواس کے شیطانی اثرات محسوس نہیں کرتا ہے۔

مشورت جوینده آمد نزدِ اوؒ[۱] — کاے ابِ کودک شده رازے بگو

مشورہ چاہنے والا اُس کے پاس آیا — اے بچہ بنے ہوئے باپ! ایک راز بتا دے

گفت رَو زیں حلقہ کیں دَر باز نیست — باز گرد امروز روزِ راز نیست

اُسنے کہا اس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے — واپس ہو جا آج راز (بتلانے) کا دن نہیں ہے

گر مکاں را رہ بُدے در لامکاں — ہمچو شیخاں بودمے من بر دکاں

اگر مکان کے لئے لامکان میں راستہ ہوتا — مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندنِ[۲] مُحتسب مستِ خراب اُفتادہ را بسُوئے زنداں

مُحتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قید خانہ کی طرف بُلانا

مُحتسب در نیم شب جائے رسید — در بُنِ دیوار مستے خفتہ دید

کوتوال، آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا — دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا

گفت ہے مستی چہ خوردستی بگو — گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سُبُو

اُس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تو نے کیا پیا ہے؟ — اُس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے

گفت آخر در سُبو وا گو کہ چیست — گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست

اُس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟ — اُسنے کہا جو مَیں نے پیا ہے کہا یہ گول مول بات ہے

گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں — گفت آنکہ در سُبو مخفی ست آں

اُس نے کہا یہ بتا کہ جو تو نے پیا ہے وہ کیا ہے؟ — اُس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

دُور می شد[۳] ایں سوال و ایں جواب — ماند چوں خر مُحتسب اندر خلاب

یہ سوال اور جواب چلتا رہا — کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا

گفت اُو را مُحتسب ہیں آہ کُن — مست ہُو ہُو کرد ہنگامِ سخن

اُس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر — مست نے بات کرتے وقت آہا ہا کہا

گفت گفتم آہ کُن ہُو می کُنی — گفت من شادم تو از غم مُنحنی

اُسنے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہا ہا کرتا ہے — اُسنے کہا میں خوش ہوں، تو غم سے جھک گیا ہے

آہ از درد و غم و بیدادی ست — ہُوی ہُوی مے خوراں از شادی ست

آہ، درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے — شرابیوں کا آہا ہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے

مُحتسب گفت ایں ندانم خیز خیز — معرفت متراش بگذار ایں ستیز

کوتوال نے کہا، میں یہ کچھ نہیں جانتا تو کھڑا ہو اٹھ — بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر

---

۱ آو۔ یعنی حضرت بہلولؒ۔ ابِ کودک شدہ۔ یعنی بہلول کا رُتبہ باپ کا تھا لیکن بچہ بنے ہوئے تھے۔ حلقہ۔ یعنی دروازے کی زنجیر۔ مکاں۔ یعنی ناسوتی انسان۔ لامکان۔ عالمِ لاہوت۔ دکان۔ چبوترہ، مَسند۔

۲ خواندن۔ اِس قصہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ناسوتی انسان کو لاہوت کے رازوں کا علم نہیں ہوتا ہے۔ مُحتسب۔ کوتوال۔ بُن۔ جڑ۔ چہ خوردستی۔ یعنی تو نے کیا پیا ہے جس سے تو نشہ میں ہے۔ گفت۔ مست نے جواب دیا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے۔ گفت آخر۔ کوتوال نے کہا صراحی میں کیا ہے۔ گفت زانچہ۔ مست نے کہا جو میں نے پیا ہے وہ صراحی میں ہے۔ گفت آں۔ کوتوال نے کہا بات واضح نہیں ہو رہی ہے۔ بگو۔ کوتوال نے کہا جو تو نے پیا ہے وہ بتا دے

۳ دور می شد۔ کوتوال اور مست میں یہی سوال و جواب چلتا رہا۔ خلاب۔ کیچڑ۔ آہ کن۔ یعنی اب تجھے قید خانہ میں جانا ہے ہائے ہائے کر۔ ہُو ہُو یعنی خوشی کا نعرہ۔ مُنحنی۔ خمیدہ کمر۔ آہ۔ مست نے کہا ہائے ہائے تو غمزدہ مظلوم کرتا ہے شرابی تو مستی میں خوشی کے نعرے لگاتا ہے۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔

شرع کا इन्कार

گفت رو توا[1] از کجا من از کجا
اُس نے کہا جا، تو کہاں اور میں کہاں

گفت مستی خیز تا زندان بیا
اُس نے کہا تو نشہ میں ہے اُٹھ قید خانہ چل

گفت مست اے محتسب بگذار و رو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا

از برہنہ کے تواں بُردن گرو
ننگے کا کیا اگروی کیا جا سکتا ہے؟

گر مرا خود قوّتِ رفتن بُدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی

خانہ خود می رفتمے وِیں کے شدے
تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟

من[2] اگر با عقل و با اِمکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا

ہمچو شیخاں بر سرِ دُکانمے
مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا

گر مرا رائے و تدبیرے بُدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی

ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بُدے
مشائخ کی طرح رُتبہ اور عزت ہوتی

ہم مرا زنبیل و دریوزہ بُدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی

نذر و ادرارِ ہمہ روزہ بُدے
روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی

بگذر[3] از من زانکہ گم کردی تو راہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے

باز جُو ریشِ بزرگ و خانقاہ
لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کرے

دوم بارہ در سخن آوردن سائل شیخ را تا حال باقی معلوم گردد

سوال کرنیوالے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تاکہ باقی حال معلوم ہوجائے

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس
اُس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑی دیر کے لئے

اے سوارہ برنے ایں سو راں فرس
اے بانس کے سوار، گھوڑا اِس طرف ہانک دے

راند سوئے او کہ ہیں زوتر بگو
گھوڑا اُس طرف بڑھایا، کہ ہاں جلد کہہ

کاسپ من بس توسن ست و تند خو
کیونکہ میرا گھوڑا بہت مُنہ زور اور تُند مزاج ہے

تا لگد بر تو نہ کو بد زود باش
تاکہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر

از چہ می پُرسی بیانش کن تو فاش
کیا پوچھتا ہے اُس کو واضح کر؟

او مجالِ رازِ دل گفتن نہ دید
اُس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھ

زو بروں شو کرد و در لاغش کشید
اُس کو ٹال دیا، اور مذاق میں لگا لیا

گفت می خواہم دریں کوچہ زنے
اُسنے کہا میں اِس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں

کیست لائق از برائے چوں منے
مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہوگی؟

---

[1] تو از کجا۔ یعنی تیرا اور میرا راستہ جدا گانہ ہے میں تیرے ساتھ کیوں چلوں۔ از برہنہ۔ جو خود ننگا ہو اُس کے کپڑے گروی کیسے رکھے جا سکتے ہیں مجھے قید خانہ تک چلنے کیلئے کہنا ایسا ہی ہے جیسے ننگے سے کپڑے گروی کرنے کو کہا جائے۔ گر مرا۔ اگر پیروں سے چلنے کی طاقت ہوتی تو گھر چلا جاتا اور یہ قصہ پیش نہ آتا۔

[2] من اگر۔ درمیان میں مولانا نے شرابی کا قصہ شروع کر دیا تھا اب پھر حضرت بہلول رح کی بات شروع کرتے ہیں، حضرت بہلول رح نے مشورہ چاہنے والے سے کہا اگر مجھ میں عقل ہوتی اور میں اپنے قابو میں ہوتا تو دوسرے مشائخ طریقت کا سا میرا حال ہوتا۔ زنبیل۔ جھولی جس میں فقراء اپنے کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ ادرار۔ روزینہ۔

[3] بگذر۔ تو نے غلط انتخاب کیا راز دریافت کرنا ہے تو کسی دراز ریش بزرگ کے پاس خانقاہ میں جا۔ اے سوارہ برنے۔ حضرت بہلول رح بانس کو گھوڑا بنائے ہوئے اُس پر سوار تھے۔ اسپ من۔ وہی بانس کا گھوڑا۔ توسن۔ سرکش گھوڑا۔ لگد۔ دولتی۔ او مجال۔ مشورہ چاہنے والے نے رازِ دل کہنے کا موقع نہ دیکھتے ہوئے دوسری بات شروع کر دی۔ بروں شو کردن۔ ٹالدینا۔ لاغ۔ مذاق۔ خواہم زنے۔ شادی کرنا چاہتا ہوں۔

گفت سہ گونہ زنند اندر جہاں
اُس نے کہا دنیا میں عورتیں تین۳ قسم کی ہیں

آں دو رنج واِیں یکے گنجِ رواں[۱]
دو وبال ہیں اور ایک گنجِ رواں ہے

آں یکے را چوں بخواہی کُل تراست
ایک سے جب تو نکاح کریگا وہ پوری تیری ہو

ویں دگر نیمے ترا نیمے جُداست
دوسری آدھی تیری ہے، آدھی بیگانہ ہے

واں سوم ہیچ اُو ترا نبوَد بداں
سمجھ لے، تیسری بالکل تیری نہ ہوگی

ایں شنیدی دُور شو رفتم رواں
تو نے یہ سُن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں

تا ترا اسپم نپرّاند لگد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اُڑا دے

کہ بیفتی[۲] بر نہ خیزی تا ابد
اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اُٹھے

شیخ راند اندر میانِ کودکاں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا

بانگ زد بارِ دگر اُورا جواں
جوان نے اُن کو دُوسری بارہ پکارا

کہ بیا آخر بگو تفسیرِ ایں
کہ آیئے، آخر اِس کی تفصیل بتایئے

ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں منتخب کر دیجئے

راند سوئے اُو و گفتش بکرِ خاص
اُس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اُس سے کہا باکرہ خاص

کُل تُرا باشد ز غم یابی خلاص
سب تیری ہوگی تو غم سے نجات پائے گا

وانکہ نیمے آنِ تو بیوہ[۳] بُود
جو آدھی تیری ہوگی، بیوہ ہوگی

وانکہ ہیچست آں عیالِ باولد
وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں، بال بچے والی بیوہ عورت ہوگی

چوں ز شوئے اوّلش کودک بود
جب اُسکے پہلے شوہر سے بچہ ہوگا

مہر کُلِ خاطرش آں سُو رود
اُس کے دل کی محبت اُس طرف جائیگی

دور شو تا اسپ نندازد لگد
بھاگ جا، تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے

سُمِّ اسپِ توسنم بر تو رَسد
میرے سرکش گھوڑے کا کُھر تیرے لگے

ہائے و ہُوئے کرد شیخ و باز راند
شیخ نے ہائے وہُو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا

کودکاں را باز سوئے خویش خواند
بچوں کو پھر اپنی طرف بُلا لیا

باز بانگش کرد آں سائل بیا
سوال کرنیوالے نے پھر اُنکو آواز دی کہ آیئے

یک سوالم ماند اے شاہِ کیا
اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا

باز راند ایں سُو بگو زوتر چہ بود
پھر (گھوڑا) اُس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا؟

کہ ز میداں آں بچہ گویم ربود
کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا

---

[۱] گنجِ رواں۔ نہ ختم ہونے والا خزانہ، قارون کے خزانہ کا نام ہے۔ آں یکے۔ ایک عورت تو وہ ہوتی ہے جو مجسّم شوہر کی ہوتی ہے۔ ویں دگر۔ دوسری قسم کی عورت آدھی خوہر کے لئے اور آدھی شوہر سے اجنبی ہوتی ہے۔ واں سوم۔ تیسری قسم عورت کی وہ ہے جو شوہر سے بالکلیہ بیگانہ ہوتی ہے۔

[۲] کہ بیفتی۔ یعنی میرا گھوڑا لاتیں مار دیگا تو تو مر جائے گا۔ جواں۔ یعنی مشورہ چاہنے والا۔ برگزیں۔ یعنی عورت کی اِن تین۳ قسموں میں سے میرے لئے منتخب کر دیجئے۔ بکر۔ بے شادی شدہ عورت، ایسی عورت سے شادی کی جائے تو وہ ہمہ تن شوہر کی ہوتی ہے۔

[۳] بیوہ۔ بیوہ کا تعلق پہلے شوہر سے بھی باقی رہتا ہے۔ وانکہ ہیچست۔ جو بالکل شوہر کی نہیں ہوتی اور ایسی بیوہ عورت ہوتی ہے جس کی پہلے شوہر سے اولاد بھی ہو۔ سُم۔ کُھر۔ ہائے وہُوئے۔ یعنی دیوانگی کا نعرہ۔ کودکاں۔ وہ بچے جن کے ساتھ حضرت بہلول رح کھیل رہے تھے۔ زوتر۔ زود تر، بہت جلد۔ کہ ز میداں۔ یعنی کھیل کے میدان میں سے۔

گفت اے شہ با چنیں عقل و ادب
اُس نے کہا اے شاہ! اس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے

ایں چہ شیدست[۱] اینچہ فعلست اے عجب
یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے

تو ورائے عقلِ کُلّی در بیاں
تو بیان میں عقلِ کُل سے آگے ہے

آفتابی در جنوں چونی نہاں
تو سورج ہے، پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟

گفت ایں اوباش رائے می زنند
کہا یہ عوام سوچتے ہیں

تا دریں شہر خودم قاضی کنند
کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں

دفع می گفتم مرا گفتند نے
میں ٹالتا ہوں، وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں

نیست چوں تو عالمے صاحب فنے
تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحبِ فن عالم نہیں ہے

با وجودِ تو حرام ست و خبیث
تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور بُرا ہے

کہ کم از تو در قضا گوید حدیث
کہ تم سے کم فیصلہ کی بات کرے

در شریعت نیست دستورے کہ ما
شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم

کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا
تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں

زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم
اس مجبوری میں میں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں

زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم
عاجز آ کر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں

ظاہر آشوریدہ و شیدا شدم
بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں

لیک در باطن ہمانم کہ بُدم
لیکن درحقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا

عقلِ[۲] من گنج ست و من ویرانہ ام
میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں

گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام
اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا

ایں عسس را دید و در خانہ نہ شد
کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا

دانشِ[۳] من جوہر آمد نے عرض
میری عقل جوہر (پائدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل)

ایں بہائے نیست بہرِ ہر عرض
یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے

کانِ قندم نیستانِ شکرم
میں شکر کی کان ہوں، شکر کی ایکھ ہوں

ہم ز من می روید و من می خورم
(شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا ہوں

علمِ تقلیدی و تعلیمی ست آں
وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے

کز نفورِ مستمع دارد فغاں
جو سننے والے کی بے رغبتی سے واویلا کرے

۱؎ شید۔ مکر و فریب مغالطہ، بناوٹ۔ عقلِ کُل۔ حضرت جبرئیلؑ۔ آفتابی۔ آفتاب ہستی۔ اوباش۔ عوام الناس۔ دفع می گفتم۔ میں نے ٹالا۔ باوجودِ تو۔ یہ اُن عوام نے کہا۔ حدیث۔ بات۔ دستور۔ طریقہ، قانون۔ شہ۔ یعنی قاضی۔ گیج۔ پریشان، بدحال۔ شیدا۔ دیوانہ۔ باطن۔ یعنی حقیقتاً۔

۲؎ عقل۔ عقل بمنزلہ خزانہ کے ہے اور دفینہ ہمیشہ ویرانہ میں ہوتا ہے لہٰذا میں نے اپنے ظاہر کو ویرانہ بنا رکھا ہے اب اگر میں عقل کا اظہار کروں تو دیوانگی ہوگی۔ دیوانہ نہ شد۔ دیوانہ تو وہ ہے کہ جو اپنی عقل کی نمائش کرے اور بوقتِ ضرورت اُس کو چھپانے کے لئے دیوانہ نہ بنے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جس کی گرفتاری کے لئے کوتوال آ رہا ہو اور وہ پھر بھی گھر میں نہ چھپے۔ عسس۔ کوتوال۔

۳؎ دانشِ من۔ جو عقل پختہ اور پائیدار ہوتی ہے وہ نمائش سے مستغنی ہوتی ہے۔ عرض۔ سامان یعنی میری عقل اس سے افضل ہے کہ میں اُسکو دنیاوی کاموں میں خرچ کردوں۔ کانِ قندم۔ یعنی میں اپنے علوم و معارف سے خود استفادہ کرتا ہوں۔ علمِ تقلیدی و تعلیمی۔ نقلی علم مراد ہے جو بلا تحقیق سیکھا ہو یا دنیا داری کیلئے سیکھا ہو ایسا علم داد کا طالب ہوتا ہے اور اگر لوگ اسکی طرف متوجہ نہ ہوں تو تکلیف پہنچتی ہے۔

چون[1] پئے دانہ نہ بہرِ روشنی ست — ہمچو طالبِ علمِ دنیائے دنی ست

چونکہ وہ روٹی کیلئے ہے نورِ (معرفت) کیلئے نہیں ہے — (اُس کا طالب) کمینی دُنیا کے علم کا طالب جیسا ہے

طالبِ علم ست بہرِ عام و خاص — نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص

وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے — نہ اِس لئے کہ اِس عالَم (دنیا) سے نجات پائے

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد — نیست مُرغے از ہمہ سوراخ فرد

وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے — وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو

ہمچو مُوشے ہر طرف سُوراخہا — می کَند غافل ز انوارِ لقا

وہ چوہے جیسا ہے، کہ ہر جانب سوراخ — کھودتا ہے لقاءُ (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے

چونکہ سُوئے دشت و نورش رہ نبود — ہم در آں ظلمات جہدے می نمود

چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہوا — اِنہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا

گر خدا ایش پَر دہد، پَرِ خرد — برہد از مُوشی و چوں مرغاں پَرد

اگر خدا اُس کو عقل کے پر دے دے — تو وہ چوہے پن سے نجات پا جائے اور پرندوں کی طرح پرواز کرے

ورنہ جوید پَر بماند زیرِ خاک — نا اُمید از رفتنِ راہِ سماک

اگر وہ پروں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہیگا — سماک کے راستہ پر چلنے سے نا اُمید (ہوکر)

علمِ گفتارے[2] کہ اُو بے جاں بود — عاشقِ رُوئے خریداراں بود

وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے — وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے

گرچہ باشد وقتِ بحث علم زفت — چوں خریدارش نباشد مُرد و رفت

اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری عِلم ہو — جب اُس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور جاتا رہا

مُشتریِ من خدا ایست و مرا — می کشد بالا کہ اَللّٰہُ اشْتَریٰ[3]

میرا خریدار اَللّٰہ تعالےٰ ہے اور مجھے — وہ (عالَم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) اللہ نے خرید لیا

خونبہائے من جمالِ ذوالجلال — خونبہائے خود خورم کسبِ حلال

میرا خوں بہا ذوالجلال (اللہ تعالےٰ) کا جمال ہے — میں اپنا خونبہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے

ایں خریدارانِ مفلس را بہل — چہ خریداری کُند یک مشتِ گل

اِن مفلس خریداروں کو چھوڑ — ایک مُشتِ خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟

بر دادِ دینے والے انسان۔
مُشتِ گل۔ یعنی انسان۔

[1] چوں پئے دانہ۔ اِس علم کی غرض چونکہ محض دنیا ہوتی ہے لہٰذا یہ دنیوی علم کی برابر ہے۔ نے کہ۔ حقیقی علم کا منشا دنیا سے خلاصی اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے۔ ہمچو موشے۔ جس طالبِ علم کا مقصد دنیا ہو اس کی مثال چوہے کی سی ہے۔ جو روشنی سے نفور ہوتا ہے یہ بھی نورِ معرفت سے متنفر ہے۔ انوارِ لقا۔ معرفتِ خداوندی کے نور۔ گر خدا ایش۔ ایسے طالبعلم کو خدا اگر عقل عنایت فرمادے تو پرندوں کی طرح عالمِ بالا کی طرف پرواز کرے۔ سماک۔ ایک ستارہ ہے جو قمر کی چودھویں منزل میں ہے یہاں بلندی اور عروج مراد ہے۔

[2] علمِ گفتارے۔ وہ علم جس میں حقانیت کی روح نہو اور اُسمیں محض لفظی ٹیپ ٹاپ ہو بے جان ہوتا ہے اور داد دینے والوں کا محتاج ہوتا ہے۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔ خریدارش یعنی داد دینے والے نہیں ہوتے ہیں تو فنا ہوجاتا ہے۔ مشتریِ من۔ حضرت بہلول رح نے فرمایا میرے علم کا خدا خریدار ہے اِس لئے وہ علم میرے عروج کا سبب ہے۔

[3] اَللّٰہُ اِشْتَریٰ۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے مومنوں سے اُن کی جان اور مال خرید لیا ہے اِس عوض پر کہ اُن کے لئے جنت ہے خونبہا۔ جان کی قیمت جو قاتل سے دلائی جاتی ہے۔ خورم۔ یعنی اب مجھے اللہ کے جمال کا دیدار حاصل ہے۔ ایں خریداراں۔ یعنی علم

گفت یادم نیست الّا ہمّتے[۱] | دار بامن یادم آید ساعتے
اُس نے کہا مجھے یاد نہیں، مگر توجہ | ڈال دیجئے مجھ پر، فوراً مجھے یاد آجائے گی

از حضورِ نور بخشِ مصطفیٰ ؐ | پیشِ خاطر آمد اُورا آں دُعا
آنحضورؐ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے | وہ دعا اُس کے دل میں آگئی

ہمّتِ پیغمبرِ روشن کدہ | پیشِ خاطر آمدش آں گم شدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے | وہ بھولی ہوئی (دعا) اُس کے دل میں آگئی

تافت ازاں روزن کہ از دل تا دلیست | روشنی کو فرقِ حق و باطل ست
اُس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی | روشنی جو حق اور باطل میں فرق کردینے والی ہے

گفت اینک یادم آمد اے رسول | آں دُعا کہ گفتہ ام من بوالفضول[۲]
اُس نے کہا اے رسول! اب مجھے یاد آگئی | وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

چوں گرفتارِ گُنہ می آمدم | غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہوگیا | ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا

پُر گنہ باب کُشایش می زند | غرقہ دست اندر حشایش می زند
گنہگار، نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے | ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے

از تو تہدید و وعیدے می رسید | مجرماں را از عذاب بس شدید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچتا تھا | گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا

مُضطرب[۳] می گشتم و چارہ نہ بود | بند محکم بُود و قفلِ ناکشود
میں پریشان ہوگیا اور کوئی تدبیر نہ تھی | مضبوط قید تھی، اور نہ کھلنے والا تالا

نے مقامِ صبر و نے راہِ گُریز | نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ | نہ توبہ کی اُمید نہ جھگڑے کا موقع

نے بغیرِ حق تعالےٰ یارِ من | ایں چنیں دشوار آمد کارِ من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست | میرا کام ایسا مشکل ہوگیا

من چو ہاروت و چو ماروت از حزن | آہ می کردم کہ اے خلّاقِ من
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح | آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنیوالے!

ذکرِ دُشواری عذابِ آخرت و سختی آں
آخرت کے عذاب کی دُشواری اور سختی کا ذکر

---

[۱] ہمّت۔ باطنی توجہ۔ آں دعا۔ وہ دعا جو اُس نے کی تھی اور بھول گیا تھا۔ روشن کدہ۔ منوّر گھر۔ گم شدہ۔ یعنی دعا۔ تافت۔ یعنی آنحضورؐ کی باطنی توجہ سے آپ کے قلبِ مبارک سے اُن کے قلب تک نور پہنچا جس سے دعا یاد آگئی۔

[۲] بوالفضول۔ بیہودہ۔ پُرگنہ۔ گنہگار۔ حشائش۔ حشیش کی جمع، گھاس۔ مقولہ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ تہدید۔ ڈراوا۔ وعید۔ سزا کا وعدہ۔ مجرماں۔ گنہگاراں۔

[۳] مضطرب۔ یعنی اِن حالات میں میں پریشان ہوگیا۔ ہاروت وماروت۔ وہ دو فرشتے جو اپنے گناہوں کی پاداش میں بابل کے کنوئیں میں اُلٹے لٹکے ہوئے مانے گئے ہیں یہ شرعی اعتبار سے محض ایک افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ازخطرؔ ہاروت و ماروت آشکار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ
چاہِ بابل را بکردند اختیار
بابل کے کنویں کو پسند کر لیا

تا عذابِ آخرت اینجا کشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں
گُربزؔند و عاقل و ساحر وشند
ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں

نیک کردند و بجائے خویش بُود
اچھا کیا، اور بامحل تھا
سہل تر باشد ز آتش رنجِ دُود
دھویں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

حد ندارد وصفِ رنجِ آنجہاں
اُس عالمِ (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے
سہل باشد رنجِ دنیا پیشِ آں
دنیا کی تکلیف اُس کے مقابلہ میں آسان ہے

اے خنکؔ آں کو جہادے می کُند
قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے
بر بدن زجرے و دادے می کُند
بدن کو تنبیہ اور اُس کے ساتھ انصاف کرتا ہے

تا ز رنجِ آں جہانے وارہد
تاکہ اُس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پالے
بر خود ایں رنجِ عبادت می نہد
اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

منؔ ہمی گفتم کہ یا رب آں عذاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا
ہم دریں عالم بِراں بر من شتاب
اِسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کر دے

تا دراں عالم فراغت باشدم
تاکہ اُس عالمِ (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو
در چنیں درخواست حلقہ می زدم
اِس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا

اینچنیں رنجورئیے پیدا م شد
اِس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہو گئی
جانِ من از رنج بے آرام شد
کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہو گئی

ماندہ ام از ذکر و از اورادِ خود
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہو گیا ہوں
بے خبر گشتم ز خویش و نیک و بد
اپنے اور اچھے بُرے سے بے خبر ہو گیا ہوں

گر نمی دیدم کنوں من روئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا
اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے

می شدم از دستِ من یکبارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا
کردیم شاہانہ ایں غمخوارگی
آپ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی

گفت ہے ہے ایں دُعا دیگر مکُن
آپ نے فرمایا خبردار! یہ دعا پھر نہ کرنا
بر مکَن تو خویش را از بیخ و بُن
اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑ

۱ ازخطر ہا۔ افسانہ یہ ہے کہ ہاروت و ماروت نے زہرہ سے زنا کر لیا تب اُن سے کہا گیا کہ آخرت میں عذاب بھگتو یا دنیا میں، جس کی یہ صورت ہوگی کہ ایسے کنویں میں جس میں دھواں بھرا ہوگا قیامت تک کے لئے اُلٹے لٹکا دیئے جاؤ گے۔ اِس پر اُنھوں نے دنیا کی سزا کو پسند کر لیا۔ بابل۔ عراق کا مشہور شہر تھا۔

۲ گربز۔ چالاک۔ ساحر۔ ہاروت و ماروت لوگوں کو جادو کی تعلیم دینے والے تھے۔ آتش۔ یعنی جہنم کی آگ۔ دود یعنی وہ دھواں جو چاہِ بابل میں ہے۔

۳ اے خنک۔ وہ انسان قابل مبارکباد ہے جو اپنے جسم کو دنیا کی تکالیف میں مبتلا کر کے عبادات اور مجاہدہ کرلے اور آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کرلے۔ داد۔ انصاف جسم کے ساتھ یہی انصاف ہے کہ عبادت کر کے اُس کو آخرت کے عذاب سے چھڑالے۔

۴ من ہمی گفتم۔ اُن صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ میں نے بھی دعا کی تھی کہ مجھے بجائے آخرت کے دنیا میں عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ ذکر یعنی خدا کا ذکر۔ اوراد۔ وہ وظائف جن کو کوئی اپنا معمول بنالے۔ می شدم۔ یعنی میں مر جاتا۔

تو چہ طاقت داری اے مورِ نژند[۱] | کہ نہد بر تو چناں کوہے بلند
اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے | کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے

گفت توبہ کردم اے سلطانِ من | از سرِ جلدی نہ بافم ہیچ فن
اس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی | عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤنگا

ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰؑ و ما | از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰؑ ہیں اور ہم | گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں

سالہا رہ می رویم و در اخیر | ہمچناں در منزلِ اوّل اسیر
ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں | اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

ذکر قوم موسیٰ علیہ السّلام و پشیمانی ایشاں
موسیٰ علیہ السّلام کی قوم اور ان کی شرمندگی کا تذکرہ

قوم موسیٰؑ[۲] راہ می پیمودہ اند | آخر اندر گامِ اوّل بودہ اند
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم راستہ طے کرتی | (لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی

گر دلِ موسیٰؑ ز ما راضی بُدے | تیہ را راہ و کراں پیدا شدے
اگر (حضرت) موسیٰؑ کا دل ہم سے خوش ہوتا | تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہوجاتا

ور بہ کُل بیزار بودے اُو ز ما | کے رسیدے منّ و سلویٰ از سما
اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے | تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا

کے ز سنگے چشمہا جوشاں شدے | در بیاباں تا امانِ جاں شدے
پتھر سے چشمے کب جوش مارتے | جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے

بل بجائے خواں خود آتش آمدے | اندریں منزل لہب بر ما زدے
بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی | اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی

چوں دو دل شد موسیٰؑ[۳] اندر کارِ ما | گاہ خصمِ ماست و گاہے یارِ ما
چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰؑ دو دلے ہوگئے ہیں | کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رختِ ما | حلمِ اُو رد می کند تیرِ بلا
ان کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے | ان کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے

کے بُود کہ حلم گردد خشمِ تیز | نیست نادر ایں ز لطفت اے عزیز
کب ہوگا کہ ان کا تیز غصہ بردباری بن جائے | اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے

۱؎ مور، چیونٹی۔ نژند۔ اندھا۔ پست ذخوار۔ کوہے بلند یعنی دنیا کا عذاب۔ توبہ کردم آئندہ عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا بلکہ معافی کی درخواست کیا کروں گا۔ تیہ۔ بوزن فیل وہ بیابان تھا جس میں نافرمانیوں کی بدولت بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہے۔ اسی میدان میں ان پر من و سلویٰ بھی اترا اور پتھر کے پانی کے چشمے بھی پھوٹے۔ سالہا۔ بنی اسرائیل تیہ میں جہاں سے صبح کو چلتے تھے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملتا تھا یہی حال ہمارا ہے توبہ و استغفار سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر پہلی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

۲؎ قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل گر دل۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر موسیٰ بالکل خوش ہوتے تو ہم تیہ سے نکلنے میں کامیاب ہوجاتے۔ ور بکل۔ اگر بالکلیہ ناراض ہوتے تو ہم پر من و سلویٰ کیوں اترتا اور پتھر سے پانی کے چشمے کیوں ابلتے۔ بل۔ من و سلویٰ کے بجائے ہم پر آگ نازل ہوتی۔

۳؎ چوں دو دل۔ حضرت موسیٰؑ کے دل میں ہم سے پیار بھی ہے اور ناراضی بھی۔ خشمش۔ یعنی ان کا غصہ ہماری تباہی کا باعث ہے۔ کے بود۔ ہم اس وقت کے منتظر ہیں جب خدا کی مہربانی سے ان کا غصہ بھی بردباری میں تبدیل ہوجائیگا۔

مدحِ [1] حاضر وحشت است از بہرِ ایں
مُنہ پر تعریف کرنا ناراضی کا سبب ہے اِس لئے

نامِ موسیٰ می برم قاصد چنیں
میں عمداً اس طرح (حضرت) موسیٰ کا نام لے رہا ہوں

ورنہ موسیٰ کے روا دارد کہ من
ورنہ (حضرت) موسیٰؑ کب گوارا کرتے کہ میں

پیشِ تو یاد آورم از ہیچ تن
آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے

عہدِ تو چوں کوہ ثابت برقرار
تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت، برقرار ہے

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے

عہدِ تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں
تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حقِ آں قوت کہ بر تلوینِ ما
اُس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے

رحمتے کُن اے امیرِ لونہا
اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے

خویش را دیدم و رسوائی خویش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا

امتحانِ ما مکُن اے شاہ بیش
اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے

تا فضیحتہائے [2] دیگر را نہاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ

کردہ باشی اے کریمِ مُستعان
کردے اے مددگار کریم!

بیحدی تو در جمال و در کمال
تو جمال اور کمال میں لامحدود ہے

در کژی ما بیحدیم و در ضلال
ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں

بیحدی خویش بگمار اے کریم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے

بر کژیِ بیحدِ مُشتے لئیم
ایک مُٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر

ہیں [3] کہ از تقطیعِ ما یک تار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے

مصر بودیم و یکے دیوار ماند
ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے

اَلْبَقِیَّہ اَلْبَقِیَّہ اے خدیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر

تا نگردد شاد کلی جانِ دیو
تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو

بہرِ ما نے بہرِ آں لطفِ نخست
ہماری وجہ سے نہیں اُس پہلی مہربانی کی وجہ سے

کہ تو کردی گمرہاں را باز جُست
کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے

---

[1] مدحِ حاضر۔ اُن بیمار صحابی نے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کر کے اُن کے کچھ فضائل ذکر کئے اب فرماتے ہیں کہ دراصل وہ فضائل آپ کے ہیں لیکن چونکہ مُنہ پر تعریف کرنیسے آپ کو ناگواری ہوتی ہے تو میں نے حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں آپ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ۔ حضرت موسیٰؑ خود اس کو نہ پسند کرتے کہ آپ کی موجودگی میں اُنکی تعریف کی جائے۔ عہد۔ ہم نے بندگی کا عہد کیا جو ہزاروں بار ٹوٹا اللہ نے ربوبیت کا عہد کیا جو ہر وقت برقرار ہے۔ تلوینِ ما کبھی ہم توبہ کرتے ہیں کبھی اُسکو توڑتے ہیں کبھی اطاعت وعبادت کرتے ہیں کبھی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے۔ لونہا۔ یعنی ہماری مختلف کیفیتیں۔

[2] تا فضیحتہائے دیگر۔ اگر تو ہمیں امتحان میں ڈالے گا تو دیگر رُسوائیاں ڈھکی چھپی رہیں گی۔ مُستعان۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ بیحدی۔ اللہ کا جمال و کمال لامحدود ہے اور بندہ کی خطائیں لامحدود ہیں لہٰذا وہی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

[3] ہیں۔ ہماری پردہ پوشی کے ظاہری اسباب ختم ہو گئے ہیں۔ لباس کا صرف ایک تار رہ گیا ہے نیکی کی تمام قوتیں ہم فنا کر چکے ہیں اُس کے صرف آثار باقی رہ گئے ہیں۔ البقیہ۔ جو کچھ باقی ہے اُسکی حفاظت کر دے تاکہ بالکلیہ تباہی نہو۔ بہرِ ما نے۔ ہم پر رحم اپنے قدیم رحم کے طفیل کردے جو گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔

توچہ طاقت داری اے مورِ نژند[۱] — کہ نہد بر تو چُناں کوہے بلند
اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے — کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے

گفت توبہ کردم اے سلطاں کہ من — از سرِ جلدی نسازم ہیچ فن
اُس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی — عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا

ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰؑ و ما — از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰؑ ہیں اور ہم — گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں

سالہا رہ می رویم و در اخیر — ہمچناں در منزلِ اوّل اسیر
ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں — اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

ذکرِ قومِ موسیٰ علیہ السّلام و پشیمانیِ ایشاں

موسیٰ علیہ السّلام کی قوم اور اُن کی شرمندگی کا تذکرہ

قومِ موسیٰؑ[۲] راہ می پیمودہ اند — آخر اندر گامِ اوّل بودہ اند
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم راستہ طے کرتی — (لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی

گر دلِ موسیٰؑ ز ما راضی بُدے — تیہ را راہ و کراں پیدا شدے
اگر (حضرت) موسیٰؑ کا دل ہم سے خوش ہوتا — تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا

ور بہ کل بیزار بودے اُو ز ما — کے رسیدے منّ و سلویٰ از سما
اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے — تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا

کے ز سنگے چشمہا جوشاں شدے — در بیاباں تا امانِ جاں شدے
پتھر سے چشمے کب جوش مارتے — جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی اماں بن گئے

بل بجائے خواں خود آتش آمدے — اندریں منزل لہب بر ما زدے
بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی — اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی

چوں دو دل[۳] شد موسیٰؑ اندر کارِ ما — گاہ خصمِ ماست و گاہے یارِ ما
چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰؑ دو دلے ہو گئے ہیں — کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رختِ ما — حلمِ اُو رد می کند تیرِ بلا
اُن کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے — اُن کی بُردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے

کے بُود کہ حلم گردد خشمِ تیز — نیست نادر ایں ز لطفت اے عزیز
کب ہو گا کہ اُن کا تیز غصہ بُردباری بن جائے — اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے

---

[۱] مور: چیونٹی۔ نژند: اندھا، پست و خوار۔ کوہے بلند یعنی دنیا کا عذاب۔ توبہ کردم: آئندہ عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا بلکہ معافی کی درخواست کیا کروں گا۔ تیہ: بوزن فیل وہ بیابان تھا جس میں نافرمانیوں کی بدولت بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہے۔ اسی میدان میں اُن پر من و سلویٰ بھی اترا اور پتھر کے پانی کے چشمے بھی پھوٹے۔ سالہا: بنی اسرائیل تیہ میں جہاں سے صبح کو چلتے تھے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملتا تھا یہی حال ہمارا ہے توبہ و استغفار سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر پہلی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

[۲] قومِ موسیٰؑ یعنی بنی اسرائیل۔ گر دل: بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر موسیٰؑ بالکل خوش ہوتے تو ہم تیہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ور بکل: اگر بالکلیہ ناراض ہوتے تو ہم پر من و سلویٰ کیوں اُترتا اور پتھر سے پانی کے چشمے کیوں ابلتے۔ بل: من و سلویٰ کے بجائے ہم پر آگ نازل ہوتی۔

[۳] چوں دو دل: حضرت موسیٰؑ کے دل میں ہم سے پیار بھی ہے اور ناراضی بھی۔ خشمش: یعنی اُن کا غصہ ہماری تباہی کا باعث ہے۔ کے بود: ہم اُس وقت کے منتظر ہیں جب خدا کی مہربانی سے اُن کا غصہ بھی بُردباری میں تبدیل ہو جائے گا۔

مدحِ[1] حاضر وحشت است از بہرِ ایں
مُنہ پر تعریف کرنا ناراضی کا سبب) ہے اس لئے

نامِ موسیٰؑ می برم قاصد چنیں
میں عمداً اس طرح حضرت موسیٰؑ کا نام لے رہا ہوں

ورنہ موسیٰؑ کے روا دارد کہ من
ورنہ حضرت موسیٰؑ کب گوارا کرتے کہ میں

پیشِ تو یاد آورم از ہیچ تن
آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے

عہدِ تو چوں کوہ ثابت برقرار
تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت، برقرار ہے

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے

عہدِ تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں
تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حق آں قوت کہ بر تلوین ما
اُس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے

رحمتے کن اے امیرِ لونہا
اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے

خویش را دیدیم و رسوائی خویش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا

امتحانِ ما مکن اے شاہ بیش
اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے

تا فضیحتہائے[2] دیگر را نہاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ

کردہ باشی اے کریمِ مُستعاں
کر دے اے مددگار کریم!

بیحدی تو در جمال و در کمال
تو جمال اور کمال میں لامحدود ہے

در کژی ما بیحدیم و در ضلال
ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں

بیحدی خویش بگمار اے کریم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے

بر کژیِ بیحدِ مُشتے لئیم
ایک مُٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر

ہِیں[3] کہ از تقطیع ما یک تار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے

مصر بودیم و یکے دیوار ماند
ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے

البقیہ البقیہ اے خدیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر

تا نگردد شاد کلی جانِ دیو
تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو

بہرِ ما نے بہرِ آں لُطفِ نخست
ہماری وجہ سے نہیں اُس پہلی مہربانی کی وجہ سے

کہ تو کردی گمرہاں را باز جُست
کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے

طفیل کردے جو گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔

---

[1] مدحِ حاضر۔ اُن بیمار صحابی نے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کر کے اُن کے کچھ فضائل ذکر کئے اب فرماتے ہیں کہ در اصل وہ فضائل آپ کے ہیں لیکن چونکہ مُنہ پر تعریف کرنے سے آپ کو ناگواری ہوتی ہے تو میں نے حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں آپ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ حضرت موسیٰؑ خود اس کو پسند کرتے کہ آپ کی موجودگی میں اُن کی تعریف کی جائے۔ عہد ہم نے بندگی کا عہد کیا جو ہزاروں بار ٹوٹا اللہ نے ربوبیت کا عہد کیا جو ہر وقت برقرار ہے۔ تلوین ما کبھی ہم توبہ کرتے ہیں کبھی اُسکو توڑتے ہیں کبھی اطاعت و عبادت کرتے ہیں کبھی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قدرت خداوندی کا ظہور ہے۔ لونہا یعنی ہماری مختلف کیفیتیں۔

[2] تا فضیحتہائے دیگر۔ اگر تو ہمیں امتحان میں ڈالے گا تو دیگر رُسوائیاں ڈھکی چھپی رہیں گی۔ مُستعان۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ بیحدی۔ اللہ کا جمال و کمال لامحدود ہے اور بندہ کی خطائیں لامحدود ہیں لہٰذا وہی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

[3] ہیں۔ ہماری پردہ پوشی کے ظاہری اسباب ختم ہو گئے ہیں۔ لباس کا صرف ایک تار رہ گیا ہے۔ نیکی کی تمام قوتیں ہم فنا کر چکے ہیں اُس کے صرف آثار باقی رہ گئے ہیں۔ البقیہ۔ جو کچھ باقی ہے اُسکی حفاظت کر دے تاکہ بالکلیہ تباہی نہ ہو۔ بہرِ ما نے۔ ہم پر رحم اپنے قدیم رحم کے

چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم — اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم

جب تونے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے، رحم فرما — اے وہ ذات! جسنے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھدیا ہے

زیں دعا گر خشم افزاید ترا — تو دعا تعلیم فرما مہترا

اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے — اے بڑے! تو (اور) دعا سکھادے

آنچناں کادم بیفتاد از بہشت — رجعتش دادی کہ رست از نیو زشت

جیساکہ (حضرت) آدمؑ جنت سے گرے — انکو تونے توبہ (کے طریقہ کی تعلیم) فرمائی کہ شیطان سے وہ نجات پاگئے

دیو کہ بود کو ز آدمؑ بگذرد — بر چنیں نطعے ازو بازی برد

شیطان کیا ہوتا ہے جو حضرت آدمؑ سے بڑھجائے — ایسی بساط پر اس سے بازی جیت لے

در حقیقت نفع آدمؑ شد ہمہ — لعنت حاسد شد آں بد دمدمہ

حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا — وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا

بازیے دید و دو صد بازی ندید — پس ستون خیمۂ خود را برید

ایک چال دیکھی اور دو سو چالیں نہ دیکھیں — تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا

آتشے زد شب بکشت دیگراں — باد سوئے کشت او کردش رواں

رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی — ہوانے اس کو اس کی کھیتی کی طرف روانہ کردیا

چشم بندے بود لعنت دیو را — تا زیان خصم دید آں ریو را

لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی — یہانتک کہ اس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا

ہم زیان جان او شد ریو او — خود تو گوئی بود آدمؑ دیو او

اس کا مکر اس کی جان کی تباہی بنا — تو خود کہے گا آدمؑ اس کے گمراہ کرنیوالے تھے

لعنت ایں باشد کہ کژ بینش کند — حاسد و خود بین و پر کینش کند

لعنت یہ ہوتی ہے کہ اس کو کج بین بنادے — اس کو حاسد اور متکبر اور کینہ ور کردے

تا بداند کہ ہر آں کو بد کند — عاقبت باز آید و بر وے زند

یہانتک کہ وہ جان لیگا کہ جو شخص برائی کرتا ہے — انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اس پر پڑتی ہے

جملہ فرزیں بند ہا بیند بعکس — مات بروے گرد و نقصان و نکس

تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے — مات اور نقصان اور ذلت اس کو ہوتی ہے

مخالف کی نرد فرزین کی مار کا خطرہ کم ہوجائے۔ مات۔ بازی ہارنا۔ نکس۔ اوندھا، ذلیل۔

۱ چوں نمودی۔ انسانوں اور جانوروں میں رحم کا مادہ خدا کی رحمت کا جزو ہے۔ زیں دعا۔ اگر ہمارے یہ دعائیہ الفاظ پسند نہیں ہیں تو تو ہی اور دعا سکھادے جیساکہ تونے حضرت آدمؑ کو خود دعا سکھائی تھی جس سے اُن کی لغزش معاف ہوئی۔ رجعت۔ واپسی، توبہ۔ بگذرد۔ بازی لیجائے۔ نطع۔ چمڑے کا ٹکڑا، بساط۔ درحقیقت شیطان نے جو مکر حضرت آدمؑ کے نقصان کے لئے کیا وہ اُن کے نفع کا سبب بن گیا اور توبہ کے بعد انکو مزید قرب حاصل ہوگیا۔ بازی۔ شیطان نے اپنے مکر کی طرف دھیان کیا اللہ تعالیٰ کی تدبیروں کو ذہن میں نہ رکھا اور اپنے مکر سے خود برباد ہوگیا۔

۲ آتشے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو تباہ کرنے کے لئے مکر کیا اور خود اُسکے جال میں پھنس گیا۔ چشم بندے۔ شیطان کے لئے اللہ کی لعنت آنکھ کی پٹی ثابت ہوئی وہ اپنے انجام کو نہ دیکھ سکا۔ خود تو گوئی شیطان تو حضرت آدمؑ کی تباہی کا سبب نہ بنا البتہ حضرت آدمؑ شیطان کی تباہی کا سبب بن گئے۔

۳ لعنت۔ جب کوئی خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے تو کج بین اور حاسد اور متکبر اور کینہ ور بن جاتا ہے۔ تا بداند۔ برائی کا وبال خود برائی کرنے والے کو بھگتنا پڑے گا۔ فرزین بند۔ شطرنج کی وہ چال جس سے

زانکہ گر اُو[1] ہیچ بیند خویش را — مُہلک و ناسور بیند ریش را

اِس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا — زخم کو مُہلک اور ناسور سمجھتا

درد خیزد زیں چنیں دیدن درول — درد اُو را از حجاب آرد بروں

اِس طرح دیکھنے سے اندر درد اُٹھتا ہے — درد اُس کو پردے سے باہر لے آتا ہے

تا نگیرد مادراں را دردِ زِہ — طفل درزادن نیابد ہیچ رہ

جب تک ماؤں کے درد زہ نہ ہو — بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

ایں امانت در دل و جاں حاملہ است — وایں نصیحتہا مثالِ قابلہ است

یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے — اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں

قابلہ گوید کہ زن را درد نیست — درد باید درد کودک را رہست

دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے — درد چاہیئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے

آنکہ اُو بیدرد باشد رہزن ست — زانکہ بیدردی اَنَا الحق گفتن ست

جو بے درد ہو وہ رہزن ہے — اِس لئے بیدردی اَنَا الحق کہنا ہے

آں[2] اَنَا بیوقت گفتن لعنت است — ویں اَنَا در وقت گفتن رحمت است

اَنَا کو بے موقع کہنا (موجبِ) لعنت ہے — اور اِس اَنَا کو باموقع کہنا (باعثِ) رحمت ہے

آں اَنَا منصور را رحمت بُدہ — ایں اَنَا فرعون را لعنت بُدہ

وہ اَنَا منصور کے لئے (باعثِ) رحمت تھا — یہ اَنَا فرعون کے لئے (موجبِ) لعنت تھا

لاجرم ہر مرغِ[3] بے ہنگام را — سَر بُریدن واجب است اِعلام را

لامحالہ بے وقت کے ہر مرغ کا — سَر کاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے

سَر بُریدن چیست کُشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن لمس را

سَر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے — مجاہدہ میں، اور لذّت کو خیرباد کہنا ہے

آنچناں[4] کہ نیشِ کژدم برکنی — تا کہ یابد اُو ز کُشتن ایمنی

جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے — تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہوجائے

---

[1] زانکہ - اگر تکبر نہ ہو تو انسان اپنی بُرائی کو بُرائی سمجھ کر ازالہ کر لیتا ہے۔ درد - اپنی خطا پر اگر انسان درد محسوس کرلے تو نجات ہوجاتی ہے۔ تانگیرد درد - ماں کو اگر درد زہ نہ ہو تو خوشکن نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے۔ ایں امانت - بھلائی کی طاقتیں دل میں بمنزلہ حمل کے ہیں اور روحِ انسانی حاملہ ہے اور وعظ و نصیحت اُن قوی کو بروئے کار لانے والی ہے لہٰذا وہ یہ بمنزلہ دا کے ہے۔ قابلہ - ناصح کی نصیحت سے اگر درد نہیں پیدا ہوتا ہے تو بھلائی کی طاقتیں بروئے کار نہیں آتی ہیں جس طرح دایہ جب ہی جناتی ہے جبکہ عورت کے درد زہ ہو۔ بے درد باشد - جس میں درد کا مادہ نہیں وہ بے درد ڈاکو کی طرح ہے۔ بے دردی - بے درد متکبر ہوتا ہے اور تکبر کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا درجہ دے کر خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے جیسا کہ متکبر بے درد فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ کہا یہی اَنَا الحق کہنے کا مطلب ہے۔

[2] آں اَنَا - پہلے شعر میں اَنَا الحق کہنے کو بے دردی اور تکبر کی بنیاد پر بتایا تھا اب اُسکی تفصیل فرماتے ہیں کہ بے وقت اَنَا الحق کہنا لعنت ہے لیکن باموقع کہنا درست ہے۔ منصورؒ حلاج نے وحدت الوجود کے غلبہ میں اپنے آپ کو فنا کرکے اور صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر اَنَا الحق کہا تو موجبِ رحمت تھا، فرعون نے بے موقع کہا تو موجبِ لعنت بنا۔

[3] مرغِ بے ہنگام - جو مرغ بے وقت بولے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح فرعون نے بے وقت اَنَا الحق کہا اور وہ ہلاک کر دیا گیا۔ اِعلام - یعنی دوسروں کو بتانا، اعلان کرنا۔ سَر بُریدن - اگر انسان کا نفس تکبر میں اَنَا الحق کا مدعی بنے تو اُس کے سَر کاٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اُس کو قتل کر ڈالے۔

[4] آنچناں - نفس کو مارنے سے انسان کی نجات ہوجاتی ہے جیسے کہ بچھو کا ڈنک توڑ دیا جائے تو پھر وہ ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔

برکنی[1] دندانِ پُر زہرے ز مار — تا رہد مار از بلائے سنگسار
سانپ کے زہریلے دانت اکھاڑ دے — تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر — دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے — اُس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے

چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست — در تو ہر قوت کہ آید جذبِ اوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ (تعالیٰ) کی توفیق ہوگی — تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اُسی کی کشش ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ راست داں — ہر چہ دارد جاں بود از جانِ جاں
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" کو صحیح سمجھ — جو کچھ جان میں ہے وہ جانِ جاں کیجانب سے ہوگا

دست[2] گیرندہ وَیست و بُرد بار — دمبدم آں دم ازو امید دار
وہی دستگیری کرنیوالا اور بوجھ اُٹھانیوالا ہے — ہر وقت اُس سے جذب کی اُمید رکھ

نیست غم گر دیر بے اُو ماندۂ — دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
اگر تو بہت دیر تک اسکے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر — تو نے اُسکو دیر سے پکڑنیوالا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے

دیر گیر د سخت گیرد رحمتش — یک دمت غائب ندارد حضرتش
اُسکی رحمت دیر سے شاملِ حال ہوگی تو پوری شاملِ حال ہوگی — اُس کا دربار تجھے ایک لمحہ کیلئے غائب نہ ہونے دیگا

ور تو خواہی شرحِ ایں فضل و وِلا — از سرِ اندیشہ می خواں وَالضُّحیٰ
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے — تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

ور[3] تو گوئی ہم بدی ہا از ویست — لیک آں نقصانِ فضلِ او کیست
اگر تو کہے کہ بُرائیاں بھی اُسی کی جانب سے ہیں — لیکن وہ اُس کی عنایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟

آں بدی دادن کمالِ اُوست ہم — من مثالے گویمت اے محتشم
وہ برائی دینا بھی اُس کا کمال ہے — اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیانِ معنیٔ نُؤمِنُ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ

اِس معنی کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بُری تقدیر پر

کرد نقاشے دوگونہ نقشہا — نقشہائے صاف و نقشِ بے صفا
ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے — اچھے نقش اور بُرے نقش

پریشانی ہوئی لیکن پھر انتہائی پیار کیساتھ آنحضورؐ کی اس سورہ کے ذریعہ تسلی فرمادی گئی۔

[3] ور تو گوئی۔ بے وقت انا الحق کہنا اور قلب میں بُری قوتوں کا پیدا ہونا بھی اللہ کا فعل ہے تو بظاہر یہ کمال خداوندی کے خلاف ہے مولانا جواب فرماتے ہیں کہ بدی کا خلق بھی اللہ کا کمال ہے اور اُسکو ایک مثال میں سمجھاتے ہیں۔

[1] برکنی۔ اگر سانپ کا زہریلا دانت توڑ دیا جائے تو سانپ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ ہیچ۔ نفس کو شیخ کے زیر سایہ مارا جاسکتا ہے۔ چوں بگیری۔ شیخ کا دامن پکڑنا بھی توفیق خداوندی ہے اور مُرید کو باطنی قوت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ مارمیت۔ غزوۂ بدر میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی اور اُس سے اُن کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں تو قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا خدا کا پھینکنا تھا یعنی مُرید کو مُراد ہی سے قوت حاصل ہوتی ہے اسلیئے اُس کا فعل اصل کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔

[2] دست۔ خدا ہی دستگیری فرماتا ہے اُسی سے جذب کی اُمید کر۔ نیست غم۔ اگر وصول الی الحق میں دیر لگے تو گھبرانا نہ چاہیئے جس طرح خدا کا عذاب دیر میں آتا ہے اور سخت آتا ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی آزمائشوں کے بعد متوجہ ہوتی ہے۔ دیر۔ اُسکی رحمت آزمائش کے بعد جب متوجہ ہوتی ہے تو پھر اسقدر قرب حاصل ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی دوری نہیں ہوتی ہے۔ والضحیٰ۔ یہود کے سوال پر جواب دینے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ نہ کہا تو آنحضورؐ سے وحی کا انقطاع ہوگیا جس سے آنحضورؐ کو بہت

دوگونہ یعنی دو قسم کے [illegible] اور برے نقش۔

نقشِ یوسفؑ[1] کرد و حورِ خوش سرشت — نقشِ عفریتاں و ابلیسانِ زشت
(حضرت) یوسفؑ کا اور خوبصورت حور کا نقش بنایا — بھوتوں اور شیطانوں کا بُرا نقش (بنایا)

ہر دو گونہ نقش اُستادیِ اوست — زشتیِ اُو نیست آں رادیِ اوست
دونوں قسم کے نقش اُسکی مہارت (کی دلیل) ہیں — یہ اُس کی بُرائی نہیں ہے اُس کی دانائی ہے

خوب را در غایتِ خوبی کشد — حسِّ عالم چاشنی از وے چشند
خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے — دنیا کے حواس اُس سے لُطف اُٹھاتے ہیں

زشت را در غایتِ زشتی کُند — جملہ زشتی ہا بگردش بر زنند
بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے — تمام بدصورتیاں اُس پر مڑھ دیتا ہے

تا کمالِ دانشش پیدا شود — مُنکرِ اُستادیش رُسوا شود
تاکہ اُس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے — اُس کی اُستادی کا مُنکر رسوا ہو جائے

ور نہ[2] تاند زشت کردن ناقص ست — زیں سبب خلّاقِ گبر و مُخلص ست
اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہے — اسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے

پس ازیں رُو کفر و ایماں شاہد اند — بر خداوندیش ہر دو ساجد اند
تو اس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں — اُس کی خدائی پر (اور) دونوں اُسکو سجدہ کرنیوالے ہیں

لیک مومن دانکہ طوعاً ساجد ست — زانکہ جویائے رضا و قاصد ست
لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنیوالا ہے — کیونکہ وہ رضامندی کا جویاں اور قصد کرنیوالا ہے

ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست — لیک قصدِ اُو مُرادِ دیگر ست
کافر بھی جبراً خدا پرست ہے — لیکن اُس کا مقصود دوسرا ہے

قلعۂ[3] سلطاں عمارت می کُند — لیک دعویٔ امارت می کند
شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے — لیکن سلطنت کا مدّعی ہے

گشت باغی تا کہ مُلک اُو را بُود — عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود
وہ باغی بنا تاکہ مُلک اُس کا ہو جائے — انجام کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے

مومن آں قلعہ برائے بادشاہ — می کُند معمور نے از بہرِ جاہ
مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے — تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان وشوکت کیلئے

---

[1] یوسفؑ۔ یوسفؑ کا نقش حسین ترین ہے اور بھوت وشیطان کا نقش بھیانک ہے۔ ہر دو گونہ۔ حسین نقش اور بھیانک نقش اگر ممکن ہیں تو نقاش کے کمال پر دال ہیں۔ رادی۔ دانشمندی۔ حسِّ عالم۔ حسین نقش سے ہر ہر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ زشتی۔ بدصورتی۔ تا کمال۔ حسین نقش کو حسین ترین بنانا مُصوّر کا کمال ہے اور بھیانک نقش کو انتہائی بھیانک بنانا بھی نقاش کا کمال ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ بد صورت بنانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو یہ اُسکے ناقص ہونے کی دلیل ہوگی اور وہ ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے لہٰذا اُس کو مومن اور کافر دونوں کا خلّاق ماننا ہوگا۔ پس۔ کفر اور ایمان اُس کی خلّاقی اور خدائی کے گواہ ہیں اور دونوں اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ لیک۔ کافر و مومن کے سجدے میں فرق یہ ہے کہ مومن کا سجدہ اختیاری اور رضائے قلب سے ہے اور کافر کا سجدہ اضطراری ہے اور اضطراری نہ ایمان معتبر ہے نہ عبادت۔ مرادِ دیگر۔ مضطر جو کام کرتا ہے اُس میں اُس کا قصد و ارادہ نہیں ہوتا ہے۔

[3] قلعہ۔ اضطراری عبادت کی مثال یہ ہے کہ ایک وہ شخص جس کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے لیکن مجبوراً ظاہر یہی کرتا ہے کہ یہ قلعہ بادشاہ کے لئے بنا رہا ہوں لیکن اُسکا قصد یہ ہے کہ بغاوت کر کے اُس قلعہ میں شاہی کروں گا — ایسے آدمی کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں قلعہ کے مفاد اُسکو حاصل نہیں ہوتے ہیں اسیطرح کافر کا اضطراری سجدہ اُسکے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ مومن۔ مومن صحیح نیّت سے کام کرتا ہے تو مقصد کو پالیتا ہے۔ معمور۔ آباد تعمیر شدہ۔

زشت[1] گوید اے شہ زشت آفریں
بدصورت کہتا ہے، اے بدصورت کے پیدا کرنیوالے شاہ!

قادری بر خوب و بر زشت مہیں
تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت کے پیدا کرنے پر قادر ہے

خوب گوید اے شہ حسن و بہا
خوبصورت کہتا ہے، اے شاہِ حسن و جمال!

پاک گردانیدیم از عیب‌ہا
تونے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا

حمد لک والشکر لک یا ذا المنن
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکر ہے

حاضری و ناظری بر حالِ من
تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

حاصل آں شد کو ہر انچہ خواست کرد
خلاصہ یہ ہوا کہ اُس نے جو چاہا وہ کیا

خوب را و زشت را چوں خار و ورد
اچھے اور برے کو کانٹے اور پھول کی طرح

اوست بر ہر بادشاہے بادشا
وہ ہر بادشاہ کے اوپر بادشاہ ہے

کارساز یفعل اللہ ما یشا
کاموں کا بنانیوالا ہی، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہو وہ کرتا ہے

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دعا سکھانا

گفت[2] پیغمبر مر آں بیمار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا

ایں بگو کہ سہل کن دشوار را
یہ کہہ کہ (اے خدا) مشکل آسان کر دے

آتنا فی دارِ دنیانا حسن
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما

آتنا فی دارِ عقبانا حسن
ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما

راہ را بر ما چو بستاں کن لطیف
صراط (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرح پر لطف بنادے

منزلِ ما خود تو باشی اے شریف
اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

مومناں در حشر گویند اے ملک
مومن حشر میں کہیں گے، اے فرشتو!

نے کہ دوزخ بود راہِ مشترک
کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں کا) مشترک راستہ نہ تھا؟

مومن و کافر برو یابد گذار
مومن اور کافر اُس پر گذرتے ہیں

ماندیدیم اندریں رہ دود[3] و نار
ہم نے اِس راستہ میں دھواں اور آگ نہ دیکھی

نک بہشت و بارگاہِ ایمنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے

پس کجا بود آں گذرگاہ دنی
تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟

پس ملک گوید کہ آں روضہ خضر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ

کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے

---

[1] زشت گوید۔ یہ بدصورت کے شاہد و گواہ ہونے کا بیان ہے۔ مہیں۔ ذلیل۔ خوب گوید۔ یہ خوبصورت کی شہادت کا بیان ہے۔ بہا۔ رونق، جمال۔ حمد لک۔ خوبصورت یہ کہتا ہے۔ ذا المنن۔ احسانات والا۔ حاصل۔ یعنی سب بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ ورد۔ پھول۔ اوست۔ شہنشاہی خدا کی صفت ہے۔ یفعل۔ یعنی وہ اپنے ہر فعل میں مختار کل ہے۔

[2] گفت۔ یعنی انسان کو ہر حالت میں اپنی بھلائی کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔ راہ۔ یعنی پلصراط۔ منزل۔ یعنی مقصود۔ گذار۔ یعنی پلصراط پر سے مومن و کافر کو گذرنا ہوگا جو جہنم پر قائم کی جائیگی۔

[3] دود و نار۔ یعنی جہنم کے آثار۔ نک۔ مومن پلصراط سے گذر کر جنت میں پہنچ جائیگا۔ گذرگاہ۔ یعنی پلصراط۔ پس ملک۔ آنحضور کی تعلیم کردہ دعا کا یہ اثر ہوگا کہ پلصراط پر سے گزرنے میں دوزخ کا منظر مومن کے لئے سبز باغ کا منظر بن جائیگا۔

دوزخ آنجا بُود و سیاست گاہِ سخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی
بر شما شد باغ و بُستان و درخت
تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بنگئی

چوں[1] شما ایں نفسِ دوزخ خوی را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر
آتشی و گبر و فتنہ جُوئے را
جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر

جہد ہا کردید تا شُد پُر صفا
تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ مصفّیٰ ہو گیا
نار را کُشتید از بہرِ خدا
تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے

آتشِ شہوت کہ شعلہ می زدے
شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی
سبزۂ تقویٰ شُد و نورِ ہُدے
تقوے کا سبزہ اور ہدایت کا نوُر بن گئی

آتشِ خشم از شما ہم حِلم شُد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بُردباری بنگئی
ظلمتِ جہل از شما ہم علم شُد
تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی

آتشِ حرص از شما ایثار شُد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی
واں حسد چوں خار بُد گلزار شُد
جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا

چوں[2] شما ایں جملہ آتشہائے خویش
چونکہ تم نے اپنی اِن تمام آگوں کو
بہرِ حق کُشتید جملہ پیش پیش
پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا

نفسِ ناری را چو باغے ساختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا
اندر و تخمِ وفا انداختید
اُس میں وفا کا بیج بو دیا

بُلبلانِ ذکر و تسبیح اندرُو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بُلبلیں
خوش سرایاں در چمن بر طرفِ جُو
نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں

داعیِ حق را اجابت کردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بُلانیوالے کی تم نے بات مان لی
وز جحیمِ نفس آب آوردہ اید
اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا

دوزخِ ما نیز در حقِ شما
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے
سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی

چیست[3] احساں را مکافات اے پسر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟
لُطف و احسان و ثوابِ مُعتبر
مہربانی اور احسان اور معقول ثواب

نے شما گفتید ما قربانئیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا، ہم فدائی ہیں
پیشِ اوصافِ شما ما فانئیم
آپ کے اوصاف کے پیشِ نظر ہم فانی ہیں

---

[1] چوں۔ جبکہ مومن نے نفس کی جہنمی صفات کو مجاہدات سے زائل کر دیا تو آخرت میں جہنم کے صفات بھی اُن کے لئے تبدیل ہو جائینگے۔ نار یعنی نفسانی آگ۔ آتشِ شہوت۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ نفس کی بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیا۔

[2] چوں شما۔ جب ایک انسان اللہ کے لئے نفس کی بُرائیوں کو زائل کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کی بُرائیوں سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ چو باغے۔ جب انسان نیک اعمال والا بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی بُرائیوں کو بھی بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بُلبلاں۔ اِس باغ میں دریائے معرفت کے کنارے ذکر و تسبیح کی بُلبلیں نغمے گاتی ہیں۔ داعیِ حق۔ یعنی نبی دوراں۔ وز جحیم۔ یعنی نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ بنا دیا۔

[3] چیست۔ قرآن پاک میں ہے "نیکی کا بدلہ نیکی ہے"۔ نے شما۔ پہلا خطاب تو عام مومنین کو تھا یہ خطاب عشاق کے لئے ہے۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم — مست آں ساقی[51] وآں پیمانہ ایم

ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں — اسی ساقی اور اسی پیمانے کے مست ہیں

برخطِ فرمانِ اُو سر می نہیم — جانِ شیریں را گروگاں میدہیم

اُس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں — اپنی جانِ شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں

تا خیالِ دوست در اسرارِ ماست — چاکری و جاں سپاری کارِ ماست

جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے — خدمتگاری اور فداکاری ہمارا کام ہے

ہر کجا شمعِ بلا افروختند — صد ہزاراں جانِ عاشق سوختند

انھوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے — عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں

عاشقانے کز درونِ خانہ اند — شمعِ روئے یار را پروانہ اند

وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں — وہ دوست کے رُخ کی شمع کے پروانے ہیں

اے دل آنجا رو کہ با تو روشن اند — وز بلاہا مر ترا چوں جوشن اند

اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں — جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

درمیانِ[52] جاں ترا جامی کنند — تا ترا پُر بادہ چوں جامے کنند

وہ تجھے دل میں جگہ دیتے ہیں — تاکہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کردیں

درمیانِ جانِ ایشاں خانہ گیر — در فلک خانہ کن اے بدرِ منیر

اُن کے دل میں تو جگہ بنالے — اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کرلے

چوں عطارد دفترِ دل وا کنند — تا کہ بر تو سرہا پیدا کنند

وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دینگے — تاکہ تجھ پر راز کھول دیں

پیشِ خویشاں باش چوں آوارۂ — برمۂ کامل زن ار مہ پارۂ

اپنوں کے سامنے رہ، تو آوارہ کیوں ہے — اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے، کامل چاند سے جڑ جا

جزو را از کلِ خود پرہیز چیست — با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست

جزو کو اپنے کل سے پرہیز کیوں ہے؟ — مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟

جنس[53] را بیں نوع گشتہ در روش — غیبہا بیں عین گشتہ در رہش

تو اس کے سامنے جنس کو نوع بنتے ہوئے دیکھ — اسکے طریق میں تو غیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ

---

[51] ساقی یعنی معرفت کے علوم کا ساقی۔ خطِ فرماں بحکم۔ سرنہادن۔ اطاعت کرنا۔ گروگاں۔ گروی۔ اسرار۔ دل کے چھپے ہوئے راز۔ چاکری۔ خدمتگاری۔ جاں سپاری۔ فداکاری۔ عاشقاں۔ یعنی وہ عاشق جو مقربانِ بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اے دل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کرو۔ جوشن۔ لوہے کی جنگی زرہ جو تیر و تلوار سے حفاظت کرتی ہے۔

[52] درمیاں۔ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کروگے تو وہ اپنے دل میں تمھیں جگہ دینگے اور شرابِ معرفت سے مست کردینگے۔ فلک یعنی یہ عاشق جو مرتبہ کی بلندی میں آسمان جیسے ہیں۔ عطارد۔ ستارہ کا نام ہے جس کو دبیرِ فلک یعنی آسمان کا منشی کہا جاتا ہے اور علوم و معارف کا تعلق اُس سے مانا جاتا ہے۔ پیشِ خویشاں۔ جبکہ تجھ میں صلاحیت ہے تو یہ تیرے عاشق ہیں تو ان سے کیوں بھٹکتا ہے۔ مہ کامل یعنی یہ خدائی عشاق۔ مخالف یعنی دنیادار لوگ۔

[53] جنس۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت مختلف حقیقتوں کی نوعیں داخل ہوتی ہیں۔ نوع۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت ایک حقیقت کے افراد داخل ہوتے ہیں۔ یعنی ان عاشقانِ خدا کی صحبت میں تجھے وحدتِ حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا اور تو سب چیزوں میں ایک وجود دیکھے گا۔ غیبہا۔ اُن کی صحبت میں تیرے مشاہدہ میں غیبی اسرار آجائیں گے۔

تا چو زن[1] عشوہ خری اے پُرخرد
اے عقلمند! عورتوں کیطرح تو کبتک فریب کی قدر کریگا

از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کر سکے گا؟

چاپلوسی لفظِ شیرینی فریب
خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ

می ستانی می نہی چون زن بہ جیب
تو قبول کرتا ہے، عورتوں کیطرح جیب میں رکھ لیتا ہے

مر ترا دُشنام و سیلیِ شہاں
تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت

بہتر آید از ثنائے گمرہاں
مناسب ہیں، گمراہوں کی تعریف سے

صفعِ شاہاں خور مخور شہدِ خساں
شاہوں کا تمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا

تا کسے گردی زاقبالِ کساں
تا کہ تو صاحبِ دل لوگوں کی توجہ سے انسان بنجائے

زانکہ زانشاں دولت و خلعت رسید
کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے

در پناہِ روح جاں گردد جسد
روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے

ہر کجا بینی برہنہ بے نوا
جس جگہ تو ننگا بے سروسامان دیکھے

داں کہ اُو بگریخت از اُوستا
سمجھ لے کہ وہ اُستاد سے بھاگا ہے

تا چناں گردد کہ می خواہد دلش
تا کہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اُس کا دل چاہتا ہے

آن دلِ کورِ بدِ بے حاصلش
وہ اُس کا اندھا، بُرا، بدنصیب دل

گر چناں[2] گشتی کہ اُستا خواستے
اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ اُستاد چاہتا

خویش را و خلق را آراستے
اپنے آپ کو اور لوگوں کو سُدھار دیتا

ہر کہ از اُستا گریزد در جہاں
جو دنیا میں اُستاد سے بھاگے

اُو ز دولت می گریزد ایں بداں
یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے

پیشۂ آموختی در کسبِ تن
تو نے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا

چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن
دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال

در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی[3]
تو نامرد تھا دنیا میں چھُپا رہا

چوں بروں آئی ازینجا چوں کنی
جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا

پیشۂ آموز کاندر آخرت
ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں

اندر آید کسب و دخلِ مغفرت
مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو

آں جہاں شہریست پُر بازار و کسب
وہ عالمِ (آخرت) ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی سے بھرا ہے

تا نہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اِسی جگہ ہے

---

[1] چو زن۔ عورتیں بہت جلد عشوہ اور غلط تعریفوں کے فریب میں آجاتی ہیں۔ مر ترا۔ ایک انسان کیلئے دنیاداروں کی جھوٹی تعریفوں سے بزرگوں کی کڑوی باتیں زیادہ مفید ہیں۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ صفع۔ تمانچہ یعنی کڑوی نصیحت۔ شہد۔ یعنی جھوٹی تعریف کمینوں کی۔ یعنی بزرگانِ دین۔ زانشاں۔ بزرگوں کی سختی جھیلنے سے نفع پہنچتا ہے۔ در پناہ۔ جسم جو ایک بے حس چیز ہے روح کی صحبت میں حساس ہو جاتا ہے، اِسی طرح مرید شیخ کی صحبت سے زندگی حاصل کرلیتا ہے۔ ہر کجا۔ جو اُستاد کا ادب نہ کریگا اور صحبت برداشت نہ کریگا محروم رہیگا۔ تا چناں۔ اُستاد سے بھاگنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اُستاد کو اپنی منشاء پر چلانا چاہتا ہے اور جب اُس میں کامیابی نہیں ہوتی تو بھاگتا ہے۔

[2] گر چناں۔ اگر مرید شیخ کی مرضی کے مطابق مجاہدے کرے تو اپنی اور دوسروں کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ پیشۂ دیں۔ دینداری سے روح کی اصلاح ہوتی ہے جس کو بقا حاصل ہے۔

[3] غنی۔ غنین کا مخفف ہے، نامرد، دین کی نامردی دنیا میں تو چھپ سکتی ہے لیکن آخرت میں کھل کر رہیگی۔ کسب کمائی۔ دخل۔ آمدنی۔ آں جہاں۔ آخرت میں اعمالِ حسنہ کے اچھے دام لگینگے اور اعمالِ سیئہ کے کھوٹے دام

حق تعالےٰ گفت کایں کسبِ جہاں — پیشِ آں کسب لَعِب[1] کودکاں

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اِس عالَم (دنیا) کی کمائی — اُس (عالمِ آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے

ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند — شکلِ صحبت کُن مساسے می کُند

اُس بچہ کی طرح جو بچہ پر چڑھے — (اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے

کودکاں[2] سازند در بازی دُکاں — سُود نبود جُز کہ تغییرِ زماں

بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں — وقت گذاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے

شب شود در خانہ آید گرسنہ — کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ

رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے — بچے چلے جاتے ہیں، اکیلا رہ جاتا ہے

ایں جہاں بازیگہ است و مرگ شب — باز گردی کیسہ خالی پُر لَعِب

یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے — تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہوگا

سُوئے خانہ گور تنہا ماندہ — با فُغاں وَاحسرتا برخواندہ

قبر کے گھر کی طرف (جانے کیلئے) تو تنہا رہ گیا — فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا

کسبِ دیں عشق ست و جذبِ اندروں — قابلیت نورِ حق داں اے حَروں

دین کی کمائی عشق، اور باطنی جذبہ ہے — اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ

کسبِ فانی[3] خواہدت ایں نفسِ خس — چند کسبِ خس کُنی بگذار و بس

تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانیوالی کمائی چاہتا ہے — کبتک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ، بس کر

نفسِ حس گر جویدت کسبِ شریف — حیلہ و مکرے بُود آں را ردیف

حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے — کوئی حیلہ اور مکر اُس کے پس پشت ہوگا

بیدار کردنِ ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ رضؓ را کہ برخیز کہ وقتِ نماز است

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اٹھیئے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خالِ مومناں — بود اندر قصرِ خود خُفتہ شباں

قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں — رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے

قصر را از اندروں در بستہ بود — کز زیارتہائے مردم خستہ بود

محل کا دروازہ اندر سے بند تھا — کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے

ناگہاں مردے اُورا بیدار کرد — چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد

اچانک اُن کو ایک شخص نے جگا دیا — جب انھوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا

---

[1] لَعِب۔ کھیل، قرآن پاک میں دنیاوی زندگی کو بیکار کھیل کودسے تعبیر کیا ہے۔ ہمچو۔ دنیاوی کاروبار محض نمائش ہے جس میں کوئی حقیقت اور بقا نہیں جیسا کہ ایک بچہ دوسرے بچے سے جماع کرے جو محض جماع کی نقل ہے مساس۔ چھونا، رگڑنا۔

[2] کودکاں۔ دنیاوی کاروبار بچوں کی فرضی دکان ہے۔ تغییر زماں۔ وقت گذاری۔ ایں جہاں۔ اِس دنیا کو بچوں کی دنیا سمجھو اور موت کو رات تصور کرو اگر دنیا میں لگے رہوگے تو جس طرح فرضی دکان والا بچہ بلا کمائی کے گھر کو تنہا لوٹتا ہے اسی طرح موت آنے پر تم تنہا بلا کمائی کے کوچ کروگے۔ کسبِ دین۔ دین کی کمائی عشقِ خداوندی اور باطنی جاذب ہے اور اس کی قابلیت خداداد ہے۔

[3] کسبِ فانی۔ نفس کا تقاضہ فانی لذتیں حاصل کرنا ہے۔ نفسِ حس۔ نفسِ امارہ اگر کسی بھلے کام کی ترغیب دیتا ہے تو اسکے پسِ پشت کوئی دھوکا ہوتا ہے۔ ردیف۔ ایک جانور پر دو سواروں میں سے پچھلا سوار۔ خال۔ ماموں، حضرت امیر معاویہ رضؓ حضرت اُمِّ حبیبہ اُم المومنین زوجۃ النبیؐ کے بھائی ہیں اِس اعتبار سے وہ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ قصر۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ لوگوں کی ملاقاتوں سے تھک کر محل کے اندر کا دروازہ بند کرکے سو گئے تھے۔

گفت اندر قصر کس را رہ[1] نبود — کیست کایں گستاخی و جرأت نمود

بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا — کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟

گِرد برگشت و طلب کرد آں زماں — تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں

اُنھوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی — تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگا لیں

از پسِ در مُدبرے[2] را دید کو — در پسِ پردہ نہاں می کرد رُو

در کے پیچھے اُنھوں نے ایک پُشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ — پردے کے پیچھے مُنہ چھپا رہا تھا

گفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست — گفت نامم فاشِ ابلیسِ شقی ست

فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟ — اُس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہ رضؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجدّ — راست گو با من مگو بر عکس و ضدّ

اُنھوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟ — سچ بتا مجھ سے اُلٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید — سوئے مسجد زود می باید دوید

اُس نے کہا نماز کا وقت آخیر ہو گیا ہے — مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہیے

عَجِّلُوا[3] الطَّاعَاتِ قَبْلَ الفَوت گفت — مُصطفےٰ چوں گوہرِ معنیٰ بسُفت

عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو فرمایا ہے — مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنیٰ کے موتی پروئے

گفت نے نے ایں غرض نبود ترا — کہ بخیرے رہنما باشی مرا

اُنھوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہوگا — کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے

دُزد آید از نہاں در مسکنم — گویدم کہ پاسبانی می کنم

چور چھپ کر میرے گھر میں آئے — (اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں

من کجا باور کنم آں دُزد را — دُزد کے داند ثواب و مُزد را

میں اُس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟ — چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

خاصہ دُزدے چوں تو قُطّاعُ الطریق — از چہ رُو گشتی چنیں بر من شفیق

خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور — تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

جواب گفتنِ ابلیسِ لعین بارِ دوم حضرت امیر المومنین معاویہ رضؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

---

[1] رہ نبود۔ یعنی دروازہ بند تھا اندر آنے کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا۔ گستاخی۔ یعنی نیند سے بیدار کرنا۔ جرأت یعنی بلا اجازت محل میں آنا۔

[2] مُدبر۔ پشت پھیرنے والا۔ بدبخت۔ فاش۔ ظاہر، مشہور۔ جِدّ۔ کوشش۔ بر عکس۔ یعنی واقعہ کے خلاف۔ ہنگام۔ وقت۔ باید دوید۔ یعنی تاکہ نماز قضا نہ ہو جائے۔

[3] عَجِّلُوا۔ یعنی وقتی عبادت کا وقت ختم ہونے سے پہلے اور غیر وقتی عبادت فوت ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ گفت۔ حضرت معاویہؓ نے شیطان سے کہا تو اللہ کے اسم مُضل کا مظہر ہے تجھ سے خیر کی راہنمائی ممکن نہیں ہے۔ ثواب و مُزد۔ انسان دوسری کی نگہبانی یا ثواب کے لئے کریگا یا اُجرت کے لئے، چور کو ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قُطّاعُ الطریق۔ راہزن، ڈاکو۔

گفت[1] ما اوّل فرشتہ بودہ ایم — راہِ طاعت را بجاں پیمودہ ایم

اُس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا — میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل) جان سے طے کیا ہے

سالکانِ راہ را محرم بُدیم — ساکنانِ عرش را ہمدم بُدیم

میں راہِ (خدا) کے سالکوں کا رازدار تھا — عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا

پیشۂ اوّل کجا از دل رَوَد — مہرِ اوّل کے ز دل بیروں شود

پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟ — پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟

در سفر گر رُوم بینی یا خُتن — از دلِ تو کے رود حُبِّ وطن

سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا خُتن کو — تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی ہے؟

ما ہم از مستانِ ایں[2] مے بودہ ایم — عاشقانِ درگہِ وے بودہ ایم

ہم بھی اِس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں — اِس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں

نافِ ما بر مہرِ اُو بُبریدہ اند — عشقِ او در جانِ ما کاریدہ اند

ہماری نال اُس کی محبت پر کٹی ہے — اُس کا عشق ہماری جان میں بویا گیا ہے

روزِ نیکو دیدہ ایم از روزگار — آبِ رحمت خوردہ ایم اندر بہار

زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے — (موسمِ) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے

نے[3] کہ ما را دستِ فضلش کاشتہ است — از عدم ما را نہ اُو برداشتہ است

کیا ہمیں اُس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟ — کیا وہ ہمیں عدم سے اُٹھا کر نہیں لایا ہے؟

اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم — در گلستانِ رضا گردیدہ ایم

ہم نے اُس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں — ہم اُس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں

بر سرِ ما دستِ رحمت می نہاد — چشمہائے لطف بر ما می کُشاد

ہمارے سر پر دستِ شفقت رکھتا تھا — مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا

در گہِ طفلی کہ بودم شیر جُو — گاہوارم را کہ جُنبانید اُو

بچپن میں جبکہ میں دودھ پیتا تھا — میرا پنگوڑا کون ہلاتا تھا؟ وہ

از کہ خوردم شیر غیر از شیرِ اُو — کہ مرا پرورد جز تدبیرِ اُو

میں نے اُس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟ — مجھے اُس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟

خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود — کے تواں اُو را ز مردم واکشود

وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو — اُس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟

---

[1] گفت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا میں ایک زمانہ میں مُعلّم الملکوت تھا۔ محرم۔ راز دار۔ ساکنانِ عرش۔ فرشتے۔ پیشۂ اوّل۔ فرشتوں کو تعلیم دینا اور نیکی کی رہنمائی کرنا۔ در سفر۔ وطن کی محبت ابتدائی محبت ہے وہ کسی حالت میں نہیں جاتی خواہ انسان کسی دوسرے بہتر شہر میں جا بسے۔ ختن۔ چین کا ایک مشہور شہر ہے۔

[2] ایں مے یعنی عشقِ خداوندی کی شراب۔ وے۔ یعنی خدائے تعالیٰ۔ ناف بر مہر کسے بُریدن کسی سے پیدائشی محبت ہونا۔ رحمت۔ یعنی رحمتِ خداوندی۔

[3] نے کہ جب اُسکے اسقدر احسانات ہیں تو ہمارے دل میں اُسکی محبت کیسے نہ ہوگی۔ می نہاد۔ یعنی جب تک کہ میں راندۂ درگاہ نہ ہوا تھا۔ گہ۔ گاہ۔ گاہوارہ۔ جھولنا، پنگوڑا۔ از شیرِ او۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پرورش کی ہے۔ خوئے۔ گُھٹی میں پڑی ہوئی عادت نہیں بدلتی ہے۔

گر عتابے[۱] کرد دریائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے

بستہ کے گردند درہائے کرم
کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟

اصلِ نقدش لطف و داد و بخشش ست
اُسکے سکّے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے

قہر بروے چوں غبارے از غش ست
اُس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول

از برائے لطف عالم را بساخت
اُس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے

ذرّہا را آفتاب اُو نواخت
ذرّوں کو اُس کے آفتاب نے نوازا ہے

فرقت از قہرش اگر آبستن ست
جدائی اگر اُس کے غصّہ کی حامل ہے

بہرِ قدرِ وصلِ اُو دانستن ست
تو اُس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے

تا دہد جاں را فراقش گوشمال
جب اُس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے

جاں بداند قدرِ ایامِ وصال
جان، وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

گفت پیغمبر[۲] کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے

قصدِ من از خلق احساں بودہ است
پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے

آفریدم تا ز من سودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اُٹھائیں

تا ز شہدم دست آلودے کنند
(اور) تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں

نے برائے آں[۲] کہ تا سودے کنم
نہ اسلئے کہ میں (اُن سے) فائدہ اُٹھاؤں

وز برہنہ را قبائے بر کنم
اور ننگے کی میں قبا اُتاروں

چند روزے کہ ز پیشم راندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے

چشمِ من در روئے خوبش ماندہ است
میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے

کز چناں روئے چنیں قہر اے عجب
کہ تعجب ہے، ایسے چہرے سے ایسا غصّہ

ہر کسے مشغول گشتہ در سبب
ہر شخص سبب میں مشغول ہے

من سبب را ننگرم کاں حادث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے

زانکہ حادث حادثے را باعث ست
(اور) اسلئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے

لطفِ[۳] سابق را نظارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں

ہر چہ آں حادث دو پارہ می کنم
جو حادث ہے اُس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں

ترکِ سجدہ از حسد گیرم کہ بود
میں مانتا ہوں (آدم کو) سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا

آں حسد از عشق خیزد نہ از جحود
وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ اِنکار سے

---

۵۱ گر عتابے۔ جبکہ وہ ناراض ہے میں اُسکے کرم سے مایوس نہیں ہوں۔ اصلِ نقدش۔ حدیث میں ہے خدا نے فرمایا سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ غش۔ کھوٹ ملمع۔ از برائے لطف۔ اللہ کی مہربانی سے ہی عالم وجود میں آیا ہے۔ فرقت۔ یعنی خدا اپنے دربار سے دور بھی کرتا ہے تو اسلئے کرتا ہے کہ دربار کی قدر معلوم ہو جائے۔ تا دہد۔ جب جدائی کی سزا ملتی ہے تو وصل کی قدر ہوتی ہے۔

۵۲ نے برائے۔ دنیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وز برہنہ۔ ننگے سے کوئی چادر کیسے چھین سکتا ہے مخلوق جبکہ خود محتاج ہے تو اُس سے اللہ تعالیٰ کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ چشمِ من۔ لہٰذا میں اُنکی رحمت کا امیدوار ہوں۔ ہر کسے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی میں ایسا کوئی سبب پیدا فرما دیتا ہے جس سے بندہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو عام لوگ اُس سبب پر نظر کر کے کڑھتے ہیں میں مُسبّب یعنی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتا ہوں اور اس کا قائل ہوں ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔ حادث یعنی سبب۔ حادثے را یعنی تکالیف۔

۵۳ لطف۔ مہربانی اللہ کی قدیم صفت ہے اور قہر بعد کی چیز ہے میں قدیم صفت کو پیشِ نظر رکھتا ہوں اور مایوس نہیں ہوتا ہوں قہر سے قطع نظر کر لیتا ہوں۔ ترکِ سجدہ حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے

ہر حسد[1] از دوستی خیزد یقین | کہ شود با دوست غیرے ہم نشین
یقیناً (اصطلاح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے | کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو

ہست شرطِ دوستی غیرت پزی | ہمچو بعدِ عطسہ گفتن دیر زی
غیرتمندی، دوستی کا لازمہ ہے | جیساکہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"

چونکہ[2] بر نطعش جز آں بازی نبود | گفت بازی کن چہ دانم در فزود
چونکہ اُس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا | اُس نے کہا بازی کھیل، میں بڑھنا کیا جانوں

آں یکے بازی کہ بُد من باختم | خویشتن را در بلا انداختم
وہی ایک بازی جو تھی میں نے کھیلی | تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

در بلا ہم می چشم لذاتِ او | ماتِ اویم ماتِ اویم ماتِ او
مصیبت میں بھی میں اُس کی لذتیں چکھتا ہوں | اُسی سے ہارا ہوں اُسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں

چوں رہاند خویشتن را اے سرہ | ہیچکس در شش جہت ز ششدرہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے | کوئی ان چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟

جزوِ شش از کلِ شش چوں وا رہد | خاصہ کہ بے چوں مر اُورا کژ نہد
ششدرہ کی نرد ششدرہ سے کیسے نکلے | خصوصاً جبکہ (ذات) بیمثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھا ہو

ہر کہ در شش[3] در درونِ آتش ست | اوش برہاند کہ خلاقِ شش ست
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے | اُسکو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنیوالا ہے

خود اگر کفر ست اگر ایمانِ او | دست بافِ حضرتست و آنِ او
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے | (اسی) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اُس کا مملوک ہے

باز تقریر کردنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر اُورا کہ اینہا راست ست | لیک بخشِ تو ازینہا کاست ست
امیر (معاویہؓ) نے اُس سے کہا یہ سب درست ہے | لیکن ان میں تیرا حصّہ نہیں ہے

صد ہزاراں را چو من تو رہ زدی | حفرہ کردی در خزینہ آمدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے | نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے

آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست | کیست کز دستِ تو جامہ اش پارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں؟ کوئی چارہ نہیں ہے | کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟

---

[1] ہر حسد۔ رقابت میں جو حسد پیدا ہوتا ہے وہ دوست کی دوستی پر مبنی ہے کیونکہ حاسد رقیب یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا محبوب کا ہم نشین بنے بہت۔ دوستی اور عشق میں رقیب سے حسد لازمی چیز ہے جس طرح کہ دعا چھینک کے لوازم میں سے ہے۔

[2] چونکہ جبکہ تقدیرِ الٰہی کی بساط پر میرے لئے صرف یہی بازی تھی کہ میں آدم کو سجدہ نہ کروں اور مردودِ بارگاہ بنوں تو میرے لئے اس سے تجاوز کرنے کا کیا امکان تھا۔ آں یکے۔ یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بازی میں نے کھیلی اور میں مصیبت میں پھنس گیا۔ در بلا۔ چونکہ میں نے اُسکی ذات سے بازی ہاری لہٰذا میں اس بازی ہارنے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوں۔ ششدرہ۔ وہ جگہ جس سے رہائی ناممکن ہو، وہ چھ خانے جو نرد کی بازی میں ہوتے ہیں ان میں گوٹ ایسی بند ہو جاتی ہے کہ اُس کی چال ناممکن ہو جاتی ہے۔ جزوِ شش یعنی ششدرہ کی گوٹ یعنی وہ نرد جو ششدرہ میں پھنس گئی ہو۔ کلِ شش۔ یعنی ششدرہ۔

[3] شش یعنی چھ جہتیں۔ امیر یعنی امیر المومنین معاویہؓ۔ بخش حصہ۔ کاست کم۔ رہ زدن۔ گمراہ کرنا۔ حفرہ۔ گڑھا، نقب۔ خزینہ، خزانہ۔ آتشی۔ شیطان آگ سے بنا ہے جس کا کام جلا دینا ہے۔

طبعت اے آتش چو سوزانید نیست
اے آگ! جبکہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے

تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست
جب تک تو جلانہ ڈالے، کوئی تدبیر نہیں ہے

لعنت[1] این باشد کہ سوزانت کند
(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانیوالا کر دیا

اوستادِ جملہ دُزدانت کند
تجھے تمام چوروں کا اُستاد کر دیا

با خدا گفتی، شنیدی رُوبرُو
خدا کے روبرو، تیری کہن سُن ہوئی

من چہ باشم پیشِ مکرت اے عدو
اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟

معرفت ہائے تو چوں بانگِ صفیر
تیری معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں

بانگِ مُرغانست لیکن مُرغ گیر
بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے

صد ہزاراں مُرغ را آں رہ زدست
(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے

مُرغ غرّہ کاشنائے آمدست
پرند دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

در ہوا چوں بشنود بانگِ صفیر
ہوا میں جب سیٹی کی آواز سُنتا ہے

از ہوا آید شود آنجا اسیر
ہوا سے (اُتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے

قومِ نوحؑ از مکرِ تو در نوحہ اند
نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے

دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند
دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے

عاد[2] را برباد دادی در جہاں
تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے

در فگندی در عذاب و اندُہاں
عذاب اور رنجوں میں مبتلا کر دیا ہے

از تو بُودہ سنگسار آں قومِ لوطؑ
قوم لوطؑ تیری وجہ سے سنگسار ہوئی

در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط
تیری وجہ سے انھوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگایا

مغزِ نمرود از تو آمد ریختہ
نمرود کا بھیجہ تیری وجہ سے بہا

اے ہزاراں فتنہا انگیختہ
اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کئے

عقلِ فرعونِ ذکیِ فیلسوف
فلسفی، ذہین فرعون کی عقل

کور گشت از تو نیابید اُو وقوف
اندھی ہو گئی (اور) تجھے نہ سمجھی

بُولہب ہم از تو نا اہلے شدہ
ابولہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا

بُوالحکم[3] ہم از تو بُوجہلے شدہ
ابوالحکم تیری ہی وجہ سے ابوجہل بنا

اے بریں شطرنج بہرِ یاد را
اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے

مات کردہ صد ہزار اُستاد را
لاکھوں اُستادوں کو مات دی ہے

---

[1] لعنت۔ تجھ پر خدا کی لعنت کی یہ صورت ہے کہ تجھے جلانے والا اور چوروں کا سردار بنا دیا ہے۔ باخدا؛ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے معاملہ میں آمنا سامنا جواب دیئے۔ بانگِ صفیر۔ شکاری کی وہ آواز جو وہ پرند کی آواز کی طرح نکالتا ہے جس کو پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر دھوکا کھا جاتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ آں۔ یعنی شکاری کی سیٹی۔ اسیر۔ قیدی۔ نوحہ۔ رونا۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔

[2] عاد۔ قومِ عاد کی ہدایت کے لئے حضرت صالحؑ بھیجے گئے تھے لیکن شیطان نے اُن کو راہِ ہدایت پر نہ آنے دیا۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے، غم۔ قومِ لوط۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے انکو قوم کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا لیکن شیطان نے قوم کو بہکایا جس کی وجہ سے اُس پر سنگ باری کا عذاب آیا۔ سیاہ آبہ۔ کالا پانی یعنی عذاب۔ غوط۔ غوطہ۔ نمرود۔ خدائی کا دعویدار ہوا خدا نے ایک مچھر اُسکے دماغ میں گھسا دیا جس سے وہ ہلاک ہوا۔ فیلسوف۔ فلسفی حکیم۔ بولہب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی کنیت ہے جس نے آنحضورؐ کی مخالفت کی تھی۔

[3] بوالحکم۔ اسی کو ابوجہل کہا جاتا ہے۔ شطرنج۔ یعنی مکر اور فریب کی بازی۔ یاد۔ یعنی یادگار۔

اے ز فرزین[1] بندہائے مشکلت
اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین بندوں (چالوں) سے

سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت
بہت سے دل جل گئے، تیرا دل سیاہ ہو گیا

بحرِ مکری تو خلائق قطرہ
تو مکاری کا سمندر ہے، لوگ ایک قطرہ ہیں

تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرہ
تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں

کے رہد از مکرِ تو اے مختصم
اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟

غرقِ طوفانیم الا من عصم
ہم تو طوفان میں غرق ہیں، مگر وہ جس کو اللہ بچائے

بس ستارہ سعد از تو محترق
بہت سے نیک تارے تیری وجہ سے بے نور ہو گئے ہیں

بس سپاہِ جمع از تو مفترق
فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

بس سلیماں کز تو دیں درباختہ
بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں

سرنگوں تا قعرِ دوزخ تاختہ
دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں

بس چو بلعم[2] از تو نومید آمدہ
بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہو گئے ہیں

بس چو برصیصا ز تو کافر شدہ
بہت سے برصیصا جیسے ہیں جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

جواب گفتنِ ابلیسِ لعین امیر المومنین حضرت معاویہ رض را نوبتِ سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہ رض کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقدہا
اُن سے شیطان نے کہا اِن گرہوں کو کھولئے

من محکم[3] قلب را و نقد را
میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں

امتحانِ شیر و کلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان کا ذریعہ (بنایا ہے)

امتحانِ نقد و قلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا ذریعہ امتحان بنایا ہے

قلب را من کے سیہ رو کردہ ام
کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رُو بنایا ہے

صیرفیم قیمتِ او کردہ ام
میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے

نیکواں را رہنمائی می کنم
میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں

مریداں را پیشوائی می کنم
(اور) بُروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں

صالحاں را مقتدا و مامنم
میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں

طالحاں را نیز یاری می کنم
میں بُروں سے بھی دوستی کرتا ہوں

شیطان انسان کی شر کی قوت کو بروئے کار لاتا ہے لہٰذا لعنت کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص بارود میں آگ لگائے اور اپنی برأت کے لئے کہے کہ اُس میں خود جلنے کا مادہ تھا تو وہ اپنی اس تقریر سے بری نہیں ہو سکتا ہے۔

[1] فرزین بند۔ وہ چال جس سے شطرنج کے مُہرے فرزین کو بند کر دیا جائے اور اُس کی چال مشکل ہو جائے۔ سلیمان۔ سلیم کی جمع ہے۔ سادہ مزاج انسان مختصم۔ جھگڑالو۔ سعد۔ مبارک۔ محترق۔ وہ ستارہ جو آفتاب کے ساتھ ایک برج میں جمع ہو کر اپنی شعاع کھو بیٹھے۔

[2] بلعم۔ بن باعور مشہور شخص تھا جو بہت عبادت گذار تھا لیکن حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کر کے تباہ و برباد ہو گیا۔ برصیصا۔ ایک مشہور عبادت گذار راہب تھا جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا تھا۔

[3] من محک ام میں کسوٹی ہوں۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ نقد۔ کھرا سکہ۔ امتحان یعنی امتحان کا ذریعہ۔ صیرفی۔ صراف۔ بیداد۔ کھوٹا سکہ جب تپایا جاتا ہے تو کالا پڑ جاتا ہے۔ قیمت او۔ شیطان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں خیر و شر کی قوت میں نے نہیں پیدا کی ہے بلکہ قدرت نے پیدا کی ہے میں تو صرف اُس کو ظاہر کر دیتا ہوں لہٰذا میں قصور وار نہیں ہوں لیکن اس کی یہ تقریر غلط ہے بیشک خیر و شر کا مادہ اللہ نے پیدا فرمایا ہے لیکن جو شخص جس طرح کی قوت کو بروئے کار لانے کا سبب بنے گا وہ اسی طرح کی جزا و سزا کا مستحق ہوگا۔ انبیاء انسانوں کی خیر کی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں لہٰذا جزا کے مستحق ہیں۔

باغبانم[۱] شاخ تر می پرورم　شاخہائے خشک را ہم می برم
میں باغبان ہوں ترشاخ کی پرورش کرتا ہوں　سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

ایں علفہا می نہم از بہر چیست　تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے؟　تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے

سگ چو از آہو بزاید کودکے　در سگے و آہوئے دارد شکے
کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے　اُس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے

تو گیاہ و استخواں پیشش بریز　تا کدامیں سو کند او گام تیز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے　دیکھ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے

گر بسوئے استخواں آید سگ ست　ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے، کتا ہے　اگر گھاس کیطرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے

قہر و لطفے[۲] جفت شد با ہمدگر　زاد ازیں ہر دو جہانِ خیر و شر
(اللہ تعالےٰ کا) قہر اور مہر باہم ملے　اِن دونوں سے عالم خیر و شر پیدا ہوا

تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن　قوت نفس و قوت جاں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر　نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر

گر غذائے نفس جوید ابتر ست　ور غذائے روح خواہد سرور ست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو بُرا ہے　اگر رُوح کی غذا چاہے تو بڑا ہے

گر کند[۳] او خدمتِ تن ہست خر　ور رود در بحرِ جاں یابد گہر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے　اگر وہ رُوح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے

گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند　لیک ایں ہر دو بیک کار اندر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں　لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہیں

انبیا طاعات عرضہ می کنند　دشمناں شہوات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں　(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں

نیک را چوں بد کنم یزداں نیم　داعیم من خالق ایشاں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں　میں بُلانے والا ہوں میں اُنکا پیدا کرنے والا نہیں ہوں

اور شیطان کا بھی یہی کام ہے۔ انبیاء لیکن ہر دو میں فرق ہے۔ انبیاء خیر کو پیش کرکے بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کردیتے ہیں اور دین کا دشمن بُرائی کو پیش کرکے امتیاز پیدا کردیتا ہے۔

[۱] باغبانم۔ شیطان کی یہ تقریر بھی غلط ہے باغبان تو ترشاخ کی پرورش کرتا ہے لیکن اُس نے تو بہت سے نیکوں کو برباد کیا ہے حضرت آدم تک کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ایں علفہا۔ یعنی شیطان نے کہا کہ انسانوں کو بُرائی کی دعوت دیکر یہ معلوم کرتا ہوں کہ بُرا کون ہے اور بھلا کون ہے۔ سگ۔ اگر کتیا ہرن سے جفتی کھا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے جس کے کتے اور ہرن ہونے میں شک ہو جائے تو یہی ترکیب ہے کہ اُس کے سامنے کتے کا چارہ جو ہڈی ہے وہ اور ہرن کا چارہ جو گھاس ہے وہ ڈالکر دیکھ لو جس کی طرف وہ بڑھے سمجھ لو کہ وہ اُسی جنس کا ہے۔

[۲] قہر و لطفے۔ اللہ تعالےٰ کے قہر و لطف کے میل جول سے خیر و شر پیدا ہوا تو نیک و بد کی شناخت کے لئے تم بھی اُس کے سامنے انکی خوراک ڈال کر دیکھو نفس کی خوراک شر ہے اور روح کی خوراک خیر ہے جس کی طرف اُس کی رغبت ہو وہ اُسی جہان کا انسان ہوگا۔

[۳] گر کند۔ تن پروری بے عقلی کی دلیل ہے جو گدھاپن ہے۔ گرچہ۔ خیر و شر اگرچہ دو مختلف چیزیں ہیں لیکن دونوں کا کام اچھے اور بُرے میں امتیاز پیدا کرنا ہے انبیاء کا بھی یہی کام ہے کہ وہ نیکوں کو بدوں سے ممتاز کرتے ہیں

خوب را[۱] چون زشت سازم رب نیم
بھلے کو میں برا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں

زشت را و خوب را آئینہ ام
میں تو اچھے اور برے کا آئینہ ہوں

سوخت ہندو آئینہ از درد را
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا

کایں سیہ رومی نماید مرد را
کہ یہ اس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے

گفت آئینہ گناہ از من نبود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی

جرم او را نہ کہ روئے من زدود
اس کو خطاوار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے

او مرا غماز کرد و راست گو
اس نے مجھے چغلخور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے

تا بگویم زشت کو و خوب کو
تاکہ میں کہدوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟

من[۲] گواہم بر گوا زنداں کجاست
میں گواہ ہوں، گواہ کیلئے قیدخانہ کب ہے؟

اہل زنداں نیستم یزداں گواست
میں قیدی نہیں ہوں خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم نہال میوہ دار
جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں

تربیتہا می کنم من دایہ وار
میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں

ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں

می برم تا وارہد از پشک و مشک
میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ مینگنی و مشک سے بچے

خشک گوید باغباں را کاے فتیٰ
خشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان!

مر مرا چہ می بری سر بے خطا
تو بلاقصور میرا سر کیوں کاٹتا ہے

باغباں گوید خمش اے زشت خو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چپ رہ

بس نباشد خشکیٔ تو جرم تو
کیا تیرا خشک ہونا تیرا جرم نہیں ہے؟

خشک گوید[۳] راستم من کژ نیم
خشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں

تو چرا بے جرم می بری پیم
تو بلا قصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟

باغباں گوید اگر مسعودیے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا

کاشکے کژ بودی و تر بودیے
کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا

جاذب آب حیات گشتیے
(اگر) آب حیات کو جذب کرنے والا ہوتا

اندر آب زندگی آغشتیے
تو آب حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا

تخم تو بد بودہ است و اصل تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بری تھی

با درخت خوش نبودہ وصل تو
اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

---

۱ خوب را۔ اچھا برا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ آئینہ ام۔ شیطان نے کہا میں تو صرف آئینہ کی طرح اچھے برے کو اس کی صورت دکھا دیتا ہوں۔ سوخت۔ اگر بدصورت آئینہ پر غصہ کرے تو اس کی بے عقلی ہے۔ جرم او را۔ اگر یہ کوئی گناہ ہے تو آئینہ بنانے والے کا ہے کہ اس نے اس کو ایسا کیوں بنایا کہ وہ حقیقت واضح کردے۔

۲ من گواہم۔ شیطان نے کہا میں تو انسانوں کی برائی پر گواہ ہوں، جیلخانہ مجرم کے لئے ہے نہ کہ گواہ کے لئے۔ ہر کجا۔ باغبان کا یہی کام ہے کہ اچھے درختوں کی پرورش کرے اور برے درختوں کو کاٹ پھینکے۔ خشک گوید۔ جس طرح خشک درخت جس کو باغبان کاٹ دیتا ہے وہ باغبان کا شاکی ہوتا ہے اسی طرح ناقابل اصلاح لوگوں کو جب میں تباہ کرتا ہوں وہ شاکی ہوتے ہیں۔

۳ بیخ۔ خشک درخت باغبان سے شکوے میں کہتا ہے کہ میں سیدھا تھا ٹیڑھا نہ تھا تو نے مجھے کیوں کاٹ ڈالا۔ باغباں گوید۔ ٹیڑھے درخت کی حیات اور زندگی کی تو توقع ہو لیکن خشک درخت کی زندگی ناممکن ہے لہٰذا اسکو کاٹا جائیگا۔ شیطان کہتا ہے کہ اسی طرح جن کے دلوں میں آب ایمان بالکل باقی نہیں ہے اور ان کے دل خشک ہوگئے ہیں انسے مایوس

شاخِ تلخ[۱] ار با خوشے وصلت کند — آں خوشے اندر نہادش بر زند
کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے — وہ اچھا اُس کے وجود میں اثر کرے

گر ترا بیدار کردم بہرِ دیں — خوئے اصلِ من ہمیں ست و ہمیں
اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے — میری اصل عادت ہی یہ ہے

عُنف[۲] کردنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رض با ابلیس علیہ اللعنة

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو — مر ترا رہ نیست در من رہ مجو
امیر (المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر — تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے، راستہ نہ تلاش کر

رہزنی تو من غریب تاجرم — ہر لباساتے کہ آری کے خرم
تو ڈاکو ہے، میں مسافر تاجر ہوں — تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟

گرد رختِ من مگرد از کافری — تو نہ رختِ کسے را مشتری
بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا — تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے

مشتری نبود کسے را راہزن — ور نماید مشتری مکر ست و فن
ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے — اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے، مکاری اور چالاکی ہے

نالیدن امیر المومنین حضرت معاویہ رض بحق تعالیٰ از مکرِ ابلیس و نصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیر المومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ و زاری کرنا اور مدد چاہنا

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو — اے خدا فریاد رس ما زیں عدو
نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟ — اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سن لے

گر یکے فصلِ[۳] دگر در من دمد — در رُباید از من ایں رہزن نمد
اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا — یہ ڈاکو نمدہ اُڑا لے جائے گا

ایں حدیثش ہمچو دود ست اے الٰہ — دست گیر ار نہ گلیمم شد سیاہ
اے خدا! یہ اس کی گفتگو دھوئیں کی طرح ہے — میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائیگی

من بحجت بر نیایم با بلیس — کو ست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا — کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے (باعث) فتنہ ہے

آدمے کو عَلَّمَ الْاَسْمَاءُ بگ ست — در تگ چوں برق ایں سگ بے تگ ست
(حضرت) آدم جو علم الاسماء والے سردار ہیں — اس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں

---

[۱] شاخِ تلخ۔ کڑوی شاخ کا اگر میٹھی جڑ سے پیوند لگا دیا جائے تو شاخ کی تلخی کم ہو جاتی ہے اسی طرح بد عمل کی اصلاح ممکن ہے لیکن بد نسل کی اصلاح ناممکن ہے۔ گر ترا۔ شیطان حضرت امیر معاویہ کو جواب دیتا ہے کہ جب تم یہ سمجھ گئے کہ میں اچھوں کے ساتھ اچھائی اور ناقابلِ اصلاح لوگوں کو تباہ کرتا ہوں تو سمجھ لو کہ میں نے تمھیں دین کی خاطر جگایا ہے۔

[۲] عُنف۔ سرزنش، سختی۔ راہ زن۔ ڈاکو۔ در من۔ میرے دل میں۔ غریب تاجرم۔ سفر کی حالت میں تاجر بہت چوکنا رہتا ہے۔ تو نہ۔ شیطان کا کام نیک اعمال کو تباہ کرنا ہے نہ اُن کا معاوضہ دے کر خریدنا۔ مشتری نبود۔ ڈاکو کا کام لوٹ مار ہے نہ کہ خریداری اگر وہ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کرے تو اسمیں کوئی مکاری ہو گی۔ چیزے اندر کدو داشتن۔ دل میں کوئی بات چھپانا۔

[۳] فصلِ دگر۔ دوسری مرتبہ۔ نمد۔ صرف پشم کا کپڑا جو عموماً درویش اور مسکین پہنتے تھے۔ من بحجت۔ شیطان پر محض دلائل سے بغیر فضلِ خداوندی غلبہ ممکن نہیں ہے۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار، امیر حضرت آدم کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ۔ خدا نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی۔ تگ۔ دوڑ۔ بے تگست حضرت آدم ہار گئے اور شیطان نے انھیں دھوکا دے دیا۔

از بہشت اندا ختش بر روئے خاک
اُس نے اُن کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا

چوں سمک[1] در شست[1] اُو شد از سماک[1]
وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اُس کے کانٹے میں پھنس گئے

نوحۂ اِنَّا ظَلَمْنَا[1] می زدے
اِنَّا ظَلَمْنَا کا رونا روتے تھے

نیست دستان[1] و فسونش را حدے
اُس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

اندرونِ ہر حدیثِ اُو شر ست
اُس کی ہر بات میں شر ہے

صد ہزاراں سحر در وے مُضمر[1] ست
اُس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں

مردیٔ[1] مرداں بہ بندد در نفس
ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے

در زن و در مرد افروزد ہوس
مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے

اے بلیسِ خلق سوزِ فتنہ جُو
اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتنین!

بر چہیم[2] بیدار کردی راست گو
سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟

زانکہ حیلت در نگنجد با منے
اسلئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ میں اثر نہیں کر سکتی ہے

ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

باز تقریر ابلیس تلبیسِ خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بد گماں
بولا، جو شخص بدگمان ہو

نشنود اُو راست را با صد نشاں
وہ سو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

ہر درونے کہ خیال اندیش شد
جس کا باطن شکی ہو

چوں دلیل آری خیالش بیش شد
جب تو دلیل بیان کریگا اُس کا شک اور بڑھیگا

چوں سخن در وے رَوَد علت شود
جب اُسکے (دل میں) بات جاتی ہو بیماری بنجاتی ہے

تیغِ غازی دُزد را آلت شود
مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے

پس جوابِ اُو سکوت ست و سکوں
تو اُس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے

ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے

تو زِ حق ترس[3] و زِ حق جو قطعِ نفس
تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر

کہ تو از شرش بماندستی بہ حبس
کیونکہ تو اُسکے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے

تو زِ من با حق چہ نالی اے سلیم
اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے

تو بنال از شرِ ایں نفسِ لئیم
تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر

---

[1] سمک۔ مچھلی۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ سماک۔ چاند کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے، ایک ستارہ ہے، یہاں مراد بلند مرتبہ ہے۔ اِنَّا ظَلَمْنَا۔ بیشک ہم نے ظلم کیا حضرت آدمؑ نے توبہ کے وقت فرمایا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ مردی۔ بڑے بڑے بہادروں کی بہادری کو ایک پھونک میں ختم کر دیتا ہے۔

[2] بر چہیم۔ برائے چہ مرا۔ غرض۔ مقصد۔ بے فن۔ بغیر مکاری۔ باصد نشان یعنی سچائی کی سو علامتوں کے باوجود خیال اندیش۔ شکی۔ چوں سخن۔ شکی انسان کو جس قدر سمجھایا جاتا ہے اُس کے شکوک میں اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ دلیلوں کا غلط استعمال کرتا ہے جیسا کہ چور کسی غازی کی تلوار چرا لے تو اُس سے غلط کام کرتا ہے۔ بس جواب۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔

[3] تو زِ حق ترس۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ تمہارا مجھے بُرا سمجھنا تمہارے نفس کا دھوکا ہے اور تم نفس کی قید میں گرفتار ہو اُس سے رہائی کی دعا کرو۔ تو زِ من۔ شیطان حشر میں بھی یہی کہے گا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ پس مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔

تو خوری[1] حلوا ترا دُمّل شود
تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہوگا
تب بگیرد طبعِ تو مُختل شود
بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی

بے گنہ لعنت کُنی ابلیس را
تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے
چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را
اپنی جانب سے اس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا ہے!

نیست از ابلیس ز تُست اے غوی
اے گمراہ! یہ شیطان کیجانب سے نہیں ہے بلکہ تیری جانب سے ہے
کہ چو رُوبہ سُوئے دُنبہ می روی
کیونکہ تو لومڑی کی طرح دُنبہ کیجانب جاتا ہے

چونکہ[2] در سبزہ بہ بینی دُنبہ را
جب تو سبزے میں دُنبہ کو دیکھتا ہے
دام باشد ایں ندانی رُوبہا
اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہوگا

زاں ندانی کت ز دانش دور کرد
تو اسلئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے
میلِ دُنبہ چشمِ غفلت کور کرد
دُنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے

حُبُّكَ الْاَشْيَاءَ يُعْمِيكَ وَيُصِمّ
چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے
نَفْسُكَ السُّوءُ قَدْ جَنَتْ لَا تَخْتَصِم
تیرے برُے نفس نے ظلم کیا ہے۔ نہ جھگڑ

تو گنہ بر من منہ کژ مژ مبیں
تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال ٹیڑھی نگاہ سے نہ دیکھ
من ز بد بیزارم و از حرص و کیں
میں برُائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

من بدی کردم پشیمانم ہنوز
میں نے برُائی بھی کی تھی ابھی تک شرمندہ ہوں
انتظارم تا دے ام گردد تموز
انتظار میں ہوں تاکہ میرا ماگھ ساون بنجائے

ہست کیں و حرص از طبائع مختلف
کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے
مر مرا کے چار ضد شد مکتنف
مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے
ہم امیدے[3] می پزم با درد و سوز
میں ابھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں
تا کہ کے گردد شبِ دیجور روز
کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟

مُتّہم گشتم میانِ خَلق من
میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں
فعلِ خود بر من نہد ہر مرد و زن
ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے

گرگ بیچارہ اگرچہ گُرسنہ است
بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے
مُتّہم باشد کہ اُو در طنطنہ است
(لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند ز ضعف اُو راہ رفت
چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے
خلق گوید تخمہ است از قوتِ زفت
لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

[1] تو خوری۔ یہ مولانا کی جانب سے نصیحت ہے کہ انسان شیطان سے تو بچتا ہے لیکن خود اس کا نفس شیطان سے زیادہ شریر ہے اسکی طرف سے بے توجہی برتتا ہے۔ بے گنہ۔ فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر۔ غوی۔ گمراہ۔ رُوبہ۔ لومڑی جو جانوروں کا شکار کرتی ہے۔

[2] چونکہ۔ انسان کا نفس لذتوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور انجام کی ہلاکت سے غافل ہوتا ہے میلِ دُنبہ۔ خواہشِ نفس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ لَا تَخْتَصِم یعنی نفس سے لڑ دوسرے سے نہ جھگڑ۔ من بدی کردم۔ شیطان کہتا ہے مجھے بدی سے نفرت ہے تھوڑی سی بدی مجھ سے ضرور ہوئی جس سے میں شرمندہ ہوں۔ دے۔ ماگھ جو خزاں کا مہینہ ہے۔ تموز۔ ساون جو بہار کا مہینہ ہے۔ ہست کیں یعنی کینہ اور حرص تو عناصر اربعہ کی پیداوار ہیں اور میں ان چار عنصروں سے نہیں بنا ہوں۔

[3] ہم امیدے۔ یعنی میں اُس خطا کی بخشش کا امیدوار ہوں۔ شبِ دیجور۔ اندھیری رات۔ فعلِ خود یعنی اپنا گناہ۔ گرگ۔ مثل مشہور ہے کھائے تو بھیڑیے کا نام نہ کھائے تو بھیڑیے کا نام۔ طنطنہ۔ دبدبہ۔ شان و شوکت۔ چونکہ۔ بھیڑیا بھوک کی وجہ سے چلنے پر قادر نہیں تہمت دھرنیوالے کہتے ہیں موٹا جانور کھا گیا ہے اس

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقتِ غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

گفت غیر راستی نرہاندت — **داد[1] سوئے راستی می خواندت**

(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائیگا — انصاف، تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے

راست گوتا وارہی از چنگِ من — **مکر نہ نشاند غبارِ جنگِ من**

سچ کہدے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے — مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کرسکتی ہے

گفت چوں دانی دروغ و راست را — **اے خیال اندیش و پُر اندیشہا**

اُس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟ — اے شکی اور توہمات سے بھرے ہوئے

گفت پیغمبر نشانے دادہ است — **قلب و نیکو را محک بنہادہ است**

اُنھوں نے فرمایا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علامت بتادی ہے، — کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کردی ہے

گفتہ است اَلکِذبُ رَیبٌ فی القُلوب — **باز اَلصِّدقُ طُمَانِینٌ وطَرُوب**

فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنیوالا ہے) — پھر (فرمایا) سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)

دل[2] نیارامد ز گفتارِ دروغ — **آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ**

جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے — پانی اور تیل روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے

در حدیثِ راست آرامِ دلست — **راستی ہا دانۂ دامِ دلست**

سچی بات میں دل کا سکون ہے — سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں

دل مگر رنجور باشد بد دہاں — **کو نداند چاشنیِ این و آن**

مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اُسکے مُنھ کا ذائقہ خراب ہو — کیونکہ وہ اِسکے اور اُسکے مزے کو نہیں سمجھتا ہے

چوں[3] شود از رنج و علت دل سلیم — **طعمِ صدق و کذب را باشد علیم**

جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہوجائے — تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے

حرصِ آدمؑ چوں سوئے گندم فزود — **از دلِ آدمؑ سلیمی را ربود**

(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کیطرف بڑھی — (حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اُڑا لے گئی

پس دروغ و عشوۂ ات را گوش کرد — **غرّہ گشت و زہرِ قاتل نوش کرد**

تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سُن لیا — فریب کھاگئے، اور قاتل زہر پی لیا

گندم از کژدم ندانست آں نفس — **می برد تمییز از مستِ ہوس**

اُسوقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کرسکے — (ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کردیتی ہے

---

[1] داد یعنی انصاف کا تقاضہ ہے کہ تو سچ بتادے۔ گفت شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ اگر میں سچ بات کہونگا تو آپ کیسے سمجھ لیں گے کہ وہ سچ ہے جبکہ آپ شکوک میں مبتلا ہیں۔ گفت۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ سچ اور جھوٹ کی علامتیں آنحضورؐ نے بتادی ہیں۔ اَلکِذبُ یعنی جھوٹی بات سُن کر مومن کا دل مطمئن نہیں ہوتا ہے بلکہ دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔ اَلصِّدق سچی بات سُن کر مومن کا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔

[2] دل نیارامد مومن کا قلب جھوٹ سے مطمئن نہیں ہوتا جس طرح کہ چراغ پانی ملے ہوئے تیل سے روشن نہیں ہوتا ہے۔ دانہ۔ جس طرح پرند دانے پر لپکتا ہے اسی طرح مومن کا دل سچائی کی طرف لپکتا ہے۔ دل مگر۔ لیکن یہ علامت مومن کے دل کے لئے ہے اگر کسی کا دل گناہوں کی وجہ سے بیمار ہو اُس کیلئے یہ علامت نہیں ہے۔

[3] چوں شود۔ جب دل مرض سے خالی ہو تب اُس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ حرص۔ چونکہ حضرت آدمؑ میں گیہوں کھانے کی حرص پیدا ہوگئی تھی لہٰذا وہ شیطان کے جھوٹ کو نہ پہچان سکے اور دھوکا کھاگئے۔ زہرِ قاتل۔ یعنی گیہوں۔

خلقِ[1] مستِ آرزو اند و ہوا
لوگ تمنا اور حرص سے مست ہیں
زاں پذیرا اند دستانِ ترا
اس لئے تیرے مکر کو قبول کرلینے والے ہیں

ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد
جس نے اپنے آپ کو حرص کی خصلت سے چھڑا لیا
گوشِ خود را آشنائے راز کرد
اس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا

ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند
جس طرح لوگوں نے حکایت میں بیان کیا ہے
بشنو آنرا تا کُشاید بستہ بند
اس کو سن لے تا کہ گرہ کھل جائے

شکایتِ قاضی از آفتِ قضا و جوابِ نائبِ اُو

قاضی کا قضیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اس کے نائب کا جواب

قاضئے بنشاندند اُو می گریست
لوگوں نے ایک قاضی کو مسند نشین کیا وہ رونے لگا
گفت نائب قاضیا گریہ زچیست
نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے

ایں[2] نہ وقتِ گریہ و فریادِ تست
یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے
وقتِ شادی و مبارک بادِ تست
تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے

گفت آہ چوں حکم راند بیدلے
اس نے کہا ہائے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے
درمیانِ آں دو عالم جاہلے
ایک ناداں دو جانکاروں کے درمیان؟

آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند
وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں
قاضئے مسکین چہ داند زاں دو بند
دو بندشوں (جہل اور غفلت) کی وجہ قاضی بیچارہ کیا جانے

جاہل ست و غافل ست از حالِ شاں
وہ ان کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے
چوں رود در خونِ شان و مالِ شاں
وہ ان کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

گفت[3] خصماں عالم اند و علتی
اس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اور غرضی ہیں
جاہلی تو لیک شمعِ ملتی
آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں

زانکہ تو علت نداری درمیاں
کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے
آں فراغت ہست نورِ دیدگاں
غرض سے خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے

واں دو عالم را غرض شاں کور کرد
ان دونوں واقف کاروں کو ان کی غرض نے اندھا کر دیا ہے
علمِ شاں را علت اندر گور کرد
ان کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے

جہل را بے علتی عالم کند
بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے
علم را علت کژ و ظالم کند
غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے

[1] خلق۔ چونکہ عام لوگ حرص و ہوا کے مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا شیطان کی جھوٹی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ دستاں۔ مکر۔ ہوا خو یعنی خوئے حرص۔ راز یعنی معرفتِ خداوندی کے راز۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ اگر انسان ہوا و ہوس سے پاک ہوتا ہے تو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر لیتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی قاضی بننے پر رونے کا موقع نہیں ہے یہ تو مبارکباد کا وقت ہے۔ بیدل۔ متردد۔ دو عالم۔ یعنی مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں دعوے کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ زاں دو بند یعنی جہل اور غفلت جس کا آئندہ شعر میں بیان ہے۔

[3] گفت۔ نائب قاضی نے کہا کہ فریقین اگرچہ معاملہ کو جانتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خود غرضی سما گئی ہے۔ زانکہ۔ انسان کی بے غرضی معاملہ کو واضح کر دیتی ہے۔ جہل را بے غرضی اور خلوص جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور خود غرضی عالم کو جاہل بنا دیتی ہے۔

تا تو رشوت نستدی بیننده
جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے
چوں طمع کردی ضریر و بنده
جب تو نے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے

از ہوا من خوی را وا کرده ام
میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے
لقمہائے شہوتی کم خورده ام
میں نے شہوت (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں

چاشنی گیر دلم شد با فروغ
میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہو گیا ہے
راست را داند حقیقت از دروغ
سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

باقرار آوردن حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرالینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگ ملعون جواب من بگو
اے ملعون کتے! میرا جواب دے
راست گو و در دروغے رہ مجو
سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر

تو چرا بیدار کردی مر مرا
تو نے مجھے کیوں جگایا؟
دشمن[۲] بیداریئی اے دغا
اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری
تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے
ہمچو خمرے عقل و دانش را بری
شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے

چارمیخت کرده ام ہیں راست گو
میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے، سچ کہہ دے
راست را دانم تو حیلہ مجو
میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا

من ز ہر کس آں طمع دارم کہ او
میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں
صاحب آں باشد اندر طبع و خو
جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے

من[۳] ز سرکہ می نجویم شکری
میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں
ہر مخنث را نہ گیرم لشکری
میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں

ہمچو گبراں می نجویم از بتے
میں کافروں کی طرح بت میں جستجو نہیں کرتا ہوں
کہ بود حق یا ز حق او آیتے
کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک
میں گوبر میں مشک کی خوشبو نہیں تلاش کرتا ہوں
من در آب جو نجویم خشت خشک
میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں

من نجویم پاسبانی را ز دزد
میں چور سے چوکیداری نہیں چاہتا ہوں
کار نا کرده نجویم ہیچ مزد
کام کئے بغیر میں کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

ملہ تا تو: نائب نے قاضی سے کہا جب تک تو رشوت نہ لیگا حقیقت کو دیکھ لے گا ورنہ نہ دیکھ سکیگا۔ از ہوا من: امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے اور خواہشات نفسانی کی غذا ترک کر دی ہے لہٰذا میرے دل میں ایسی روشنی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر لیتا ہے تو میں جان لونگا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ جواب من یعنی اس بات کا جواب کہ تو نے مجھے کیوں جگایا ہے

ملہ دشمن۔ شیطان کا کام ہے کہ وہ خواب غفلت میں مبتلا رکھے خشخاش۔ خود بھی خواب آور ہے اور اُسی کے پودے کے ڈوڈے سے افیون بنتی ہے جو خواب آور ہے۔ چار میخ۔ ایک قسم کی سزا ہے جس میں لٹا کر چاروں ہاتھ پیر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ من ز ہر کس۔ میں ہر شخص کو پہچان لیتا ہوں اور اُس سے اُسی کام کی توقع رکھتا ہوں جو اُس کی فطرت میں داخل ہے۔

ملہ من ز سرکہ۔ سرکہ کی طبیعت میں کھٹاس ہے اُس سے مٹھاس کی توقع کرنا غلط ہے۔ مخنث۔ ہیجڑے سے بہادری کی توقع غلط ہے۔ بت۔ بت سے یہ توقع کرنا کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی یہ بھی غلط ہے۔ دزد۔ چور سے چوکیداری کی توقع غلط ہے۔

مَن ز شیطاں[1] این نجویم کوست غیر | کو مرا بیدار گرداند بخیر
میں شیطان سے یہ اُمید نہیں رکھتا کیونکہ وہ غیر ہے | کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

راست گفتنِ ابلیس ضمیرِ خود را با حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
شیطان کا امیر معاویہ رضہ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عُذر | میر ازو نشنید کرد استیز و نکر
شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں | امیر (المومنین) نے نہ سُنیں، جھگڑا اور انکار کیا

از بُنِ دنداں بگفتش بہرِ آں | کرد مت بیدار میدار اے فلاں
اُن سے عاجزی سے اُس نے کہا، اس لئے | سمجھ لیجئے، میں نے آپ کو بیدار کیا ہے، اے فلاں

تا رسی اندر جماعت در نماز | از پئے پیغمبرِ دولت فراز
تاکہ آپ نماز باجماعت میں شریک ہو جائیں | پیغمبر بلند دولت کی سُنّت کے لئے

گر نماز از وقت رفتے مر ترا | ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
اگر نماز وقت سے گذر جاتی تو آپ کے لئے | یہ دنیا، بے رونق، اندھیری ہو جاتی

از غبین[2] و درد رفتے اشکہا | از دو چشم او مثالِ مشکہا
نقصان اور درد کے آنسو بہتے | ان کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح

ذوق دارد ہر کسے در طاعتے | لاجرم نشکیبد از وے ساعتے
ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے | لامحالہ تھوڑی دیر بھی اُس سے صبر نہیں کر سکتا ہے

از غبین و درد بودے صد نماز | کو نماز و کو فروغ آں نیاز
وہ نقصان اور درد تو نمازیں بن جاتا | کجا نماز اور کجا اُس عاجزی کا نور

فضیلت[3] حسرت خوردنِ آں شخص بر فوتِ نمازِ جماعت
نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر اُس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں | مردم از مسجد ہمی آمد بروں
ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا | لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے

گشت پُرساں کہ جماعت را چہ بود | کہ ز مسجد می بروں آیند زود
اُس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟ | کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں

آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز | باجماعت کرد و فارغ شد ز راز
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز | باجماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے

لہ من ز شیطان۔ شیطان کی طبیعت میں خیر نہیں ہے لہٰذا اُس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ خیر کے لئے جگائے گا بالکل غلط ہے۔ ضمیر یعنی دل کی پوشیدہ بات۔ میر یعنی امیر المومنین معاویہ رضہ۔ از بُن دنداں گفتن۔ گڑگڑا کر کہنا۔ پئے۔ پیروی سنت۔ گر نماز یعنی جماعت چھوٹ جاتی۔
لہ غبین۔ نقصان، ٹوٹا۔ درد یعنی جماعت کے فوت ہو جانے کا درد۔ ذوق۔ حضرت امیر معاویہ رضہ کو نماز باجماعت کا بہت ذوق تھا۔ آں غبین۔ شیطان نے مجبور ہو کر جگانے کا صحیح سبب بتا دیا کہ جماعت فوت ہونے پر جو اُن کو صدمہ ہوتا اور اُس پر روتے اُس کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب کے مستحق ہو جاتے اِس لئے اُس سے محروم کرنے کے لئے جگایا تھا۔
لہ فضیلت۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے فوت ہو جانے سے جو ایک عابد کو افسوس ہوتا ہے اُس کی بہت بڑی قدر و قیمت ہے۔ گشت پرساں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ لوگ جلدی سے مسجد سے کیوں نکل رہے ہیں جماعت کا کیا ہوا۔ آں یکے۔ یعنی نماز پڑھ کر نکلنے والوں میں سے کسی نے اُس سے کہا حضور تو جماعت ختم کر کے دعا سے بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ راز۔ یعنی نماز کے بعد کی خفیہ دعا۔

تو کجا در می روی اے مرد[1] خام
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے

چوں پیمبر باز داد آخر سلام
جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا

گفت آہ و درد زاں آمد بروں
اس نے آہ کہا اور اس آہ سے درد ظاہر ہوا

آہ او می داد از دل بوئے خوں
اس کی آہ نے دل کے خون کی بو دی

آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را
ایک شخص نے اس سے کہا یہ آہ دے دے

ویں نماز من ترا بادا عطا
اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے

گفت دادم آہ پذرفتم نماز
اس نے کہا میں نے آہ دیدی، نماز قبول کرلی

او ستد آں آہ را با صد نیاز
اُسنے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کیساتھ تھی

بانیاز و با تضرع باز گشت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا

باز بود و در پئے شہباز رفت
باز تھا اور بعد میں شہباز (ہو کر) لوٹا

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے[2]
ایک غیبی آواز نے خواب میں اس سے کہا

کہ خریدی آب حیوان و شفے
کہ تو نے آب حیات اور شفا خرید لی

حرمت ایں اختیار و ایں دخول
اس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے

شد نماز جملہ خلقاں قبول
تمام لوگوں کی نماز قبول ہوگئی

تتمہ اقرار ابلیس با حضرت معاویہ رض مکر و فریب خود را
شیطان کا حضرت امیر معاویہ رض سے اپنے مکر و فریب کے اقرار کرلینے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے میر راد
اس کے بعد شیطان نے کہا، اے دانا امیر!

مکر خود اندر میاں باید نہاد
(مجھے) اپنا مکر بیان کردینا چاہیئے

گر نمازت[3] فوت می شد آں زماں
اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہوجاتی

می زدی از درد دل آہ و فغاں
تو آپ دل کے درد کیساتھ آہ و فغاں کرتے

آں تاسف و آں فغان و آں نیاز
وہ افسوس کرنا، اور وہ فریاد، اور وہ عاجزی

در گذشتے از دو صد رکعت نماز
نماز کی دو سو رکعتوں سے بڑھ جاتی

من ترا بیدار کردم از نہیب
میں نے اس، خوف سے آپ کو جگا دیا

تا نسوزاند چناں آہے حجیب
تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلادے

تا چناں آہے نباشد مر ترا
تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہوجائے

تا بداں راہے نباشد مر ترا
تاکہ اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو

---

[1] مرد خام - ناتجربہ کار۔ باز داد آخر سلام - آخری سلام پھیر چکے۔ گفت - اس جماعت سے محروم نمازی نے ایسی آہ بھری جس میں درد تھا اور دل کے خون کی بو آرہی تھی۔ آں یکے - جو شخص جماعت کی نماز پڑھ چکا تھا اس نے کہا میں اپنی نماز کا ثواب تمہیں دیتا ہوں تم اپنی اس آہ کے ثمرات مجھے عطا کردو۔ با صد نیاز - اس کا تعلق ستد فعل سے بھی ہوسکتا ہے اور آہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ باز بود - یعنی قرب الٰہی میں پہلے مرتبہ سے بڑھ گیا۔

[2] ہاتف - فرشتہ غیبی جو پکارے اور نظر نہ آئے۔ شفے - شفا کا امالہ ہے۔ اختیار - چننا یعنی تم نے نماز اور آہ میں جو آہ کو چنا۔ دخول - یعنی نماز اور آہ کے معاملہ میں داخل ہونا۔ عزازیل - شیطان کا نام ہے۔ میر راد - دانا سردار۔

[3] گر نمازت - شیطان نے امیر معاویہ رض سے کہا اگر تمہاری نماز فوت ہوجاتی تو تم دل کے درد کے ساتھ آہ کرتے۔ آں تاسف - نماز کے فوت ہونے پر آپ جو افسوس اور فریاد اور عاجزی کرتے وہ دو سو نفلوں سے بھی بڑھ جاتی۔ نہیب - خوف۔ حجیب - یعنی قرب الٰہی کا وہ پردہ جو ابھی تک حائل ہے۔

من حسودم[51] از حسد کردم چنیں | من عدوم کارِ من مکرست و کیں

میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا | میں تو دشمن ہوں میرا کام مکاری اور کینہ دری ہے

مکرِ من دیدی مباش ایمن زمن | تا شوی صدرِ جہاں اندر زمن

آپ نے میرا مکر دیکھ لیا مجھ سے مطمئن نہ ہوجیئے | تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

جواب گفتن امیر المومنین امیر معاویہ رض ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیرالمومنین معاویہ رض کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی | از تو ایں آید تو ایں را لائقی

(امیر معاویہ رض نے) فرمایا تو نے اب سچ کہا تو سچا ہے | تجھ سے یہی آتا ہے، تو اسی کے لائق ہے

عنکبوتی تو مگس داری شکار | من نیم اے سگ مگس زحمت میار

تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے | اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا

بازِ اسپیدم[52] شکارم شہ کند | عنکبوتے کے بگردِ من تنند

میں سفید باز ہوں، میرا شکار شاہ کرتا ہے | مکڑی میرا چکر کب کاٹے گی

کارِ تو این ست اے دزدِ لعیں | سوئے دوغ آری مگس را از انگبیں

اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے | مکھی کو شہد سے ہٹا کر چھاچھ پر لاتا ہے

رو مگس می گیر تا تانی ہلا | سوئے دوغے زن مگسہا را صلا

خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ | مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا

ور بخوانی تو بسوئے انگبیں | ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں

اگر تو شہد کی طرف بلائے گا | یقیناً وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہوگا

تو مرا بیدار کردی خواب[53] بود | تو نمودی کشتی آں گرداب بود

تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا | تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا

تو مرا در خیر زاں می خواندئی | تا مرا از خیر بہتر راندئی

تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا | تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

فوت شدنِ دزد باوازدادنِ آں شخص صاحب خانہ را

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اُس مالک کو

کہ نزدیک شدہ بود کہ دزد را دریابد

جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑ لے

---

[51] من حسودم ۔ لہٰذا میرا سارا کام حسد پر مبنی تھا۔ مکرِ من ۔ یعنی نماز کیلئے جگانا۔ ایمن مطمئن ۔ زمن ۔ زمانہ ۔ اعتراف ۔ اقرار ۔ ایں آید یعنی گمراہ کرنا اور ثواب سے محروم کرنا۔ عنکبوت ۔ مکڑی جو مکھیوں کا شکار کرتی ہے۔ من نیم ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ۔ یعنی اے شیطان میرے مخلص بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا۔

[52] بازِ اسپید ۔ سفید باز زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ شہ ۔ باز کو شاہ پھاندتے ہیں۔ سوئے دوغ ۔ یعنی شیطان کا کام اچھائی سے ہٹا کر برائی کی طرف لانا ہے۔ صلا ۔ کھانے کی دعوت دینا۔ انگبیں ۔ یعنی جس کو تو شہد بتائیگا وہ چھاچھ ہوگی۔

[53] خواب بود ۔ چونکہ بیدار کرنے میں ثواب سے محروم کیا تو یہ بیدار کرنا دراصل سُلانا تھا جو ثواب سے محروم رکھتا ہے۔ کشتی ۔ یعنی تم نے جو بھلائی دکھائی وہ تباہی تھی۔ فوت شدن ۔ یہ قصہ نقل کرکے بھی یہ بتانا ہے کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو بظاہر بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن اُن کی تہ میں شرارت ہوتی ہے۔

این[1] بداں ماند کہ شخصے دزد دید — دردِناق اندر پئے اُو می دوید

یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا — گھر میں (اور) وہ اُس کے پیچھے دوڑنے لگا

تا دو سہ میداں دوید اندر پئش — تا درافگند از تعب اندر خوئش

دو تین میدانوں تک اُس کے پیچھے دوڑا — یہانتک کہ مشقت سے اُس (چور) کو پسینہ میں ڈبو دیا

اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش — تا بدو اندر جہد دریابدش

اُس حملہ کے دَوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا — یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑ لے

دزدِ دیگر بانگ کردش کہ بیا — تا بہ بینی این علاماتِ بلا

دوسرے چور نے اُس کو پکارا کہ آ — تاکہ تو مصیبت کی اِن علامتوں کو دیکھ لے

زود باش و باز گرد اے مردِ کار — تا بہ بینی حالِ ایں جا زار زار

جلدی کر، واپس آ، اے کام کے دھنی! — تاکہ تو یہاں کا حالِ زار دیکھ لے

چوں شنید ایں مرد گشت اندیشہ ناک — گفت باخود کشتہ گیر ایں جامہ چاک

جب اُس شخص نے سُنا فکر میں پڑ گیا — اپنے آپ سے بولا اِس مرتے کو مُردہ سمجھ

گفت باشد کاں طرف دزدے بود — گر نہ گردم زود زاں برمن دود

(اور) کہنے لگا ہوسکتا ہے کہ اُس طرف چور ہو — اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دیگا

برزن[2] و فرزندِ من دستے زند — کُشتنِ ایں دزد سودم کے کند

میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے — (پھر) مجھے اِس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دیگا؟

ایں مسلماں از کرم می خواندم — گر نگردم زود پیش آید ندم

یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بُلاتا ہے — اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہوگا

بر امیدِ شفقتِ آں نیک خواہ — دزد را بگذاشت باز آمد براہ

اُس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بنا پر — چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا

گفت[3] اے یارِ نکو احوال چیست — ایں فغان و بانگِ تو از دستِ کیست

کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟ — یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟

گفت اینک بیں نشانِ پائے دزد — ایں طرف رفتست دزدِ زن بمزد

اُسنے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے — بھڑوا، چور اِس طرف گیا ہے

نک نشانِ پائے دزدِ قلتباں — درپئے اُو رَو بدیں نقش و نشاں

دیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے — اِس علامت اور نشان کے ذریعہ اُسکا پیچھا کر

[1] این. یعنی شیطان کا نماز کے لیے جگانا. دِرُوناق. گھر. تا دِرافگند. گھر کے مالک نے چور کو دوڑا کر تھکا دیا. اندراں. اب اسقدر قریب ہوگیا تھا کہ ایک حملہ میں اُس چور کو پکڑ لے. بیا. یعنی مالک کو جو چور کے پیچھے بھاگ رہا تھا پکارا. گفت باخود. پکارنے والے چور کی آواز سُنکر دل میں کہنے لگا. کشتہ گیر. مُردہ سمجھ لے. جامہ چاک. مردہ یعنی وہ چور جس کے پیچھے یہ بھاگ رہا تھا. آں طرف. جدھر سے آواز آئی ہے. برمن دود. مجھ پر حملہ کر دے.

[2] برزن. یعنی جس طرف وہ پکارنے والا پکار رہا ہے وہاں کوئی دوسرا چور ہو جو بال بچوں پر حملہ کر دے تو اُس چور کو مار ڈالنے سے بھی مجھے کیا ملیگا. ندم. یعنی بال بچوں سے غفلت برتنے کی ندامت. نیک خواہ. یعنی پکارنے والا.

[3] گفت. یعنی مالک نے پکارنے والے سے کہا. گفت اینک. پکارنے والے نے کہا. زن بمزد. وہ شخص جو بیوی کی زنا کی کمائی کھائے. قلتباں. دیوث. درپئے او. یعنی چور کے پیچھے.

گفت[1] اے ابلہ چہ میگوئی مرا
اُس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟
من گرفتہ بودم آخر دزد را
میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا

دزد را از بانگِ تو بگذاشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا
من تو خر را آدمی پنداشتم
میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا

ایں چہ ژاژ است و چہ ہرزہ اے فلاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بیہودگی ہے
من حقیقت یافتم چہ بود نشاں
میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟

گفت من از حق نشانت میدہم
اُس نے کہا میں تجھے صحیح علامت بتا رہا ہوں
ایں نشانست از حقیقت آگہم
یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

گفت طرّاری تو یا خود ابلہی
اُس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے
بلکہ تو دزدی و زیں حال آگہی
بلکہ تو چور ہے اور اس حالت سے واقف ہے

خصمِ[2] خود را می کشیدم مو کشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا
تو رہانیدی وُرا کاینک نشاں
تو نے اُس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے

تو جہت گو من بروئم از جہات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں
در وصال آیات کو یا بیّنات
وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟

صُنع بیند مردِ محجوب از صفات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو
در صفات آنست کو گم کرد ذات
صفات میں وہ (مقید) ہے جسنے ذات کو گم کر دیا ہو

واصلاں چوں غرقِ ذات اند اے پسر
اے صاحبزادے! واصلین جبکہ ذات میں مستغرق ہیں
کے کنند اندر صفاتِ او نظر
وہ اُس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں؟

چونکہ اندر قعرِ جُو باشد سرت
جبکہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو
کے برنگِ آب افتد منظرت
پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے!

ور[3] برنگِ آب باز آئی ز قعر
اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آجائے
پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا

طاعتِ عامہ گناہِ خاصگاں
عوام کی اطاعت خاصانِ (خدا) کا گناہ ہے
وصلتِ عامہ حجابِ خاص داں
عوام کا وصال، خواص کا پردہ سمجھ

حکایتِ وزیریکہ پادشاہ اُورا از وزارت معزول کرد بود و محتسبی داد

بادشاہ کے اُس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

---

[1] گفت اے ابلہ۔ مالک نے پکارنے والے سے کہا من تو خر را۔ یعنی تو گدھا ہے میں نے تجھے آدمی سمجھ لیا۔ ژاژ۔ بکواس۔ ہرزہ۔ بیہودہ بات۔ حقیقت یعنی اصل چور۔ نشان یعنی نشانِ قدم۔ طراری تو جیب تراش ہے۔ دزدی یعنی تو اُس چور کا شریک کار چور ہے۔

[2] خصمِ خود۔ مالک نے کہا تو نے یہ کہہ کر اسے چھڑا دیا کہ چور کی نشانی دیکھ لے۔ تو جہت گو۔ جبکہ میں اصل مقصد تک پہنچ چکا تھا تو مقصد کے اسباب اور وجوہ بتا رہا تھا۔ صنع سالک پر افعال کی تجلی پڑتی ہے پھر صفات کی پھر ذات کی۔ جب سالک صفات کی تجلی سے محروم ہوتا ہے تو افعال کی تجلی میں لگا رہتا ہے اور صفات کی تجلی کے بعد افعال کی تجلی سے قطع نظر کر لیتا ہے اور جبکہ اس کو ذات کی تجلی حاصل ہو جاتی ہے تو اسکو صفات کی تجلی کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ واصلاں۔ واصل بحق ذات کی تجلی میں مستغرق رہتے ہیں۔ چونکہ۔ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی کی تہ میں پہنچ جائے تو پانی کا رنگ اُسکے پیشِ نظر نہیں رہتا ہے۔

[3] وربرنگِ آب۔ اگر کوئی ذات کی تجلی کے بعد صفات کی تجلی میں مستغرق ہو جائے تو وہ ایک اونچے مرتبہ سے گر کر ادنیٰ مرتبہ میں آگیا۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ شعر۔ پشمینہ۔ طاعتِ عامہ مشہور مقولہ ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین" عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کیلئے بمنزلہ گناہ ہیں مثلاً

گر وزیرے را کُند شہ مُحتَسِب[1] | شہ عدوِّ او بُوَد نبوَد محِبّ
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے | تو بادشاہ اُس کا دشمن ہوگا دوست نہ ہوگا

ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر | بے سبب نبوَد تغیّر ناگزیر
اُس وزیر نے کوئی خطا کی ہوگی | لازمی تغیّر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

زانکہ اوّل مُحتَسِب بُد خود وُرا | بخت و روزی آں بُد ست از ابتدا
جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے | وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی

لیک کاں اوّل وزیرِ شہ بُد ست | محتسب کردن سبب فعلِ بد ست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو | (اُس کو) کوتوال بنانا کسی بُرے کام کی وجہ سے ہے

چوں ترا شہ ز آستانہ پیش خواند | باز سوئے آستانہ باز راند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بُلایا | پھر چوکھٹ کی طرف واپس کردیا

تو یقیں[2] میداں کہ جُرمے کردۂ | جبر را از جہل پیش آوردۂ
تو یقین کرلے تو نے کوئی غلطی کی ہے | تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے

کہ مرا روزی و قسمت ایں بُد ست | پس چرا دی بود ست آں دولت بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی | تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟

قسمتِ خود خود بُریدی تو ز جہل | قسمتِ خود را فزاید مردِ اہل
تو نے نادانی سے اپنے حصّہ کو خود منقطع کردیا | لائق آدمی اپنا حصّہ بڑھاتا ہے

یک مثالِ دیگر اندر کژ روی | شاید ار از نصِّ قرآں بشنوی
کج روی کی ایک دوسری مثال | مناسب ہے اگر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

قصۂ[3] منافقان و مسجدِ ضرار ساختنِ ایشاں

منافقوں اور اُن کے مسجدِ ضرار بنانے کا قصّہ

ایں چنیں کژ بازئ در جفت و طاق | با نبی می باختند اہلِ نفاق
اسی طرح اُلٹی بازی داؤں میں | نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے

کز برائے عزّ دینِ احمدی | مسجدے سازیم و بود آں مرتدی
کہ احمدی دین کی عزت کے لئے | ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (اُن کی) بے دینی تھی

ایں چنیں کژ بازئ می باختند | مسجدے جز مسجدش می ساختند
اس طرح کی اُلٹی بازی انھوں نے کھیلی | اُن کی مسجد کے علاوہ انھوں نے ایک مسجد بنائی

---

[1] مُحتَسِب۔ کوتوال۔ تمانکہ۔ کسی کا ابتداءً کوتوالی کے عہدہ پر سرافراز ہونا اُس کی خوش نصیبی ہے لیکن وزارت سے کوتوالی پر آجانا سزا ہے۔ لیک۔ وزارت کے بعد کوتوال بن جانا سزا ہے۔ چوں ترا۔ آستانہ پر رہنا پیشی میں رہنے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔

[2] تو یقیں۔ انسان اپنے مرتبہ کے گراؤ کو تقدیر پر محمول کردیتا ہے اور کہدیتا ہے کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ حالانکہ اس میں خود اُس کا قصور ہوتا ہے ورنہ اُس کو پہلے یہ بڑا رتبہ کیوں حاصل تھا۔ قسمتِ خود۔ انسان اپنی نادانی سے اپنی قسمت گھٹاتا ہے ورنہ اہل انسان جدوجہد سے اپنی قسمت بڑھا لیتا ہے۔

[3] قصّہ۔ شیطان کے واقعہ سے یہ سمجھایا تھا کہ بسا اوقات ایک معاملہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے لیکن اس میں بُرائی پوشیدہ ہوتی ہے اسی بات کو منافقوں کے مسجدِ ضرار کے بنانے سے سمجھایا ہے مسجد بنانا بظاہر اچھا تھا لیکن اُس کا مقصد نہایت ناپاک تھا۔ مسجدِ ضرار۔ وہ مسجد جو منافقوں نے مسجدِ قبا کے مقابلہ میں تیار کی تھی۔ جفت۔ وہ عدد جو دو پر تقسیم ہوجائے۔ طاق۔ وہ عدد جو دو پر صحیح تقسیم نہ ہو۔ مجموعہ سے بازی کا داؤ مراد لیا جاتا ہے۔ اہلِ نفاق۔ عبداللہ ابن اُبی اور اُس کے ساتھی۔ مرتدی یعنی اُن کا یہ فعل بے دینی

فرش و سقف و قبہ اش آراستہ — لیک تفریق جماعت[1] خواستہ

فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا — لیکن (انھوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا

نزد پیغمبر بلابہ آمدند — ہمچو اشتر پیش او زانو زدند

خوشامد کرنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے — اونٹ کی طرح اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے

کاے رسول حق برائے محسنی — سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی

کہ اے اللہ کے رسول برائے کرم — اُس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں

تا مبارک گردد از اقدام تو — تا قیامت تازہ بادا نام تو

تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہو جائے — خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے

مسجد روز گل ست و روز ابر — مسجد روز ضرورت وقت صبر

(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے — (یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کیلئے ہے

تا غریبے[2] یابد آنجا خیر و جا — تا فراواں گردد ایں خدمت سرا

تاکہ کوئی مسافر اُس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پاسکے — تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں

تا شعار دیں شود بسیار و پُر — زانکہ با یاراں شود خوش کار مُر

تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پُر ہو جائے — کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے

ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ — تزکیہ ما کن زماں تعریف دہ

تھوڑی دیر کے لئے اُس جگہ تشریف رکھیں — ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں

مسجد و اصحاب مسجد را نواز — تو مہی ماشب دمے با ما بساز

مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے — ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں

تا شود شب از جمالت جملہ روز — اے جمالت آفتاب جاں فروز

تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسم دن بن جائے — اے وہ (ذات) کہ آپکا جمال روح کو روشن کرنیوالا سورج ہے

اے دریغا[3] کاں سخن از دل بدے — تا مراد آں نفر حاصل شدے

ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں — تاکہ اُس گروہ کا مقصد حاصل ہوجاتا

لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں — ہمچو سبزہ تُوں بُود اے دوستاں

جو لفظ بے دلی اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہو — اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے

ہم ز دورش بنگر و اندر گذر — خوردن و بُورا نہ شاید اے پسر

اُس کو دور سے دیکھ لے اور گزر جا — اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے

---

[1] جماعت یعنی صحابہ رض کی جماعت۔ لابہ۔ خوشامد۔ زانو زدند۔ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آں مسجد یعنی مسجد ضرار۔ اقدام۔ تشریف آوری۔ تا قیامت۔ انھوں نے حضور کو یہ دعا دی۔ مسجد روز گل یعنی ہم نے یہ مسجد اسلئے بنائی ہے کہ کیچڑ اور بارش کی مجبوری اور ضرورت میں یہاں نماز پڑھ لیا کرینگے۔

[2] تا غریبے۔ اِس مسجد میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اسمیں مسافر ٹھہر جایا کرینگے اور مسجدوں کی کثرت بھی ہو جائیگی۔ با یاراں۔ مسجد بنانا مشکل کام ہے۔ ہمارے اتباع میں اور لوگوں کو بھی مسجدیں بنانا آسان ہو جائے گا۔ تزکیہ۔ نبی کا نام لوگوں کے دلوں کو پاک کرنا ہے۔ تعریف۔ یعنی معرفت خداوندی کی باتیں۔ تو مہی۔ آپ کے نور سے ہم سیاہ باطن منور ہو جائیں گے۔

[3] اے دریغا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ سب اُن کی جھوٹی باتیں تھیں اگر سچی ہوتیں تو اُن کا مقصد ضرور پورا ہوتا۔ لفظ۔ خوش کُن جھوٹے الفاظ کی مثال کوڑی کے سبزے جیسی ہے ـــ سبزہ تُوں۔ کوڑی یا گھورے کا سبزہ۔

سوئے لطف[1] بے وفایاں ہیں مرو — کاں پلِ ویراں بود نیکو شنو

خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا — اچھی طرح سن لے وہ ٹوٹے ہوئے پل کی طرح ہے

گر قدم را جاہلے بر وے زند — بشکند پل واں قدم را بشکند

اگر کوئی ناواقفیت سے اُس پر قدم رکھے گا — پل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا

ہر کجا لشکر شکستہ می شود — از دو سہ سست و مخنث می بود

کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے — تو (ایسا) دو تین سست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے

در صف آید باسلاح[2] و مرد وار — دل برو بنہند کاینک یارِ غار

وہ نامرد ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے — (لشکری) اُس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

رو بگرداند چو بیند زخمہا — رفتنِ او بشکند پشتِ ترا

جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے — اُس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے

ایں دراز است و فراواں می شود — وانچہ مقصود است پنہاں می شود

یہ (قصّہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے — اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

فریفتن منافقان پیغمبر علیہ السّلام را تا کہ بمسجدِ ضرار برندو

منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہکانا تاکہ مسجدِ ضرار میں لے جائیں اور

اظہار ناکردن مصطفیٰ مکر ایشاں را از کمالِ حلمِ خود

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بردباری کی وجہ سے اُنکے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسولِ حق فسونہا خواندند — رخشِ دستان و حیَل می راندند

اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انھوں نے بہت سے منتر پڑھے — مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے

چاپلوسی و فسونہا خواندند — نزلِ[3] خدمت سوئے حضرت راندند

خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے — خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کی جانب بڑھائی

آں رسولِ مہربان و رحم کیش — جز تبسم جز بلے ناورد پیش

وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسول — سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے

شکرہائے آں جماعت یاد کرد — در اجابت قاصداں را شاد کرد

اُس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا — قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا

می نمود آں مکرِ ایشاں پیشِ او — یک بیک زانساں کہ اندر شیر مو

آپ کے سامنے اُن کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا — فوراً اِس طرح جیسا کہ دودھ میں بال

[1] لطفِ بے وفایاں۔ بے وفاؤں کی مہربانی پُرانے پل کی طرح ہے۔ انسان بے خبری میں اُس پر سے گذرتا ہے تو پل بھی بیٹھ جاتا ہے اور وہ پیر کو بھی توڑ دیتا ہے۔ ہر کجا۔ لشکر کی شکست بھی عموماً بے وفاؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

[2] سلاح۔ ہتھیار۔ یارِ غار۔ سچا دوست۔ رفتنِ او۔ ایک بزدل کے بھاگنے سے پورے لشکر کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ ایں۔ یعنی بے وفاؤں کے نقصانات کے قصّے۔ مقصود۔ یعنی مسجدِ ضرار کا قصہ۔ فسوں۔ افسوں، منتر۔ رخش۔ رستم کا گھوڑا، گھوڑا۔ حیَل۔ حیلہ کی جمع ہے۔

[3] نزل۔ مہمانی کا کھانا۔ کیش۔ شیوہ، عادت۔ بلی۔ ہاں، کسی بات کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ اجابت۔ دعوت کو قبول کرنا۔ می نمود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی چالوں کو سمجھ جاتے تھے لیکن اپنی شرافتِ نفس کی وجہ سے اُس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

مُوی را نادیدہ میکرد آں لطیف[۱]
وہ مہربان، بال کو اَن دیکھا کر دیتے تھے

شیر را شاباش می گفت آں ظریف
وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے

صد ہزاراں مُوی مکر و دمدمہ
مکر اور فریب کے لاکھوں بال تھے

چشم خوابانید آں دم از ہمہ
اُس وقت انھوں نے سب سے آنکھ بند کر لی

راست می فرمود آں بحرِ کرم
اُس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے

بر شما من از شما مشفق ترم
میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں

من نشستہ بر کنارِ آتشے
میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں

با فروغ و شعلہ بس ناخوشے
جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

ہمچو پروانہ شما آں سو دواں
تم پروانوں کی طرح اُس طرف دوڑتے ہو

ہر دو دستِ من شدہ پروانہ راں
میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانیوالے بنگئے ہیں

چوں براں[۲] قسد تا رواں گردد رسول
جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسول مسجدِ ضرار کی طرف روانہ ہوں

غیرتِ حق بانگ زد مشنو ز غُول
اللہ (تعالٰی) کی غیرت نے آواز دی چھلاوے کی آواز نہ سنو

کیں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند
کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے

جملہ مقلوب ست آنچہ آوردہ اند
جو انھوں نے کہا ہے سب اُلٹا ہے

قصدِ ایشاں جز سیاہ رُوئی نبود
اُن کا ارادہ روسیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا

خیرِ دیں کے جُست ترسا و یہود
عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی؟

مسجدے بر جسرِ دوزخ ساختند
اُنھوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے

با خدا نردِ دغاہا باختند
اُنھوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے

قصدِ شاں تفریقِ اصحابِ رسول
اُنکا مقصد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں تفرقہ ڈالنا ہو

فضلِ حق را کے شناسد ہر فضول
کوئی بیہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟

تا جہودے[۳] را ز شام اینجا کشند
تاکہ ایک یہودی کو شام سے اِس جگہ لائیں

کہ بوعظِ اُو جہوداں سر خوش اند
جس کے وعظ سے یہودی مانوس رہیں

گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم

بر سرِ راہیم و بر عزمِ غزا
سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے

زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں
جب میں سفر سے واپس آجاؤں گا، تب

سوئے آں مسجد رواں گردم رواں
اُس مسجد کی طرف چلوں گا

[۱] لطیف۔ مہربان۔ ظریف۔ دانا، خوش مزاج۔ چشم خوابانیدن۔ چشم پوشی کرنا۔ بحرِ کرم۔ یعنی آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ من نشستہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری مثال اور تمہاری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی پتنگے اُس میں آکر گرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص اُن کو روکتا ہے۔

[۲] چوں براں شد۔ آنحضورؐ نے پہلے تشریف لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا، اُسکے بعد وحی کے ذریعہ ممانعت اور اُن منافقوں کے احوال سے آنحضورؐ کو باخبر کر دیا گیا، اشعار میں واقعات کی ترتیب بدل گئی ہے۔ غُول۔ چھلاوا، جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ مقلوب۔ جیسا کہ اُن منافقوں نے ظاہر کیا ہے اُنکے پیش نظر دین کا فروغ نہیں ہے بلکہ اُن کا مقصد دین کو برباد کرنا ہے۔

[۳] تا جہودے۔ ابو عامر جو مدینہ کا رہنے والا تھا اُس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اُس کو راہب کہا جاتا ہے۔ وہ ابتداءً آنحضورؐ کی اُن پیشگوئیوں کا بھی ذکر کرتا تھا جو آنحضورؐ کے بارے میں انجیل میں تھیں لیکن ہجرت کے بعد اُس نے آنحضورؐ کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ جنگِ بدر کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے شام کے علاقہ میں جا بسا تھا اور وہاں سے مسلمانوں کیخلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ عزمِ غزا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہونیوالے تھے۔

دفعِ شاں گفت و بسوئے غزو تاخت
اُن کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے
با دغایاں از دغا نرد بباخت
دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

چوں بیامد از غزا[1] باز آمدند
جب (رسولؐ) غزوے سے آئے وہ پھر آئے
چنگ اندر وعدۂ ماضی زدند
(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا

گفت حقش کاے پیمبر فاش گو
اللہ (تعالیٰ) نے اُن سے فرمایا اے پیغمبر صاف کہہ دیجئے
عذر آور، جنگ باشد باش گو
(جانیے) عذر کر دیجئے، جنگ ہوتی ہے تو ہو

گفت اے قومِ دغل خامش کنید
(پیغمبرؐ نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو
تا نگویم رازہاتاں تن زنید
خاموش ہو جاؤ، تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں

گفت تاں بس بد درون و دشمنید
(پیغمبرؐ نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو
من نخواہم آمد از من بگذرید
میں نہیں آؤں گا، میرا خیال چھوڑ دو

چوں[2] نشانِ چند از اسرارِ شاں
جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان
در بیاں آورد بد شد کارِ شاں
بیان کر دیئے تو اُن کا کام بگڑ گیا

قاصداں زو باز گشتند آں زماں
قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور)، دوسرے وقت
حاش للہ حاش للہ دم زناں
خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے

ق

ہر منافق مصحفے زیرِ بغل
ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر
سوئے پیغمبر بیاورد از دغل
مکاری سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا

تا خورد سوگند کایماں جُنّتے ست
تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے
زانکہ سوگند آں کژاں را سُنّتے ست
اس لئے کہ قسم کھانا اُن کجوں کی عادت ہے

چوں[3] ندارد مردِ کژ در دیں وفا
کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں کرتا ہے
ہر زمانے بشکند سوگند را
ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے

راستاں را حاجتِ سوگند نیست
سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے
زانکہ ایشاں را دو چشمِ روشنے ست
اس لئے کہ اُن کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

نقضِ میثاق و عہود از احمقی ست
عہد اور پیمان کا توڑنا بیوقوفی ہے
حفظِ ایمان و وفا کارِ تقی ست
قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے

گفت پیغمبر کہ سوگندِ شما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم
راست گیرم یا کہ پیغامِ خدا
سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام

[1] غزا۔ یعنی غزوۂ تبوک۔ گفت۔ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اُن سے صاف انکار کر دو خواہ نتیجہ میں جنگ برداشت کرنی پڑے۔ خامش۔ آنحضورؐ نے منافقوں سے فرمایا چپ رہو ورنہ تمہاری دیگر جملہ سازشیں کھول دونگا۔

[2] چوں نشاں۔ صحابہ کو آگاہ کرنے کیلئے اُن کی چند سازشیں ذکر فرما دیں۔ قاصداں۔ یعنی وہ منافق آنحضورؐ کے راز کھول دینے پر شرمندہ ہو کر اس وقت تو واپس ہو گئے پھر دوسرے وقت اپنی برأت کرتے ہوئے قرآن لیکر آنحضورؐ کے پاس آئے۔ کایماں جُنّتے۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہے۔ کژاں۔ کج فطرت جھوٹے زیادہ قسمیں کھاتے ہیں۔

[3] چوں ندارد۔ کج فطرت میں دینداری نہیں ہوتی لہٰذا وہ قسم توڑ ڈالتا ہے۔ دو چشم یعنی وہ بدعہدوں کا انجام دیکھتے ہیں۔ پیغامِ خدا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکَاذِبُوْنَ۔ خدا گواہی دیتا ہے کہ ضرور منافق جھوٹے ہیں۔

بازسوگندِ دگر خوردندِ قوم — مُصحف اندر دست و برلب مُہرِ صوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی — ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مُہر

کہ بحقِ ایں کلامِ پاک و راست — کہ بنائے مسجد از بہرِ خداست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم — مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے

اندریں جا ہیچ مکر و حیلہ نیست — قصدِ ما زاں صدق و ذکر و یاربیست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے — اُس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکر اور یارب کہنا ہے

گفت پیغمبر کہ آوازِ خدا — می رسد در گوشِ من ہمچوں صدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز — میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے

مُہر بر گوشِ شما بنہاد حق — تا باوازِ خدا نارد سبق
اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مُہر لگا دی ہے — تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے

نک صریح آوازِ حق می آیدم — ہمچو صاف از دُرد می پالایدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے — جو مصفّٰی کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے

چوں کلیم اللہ کز سوئے درخت — بانگِ حق بشنید کاے مسعود بخت
جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے — اللہ (تعالیٰ) کی آواز سُنی کہ اے نیک نصیب!

از درخت اِنّی اَنَا اللہ می شنید — با کلام انوار می آمد پدید
درخت سے "بیشک میں ہی خدا ہوں" سُنتے تھے — کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے

چوں زنورِ وحی وا می ماندند — باز نو سوگندہا می خواندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آجاتے — پھر نئی قسمیں کھانے لگتے

چوں خدا سوگند را خواندہ سپر — کے نہد اسپر ز کف پیکار گر
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے — جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

باز پیغمبر بہ تکذیبِ صریح — قَدْ کَذَبْتُمْ گفت با ایشاں فصیح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جُھٹلاتے ہوئے — صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدنِ یکے از اصحاب بانکار کہ حضرتِ رسالت
صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرتِ رسالت رسول

رسول چرا ستاری نمیکند
پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

ف۱ بازسوگند۔ یعنی انھوں نے ہاتھ میں قرآن لیکر قسم کھائی اور یہ بھی کہا کہ ہم روزے دار ہیں۔ کہ بحق۔ یعنی قرآن کی قسم کھاکر کہا کہ یہ مسجد خدا کے لئے بنائی ہے۔ یاربیت۔ یعنی یارب یارب کہنا ہے۔ آوازِ خدا۔ یعنی لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا یعنی اس مسجدِ ضرار میں کبھی قیام نہ کرنا۔ مُہر بر گوش قرآن پاک میں ہے خدا نے اُن منافقین کے کانوں اور دلوں پر مُہریں لگا دی ہیں۔ صاف۔ صاف شدہ شراب۔

ف۲ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰ ع کو کوہِ طور پر ایک درخت سے آواز آئی تھی اِنِّیْ اَنَا اللہُ۔ چوں زنور۔ جب یہ دیکھتے کہ وحی کے نور کی وجہ سے آنحضور تکذیب پر مُصر ہیں تو دوبارہ قسمیں کھانے لگتے۔

ف۳ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے۔ ڈھال کو جنگجو کسی حالت میں نہیں چھوڑتا ہے لہٰذا وہ بھی نا امیدی کے باوجود قسمیں کھا رہے تھے۔

تا یکے یارے ز یارانِ رسول [1] — در دلش اِنکار آمد زاں نکول

رسول کے دوستوں میں سے ایک کے — دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا

کا چنیں پیرانِ باشیب و وقار — می کند شاں ایں پیمبر شرمسار

کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں کو — یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کر رہے ہیں

کو کرم کو ستر پوشی کو حیا — صد ہزاراں عیب پوشند انبیاء

کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟ — انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں

باز [2] در دل زود استغفار کرد — تا نگردد ز اعتراض او روئے زرد

پھر دل میں بہت جلد استغفار کی — تاکہ وہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے شرمندہ نہ ہو)

لیک آں نقشِ کجش از دل نرفت — مہرِ بد از طبع بے حاصل نرفت

لیکن اُن کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا — دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی

شومیِ یاریِ اصحابِ نفاق — کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق

منافقوں کی دوستی کی نحوست نے — مومن کو اُن (منافقوں) کی طرح بُرا اور نافرمان بنایا

باز می زارید کاے علّامِ سر — مر مرا مگذار بر کفراں مُصر

انھوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جاننے والے — مجھے کفر پر مُصر نہ رکھ

دل بدستم نیست ہمچو دیدہ ہم — ورنہ دل را سوزمے ایندم بخشم

آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے — ورنہ غصّہ میں مَیں اِسی وقت دل کو پھونک دیتا

اندریں اندیشہ خوابش در ربود — مسجدِ ایشانش پُر سرگیں نمود

اِس فکر میں اُن کو نیند آگئی — اُن کو اُن کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ — می دمید از سنگہا دودِ سیاہ

اُس کے پتھر ناپاکی میں بُری جگہ (تھے) — اُس کے پتھروں سے کالا دُھواں اُٹھ رہا تھا

دود در حلقش [3] شد و حلقش بخست — از نہیبِ دودِ تلخ از خواب جست

دُھواں اُنکے حلق میں گُھسا اور اُنکے حلق کو خستہ کر دیا — کڑوے دھوئیں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے

در زماں در رو فتاد و می گریست — کاے خدا اینہا نشانِ منکریست

فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے — اے خدا یہ مُنکر ہونے کی علامتیں ہیں

خِلم بہتر از چنیں حِلم اے خدا — کو کند از نورِ ایمانم جُدا

اے خدا ایسی بُردباری سے غصّہ بھلا — جو کہ مجھے نورِ ایمان سے جُدا کر رہا ہے

---

[1] اِنکار۔ شبہ، وسوسہ۔ نکول۔ قسم کھانے سے اِنکار کرنا یہاں قسم کو قبول نہ کرنا مُراد ہے۔ شیب۔ بڑھاپا۔ کو کرم۔ اُن صحابی نے آنحضورؐ کی جانب سے منافقوں کی تکذیب کو کرم اور ستر پوشی اور حیا کے خلاف سمجھا۔ روئے زرد۔ یعنی خدا کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ مہرِ بد۔ یعنی بُروں کی محبت جو اُن صحابی کے دل میں منافقوں کی محبت سے پیدا ہوئی۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ یعنی یہ محبت اپنا رنگ لا کر رہی اور باوجود استغفار کے اُس وسوسہ کا ازالہ نہ ہوا۔ شومی۔ یہ محبت کا نتیجہ اور حاصل ہوا۔

[2] باز۔ وہ صحابی۔ کفراں یعنی آنحضورؐ سے متعلق وسوسہ۔ ہمچو لفظ۔ انسان کا دل اور نظر قابو میں نہیں ہوتا ہے۔ جُنود۔ اُن صحابی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجدِ ضرار نجاست سے پُر ہے۔ سنگہاش۔ اُس مسجدِ ضرار کے پتھر۔ حدث۔ پلیدی۔

[3] حلقش۔ یعنی خواب دیکھنے والے صحابی کا حلق۔ نہیب۔ خوف۔ در زماں۔ چونکہ وہ صحابی سمجھے کہ یہ خواب اُنکے لئے تازیانہ ہے۔ خِلم۔ ناک کی ریزش یعنی نفرت یعنی آنحضورؐ نے جس غصّہ کا اظہار کیا وہ بہتر تھا بہ نسبت اُس حلم کے جسکو میں نے اچھا سمجھا تھا اور اُسکو بہتر سمجھنے کی بدولت نورِ ایمان سے محروم ہو رہا ہوں۔

گر بکاوی کوششِ اہلِ مجاز[1]
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کریگا

تو بتو گندہ بُوَد ہمچوں پیاز
تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہوگی

ہر یکے از یکد گر بے مغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہوگی

صادقاں را یک ز دیگر نغز تر
سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہوگی

صد کمر بستہ بکر آں قومِ سُست
اُس سُست قوم نے مکاری پر سَو (طرح سے) کمر باندھی تھی

از نفاق و زُرق و دینِ نادرست
نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے

صد کمر آں قوم بستہ بر قبا
وہ قوم سَو (طرح سے) قبا پر کمر کسے ہوئی تھی

بہر ہدمِ مسجدِ اہلِ قبا
قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے

ہمچو آں اصحابِ فیل اندر حَبَش
اُن ہاتھی والوں کی طرح جنھوں نے حبشہ میں

کعبہ کردند و حق آتش زدش
کعبہ بنایا اور اللہ نے اُس میں آگ لگا دی

قصدِ خانہ کعبہ کردند ز انتقام
بدلہ لینے کے لئے اُنھوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا

حالِ شاں چوں شُد فرو خواں از کلام
اُن کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے

مر سیہ رویانِ دیں را خود جہیز
دین کے رُوسیاہوں کا سامان

نیست الا حیلت و مکر و ستیز
حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر صحابی[2] دید زاں مسجد عیاں
ہر صحابی نے اُس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں

واقعہ، تا شد یقینِ شاں سرّ آں
واقعہ، یہانتک کہ اُن کو اصلیت کا یقین آگیا

واقعات ار باز گویم یک بیک
میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں

پس یقیں گردد صفا بر اہلِ شک
تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہوجائے

لیک می ترسم ز کشفِ رازِ شاں
لیکن اُن کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں

نازنینانند و زیبد ناز شاں
وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں اُنکو ناز کرنا زیب دیتا ہے

شرع[3] بے تقلید می پذرفتہ اند
اُنھوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے

بے محک آں نقد را بگرفتہ اند
بغیر کسوٹی کے اِس نقد کو لیا ہے

حکمتِ قرآں چو ضالہ مؤمن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے

ہر کسے از ضالہ خود مُوقن ست
ہر شخص کو اپنی گمشدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آجاتا ہے

---

[3] شرع ۔ صحابہ اصلی مسلمان تھے نسلی نہ تھے ۔ بے محک ۔ نبوت کی تصدیق اور احکام پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے تھے ۔ حکمتِ قرآن ۔ قرآنی احکام اُن کے لئے اپنی گمشدہ چیز کی طرح تھے جس کو دیکھ کر انسان فوراً بغیر دلیل کے پہچان جاتا ہے ۔

[1] اہلِ مجاز ۔ وہ لوگ جو حقیقت سے محروم ہیں اُن کے اعمال کی ہر تہہ پیاز کے چھلکوں کی طرح بے مغز اور بدبودار ہوگی ۔ صد کمر یعنی یہ منافقین مسجدِ قبا کو تباہ کرنے کی سَو سَو چالیں چل رہے تھے ۔ قبا ۔ قاف کے فتحہ کے ساتھ، مدینہ کے قریب وہ بستی ہے جس میں آنحضورؐ ہجرت کے بعد آکر مقیم ہوئے تھے اور وہاں وہ مسجد تعمیر فرمائی تھی جس کو منافقین برباد کرنا چاہتے تھے ۔ ہمچو ۔ اُن منافقوں کا مسجدِ قبا کو برباد کرنے کا ارادہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہا تھا ۔ کعبہ کردند ۔ مکی کعبہ کے بالمقابل یمن کے شہر صنعا میں ایک کعبہ بنایا گیا حبشہ میں نہیں بنایا گیا تھا لیکن مولانا نے حبشہ کا ذکر اس لئے فرما دیا ہے کہ یمن اِس دَور میں شاہِ حبشہ کے ماتحت تھا ۔ آتش ۔ حقیقتاً آگ نہیں بلکہ اُس فرضی کعبہ پر ایک شخص نے پاخانہ کر دیا تھا ۔ کلام ۔ سورۂ الم ترکیف میں سارا واقعہ منقول ہے ۔

[2] ہر صحابی ۔ جس طرح سے یہ صحابی آنحضورؐ کے اِس معاملہ میں مشکوک تھے بعض دوسرے صحابہ بھی مشکوک ہو گئے تھے اُن سب نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ۔ نازنینانند ۔ صحابہ کی جماعت نازپروردہ تھی اِس طرح کا ناز اُن کو زیبا تھا ۔

قصۂ آں شخص کہ اشتر ضالّہ خود را می جست و نشاں می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اشترے گم کردی و جستیش جست — چوں بیابی چوں ندانی کاں تست

تو نے اونٹ گم کیا اور اس کو چستی سے ڈھونڈا — جب تو اسے پالیگا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے

ضالّہ چہ بود ناقۂ گم کردہ — از کفت بگریختہ در پردہ

گم شدہ چیز کیا تھی، گم شدہ اونٹنی — جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی، چھپ گئی

آمدہ در بار کردن کارواں — اشترِ تو زاں میاں گشتہ نہاں

قافلہ لادنے کے لئے آیا — تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا

کارواں در بار کردن آمدہ — اشترِ تو زاں میانہ گم شدہ

قافلہ لادنے کے لئے آیا — تیرا اونٹ اس درمیان میں گم ہوگیا

می دوی ایں سو و آں سو خشک لب — کارواں دور شد و نزدیک است شب

تو خشک ہونٹوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑتا ہے — قافلہ دور ہوگیا اور رات نزدیک ہے

رخت ماندہ بر زمیں در راہِ خوف — تو پئے اشتر رواں گشتہ بطوف

خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے — تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے

کاے مسلماناں کہ دیدست اشترے — جستہ بیروں بامداد از آخرے

کہ اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے — جو صبح کو چرے سے نکل بھاگا ہے

ہر کہ بر گوید نشان از اشترم — مژدگانی می دہم چندیں درم

جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا — میں اُس کو اتنے درہم انعام میں دونگا

باز می جوئی نشاں از ہر کسے — ریشخندت می کنند زیں ہر خسے

پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے — اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اڑاتا ہے

کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف — اشترے سرخے بسوئے آں علف

کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو ادھر جا رہا تھا — ایک سرخ اونٹ اس چراگاہ کی جانب

آں یکے گوید بریدہ گوش بود — واں دگر گوید جلش منقوش بود

ایک کہتا ہے کہ کنکٹا تھا — دوسرا کہتا ہے اس کی جھول منقش تھی

آں یکے گوید شتر یک چشم بود — واں دگر گوید ز گر بے پشم بود

ایک کہتا ہے، اونٹ کانا تھا — دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اُون تھا

۱ قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی گم شدہ چیز کو بلا تامل پہچان جاتا ہے۔ آنِ تست۔ تیری ملکیت ہے۔ ضالّہ۔ یہاں گم شدہ چیز اونٹ سمجھو۔ کارواں یعنی وہ قافلہ جس میں تم شریک تھے۔ کارواں دور شد۔ وہ قافلہ چل دیا اور رات قریب آگئی۔ راہِ خوف یعنی راستہ بھی خطرناک تھا جو اور پریشانی کا باعث تھا۔

۲ کاے مسلماناں۔ جس کا اونٹ گم ہوگیا تھا وہ مسلمانوں سے یہ کہتا تھا۔ آخر۔ چرا جس میں گھاس ڈال کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ مژدگانی۔ انعام۔ ریشخند۔ مذاق اڑانا۔ خس۔ کمینہ۔ علف۔ گھاس، یعنی چراگاہ۔

۳ آں یکے۔ لوگ اس گمشدہ اونٹ کی مختلف علامتیں ظاہر کر رہے تھے۔ جلش۔ اس کی جھول۔ منقوش۔ کڑھی ہوئی۔ یک چشم۔ کانا۔ گر۔ خارش کا مرض۔ بے پشم۔ بغیر اون۔

از برائے مژدگانی صد نشاں — از گزافہ[1] ہر کسے کردہ بیاں

انعام کے لئے سَو علامتیں — گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں

اے دل[1] ایں اسرار را در گوش کن — قسمِ تو گر ہست زیں خوش نوش کن

اے دل! اِن رازوں کو سُن لے — اگر تیری قسمت میں ہو اِس سے خوشگوار غذا حاصل کرلے

ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت — می کند موصوفِ غیبی را صفت

جس طرح کہ ہر شخص خداشناسی میں — غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

متردّد شدن درمیانِ مذاہبِ مختلفہ و بیروں شدن و مخلصی یافتن

مختلف مذہبوں میں متردّد ہونا اور اُن سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی[2] از نوعِ دیگر کردہ شرح — باحثے مر گفت اُو را کردہ جرح

فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی — متکلم نے اُس کی بحث پر جرح کی

صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند — باقیاں از زرق جائے می کَنند

صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں — باقی مکاری سے مر رہے ہیں

ہر یکے از رہ ایں نشانہا زاں دہند — تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند

ہر ایک ایک طریقہ سے اسلئے علامتیں بتاتا ہے — تاکہ خیال ہوجائے کہ وہ اِسی راہ کا ہے

ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ — نے بکلی گمرہاں اند ایں رمہ

یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں — نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں

زانکہ[3] بے حق باطلے ناید پدید — قلب را ابلہ ببوئے زر خرید

اِس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے — بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی اُمید پر خریدتا ہے

گر نبودے در جہاں نقدِ رواں — قلبہا را خرج کردن کے تواں

اگر دنیا میں صحیح سکّہ چالو نہ ہوتا — کھوٹوں کو کب صرف کیا جا سکتا؟

تا نباشد راست کے باشد دروغ — آں دروغ از راست میگیرد فروغ

جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہوگا؟ — جھوٹ، سچ سے فروغ پاتا ہے

بر امیدِ راست کژ را می خرند — زہر در قندے رَود آنگہ خورند

سیدھے کی اُمید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں — زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں

گر نباشد گندمِ محبوب نوش — چہ بَرد گندم نمائے جو فروش

اگر لذیذ گیہوں نہ ہو — گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟

---

[1] گزافہ۔ بکواس۔ اے دل۔ غرضیکہ راز یہی ہے کہ جس میں قبولِ حق کی استعداد ہوتی ہے وہی حق کو قبول کرتا ہے۔ معرفت پہچان یعنی خدا کی پہچان۔ موصوفِ غیبی۔ وہ ذاتِ حق جو نظروں سے غائب ہے اور لوگ اُس کی صفات بیان کرتے ہیں۔

[2] فلسفی۔ صفاتِ باری کے معاملہ میں فلاسفہ کا قول ہے کہ ذاتِ باری ذاتِ خالص ہے اور صفات محض فرضی ہیں۔ باحثے یعنی متکلم۔ متکلمین صفاتِ باری کے وجود کے قائل ہیں بعض صفات جیسا کہ یدٌ، وجہٌ، وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں۔ واں دگر یعنی محقق صوفیا جو کل صفات کو ثابت مانتے ہیں اور کیفیت کی تفصیل نہیں کرتے ہیں۔ باقیاں یعنی جو عرفان کے محض مدعی ہیں اور حقیقت سے خالی ہیں۔ ایں حقیقت۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اِن گروہوں کی نہ سب باتیں صحیح ہیں نہ سب باتیں غلط ہیں کچھ صحیح ہیں کچھ غلط ہیں۔

[3] زانکہ۔ ہر باطل کے ساتھ کچھ نہ کچھ حق ضرور ملا ہوا ہوتا ہے مولانا نے چند مثالیں اِس کی بیان فرمائی ہیں۔ قلب۔ کھوٹے سکے میں ملاوٹ کے ساتھ کچھ اصل ضرور ہوتی ہے۔ تا نباشد۔ جھوٹا آدمی بھی جھوٹ میں سچ ملا کر بات کرتا ہے۔ بر امیدے۔ اگر کجی کے ساتھ سیدھا پن نہ ہو تو کجی کا کوئی خریدار نہیں بن سکتا۔ زہر۔ زہر میں اگر شکر نہ ہو تو کوئی دھوکے میں زہر نہیں کھا سکتا ہے۔

پس مگو این جملہ دینہا[۱] باطل اند — باطلاں بر بوئے حق دامِ دل اند
یہ نہ کہہ یہ سب دین باطل ہیں — باطل حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں

پس مگو جملہ خیال ست و ضلال — بے حقیقت نیست در عالم خیال
لہٰذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے — دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے

حق شبِ قدر ست در شبہا نہاں — تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
حق، شبِ قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے — تاکہ جان ہر رات کو آزمائے

نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں — نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
اے نوجوان! سب راتیں شب قدر نہیں ہیں — نہ سب راتیں اس سے خالی ہیں

درمیانِ دلق پوشاں یک فقیر — امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے — آزمالے، جو حق ہے اس کو اختیار کرلے

مومن کیّس ممیّز کو کہ تا — باز داند بادشہ را از گدا
سمجھدار مومن تمیز کرنیوالا کہاں ہے؟ تاکہ — شاہ کو گدا سے ممتاز کرلے

گر نہ معیوبات[۲] باشد در جہاں — تاجراں باشند جملہ ابلہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں — سب بے وقوف تاجر بن جائیں

پس بود کالا شناسی سخت سہل — چونکہ عیبے نیست چہ نااہل و اہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو — جب کوئی عیب نہیں ہے، پھر کیا اہل کیا نااہل

ور ہمہ عیب ست دانش سود نیست — چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے — جب سب لکڑیاں ہیں تو اس جگہ اگر ہے ہی نہیں

آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست — وانکہ گوید جملہ باطل او شقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں، بیوقوفی ہے — جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے

تاجرانِ انبیا کردند سود — تاجرانِ رنگ و بو کور و کبود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کمالیا — رنگ و بو کے تاجر، اندھے اور بہرے ہیں

می نماید[۳] مار اندر چشم مال — ہر دو چشمِ خویش را نیکو بمال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے — اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے

منگر اندر غبطۂ ایں بیع و سود — بنگر اندر خسرِ فرعون و ثمود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیش نظر نہ رکھ — فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

۱ے جملہ دینہا۔ یہی حال مذاہب کا ہے کہ اس میں بھی حق و باطل ملا جلا ہے۔ پس مگو۔ ہر مذہب کی ہر بات کو باطل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ حق شبِ قدر۔ حق، باطل میں اسی طرح پوشیدہ ہوتا ہے جیسا کہ شبِ قدر دوسری راتوں میں۔ تا کند۔ پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر شب میں اس کی تلاش جاری رہے۔ درمیانِ دلق۔ معمولی فقراء میں بھی کوئی اللہ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ مومن کیّس۔ عقلمند مومن کا کام یہ ہے کہ وہ ان میں سے اس کی جستجو کرے۔

۲ے گر نہ معیوبات۔ اگر سب سونے بے عیب ہوں تو ہر بیوقوف تاجر بن بیٹھے۔ ور ہمہ۔ اگر سب معیوب ہوں تو عقل بیکار ہے۔ اس کا کام باقی نہیں رہتا ہے۔ احمقی۔ دن رات کو یکساں سمجھنے والا احمق ہے۔ شقی۔ سب کو باطل کہنا خود رائی پر مبنی ہے جو شقاوت ہے۔ تاجرانِ انبیاء۔ جو لوگ انبیاء کی ہدایت کے ماتحت اعمالِ حسنہ کا کاروبار کرتے ہیں وہ نفع میں ہیں۔ رنگ و بو یعنی دنیاوی فائدے۔

۳ے می نماید۔ دنیا دار سانپ یعنی دنیوی فوائد کو مال سمجھتا ہے۔ نیکو بمال۔ تاکہ صحیح نظر آنے لگے۔ منگر۔ دنیاوی نفع نقصان پر غبطہ نہ کر۔ فرعون اور ثمود نے دنیاوی نفع کو نفع سمجھا ان کا حشر دیکھ لو۔

امتحان (۱) کردن ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے و شرّے کہ دروَیست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اُس میں جو بھلائی اور بُرائی ہے وہ ظاہر ہوجائے

اندریں گردوں مکرّر کُن نظر ۔۔۔ زانکہ حق فرمود ثُمَّ ارْجِعِ بَصَر
اس آسمان پر مکرّر نظر ڈال ۔۔۔ کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے، پھر نگاہ لوٹا

یک نظر قانع مشو زیں سقفِ نور ۔۔۔ بارہا بنگر ببیں ھَل (۲) مِنْ فُطُور
نور کی اِس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن ۔۔۔ بار بار دیکھ، دیکھ کوئی شگاف ہے؟

چونکہ گفتست کاندریں سقفِ نکو ۔۔۔ بارہا بنگر چو مردِ عیب جُو
چونکہ اُس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اِس اچھّی چھت میں ۔۔۔ عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ

پس زمینِ تیرہ را دانی کہ چند ۔۔۔ دیدن و تمییز باید در پسند
تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کسقدر ۔۔۔ دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

تا بپالائیم صافاں را ز دُرد ۔۔۔ چند باید عقلِ ما را رنج بُرد
تاکہ ہم صاف اخلاق کو تلچھٹ سے صاف کرلیں ۔۔۔ ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اُٹھانی چاہیئے؟

امتحانہائے (۳) زمستان و خزاں ۔۔۔ تابِ تابستاں بہارِ ہمچو جاں
جاڑوں اور خزاں کی آزمائشیں ۔۔۔ گرمیوں کی گرمی، جان جیسی بہار

بادہا و ابرہا و برقہا ۔۔۔ تا پدید آرد عوارض فرقہا
ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (زمین پر یہ ساری آزمائشیں اسلئے ہیں) ۔۔۔ تاکہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کردیں

تا بروں آرد زمینِ خاک رنگ ۔۔۔ ہرچہ اندر جیب دارد لعل و سنگ
تاکہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے ۔۔۔ جو کچھ اُس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں

ہرچہ دُزدیدست ایں خاکِ دُژم ۔۔۔ از خزانہ حق و دریائے کرم
اس افسردہ خاک نے جو چُرایا ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے

شحنۂ تقدیر گوید راست گو ۔۔۔ آنچہ بُردی شرح دہ اے حیلہ جو
تقدیر کا کوتوال کہتا ہے، سچ بتادے ۔۔۔ اے حیلہ جو! جو کچھ تونے چُرایا ہے اُسکی تشریح کردے

تا میانِ قہر و لطف آں خفیہا ۔۔۔ ظاہر آید ز آتشِ خوف و رجا
تاکہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں ۔۔۔ خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہوجائیں

امتحانات سے گذار کر چھپی چیزوں کا اقرار کرانا ایسا ہی ہے جیساکہ کوتوال مجرم سے کبھی نرم اور کبھی سخت برتاؤ کرتا ہے تاکہ وہ اقرار کرے اور راز بتادے۔

---

۱ امتحان کردن۔ چونکہ دنیا میں نہ خیرِ محض ہے نہ شرِ محض لہٰذا ہر چیز پر غور کرلینا چاہیئے۔ حق فرمود۔ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ پھر بار بار نظر کو لوٹا وہ کھسیانی ہوکر تھک ماندی تیری طرف واپس ہوگی۔

۲ ھَلْ مِنْ فُطُوْر۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ نظر کو لوٹا کیا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے۔ چونکہ۔ جب اللہ (تعالیٰ) نے آسمان جیسی شفاف چیز پر بار بار نظر کرنے کا حکم دیا ہے تو تاریک زمین پر کتنی بار نظر ڈالنا اسکو پسند ہوگا۔ تا بپالائیم۔ خارجی چیزوں میں غور و فکر کو ظاہر کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں اپنے اخلاق میں سے اچھے بُرے میں تمیز کرنے کے لئے عقل پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

۳ امتحانہائے۔ تکوینیات میں زمین پر یہ مختلف عوارض اس لئے طاری کئے ہیں تاکہ زمین میں مخفی چیزوں میں فرق واضح ہوجائے۔ تا بروں۔ ان ہی آزمائشوں کی وجہ سے زمین لعل و سنگ اُگلتی ہے اور لعل و سنگ کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ ہرچہ۔ لعل و سنگ وغیرہ سب زمین نے چھپا رکھے ہیں جو اللہ کے خزانوں کی چیزیں ہیں۔ راست گو یعنی زمین سے یہ امتحانات اقرار کرالیتے ہیں۔ تابیاں۔ زمین کو گرم و سرد

آں بہاراں[1] لطفِ شحنۂ کبریاست
موسمِ بہار اللہ (تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے

واں خزاں تخویف و تہدیدِ خداست
اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے

واں زمستاں چار میخِ معنوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے

تا تو اے دزدِ خفی ظاہر شوی
تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

پس مجاہد را زمانے بسطِ دل
تو مجاہدہ کرنے والے کیلئے کسی وقت دل کا انبساط

یک زمانے قبض و درد و غش و غل
کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت

زانکہ ایں آب و گل کابدانِ ماست
اسلئے ہے کہ ہمارے بدن جو پانی اور مٹی کے ہیں

منکر و دزدِ ضیائے جانہاست
ہماری روحوں کے نور کے منکر اور چور ہیں

حق تعالیٰ[2] گرم و سرد و رنج و درد
اللہ تعالیٰ گرم اور سرد اور رنج اور درد

بر تنِ ما می نہد اے شیر مرد
اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے

خوف و جوع و نقصِ اموال و بدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھٹاؤ

جملہ بہرِ نقدِ جاں ظاہر شدن
سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں

ایں وعید و وعدہا انگیختست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں

بہر ایں نیک و بدے کامیختست
کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

چونکہ حق و باطلے آمیختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کردی ہے

نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے

پس محک[3] می بایدش بگزیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے

در حقائق امتحانہا دیدۂ
جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو

تا شود فاروق ایں تزویرہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنیوالی بنجائے

تا بود دستورِ ایں تدبیرہا
تاکہ وہ ان تدبیروں کا وزیر اعظم بن جائے

شیر دِہ اے مادرِ موسیٰ ورا
اے موسیٰ کی ماں! اس کو دودھ پلا

واندر آب افگن میندیش از بلا
اور دریا میں ڈالدے، مصیبت کی فکر نہ کر

ہر کہ در روزِ الست آں شیر خورد
جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا

ہمچو موسیٰ شیر را تمییز کرد
اس نے موسیٰ م کی طرح دودھ کو پہچان لیا

خود بر تو ایں حکایت روشن ست
خود تجھ پر یہ بات واضح ہے

کہ غرض نے ایں حکایت گفتن ست
کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے

---

[1] بہاراں۔ زمین پر موسم بہار کا آنا یہ تو کوتوال کا مہر ہے۔ زمستاں۔ زمین کیلئے جاڑوں کا موسم چار میخ کی سزا ہے۔ چار میخ۔ شکنجہ میں مجرم کے چاروں ہاتھ پیر چار میخوں سے کس دیئے جاتے تھے۔ پس مجاہد۔ مجاہدہ کرنیوالے پر جو اچھی بری حالتیں طاری ہوتی ہیں وہ بھی اسی لئے ہیں کہ جسم نے جو بمنزلہ زمین کے ہے روح کا نور چرا رکھا ہے۔

[2] حق تعالیٰ۔ انسانی جسم پر جو قدرت کی جانب سے مختلف سختیاں ہوتی ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ اس نے روح کے نقد کو چرا رکھا ہے۔ جوع۔ بھوک۔ نقص اموال۔ مالوں کا نقصان۔ ایں وعید۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنتوں اور نعمتوں کے وعدے اور انجام بد اور جہنم کی وعیدیں بھی اسی لئے ہیں تاکہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ چرمداں۔ چمڑے کا تھیلا۔

[3] پس محک۔ مولانا نے اچھے برے میں امتیاز کرنے کی عقل کے علاوہ یہ ترکیب بھی بتائی کہ تجربہ کار شیخ کے ذریعہ اس کام کی تکمیل کی جائے اور اس کو ان تدبیروں کا دستورِ اعظم بنایا جائے۔ شیر دہ۔ شیخ کو پہچاننے کے لئے فطرتِ سلیمہ کی ضرورت ہے۔ سلیم فطرت والا عہد الست سے اس ذوق سے واقف ہے جس کے پاس یہ ذوق ہوگا وہ اس کو فوراً پہچان لے گا۔ حضرت موسیٰ م کی والدہ کو دودھ پلا کر اور صندوق میں بند کرکے دریائے نیل میں ڈالدینے کا حکم ہوا۔ بچہ ماں کا دودھ پی کر اس دودھ کے ذائقے سے واقف ہو چکا تھا۔ جب دودھ پلانے والیاں دودھ پلانے آئیں تو ماں کے دودھ کو پہچان لیا۔

گر تو[1] بر تمییز طفلت مولعی — ایں زماں یا اُمِّ موسیٰ ارضعی

اگر تو اپنے بچّے کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے — اب اے موسیٰ کی ماں! دودھ پلا

تا بہ بیند طعم شیرِ مادرش — تا فرو ناید بہ دایہ بدسرش

تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا سمجھ لے — تاکہ بُری دایہ کے سامنے اُس کا سر نہ جھکے

شرح فائدۂ حکایتِ آں شخصِ شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنیوالے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اُشترے گم کردہٴ اے معتمد — ہر کس از اُشتر نشانت می دہد

اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے — ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے

تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست — لیک دانی کایں نشانیہا خطاست

تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے — لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

واں کہ اشتر[2] گم نہ کرد اُو از مِرے — ہمچو آں گم کردہ جوید اشترے

جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے — اونٹ گم کرنیوالے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے

کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام — ہر کہ یابد اُجرتش آوردہ ام

کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے — جو اس کو پائے اُس کے لئے میں انعام لایا ہوں

تا در اشتر با تو انبازی کند — بہرِ طمعِ اشتر ایں بازی کند

تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے — اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے

اُو نشانِ[3] کژ نہ بشناسد ز راست — لیک گفتت آں مقلد را عصاست

وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کر سکتا ہے — لیکن تیری گفتگو اُس مقلد کی لاٹھی ہے

ہر چرا گوئی خطا بود آں نشاں — اُو بتقلیدِ تو می گوید ہماں

جس کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے — وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے

چوں نشانِ راست گویند و شبیہ — پس یقیں گردد ترا لاریب فیہ

جب وہ سچی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں — تو تجھے یقین آجاتا ہے کہ اسمیں کوئی شک نہیں ہے

آں شفائے جانِ رنجورت شود — مظہرِ حسن چو گنجورت شود

(وہ علامت) تیری فکرمند جاں کی شفا بنجاتی ہے — تیرے خزانچی جیسے حسن کو ظاہر کرنیوالی بنجاتی ہے

بتانے والا جب اُس کی صحیح نشانیاں بتاتا ہے تو اُس کو یقین آجاتا ہے اور یہ نشانیاں اُس کی خوشی کا سبب بنجاتی ہیں اور اُس کے بیان کو بلاغِ مبین قرار دیتا ہے اور اُس کو اپنا پیشرو بناتا ہے۔

[1] گر تو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچّہ میں بھی دودھوں کو امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اُسکو پہلے سے دودھ پلادے تاکہ وہ بروقت اور دودھوں سے تیرے دودھ کو ممتاز کرلے اور شیخ کامل اور شیخِ ناقص کو سمجھ سکے۔ اُشترے گم کردہ۔ تلاشِ حق میں جب انسان نکلتا ہے تو مختلف لوگوں سے اُس کو واسطہ پڑتا ہے بعض صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور بعض غلط اگر انسان میں فطرتِ سلیمہ ہے اور اُس میں عہدِ الست کی بو ہے تو وہ اُن لوگوں کی صحیح اور غلط نشاندہی میں امتیاز کرلیتا ہے اور صحیح انسان کی دستگیری کرتا ہے۔

[2] اشتر گم نہ کرد بعض لوگوں میں حقیقی طلب نہیں ہوتی دُ دیکھا دیکھی پیر کے ساتھ لگ جاتے ہیں اور تلاش کے مدعی بن جاتے ہیں اور طالب کے حقہ میں سے حصہ بٹانے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ ایں بازی۔ یعنی بغیر اونٹ کھوئے اونٹ کی تلاش کرنا۔

[3] اُو نشانِ کژ۔ اگر کوئی اُس کو اونٹ کی غلط نشاندہی کرتا ہے تو وہ غلط صحیح میں کوئی فرق نہیں کر سکتا ہے محض تمہاری باتوں کو اپنا سہارا بنا کر کسی نشانی کو غلط اور کسی نشانی کو صحیح ظاہر کرتا ہے۔ چوں نشانِ است۔ جس کا اونٹ حقیقتاً گم ہوا ہو

CHINESE BULL ?

رنگِ روئے و قوتِ بازو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہوجاتی ہے

خلق ۱ و خُلق یکتوات صد تو شود
تیرا اکہرا جسم اور اخلاق تنو گنا ہوجاتا ہے

چشمِ تو روشن شود پایت دواں
تیری آنکھ روشن ہوجاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں

جسمِ تو جاں گردد و جانت رواں
تیرا جسم روح (حیوانی) بنجاتا ہے اور تیری روح حیوانی روح (انسانی) بنجاتی ہے

پس بگوئی راست گفتی اے امیں
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تونے سچ کہا

ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبیں
یہ علامتیں واضح پیغام ہیں

فیہِ آیاتٌ ثقاتٌ بیّناتٌ
اس میں روشن، معتبر علامتیں ہیں

ایں براتے باشد و قدر و نجات
یہ دستاویز ہیں اور قابلِ قدر ہیں اور ذریعۂ نجات ہیں

ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو
جب اس نے یہ علامت بتادی تو کہیگا آگے چل

وقتِ آہنگ است پیش آہنگ شو
(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

پیروی تو کنم اے راست گو
اے سچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا

بوئے بُردی ز اشترم بنما کہ کو
تونے میرے اونٹ کا سراغ پایا، دکھا وہ کہاں ہے؟

۲ پیشِ آں کس کہ نہ صاحب اشتریست
اس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے

کو دریں جُستِ شتر بہرِ مریست
جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے

زیں نشانِ راست نفزودش یقیں
اس سچی علامت نے اسکے یقین میں اضافہ نہیں کیا

جز ز عکسِ ناقہ جوئے راستیں
واقعی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا

۳ بوئے بُرد از جدّ و گرمیہائے او
اس کی کوشش اور اس کی سرگرمیوں سے اسکو پتہ لگا

کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او
کہ اس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے

اندریں اشتر نبودش حق و لے
اس اونٹ میں اس کا کوئی حق نہ تھا لیکن

اشترے گم کردہ است او ہم بلے
اس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے

طمعِ ناقہ غیر روپوشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اسکے چہرہ کا پردہ بنگیا

آنچہ زو گم شد فراموشش شدہ
جو اس کا کھویا گیا ہے اسکو اس نے بھلا دیا ہے

ہر کجا او می دود ایں ہم دود
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے

از طمع ہمدردِ صاحب می شود
لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے

کاذبے با صادقے چوں شد رواں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے

آں دروغش راستی شد ناگہاں
اس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہوجاتا ہے

---

۱ خلق و خُلق یعنی اس کی جسمانی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ راست گفتی۔ حقیقی طالب صحیح علامتیں بتانیوالے سے کہتا ہے۔ بلاغِ مبین۔ واضح پیام۔ برات۔ شاہی حکم، دستاویز۔ ایں نشاں۔ تونے جبکہ صحیح علامتیں بتادی ہیں تو اب میرے ساتھ چل کر اس کو پکڑوادے۔

۲ پیشِ آں کس۔ جو اس گمشدہ اونٹ کا مالک نہیں اور محض مقابلہ کیلئے تلاش کا مدعی بن گیا ہے اسکے لئے صحیح علامتیں بھی کوئی معنی نہیں رکھتی ہیں۔ جز ز عکس۔ یہ مدعی تو حقیقی طالب کی نقلیں اتار رہا ہے۔

۳ بوئے بُرد۔ اس نقال کو طالب کی خوشی سے یہ محسوس ہوا کہ یہ حقیقی طالب تھا۔ اندریں اشتر حقیقی طالب کا جو اونٹ تھا اس نقال کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا لیکن اس کا اونٹ بھی گم ہوا تھا۔ اس اونٹ کے لالچ میں اس نے اس کو فراموش کر رکھا تھا۔ کاذبے صحیح طالبوں کے ساتھ جب نقال لگتا ہے تو بسا اوقات اس کو اپنی گمشدہ چیز بھی یاد آجاتی ہے اور وہ اس کو حاصل کرلیتا ہے۔

اندراں[١] صحرا کہ آں اشتر شتافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا
اشترِ خود نیز آں دیگر بیافت
اُس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پالیا

چوں بدیدش یاد آورد آنِ خویش
جب اُسنے اُس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آگیا
بے طمع شد زاں اشترِ آں یار بیش
(اور) اُس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہوگیا

آں مُقلِد شد مُحقق چوں بدید
وہ مُقلد مُحقق بن گیا جب اُس نے دیکھا
اشترِ خود را کہ آنجا می چرید
اپنے اونٹ کو کہ اِس جگہ چر رہا ہے

اُو طلبگارِ شتر آں لحظہ گشت
وہ اُسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا
می بجُستش تا ندید او را بدشت
جب تک اُسکو جنگل میں نہ دیکھا تھا اُسکی جستجو میں تھا

بعد ازاں تنہا روی آغاز کرد
اُس کے بعد اُس نے تنہا روی شروع کردی
چشم سوئے ناقہٴ خود باز کرد
اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا

گفت[٢] آں صادق مرا بگذاشتی
سچے نے اُس سے کہا تونے مجھے چھوڑ دیا
تا بہ اکنوں پاسِ من می داشتی
اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا

گفت تا اکنوں فسُوسی بودہ ام
اُس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا
وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
لالچ سے خوشامد میں لگا تھا

ایں زماں ہمدردِ تو گشتم کہ من
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں
در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں

از تو می دُزدیدمے وصفِ شتر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا
جانِ من دید آنِ خود شد چشم پُر
میں نے مطلوب پالیا میں سیر چشم ہوگیا

تا نیا[٣] بیدم نہ بودم طالبش
جب تک میں نے اُسکو نہ پایا تھا میں اُسکا طلبگار نہ تھا
مِس کنوں مغلوب شد زر غالبش
تانبا اب مغلوب ہوگیا اُس پر سونا غالب آگیا

سیّئاتم شد ہمہ طاعات شُکر
(خدا کا) شُکر ہے میری بُرائیاں سب بھلائیاں بنگئیں
ہزل شد فانی و جدّ اثبات شُکر
شکر ہے، مذاق ختم ہوگیا اور سنجیدگی آگئی

سیّئاتم چوں وسیلت شد بحق
میری بُرائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں
پس مزن بر سیّئاتم ہیچ دق
تو میری بُرائیوں پر اعتراض نہ کر

مر ترا صدقِ تو طالب کردہ بود
تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنا یا تھا
مر مرا جدّ و طلب صدقے کشود
میرے لئے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کردی

[١] اندراں صحرا۔ طالبِ حقیقی کو جس جگہ مطلوب ملا اُس نقّال کو بھی اُسکا فراموش شدہ مطلوب مل گیا۔ چوں بدیدش۔ نقّال میں اب اخلاص پیدا ہوگیا۔ اور وہ اپنی گم شدہ چیز کے حصول کے درپے ہوگیا۔ آں لحظہ۔ طالبِ حقیقی تو فطری صلاحیت کی بنا پر کامیاب ہوا اور یہ اُس کی کامیابی کو دیکھ کر راہ پر لگا۔ بعد ازاں۔ پہلے اُس کی نقلی طلب تھی اب حقیقی طلب ہوگئی۔

[٢] گفت۔ اب یہ نقّال بھی حقیقی طالب بنکر اپنے راستہ پر لگ گیا۔ فسوس۔ استہزا، مذاق، بناوٹ۔ وز طمع۔ یعنی تیرے اونٹ کے لالچ سے۔ ہمدردِ تو۔ اب میں حقیقی معنی میں پیرجائی اور ہمدرد ہوں۔ جانِ من۔ جب میں نے اپنے حقیقی مطلوب کو سمجھ لیا تو تمہاری چیز سے اِستغنا پیدا ہوگیا۔

[٣] تا نیا بیدم۔ جب تک مجھے اپنا مطلوب نظر نہ آیا تھا میں اُس کا حقیقی طالب نہ بنا تھا اب نقلی طلب ختم ہوگئی ہے اور حقیقی طلب غالب آگئی ہے۔ سیّئاتم۔ میری نقالی جو ایک برائی تھی بھلائی میں تبدیل ہوگئی اور حقیقی طالب بن گیا ہوں۔ مر ترا۔ تیری حقیقی طلب نے تجھے طالب بنا یا تھا۔ میری نقالی نے مجھے حقیقی طلب تک پہنچا دیا۔

صدق تو آورد در جستن ترا — جستنم آورد در صدقے مرا

تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا — میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا

تخم دولت در زمیں می کاشتم — سخرہ و بیکار می پنداشتم

میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا — (جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا

آں نہ بد بیکار کسبے بد درست — ہر یکے دانہ کہ کشتم صد برست

وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی — میں نے جو ایک دانہ بویا سَو اُگے

دزد سوئے خانۂ شد زیر دست — چوں در آمد دید کاں خانہ خود است

چور چھپ کر ایک گھر میں گیا — جب اندر پہنچا، دیکھا کہ وہ اسی کا گھر ہے

گرم باش اے سرد تا گرمی رسد — با درشتی ساز تا نرمی رسد

اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو — سختی جھیل، تاکہ راحت ملے

آں دو اشتر نیست آں یک اشتر است — تنگ آمد لفظ معنی بس پر است

وہ دو اونٹ نہیں ہیں، ایک اونٹ ہے — الفاظ تنگ ہیں، معنی بہت زیادہ ہیں

لفظ در معنی ہمیشہ نارساں — زاں پیمبر گفت قد کل اللسان

لفظ معنیٰ (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں — اِسی لئے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زبان عاجز آگئی

نطق اصطرلاب باشد در حساب — چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب

حساب کرنے میں لفظ، اصطرلاب ہیں — وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے

خاصہ چرخے کایں فلک زو پرہ ایست — آفتاب از آفتابش ذرہ ایست

خصوصًا وہ آسمان کہ یہ آسمان اُسکا ایک تنکا ہو — (یہ) سورج اُس (الملک) کے سورج کا ایک ذرہ ہو

در بیان آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجد ضرار است

اِس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود — خانۂ حیلت بُد و دام جہود

جب ظاہر ہوگیا کہ وہ مسجد نہ تھی — مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

۳ خاصہ. جبکہ نطق اور لفظ بمنزلہ اصطرلاب کے ہیں اور وہ آسمان کے جملہ حقائق کو نہیں بتا سکتا ہے تو اسی طرح الفاظ عالم غیب کے اِس آسمان اور سورج کی حقیقت واضح نہیں کر سکتے ہیں جس کے بالمقابل یہ آسمان اور سورج بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب یہ بات کھل گئی کہ مسجد ضرار حقیقتًا مسجد نہیں ہے بلکہ یہود کا ایک جال اور دھوکا ہے تو آنحضورؐ نے اُس کو گروا کر کوڑی میں تبدیل کرا دیا۔

۱ صدق. تیری صادق طلب نے تجھے جستجو میں لگایا میری نقلی جستجو نے مجھے طالب صادق بنا دیا۔ تخم دولت۔ طلب اور جستجو تھی لیکن نقالی کی وجہ سے بیکار تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل نے اسکو کارآمد بنا دیا اور اسکے بہترین نتائج سامنے آگئے۔ زیر دست۔ مغلوب، مخفی، غلط کار بھی بسا اوقات صحیح مقصد حاصل کر لیتا ہے، ریاکاری کے بعد خلوص حاصل ہو جاتا ہے۔ ۲ گرم باش۔ انسان کو جدوجہد کرنی چاہیئے اور مشقت برداشت کرنے چاہئیں تب راحت ملے گی۔ آں دو اشتر۔ تمنّی اور طالب کیلئے دو اونٹ بتائے گئے تھے۔ یہ تعبیر لفظوں کی کوتاہی تھی ورنہ دراصل ایک ہی اونٹ تھا یعنی آخر میں دونوں واصل بحق ہوئے اور ذات حق واحد ہے۔ قَدْ کَلَّ اللِّسَانُ۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔ مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ۔ جس نے اپنے خدا کو پہچان لیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی یعنی ذات و اوصاف کے بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔ اُصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس سے آسمانوں اور ستاروں کے فاصلے ناپے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ آلہ آسمان کے تمام احوال اور آسمان و سورج کے تمام حقائق نہیں بتا سکتا ہے۔ اِسی طرح الفاظ کا حال ہے۔

پس نبی فرمود کانرا بر کنند
تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اُسکو اکھاڑ دیں

مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند
کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں

صاحب[1] مسجد چو مسجد قلب بود
مسجد والا مسجد کی طرح اُلٹا تھا

دانہا بر دام ریزی نیست جود
تو جال پر دانہ ڈالے، سخاوت نہیں ہے

گوشت کاندر شستِ تو ماہی رباست
وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اُچکنے والا ہے

آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست
ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے

مسجدِ اہلِ قبا کاں بُد جماد[2]
قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی

آنچہ کفوِ آں نہ بُد راہش نہ داد
جو (مسجد) اُسکے ہم جنس نہ تھی اُسنے اُسکو راستہ نہ دیا

در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت
جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا

زد دراں ناکفو میرِ داد نفت
اُس غیر جنس میں حاکمِ اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا

پس حقائق را کہ اصلِ اصلہاست
تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں

داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست
سمجھ لے اُن میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں

نے حیاتش[3] چوں حیاتِ اُو بُود
نہ اُس (مفضول) کی زندگی اُس (فاضل) جیسی ہوگی

نے مماتش چوں مماتِ اُو بُود
نہ اُس (مفضول) کی موت اس (فاضل) کی موت کی طرح ہوگی

گورِ اُو ہرگز چو گورِ اُو مداں
اُس (مفضول) کی قبر کو اُس (فاضل) کی قبر کیطرح نہ سمجھ

خود چہ گویم حالِ فرقِ آنجہاں
اب میں اُس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟

بر محک زن کارِ خود اے مردِ کار
اے معروفِ عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ لے

تا نسازی مسجدِ اہلِ ضرار
کہیں تو اہلِ ضرار کی مسجد بنا لے

بس براں مسجد کناں تسخر زدی
تو نے اُس مسجد کے بنانیوالوں کی بہت مذاق اڑائی

چوں نظر کردی تو خود زانساں بُدی
جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

حکایت ہندو کہ با یارانِ خود جنگ می کرد کہ بدکار ید

اُس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو

و خبر نداشت کہ خود نیز بداں مُبتلا است

اور اُس کو خبر نہ تھی کہ خود اُس بُرائی میں مُبتلا ہے

---

[1] صاحبِ مسجد۔ یعنی ابو عامر راہب جس کے لفظی معنیٰ ہیں آباد کنندہ۔ قلب بود۔ وہ آباد کنندہ نہ تھا بلکہ اُس کا تباہ کنندہ تھا لہٰذا وہ برعکس نام نہند زنگی کافور، کا مصداق تھا۔ گوشت۔ صورت پر حکم نہیں لگتا بلکہ حقیقت پر حکم لگتا ہے۔ ابو عامر کی صورت تعمیر کی تھی لیکن حقیقتاً تخریب تھی، کانٹے میں مچھلی کی خوراک کی صورت لقمہ کی ہے لیکن حقیقتاً نہیں ہے لہٰذا اُس کو بخشش اور سخاوت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

[2] بُد جماد۔ مسجدِ قبا پتھر کی بنی ہوئی تھی جس میں احساس نہیں ہوتا ہے لیکن اُس نے بھی غیر جنس یعنی مسجدِ ضرار کو گوارا نہ کیا حیفے۔ ظلم یعنی مسجدِ ضرار مسجدِ قبا کے برابر کر دی جائے۔ نفت۔ آگ پکڑنے والا مادہ ہے۔ حقائق۔ یعنی جس طرح مسجد اور مسجد میں فرق ہے اسی طرح حقائقِ انسانیہ جو تمام حقائق کی اصل اور جڑ ہیں انمیں بہت فرق ہیں ایک انسان اور دوسرے انسان میں بہت بڑا فرق اور فصل ہے۔

[3] نے حیات۔ افضل اور مفضول کی نہ زندگی یکساں ہے نہ موت دنیا میں دونوں کی قبروں میں بھی بہت بڑا فرق ہے آخرت میں جو فرق ہوگا اس کا تو بیان ہی کیا ہو سکتا ہے۔ بر محک۔ انسان کو اپنے اعمال کو پرکھنا چاہیئے کہیں اُن میں چھپا ہوا حسد اور ریا کار فرما نہ ہو اور اُس کے عمل کی صورت مسجدِ ضرار کی سی صورت نہ ہو۔ بس۔ بسا اوقات انسان دوسروں کے انہی عیوب کی مذاق اُڑاتا ہے جو اُس میں خود چھپے ہوئے ہیں۔ اسی مضمون کو مولانا نے اِس حکایت سے واضح فرمایا ہے۔

چار ہندو[1] در یکے مسجد شدند
چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے

بہرِ طاعت راکع و ساجد شدند
عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے

ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد
ہر ایک نے ایک نیّت کرکے تکبیر کہی

در نماز آمد بہ مسکینی و درد
مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

موذّن آمد زاں یکے لفظے بجست
مؤذن آیا، انہیں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا

کاے موذّن بانگ کردی وقت ہست
اے موذّن! تونے اذان دیدی؟ وقت ہوگیا ہے

گفت[2] آں ہندوے دیگر از نیاز
دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا

ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
ہائے! تونے بات کرلی اور نماز ٹوٹ گئی

آں سوم گفت آں دوم را اے عمو
تیسرے نے دوسرے سے کہا، اے چچا!

چہ زنی طعنہ بر او خود را بگو
اُس کو کیا طعنہ دیتا ہے، خود کو دے

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من
چوتھا بولا، خدا کا شکر ہے کہ میں

در نیفتادم بچہ چوں ایں سہ تن
ان تینوں کی طرح میں کنوئیں میں نہیں گرا

پس نمازِ ہر چہاراں شد تباہ
تو چاروں کی نماز برباد ہوئی

عیب جویاں بیشتر گم کردہ راہ
عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے

اے خنک جانے کہ عیبِ خویش دید
قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے

ہر کہ عیبے گفت آں بر خود گزید
جو کوئی عیب بتائے، اپنے لئے تسلیم کرے

زانکہ[3] نیمے او ز عیبستاں بُدست
کیونکہ اس کا آدھا، عیبوں کی دنیا کا ہے

واں دگر از وے ز غیبستاں بُدست
دوسرا (آدھا) عالمِ غیب کا ہے

چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست
چونکہ تیرے سر پر سَو زخم ہیں

مرہمش بر خویش باید کار بست
ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیئے

عیب کردن ریش را داروے اوست
زخم کو بُرا سمجھنا (ہی) اُس کا علاج ہے

چوں شکستہ گشت جائے ارحموا ست
جب خاکسار بن گیا ارحموا کا محل ہے

گر ہماں عیبت نبود ایمن مباش
اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو بھی مطمئن نہ ہو

بو کہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
ہوسکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہوجائے

اپنے زخم کو بُرا سمجھتا ہے تو ضرور اُسکے معالجہ میں لگے گا، اپنے عیب کو تسلیم کرنا، انکساری اختیار کرنا ہے جو رحمت کا سبب اور مقام ہے۔ ارحموا تم رحم کرو یعنی منکسر انسان پر خدا نے رحم کرنے کا حکم صادر فرمادیا ہے۔ گر ہماں۔ جو عیب تو دوسرے میں بتارہا ہے اگر وہ تجھ میں نہیں ہے تو بھی تو اُس عیب کے بارے میں مطمئن نہ ہو خدا عیب جو میں وہی

[1] ہندو یعنی ہندوستانی مسلمان۔ طاعت یعنی نماز۔ تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ۔ موذن۔ یعنی موذن آیا تو نمازی کی حالت میں اُس سے باتیں کرنے لگا۔ وقتِ ہست یعنی اذان کا وقت ہوگیا ہے۔

[2] گفت آں۔ دوسرے نمازی نے نماز کی حالت میں پہلے نمازی سے کہا تو نے نماز میں بات کرلی تیری نماز ٹوٹ گئی۔ سوم۔ تیسرے نے نماز کی حالت میں دوسرے سے کہا تو پہلے کو کیا طعنہ دیتا ہے تیری نماز خود ٹوٹ گئی۔ چہارم۔ چوتھا نماز کی حالت میں بولا خدا کا شکر ہے میں نے ان تینوں کی طرح اپنی نماز خراب نہیں کی یعنی۔ ان چاروں میں سے ہر ایک دوسرے کا عیب ظاہر کررہا تھا حالانکہ وہی عیب خود اس میں موجود تھا۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو دوسرے کی عیب جوئی نہ کرے اور اپنے عیب کو تسلیم کرے۔

[3] زانکہ نیمے۔ انسان کا آدھا حصّہ جسم ہے اور آدھا حصّہ روح ہے جسم عالمِ خلق کی چیز ہے جو مفاسد سے پُر ہے لہٰذا ہر انسان کا عیب دار ہونا ممکن ہے لہٰذا اس کو اپنا عیب تسلیم کرلینا چاہیئے۔ چونکہ۔ ہر انسان میں جب عیوب موجود ہیں تو اپنے عیوب کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے۔ عیب کردن ریش۔ اگر انسان

عیب پیدا کردیتا ہے

لَاتَخَافُوْا[1] از خدا نشنیدهٔ
تو نے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے

پس چہ خود را ایمن و خوش دیدهٔ
تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے!

سالہا ابلیس نیکونام زیست
شیطان سالہا سال نیکنامی سے جیا

گشت رُسوا بیں کہ اُو را نام چیست
(پھر) رُسوا ہوا، دیکھ اُس کا کیا نام ہے؟

در جہاں معروف بُد عُلیائے اُو
جہاں میں اُس کی بلندی مشہور تھی

گشت معروفی بعکس اے وائے اُو
(اُس کی) شہرت برعکس ہو گئی اُس پر افسوس ہے

تا نہ ایمن تو معروفی مجو
جب تک تو مطمئن نہ ہو، شہرت نہ چاہ

پاک شو از خوف پس از امن گو
پہلے خوف سے پاک ہو جا، پھر امن کی بات کر

تا نروید[2] ریش تو اے خوش ذقن
اے خوبصورت تھوڑی والے! جبتک داڑھی نہ نکل آئے

بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
دوسرے صاف تھوڑی والے کو طعنہ نہ دے

ایں نگر کہ مبتلا شد جانِ اُو
یہ غور کر کہ اُس کی جان مبتلا ہوئی

در چہے افتاد تا شد پندِ تو
وہ کنوئیں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے باعثِ نصیحت بنا

تو نہ نیفتادی کہ باشی پندِ اُو
تو نہ گرا کہ اُس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا

زہر اُو نوشیدہ تو خور قندِ اُو
اُس نے زہر پیا ہے تو اُس کی شکر کھا

قصد کردنِ غُزان بکشتن یک مردے تا آں مردِ دیگر بترسد

غزوں کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈر رے

آں غُزانِ[3] ترکِ خونریز آمدند
خونریز ترک غُز آئے

بہرِ یغما بر دِہے ناگہ زدند
لوٹ کے لئے اُنھوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا

دو کس از اعیانِ آں دہ یافتند
اُس شہر کے دو بڑے شخصوں کو اُنھوں نے پکڑ لیا

در ہلاکِ آں یکے بشتافتند
اُن میں سے ایک کو قتل کرنے کیلئے دوڑ پڑے

دست بستندش کہ قربانش کنند
اُس کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ اسکو ذبح کریں

گفت اے شاہان و ارکانِ بلند
اُس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!

در چہِ مرگم چرا می افگنید
مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں گراتے ہو؟

از چہ آخر تشنۂ خونِ منید
آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟

چیست حکمت چہ غرض در کُشتنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟

چوں چنیں درویشم و عُریاں تنم
جبکہ میں مُفلس اور ننگا ہوں

---

[1] لَاتَخَافُوْا - کامل مومن کے لئے قرآن میں لَاتَخَافُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا، نہ تم ڈرو نہ خوف کھاؤ کی بشارت ہے لیکن وہ کامل مومن کے لئے ہے تو نے تو اپنے لئے نہیں سنی تو کیوں مطمئن بنتا ہے۔ سالہا شیطان معلم الملکوت تھا پھر ابلیس بنا تو انسان کو اپنے بارے میں مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ دوسروں کی عیب جوئی نہ کیجائے اپنے عیوب کی نگرانی چاہیئے۔ بعکس یعنی ذلّت۔ تا نہ۔ زندگی میں تو نہ امن حاصل ہوگا نہ خوف سے رہائی ہوگی۔

[2] تا نروید - بے ریش ہونا مردانگی کا عیب ہے تو جب تک اپنا عیب زائل نہ کر لو دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ ایں نگر۔ دوسرے کے عیب سے تم عبرت حاصل کرو۔ تو نیفتادی۔ خدا کا شکر کر تو اُسکے لئے باعثِ عبرت نہ بنا۔ زہرِ اُو نوشید یعنی وہ عبرت بنا ہے۔ قندِ اُو یعنی تو عبرت حاصل کر۔

[3] غزاں۔ غز، ترکوں کی ایک قوم تھی جس کا پیشہ غارتگری تھا۔ یغما۔ لوٹ۔ دو کس یعنی اُس گاؤں کے دو بڑے آدمی پکڑ لئے۔ چیست۔ جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو مجھے قتل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

گفت[۱] تا ہیبت بریں یارت زند | تا بترسد او و زر پیدا کند

اُس نے کہا تاکہ تیرے اِس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے | تاکہ وہ ڈر جائے اور روپیہ بتا دے

گفت آخر او ز من مسکیں ترست | گفت قاصد کردہ است او راز رست

اُس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے | اسنے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے

گفت چوں وہم ست ما ہر دو یکیم | در مقامِ احتمال و در شکیم

اُسنے کہا جبکہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں | دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں

خود ورا بکشید اوّل اے شہاں | تا بترسم من دہم زر را نشاں

اے شاہو! پہلے اُس کو قتل کر دو | تاکہ میں ڈر دوں اور روپے کا پتہ بتا دوں

پس[۲] کرمہائے الٰہی بیں کہ ما | آمدیم آخر زماں در انتہا

تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم | آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

آخرین قرنہا پیش از قروں | در حدیث ست آخرون السّابقون

آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں | حدیث میں ہے (ہم) آخیر میں ہیں، پہلے ہیں

تا ہلاکِ قومِ نوحؑ و قومِ ہودؑ | عارضِ رحمت بجانِ ما نمود

یہانتک کہ قومِ نوحؑ اور قوم ہودؑ (عاد) کی ہلاکت نے | رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا

کُشت ایشاں را کہ تا ترسم ازو | ور خود ایں برعکس کردے وائے تو

اُن کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں | اگر وہ اسکے بالعکس کرتا، تیری تباہی تھی

در بیانِ حالِ خود پرستاں و ناشکراں در نعمتِ وجودِ انبیاء و اولیا

اُن لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکر اور خود پرست ہیں

ہر[۳] چہ ز ایشاں گفت از عیب و گناہ | وز دلِ چوں سنگ و ز جانِ سیاہ

اُن کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے ذکر فرمایا) | اور اُن کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا

وز سبکداریِ فرمانہائے او | وز فراغت از غمِ فردائے او

اور اُس (اللہ تعالےٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا | اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا

وز ہوس وز عشقِ ایں دنیائے دوں | چوں زناں مر نفس را بودن زبوں

اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا | اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونیکا

اور اُس کی خبر "از و عبرت نگرفتی" محذوف ہے۔ سبکداری۔ بے وقعتی۔ فراغت۔ یعنی قیامت کی فکر سے لاپرواہی۔ چوں زناں۔ عورتیں اپنے نفس سے بہت مغلوب ہوتی ہیں۔

---

۱ گفت۔ اُس ترک نے کہا تجھے اس لئے قتل کرتا ہوں تاکہ دوسرا تجھ سے عبرت حاصل کرے اور اپنی نقدی نکالدے۔ قاصد یعنی اُس نے قصداً اپنے آپ کو مفلس بنا رکھا ہے ورنہ وہ مالدار ہے۔ چوں وہم یعنی اُس کی مالداری کا وہم ہے یقین تو نہیں ہے۔ یہ وہم مجھ پر بھی ہو سکتا ہے لہٰذا اُس معاملہ میں ہم دونوں یکساں ہیں لہٰذا اُس کو قتل کر، تاکہ میں عبرت حاصل کرلوں۔

۲ پس۔ جب اس قصہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خوش نصیب ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو اللہ تعالےٰ نے تمام اُمتوں کے بعد پیدا کیا تاکہ وہ پہلی اُمتوں کے فرمانوں سے عبرت حاصل کریں اور زیادہ نیکیاں کر سکیں چنانچہ حدیث شریف ہے نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یعنی ہم دنیا میں سب اُمتوں سے بعد میں پیدا ہوئے لیکن قیامت میں ہمیں سب پر سبقت حاصل ہوگی۔ تا ہلاک۔ یعنی پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنا ہمارے لئے رحمت بن گیا۔ عارض۔ بادل۔ یعنی ان کے لئے بادل بصورتِ عذاب نمودار ہوا اور ہم پر ابرِ رحمت بنا۔ برعکس یعنی ہمیں اُن کے لئے باعث عبرت بنا دیتا۔

۳ ہر چہ یہاں سے چھٹے شعر سیر چشماں الخ تک مبتدا ہے

واں فرار از نکتہائے ناصحاں — واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نصیحت کرنیوالوں کے نکتوں سے بھاگنے کا — اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا

با دل و با اہلِ[1] دل بیگانگی — با شہاں تزویر و روبہ شانگی
دل اور اہلِ دل سے اجنبیت کا — اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چالاکیوں کا

سیر چشماں را گدا پنداشتن — وز حسدشاں خفیہ دشمن داشتن
اہلِ قناعت کو بھکاری سمجھنا — اور حسد کے انہیں چھپا دشمن سمجھنا (اُنسے تونے عبرت نہ پکڑی)

گر پذیرد چیز تو گوئی گداست — ور نہ گوئی مکر و تزویر و دغاست
اگر وہ تیری عطا قبول کرے تو تو کہتا ہے گدا ہے — ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغا بازی ہے

گر در آمیزد تو گوئی طامع ست — ور نہ گوئی در تکبر مولع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے — ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے

گر تحمل[2] کرد گوئی عاجز ست — ور غیور آمد تو گوئی گربز ست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے — اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے

یا منافق وار عذر آری کہ من — ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن
یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں — بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

نے مرا پروائے سر خاریدن ست — نے مرا پروائے دین ورزیدن ست
نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے — نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے

اے فلاں ما را بہمت یاد دار — تا شویم از اولیا پایانِ کار
اے فلاں! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے — تاکہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں

ایں سخن[3] ہم نے ز درد و سوز گفت — خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت
یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی — نیند کا ماتا بڑبڑایا اور پھر سو گیا

ہیچ چارہ نیست از قوتِ عیال — از بنِ دنداں کنم کسبِ حلال
بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے — بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں

چہ حلال اے گشتہ ز اہلِ ضلال — غیر خون تو نمی بینم حلال
حلال کیا! تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے — تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں

از خدا چارہ استش و از قوت نے — چارہ است از دین و از طاغوت نے
خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے — دین سے چھٹکارا ہے، شیطان سے نہیں ہے

---

[1] اہلِ دل۔ باخدا لوگ۔ شہاں۔ یعنی اہلِ دنیا۔ سیر چشم۔ مستغنی۔ وز حسد۔ غرضیکہ ان قوموں کے یہ بُرے احوال اور اُن کا بُرا انجام تیرے سامنے ہے لیکن تونے اُن سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ طامع۔ لالچی۔ مولع۔ فریفتہ۔

[2] گر تحمل۔ تیری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ لوگوں کی بُرائی پر برداشت سے کام لیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عاجز ہے کسی کا بگاڑ ہی کیا سکتا ہے اور اگر وہ ناگواری کا اظہار کرے تو اُسکو مغلوب الغضب کہتا ہے۔ با منافق۔ بزرگوں سے تو منافقانہ برتاؤ کرتا ہے دین کے کاموں میں نہ لگنے کی وجہ بال بچوں کی مصروفیت بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں دین کے کاموں میں کیسے لگوں۔ اے فلاں۔ بغیر کچھ کئے بزرگوں سے باطنی توجہ کا خواستگار ہے تاکہ ولی بنجائے۔

[3] ایں سخن۔ یعنی دعا اور باطنی توجہ کی درخواست۔ خوابناکے۔ تیری اس درخواست کی یہ مثال ہے جیسے کوئی نیند میں بڑبڑائے اور پھر سو جائے۔ ہیچ چارہ۔ مجبوری ظاہر کرتا ہے کہ بال بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے محنت سے حلال روزی کمانے میں مصروف ہوں۔ غیر خوں۔ ان صورتوں میں تو حلال روزی تو کیا کماتا تیرا خون بہانا ہی حلال ہے اور تو واجب القتل ہے۔ از خدا۔

ایکہ[1] صبرت نیست از دنیائے دوں	صبر چوں داری زنِعمَ الماھِدُوْن
اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے	ہم اچھا فرش بچھانیوالے ہیں کے بغیر تجھے کیسے صبر ملتا ہے
ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم	صبر چوں داری ز اللہ کریم
اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید	صبر چوں داری ازاں کت آفرید
اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	جس نے تجھے پیدا کیا ہے اسکے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ	صبر چوں داری تو از چشمہ الٰہ
اے وہ کہ تیرے لئے بغیر مکدر پانی کے صبر نہیں ہے	اللہ تعالیٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن	صبر چوں داری ز حیّ ذو المنن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے	حیّ ذو المنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟
اے کہ می گوئی[2] خدا بخشد ترا	آں فریب غول میداں بر ترا
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا	اُسکو چھلاوے کا فریب سمجھ، اُس سے نکل
کو خلیلے کو بروں آمد ز غار	گفت ہٰذا ربّ ہاں کو کردگار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟	کہا یہ خدا ہے، ہاں خدا کہاں ہے؟
من[3] نخواہم در دو عالم بنگریست	تا ندانم کایں دو مجلس آن کیست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا	جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ہیں
بے تماشای صفتہائے خدا	گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر	اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے
چوں گوارد لقمہ بے دیدار او	بے تماشای گل و گلزار او
اُسکے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے؟	(اور) اُس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے
جُز بامیدِ خدا زیں آب خور	کہ خورد یک لقمہ اِلّا گاؤ و خر
اس دنیا میں اس کے وصل کی اُمید کے بغیر	گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟
آنکہ کالانعام بُد بَل ھُم اَضَل	گرچہ پُر مکر ست آں گندہ بغل
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُنسے بھی گمراہ	اگرچہ وہ گندے بڑے چالاک ہیں

ابراہیم کا یہ حال تھا تو اُن لوگوں پر تعجب ہے جو خدا کی ذات و صفات کو پہچانے بغیر زندگی بسر کرتے ہیں جز بامید۔ خدا کی معرفت کے بغیر کھانا پینا جانوروں کا کام ہے۔ آنکہ۔ جو لوگ خدا کی معرفت کے بغیر زندگی گذارتے ہیں اُن کو قرآن پاک نے چوپایہ جیسا بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ قرار دیا ہے۔ گندہ بغل۔ وہ شخص جس کو بغل گند کی بیماری ہو۔

[1] ایکہ۔ دنیا داری میں بھاگا پھرتا ہے اور دین کے معاملہ میں بے عمل بنکر صابر بنا بیٹھا ہے۔ نِعمَ الماھِدُوْن۔ قرآن میں خدا نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں۔ از ناز و نعیم۔ دنیا کی لذتوں سے صابر نہیں ہے اُن کیلئے تگ و دو میں ہے اللہ کے معاملہ میں صبر ہے کوئی کاوش نہیں ہے۔ پاک و پلید۔ دنیا کی ہر اچھی بُری چیز کے لئے جدوجہد ہے اللہ جو خالق ہے اس سے بے نیازی ہے۔ حیّ ذو المنن۔ دونوں خدا کے نام ہیں۔

[2] می گوئی۔ بے عملی پہ عذر کے طور پر کہا جاتا ہے اللہ غفور و رحیم ہے بخشدیگا مولانا فرماتے ہیں یہ شیطانی وسوسہ ہے کو خلیلے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے غار میں سے نکلتے ہی جہاں اُنکی پرورش کی جا رہی تھی خدا کی جستجو شروع کر دی تھی ستارے کو دیکھ کر فرمایا کیا یہ خدا ہو سکتا ہے جب وہ غروب کر گیا تو فرمایا کہ غروب کر جانے والا ستارہ خدا نہیں ہو سکتا ہے تو بتاؤ خدا کہاں ہے۔

[3] من نخواہم۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا میں دونوں جہان میں کسی طرف نگاہ بھی نہ اُٹھاؤنگا جب تک کہ خدا کو نہ پہچان جاؤں۔ بے تماشای۔ پھر فرمایا خدا کی صفات کو دیکھے بغیر میں روٹی بھی نہ کھاؤں گا چوں گوارد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب حضرت

مکرِ اُو سر زیر و اُو سر زیر شد [1] | روزگارش بُرد و روزش دیر شد
اُس کا مکر ذلیل، اور وہ خود ذلیل ہوگیا | اُس کا زمانہ گذرا اُس کا وقت ضائع ہوا

فکرِ کاہش کُند شد عقلش خَرِف | عمر شد خیرے ندارد چوں الِف
اُسکی گھاس کی فکر سست پڑگئی اُس کی عقل کمزور ہوگئی | عمر ختم ہوگئی، الف کیطرح اُسکے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے

اُنچہ می گوید دریں اندیشہ ام | ایں ہم از دستانِ ایں نفس ست ہم
وہ جو یہ کہتا ہے فکرمند ہوں | یہ بھی اُس نفس کی مکّاری ہے

وانچہ می گوید غفورست و رحیم | نیست آں جز حیلہ نفسِ لئیم
وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے | کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے

اے ز غم مُردہ کہ دست از ناں تہی ست [2] | چوں غفورست و رحیم ایں ترس چیست
تو اس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے | جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

شکایت کردن پیرے پیش طبیب از رنجوریہا و جواب طبیب اُو را

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماریوں کی شکایت کرنا اور طبیب کا اُسکو جواب دینا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من [3] | در زحیرم از دماغِ خویشتن
ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں | اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں

گفت از پیری ست آں ضعفِ دماغ | گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ
اُس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کیوجہ سے ہے | اُس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے

گفت از پیری ست اے شیخ قدیم | گفت پشتم درد می آرد عظیم
اُس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں! بڑھاپے کیوجہ سے ہے | اُس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے

گفت از پیری ست اے شیخ نزار | گفت ہرچہ می خورم نبود گوار
اُس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے! بڑھاپے کیوجہ سے ہے | اُس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا ہے

گفت ضعفِ معدہ ہم از پیری ست | گفت وقتِ دم مرا دم گیری ست
اُس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کیوجہ سے ہے | اُس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رکتا ہے

گفت آرے انقطاعِ دم بود | چوں رسد پیری دو صد علت شود
اُس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے | جب بڑھاپا آجاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آجاتی ہیں

گفت کم شد شہوتم یکبارگی | گفت کز پیری ست ایں بیچارگی
اُس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایکدم سے کم ہوگئی ہے | اُس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

---

[1] مکرِ اُو۔ جس نے معرفت کے بغیر زندگی گذاری اگرچہ وہ کتنا ہی چالاک ہو لیکن اُسکی مکاری اور زندگی سب تباہ ہے۔ فکرِ کاہش۔ یعنی اُس میں دنیا کی بھی عقل نہ رہی پوری زندگی ختم کردی۔ اور آخرت کا کوئی توشہ حاصل نہ کیا۔ چوں اَلِف۔ اَلِف کو خالی کہا جاتا ہے چونکہ اُس پر کوئی نقطہ نہیں لگتا ہے۔ انچہ می گویند۔ دین کے کاموں میں نہ لگنے والے عموماً یہی کہا کرتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہوکر دین کے کاموں میں لگوں گا اور خدا غفور و رحیم اور نکتہ نواز ہے بلا عمل بھی بخشدیگا یہ سب نفس کے دھوکے ہیں۔

[2] اے زغم۔ اُسکی صفات کا بہانہ کرکے دین کا عمل تو چھوڑتا ہے لیکن اپنے پیٹ کی فکر میں مارا مارا پھرتا ہے وہاں اُس کی رزاقیت پر بھروسہ کرکے ترکِ عمل کیوں نہیں کرتا؟

[3] گفت۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے نفس کی بُرائی ظاہر کی جاتی ہے تو نفس کو بہت بُرا لگتا ہے لہٰذا اِس مرض کا علاج ضروری ہے ورنہ لاعلاج ہوجائیگا۔ زحیر۔ پیچش، پیچیدگی۔ ظلمت۔ تاریکی۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ گوار۔ یعنی کھانا ہضم نہیں ہوتا ہے۔ دم گیری۔ سانس گھٹنا۔ انقطاع۔ ٹوٹنا، جدا ہونا۔ چوں رسد۔ مشہور ہے "یک پیری و صد عیب"۔

گفت پایم سُست شد از رہ بماند
اُس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر سُست ہوگئے ہیں چلنے سے عاجز آگئے ہیں

گفت کز پیریست در کنجت[1] نشاند
اُس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے جس نے تجھے گوشہ نشین بنا دیا ہے

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا
اُس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہوگئی ہے

گفت کز پیریست ایں رنج و عنا
اُس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت تاریکست چشمم اے حلیم
اُس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دُھند ہے

گفت کز پیریست اے پیرِ حلیم
اُس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے! بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت اے احمق بریں بر دوختی
اُس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف! تو اسی پر جم گیا

از طبیبی تو ہمیں آموختی
طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے

اے مُدمّغ[2] عقلت ایں دانش نداد
اے بد دماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی

کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے

تو خرِ احمق ز اندک مایگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے

بر زمیں ماندی ز کوتہ پایگی
تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے

پس طبیبش[3] گفت اے عمرِ تو شصت
تب طبیب نے اُس سے کہا اے ساٹھے!

ایں غضب ویں خشم ہم از پیریست
یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف
جب سب اجزا اور اعضا کمزور ہوگئے ہیں

خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
تیری قوتِ ضبط اور صبر بھی کمزور ہوگئی ہے

بر نتابد دو سخن زو ہے کُند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا اُن سے ہائے ہائے کرتا ہے

تاب یک جرعہ ندارد قے کُند
ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کردیتا ہے

جز مگر پیرے کہ از حق مست ہست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے

در درونِ اُو حیاتِ طیبہ ست
اُس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے

از بروں پیرست و در باطن صبی
باہر سے (بظاہر) بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے

خود کیانند آں ولی و آں نبی
وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

گر نہ پیدا اند پیشِ نیک و بد
اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں

چیست با ایشاں خساں را ایں حسد
(تو) کمینوں کو اُن سے یہ حسد کیوں ہے؟

ور نمی دانند شاں علم الیقیں
اگر وہ اُن کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں

چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
تو یہ بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟

---

[1] کُنج۔ گوشہ۔ دوتا۔ دوہری۔ عنا۔ مشقت۔ گفت تاریک۔ یعنی آنکھوں میں روشنی نہیں رہی۔ حلیم۔ بردبار۔ گفت۔ بوڑھے نے غصہ میں طبیب سے کہا۔ بس تیرے پاس ہر بیماری کا ایک ہی جواب ہے اور طبابت میں تو نے صرف یہی سیکھا ہے۔

[2] مُدمّغ۔ متکبر، بد دماغ۔ ہر درد را۔ حدیث شریف میں ہے۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ شِفَاءً یعنی خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کے لئے علاج نہ پیدا کر دیا ہو۔ بر زمین یعنی نچلا مرتبہ۔

[3] پس طبیبش۔ طبیب نے اُس بوڑھے سے کہا تیری ساٹھ کی عمر ہے جس میں آدمی سٹھیا جاتا ہے اور غصہ و غضب بڑھ جاتا ہے یہ بڑھاپے کا ہی اثر ہے، جوان میں قوتِ برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ نحیف۔ لاغر، کمزور۔ خویشتن داری۔ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔ بر نتابد۔ بڑھاپے میں قوتِ برداشت کم ہوجاتی ہے۔ جز مگر۔ جن کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اُن پر بڑھاپے کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں۔ از بروں۔ اولیا اور انبیاء کا جسم بوڑھا ہوتا ہے ہمت جوان رہتی ہے۔ گر نہ پیدا اند۔ ناقص لوگوں کا بغض و حسد کامل لوگوں کے کمال کی دلیل ہے۔

ور[۱] بدانندے جزائے رستخیز — چوں نندے خویش بر شمشیر تیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے — تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟

بر تو می خندد مبیں او را چناں — صد قیامت در درونستش نہاں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اُس کو ایسا نہ سمجھ — اُس کے باطن میں سَو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں

دوزخ[۲] و جنّت ہمہ اجزائے اوست — ہر چہ اندیشی تو آں بالائے اوست
اُس کے اجزاء سب دوزخ و جنّت ہیں — (اُس کے بارے میں) تو جو سوچے وہ اُس سے بلند ہے

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست — آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے — جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے

بر در ایں خانہ گستاخی ز چیست — گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
اِس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟ — اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟

ابلہاں تعظیمِ مسجد می کنند — در جفائے اہلِ دل جد می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں — اہلِ دل پر ظلم کے کوشاں ہیں

آں[۳] مجاز ست ایں حقیقت اے خراں — نیست مسجد جز درونِ سروراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے — بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے

مسجدے کاں اندرونِ اولیاست — سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے — وہ سب کی سجدہ گاہ ہے، خدا اُس میں ہے

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد — ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
جب تک مردِ خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی — خدا نے کسی قوم کو رُسوا نہیں کیا

قصدِ جنگِ انبیا می داشتند — جسم دیدند آدمی پنداشتند
انھوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا — انھوں نے (صرف) جسم دیکھا (صرف) آدمی سمجھا

در تو ہست اخلاقِ آں پیشینیاں — چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں — تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائیگا

عادتِ آں ناسپاساں در تو رست — نایدت ہر بار دلو از چہ درست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے — ہر بار ڈول کنویں سے درست نہیں نکلتا ہے

---

[۱] ور بدانندے۔ اگر معاندین کو اپنی اُس سزا کا یقین ہو جائے جو قیامت میں اُن کو ملے گی تو وہ کبھی اولیا و انبیا پر حسد نہ کریں اور اُنکو برہنہ شمشیر سمجھیں اور اُن سے مڈبھیڑ نہ کریں۔ بر تو می خندد۔ بزرگوں کے ظاہری حلم سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیئے۔ انکا وجود منکرین کے قہر کا مظہر ہے۔

[۲] دوزخ۔ یعنی انبیا اور اولیا کے جسم کے اجزا اللہ کی دوزخ اور بہشت کے مظہر ہیں۔ ہر چہ۔ چونکہ اولیا اور انبیا اخلاقِ خداوندی حاصل کر چکے ہیں لہٰذا انکے مراتب تصوّر سے بالاتر ہیں۔ ہر چہ اندیشی۔ جو انسانی فکر میں سما جائے وہ فانی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے خدا وہی ہے جو انسانی فکر و عقل سے بالاتر ہے۔ بر در۔ انبیا اور اولیا سے گستاخی کرنیوالے اگر یہ جان لیں کہ اُن کے باطن میں کون بس رہا ہے تو کبھی گستاخی کی جرأت نہ کریں۔ ابلہاں۔ بیوقوف مسجد کی تعظیم تو کرتے ہیں اور بزرگوں کے دل کی تعظیم نہیں کرتے جو حقیقی مسجد اور خانۂ خدا ہے۔

[۳] آں۔ یعنی ظاہری مسجد۔ ایں۔ یعنی نبی اور ولی کا دل اصلی خانۂ خدا ہے۔ اندرونِ اولیا یعنی اولیاء اللہ کا دل۔ سجدگاہ۔ دل بدست آور کہ حجِ اکبر است از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است۔ تا دل۔ اولیا کے دل کو ستانا قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ جسم دیدند یعنی اُن معاندین کی نگاہ صرف اولیاء کے جسم پر ہے اُنکی روح اُنکے پیشِ نظر نہیں ہے۔ در تو۔ ہر انسان میں ہلاک شدہ قوموں کے اخلاق موجود ہیں تو اُسکو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں اُنکے ساتھ بھی وہ سلوک نہ ہو جائے جو اُن قوموں کیساتھ ہوا۔ عادت۔ جبکہ ہلاک شدہ قوم کی عادتیں موجود ہیں تو مطمئن نہ ہونا چاہیئے اگر کسی وقت اس پر گرفت نہیں ہوتی تو نہ سمجھنا چاہیئے کہ کبھی بھی گرفت نہ ہوگی۔

آں نشانہا ہمہ چوں در تو ہست — چوں تو زاں ایشانی کجا خواہی برست

جبکہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں — جب تو اُن میں سے ہے، کہاں بچ سکتا ہے؟

قصہ[۱] کودکے کہ در پیشِ تابوتِ پدر می نالید و سخنِ جوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ چلی کی بات

کودکے در پیشِ تابوتِ پدر — زار می نالید و بر می کوفت سر

ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے — بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا

کاے پدر آخر کجایت می برند — تا ترا در زیرِ خاکے آورند

اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جارہے ہیں؟ — تاکہ تجھے مٹّی کے نیچے گاڑ دیں

می برندت خانۂ تنگ و زحیر[۲] — نے درو قالی و نے در وے حصیر

تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جارہے ہیں — نہ اُس میں قالین ہے نہ اُس میں بوریا ہے

نے چراغے در شب و نے روزناں — نے درو بوئے طعام و نے نشاں

نہ رات میں چراغ ہے، نہ روشندان ہیں — نہ اُس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ

نے درش معمور و نے سقف و نہ بام — نے درو بہرِ ضیائے ہیچ جام

نہ اُس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالاخانہ — نہ اُس میں روشنی کیلئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے

نے درو از بہرِ مہماں آبِ چاہ — نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ

نہ اُس میں مہمان کے لئے کنوئیں کا پانی ہے — نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو

جسمِ[۳] تو کہ بوسہ گاہِ خلق بود — چوں شود در خانۂ کور و کبود

تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا — سیاہ رنگ گھر میں اس کا کیا حال ہوگا؟

خانۂ بے زینہار و جائے تنگ — کہ درو نے روی ماند نہ رنگ

وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ — نہ اُس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ

زیں نسق اوصافِ خانہ می شمرد — وز دو دیدہ اشکِ خونی می فشرد

اِس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا — اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا

گفت جوحی با پدر اے ارجمند — واللہ ایں را خانۂ ما می برند

شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار! — خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جارہے ہیں

گفت جوحی را پدر ابلہ مشو — گفت اے بابا نشانیہا شنو

شیخ چلی سے (اسکے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن — اس نے کہا، اے ابا! علامتیں سن لے

---

۱ قصہ۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ ہر انسان میں وہ خصلتیں موجود ہیں جو برباد شدہ قوموں میں تھیں لیکن وہ انسے غافل ہے۔ اس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رونے والا بچہ جو قبر کی خصوصیات بیان کر رہا تھا وہ شیخ چلی کے گھر میں موجود تھیں۔ جوحی۔ ایک فرضی شخصیت ہے جس کی طرف ہنسی مذاق کے قصے منسوب کردیئے جاتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں شیخ چلی۔ تابوتِ پدر۔ باپ کا جنازہ۔ خاکے، یعنی قبر کی مٹی۔

۲ زحیر، تکلیف، مشکل۔ قالی۔ قالین۔ حصیر۔ بوریا۔ معمور، آباد، درست۔ سقف، چھت۔ بام۔ بالاخانہ۔ جام۔ شیشہ کا روشندان۔

۳ جسم تو۔ تیرے جسم کو لوگ چومتے تھے۔ کور و کبود۔ تیرہ و تاریک۔ نسق، ترتیب۔ خانۂ ما می برند۔ رونے والے لڑکے نے جس قدر قبر کے اوصاف گنائے تھے وہ سب شیخ چلی کے گھر میں پائے جاتے تھے۔

اِیں نشانیہا کہ گفت[۱] اُو یک بیک
یہ جو اُس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں
خانۂ ماراست بے تزویر و شک
بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں

نے حصیر و نے چراغ و نے طعام
نہ بوریا اور نہ چراغ اور نہ کھانا
نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ اُس کا دروازہ درست، نہ چھت اور نہ بالاخانہ

زیں نمط دارند در خود صد نشاں
اِسیطرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سَو علامتیں رکھتی ہیں
لیک کے بینند آں را طاغیاں
لیکن سرکش اُنھیں کب دیکھتے ہیں

خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیاء
اُس دل کا خانہ جو بے نور رہے
از شعاعِ آفتابِ کبریا
خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے

تنگ و تاریک ست چوں جانِ یہود
وہ یہود کے باطن کیطرح تنگ و تاریک ہے
بے نوا از ذوقِ سلطانِ وَدُود
محبت کرنیوالے شہنشاہ کے ذوق سے محروم

نے دراں دل تاب نورِ آفتاب
اُس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے
نے کشادِ عرصہ و نے فتحِ باب
نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے

گور خوشتر از چنیں دل مر تُرا
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے
آخر از گورِ دلِ خود بر تر آ
بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل

یوسفِ[۲] وقتی و خورشیدِ سما
تو یوسفِ دَوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے
زیں چہ و زنداں بر آور رُو نما
اِس کنوئیں اور قید خانہ سے نکل اور چہرہ دکھا

یونست در بطنِ ماہی پختہ شد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے
مخلصش را نیست از تسبیح بُد
اُس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے

گر نبودے اُو مسبّحِ بطنِ نون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھلی کا پیٹ
حبس و زندانش بُدے تا یبعثون
تو قیامت تک اُن کے لئے قید اور جیلخانہ ہوتا

اُو بہ تسبیح از تنِ ماہی بجست
اُنھوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی
چیست تسبیح آیتِ روزِ اَلست
تسبیح کیا ہے؟ اَلَست کے دن کی علامت

گر فراموشت[۳] شد آں تسبیحِ جاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے
بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں
تو مچھلیوں کی یہ تسبیح سُن لے

[۱] گفت۔ یعنی رونے والے لڑکے نے کہا۔ زیں نمط۔ جس طرح شیخ جلی نے قبر کی جملہ علامتوں کو اپنے گھر میں دیکھا اسیطرح ہلاک شدہ قوموں کی علامتیں ہر انسان میں موجود ہیں۔ طاغی۔ سرکش۔ خانۂ آں۔ جس دل میں خدا کا نور نہ ہو وہ اللہ (تعالٰے) کی محبت سے بے ذوق ہے۔ اُس دل سے تو قبر کا گڑھا بہتر ہے۔ آخر از گور۔ اپنے دل کو اس گڑھے سے نکالنا خود انسان کا کام ہے۔

[۲] یوسفِ وقتی۔ جس طرح عارضی طور سے حضرت یوسف ؑ قیدخانہ میں چلے گئے تھے اور باہر نکلے تو بھی دل کو قیدخانہ سے باہر نکال۔ یونست۔ یعنی تیری روح جو بمنزلہ یونس ؑ کے ہے۔ بطنِ ماہی۔ یعنی جسدِ عنصری۔ تسبیح۔ حضرت یونس ؑ نے نجات کیلئے تسبیح پڑھی تو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تو بھی تسبیح پڑھ۔ یُبْعَثُوْن۔ حضرت یونس ؑ کے قصہ میں ہے۔ فَلَوْلَا اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ یعنی اگر وہ یونس تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اُس دن تک اُس مچھلی کے پیٹ میں رہتے جبکہ لوگوں کا حشر ہوگا یعنی قیامت تک۔ آیت روزِ الست۔ ازل میں اللہ (تعالٰے) نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا تو انسان کی تسبیح اور خدا کیطرف فطری میلان اُس عہدِ الست کی علامت اور نشانی ہے۔

[۳] گر فراموشت شد۔ اگر کسی انسان میں عہدِ اَلست کی فطرتِ سلیمہ باقی نہیں رہی ہے تو اولیاء اللہ سے اُس کو حاصل کرے۔ ماہیاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔

ہر کہ دید اللہ را اللّٰہی ست
جس نے اللہ (تعالےٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے

ہر کہ دید آں[1] بحر را او ماہی ست
جس نے اُس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے

ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح
یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح

یونسِ محجوب از نورِ صبوح
وہ یونس ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے

گر مسبّح شد نواز ماہی رہید
اگر تو تسبیح خواں بنگیا، مچھلی سے نجات پاگیا

ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
ورنہ اُس میں ہضم اور ناپید ہوگیا

ماہیانِ[2] جاں درتنِ دریا پُر اند
اِس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں

تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے

بر تو خود را می زنند آں ماہیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں

چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
آنکھ کھول تاکہ تو اُن کو نمایاں دیکھ لے

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے

گوشِ تو تسبیحِ شاں آخر شنید
آخر تیرے کان نے اُن کی تسبیح تو سنی ہے

ماہیانِ جملہ روح بے جسد
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسّم روح ہیں

نے در ایشاں کبر و نے کین و حسد
نہ اُن میں تکبّر ہے، نہ کینہ، نہ حسد

صبر کردن جانِ تسبیحاتِ تست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے

صبر کُن کانست تسبیحِ درست
صبر کر وہ صحیح تسبیح ہے

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

صبر کُن کالصّبرُ مفتاحُ الفرج
صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

صبر چوں جسرِ صراط آں سو بہشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اُس جانب بہشت ہے

ہست با ہر خوب یک لالائے زشت
ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے

تا ز[3] لالا می گریزی وصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے

زاں کہ لالا را ز شاہد فصل نیست
اسلئے کہ غلام کی محبوب سے جُدائی نہیں ہے

تو چہ دانی ذوقِ صبر اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟

خاصہ صبر از بہرِ آں نقشِ چگل
خصوصًا اُس صبر کا جو چگل کے معشوق کیلئے ہے

مرد را ذوق از غزا و کرّ و فر
مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے

مر مخنّث را بُود ذوق از ذکر
نامرد کو آلۂ تناسل کا ذوق ہے

---

[1] آں بحر - یعنی جس نے بحرِ وحدت کا مشاہدہ کرلیا وہ ماہی کہلائیگا۔ ایں جہاں دُنیا کو سمندر اور جسم کو مچھلی اور روح کو یونس ؑ سمجھو۔ گر مسبّح۔ جس طرح حضرت یونس ؑ نے تسبیح کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی ورنہ قیامت تک اُسمیں رہتے اِسی طرح تم اپنی روح کو تسبیح کے ذریعہ جسم کی مچھلی سے نجات دلاؤ ورنہ مچھلی ہضم کرلیگی۔

[2] ماہیانِ جاں - یعنی روحانی مچھلیاں اولیاء اللہ۔ بر تو۔ اولیاء اللہ خواہشمند ہیں کہ تو اُن سے فیض حاصل کرے۔ بے جسد - یعنی تن پروری کے بغیر۔ صبر کردن - یعنی مجاہدات پر صبر کرنا۔ صبر۔ جس طرح پلصراط سے گذر کر بہشت میں داخلہ ہوگا اِسی طرح صبر سے کشادگی حاصل ہوگی۔ لالا۔ غلام۔

[3] تا ز لالا - صبر بدصورت غلام ہے اور کشادگی محبوب ہے، کشادگی حاصل کرنے کیلئے صبر کی تلخی برداشت کرنا ضروری ہے۔ تو چہ دانی۔ واصل بحق ہونے میں صبر کی دشواریوں سے اہل اللہ لذت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا اس صبر کی لذتوں سے واقف نہیں ہے۔ مرد را۔ صبر کی لذت مردِ خدا جانتا ہو جس طرح کہ مردِ میدان جنگ اور شان و شوکت کی لذت سمجھتا ہے، نامرد ان لذتوں سے واقف نہیں ہے اُس کی لذت تو صرف شرمگاہ اور پیٹ کی لذت تک محدود ہے۔

جز ذکر نے دینِ او و ذکرِ او — سوئے اسفل برد او را فکرِ او
اُس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے — اُس کا خیال اُس کو پستی کی طرف لے گیا

گر[1] بر آید تا فلک از وے مترس — کو بعشقِ سفل آموزید درس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اسکی پرستش نہ کر — اسلئے کہ اُس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے

او بسوئے سفل می راند فرس — گرچہ سوئے علو جنباند جرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے — اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے

از علمہائے گدایاں ترس چیست — کاں علمہا لقمۂ ناں را رہی ست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیسا؟ — کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں

ایں سخن ہا را نکو در یاب تو — ور نمی دانی شنو از باب تو
اِن باتوں کو خوب سمجھ لے — اگر تو نہیں جانتا ہے تو اِس سلسلہ کی بات اُس سے

ترسیدن[2] کودکے ازاں شخصِ صاحب جثہ و گفتن آں شخص
ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اُس شخص کا کہنا

که اے کودک مترس که من نامردم و مرد توئی
کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں، تو مرد ہے

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد — زرد شد کودک ز بیمِ قصدِ مرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا — بچہ اُس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا

گفت ایمن باش اے زیبائے من — کہ تو خواہی بود بر بالائے من
اُس (موٹے) نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین! — کہ تو میرے اوپر ہوگا

من[3] اگر ہولم مخنث داں مرا — ہمچو اشتر بر نشیں می راں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ — اوپر بیٹھ، اونٹ کی طرح مجھے ہانک

صورتِ مرداں و معنی ایں چنیں — از بروں آدم درون دیوِ لعیں
مردوں کی صورت، اور باطن ایسا — باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان

آں دہل را مانی اے زفت چو عاد — کہ بر واں شاخ را می کوفت باد
اے عاد کی طرح موٹے تو اُس ڈھول کی طرح ہے — کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

روبہے اشکارِ خود را باد داد — بہرِ طبلے ہمچو خیکے پُر ز باد
لومڑی نے اپنا شکار برباد کر دیا — اُس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پُر تھا

---

[1] گر بر آید۔ اگر کوئی مردِ خدا نہیں ہے اور اِس میدان کا مرد نہیں ہے تو اُس کا عروج عارضی ہے اُس پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ از علمہائے۔ نامرد کا عروج تو ایسا ہی ہے جیسے فقیروں کے جھنڈے جو صرف روٹی مانگنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اُنھیں غازیوں کے جھنڈوں سے کوئی نسبت نہیں۔

[2] ترسیدن۔ نامرد کا ظاہری دکھاوا ناقابلِ اعتبار ہے وہ محض ہیجڑے کا تن و توش ہے۔ کُنگ۔ قوی ہیکل۔ ز بیمِ قصدِ مرد۔ یعنی وہ لڑکا اُس موٹے ہیجڑے کے ارادہ سے ڈرا۔ کہ تو خواہی بود۔ یعنی مرد تو ہے اور میرے اوپر ہوگا۔

[3] من اگر ہولم۔ میرا بھاری بھرکم بدن ہی خوفناک ہے ہمت اور بہادری سے خالی ہوں، تو میرے اوپر سوار ہو کر اونٹ کی طرح مجھے ہانک سکتا ہے۔ صورت۔ بہت سے انسان بظاہر بہادر معلوم ہوتے ہیں لیکن اندر سے بزدل شیطان ہوتے ہیں۔ دہل۔ ڈھول جو کہ تنومند ہوتا ہے اور اندر سے خالی ہوتا ہے وہ درخت پر ایسی جگہ لٹکا ہوا تھا۔ جہاں ہوا اُس پر شاخ کی ضرب لگا دیتی تھی۔ روبہے۔ کسی لومڑی نے اُس کو موٹا شکار سمجھ کر اپنا چھوٹا شکار بھی چھوڑ دیا۔ خیک۔ مشک۔

چوں ندید اندر دُہل اُو فربہی — گفت خوکے بہ ازیں خیکے تہی
جب اس نے ڈھول کے اندر مُٹاپا نہ دیکھا — بولی، اس خالی مشک سے تو سوّر بہتر ہے

روبہاں ترسند ز آوازِ دُہل — عاقلش چنداں زند کہ لا تقل
ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں — عقلمند اُس کو اتنا پیٹتا ہے، کہ کچھ نہ بول

قصۂ تیر اندازے و ترسیدن اُو از سوارے کہ در بیشہ می رفت

ایک تیر انداز کا قصہ اور اُس کا اُس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب — مے شد اندر بیشہ بر اسپے نجیب
ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبتناک — ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا

تیر اندازے بحکم اُو را بدید — پس ز خوف اُو کماں را بر کشید
ایک قدر انداز نے اُس کو دیکھا — اُس کے ڈر سے اُس نے کمان تانی

تا زند تیرے سوارش بانگ زد — من ضعیفم گرچہ زفتستم جسد
تاکہ اُس پر تیر چلا دے، سوار نے اُس کو پکارا — میں کمزور ہوں، اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

ہاں وہاں منگر تو در زفتیِ من — کم کمم در وقتِ جنگ از پیر زن
خبردار خبردار! تو میرے مٹاپے کو نہ دیکھ — کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں

گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیشش[2] — بر تو می انداختم از ترسِ خویش
اُس نے کہا چلا جا، تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر — میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا

بے رجولیت چناں تیغے بمشت — بس کساں را کالتِ پیکار کشت
بغیر بہادری کے اِسطرح سے ہاتھ میں تلوار — بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروایا

گر بپوشی[3] تو سلاحِ رستماں — رفت جانت چوں نباشی مردِ آں
اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے — جب تو اُس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی

جاں سپر کن تیغ بگذار اے پسر — ہر کہ بے سر بود زیں شہ برد سر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنا لے، تلوار کو چھوڑ — جو بے سر تھا اُس نے اس شاہ سے سر کو بچا لیا

آں سلاحت حیلہ و مکرِ تو است — ہم ز تو زائید و ہم جانِ تو خست
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں — جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو خستہ کر دیا

چوں نکردی ہیچ سودے زیں حیل — ترکِ حیلت کن کہ پیش آید دُول
جب تو نے اِن حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا — حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں

---

[1] خوک۔ سور۔ روبہاں۔ بدن کے فربہ اور ہمت کے کوتاہ شخص سے بے عقل لوگ ڈرتے ہیں۔ لا تقل یعنی اتنی پٹائی کرتے ہیں جو ناقابلِ بیان ہے۔ یہی صورت بنے ہوئے شیخوں کی ہے کہ عوام اُن کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ سلاح۔ ہتھیار۔ مہیب۔ ہیبتناک۔ بیشہ۔ جھاڑی، جنگل۔ نجیب۔ اصل گھوڑا۔ تیر انداز بحکم۔ حکمی طور پر نشانہ پر تیر مارنیوالا۔ من ضعیفم۔ یعنی میرا جسم ہی بھاری بھرکم ہے اندر کچھ نہیں ہے۔

[2] نیشش۔ تیر، ڈنک۔ ترس۔ خوف۔ رجولیت۔ مردانگی، بہادری۔ آلتِ پیکار۔ وہ جنگی ہتھیار جن کو استعمال کرنے کی ان میں صلاحیت نہ تھی لہٰذا مزدوروں کیلئے ان کی ظاہری حالت ہی تباہی کا سبب بنے گی۔

[3] گر بپوشی۔ اگر بزدل، میدان میں بہادری کے ہتھیار باندھ کر جاتا تو بچارہتا۔ جاں سپر کن۔ دنیاداروں کے مقابلہ میں دنیاداری کے ہتھیار مکرو فریب سے مسلح نہ ہو نجات پا جاؤ گے۔ ہم ز تو۔ مکر و فریب کا ہتھیار خود انسان کا پیدا کردہ ہے اور خود اسی کی ہلاکت کا باعث ہے

چون یکے لحظہ نخوردی بر ز فن — ترک فن گوی طلب ربّ المنن
جبکہ حیلے سے تونے ایک لمحہ کیلئے پھل نہ کھایا — حیلے چھوڑ دے، اللہ کو طلب کر

چون مبارک نیست بر تو این علوم — خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
جبکہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں — اپنے آپ کو سادہ لوح بنالے اور بدبختی سے نکل جا

چون ملائک گوی لا علم لنا — یا الٰہی! غیر ما علّمتنا
تو فرشتوں کیطرح کہدے ہمارے لئے علم نہیں ہے — اے خدا! سوائے اس کے جو تونے سکھایا

حیلہ و مکر اندریں رہ سود نیست — ہر کہ شد مغرورِ عقل او کودنیست
اس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے — جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے

یک حکایت بشنو اے صاحب قبول — در بیانِ جہل و عقلِ بوالفضول
اے صاحبِ قبول! ایک حکایت سن لے — جہل اور فضول عقل کے بارے میں

قصۂ اعرابی و ریگ در جوال کردن و ملامت کردن آن فیلسوف او را

ایک بدّو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اشترے — یک جوالے زفت از دانہ پُرے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے — گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا (لادے جارہا تھا)

یک جوالِ دیگرش از ریگ پُر — ہر دو را او بار کردہ بر شتر
دوسرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا — دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا

او نشستہ بر سرِ ہر دو جوال — یک حدیث انداز کرد او را سوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا — ایک سوال کرنے والے نے اس سے سوال کیا

از وطن پرسید و آوردش بگفت — وندراں پرسش بسے دُرہا بسفت
اس کا وطن پوچھا اور اسکو گویا کیا — اور اس سوال میں بہت سے موتی پروتے

بعد ازاں گفتش کہ این ہر دو جوال — چیست آگندہ بگو مصدوقِ حال
اس کے بعد اس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں — کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا

گفت اندر یک جوالم گندم ست — در دگر ریگے نہ قوتِ مردم ست
اس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں — دوسرے میں ریت ہے، انسانوں کی خوراک نہیں ہے

گفت تو چون بار کردی این رمال — گفت تا تنہا نماند آن جوال
اس نے کہا تونے یہ ریت کیوں لادا ہے؟ — اس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے

لہ چون یکے لحظہ۔ انسان کی مکاری ایک منٹ کے لئے بھی انسان کے لئے مفید نہیں ہے۔ ربّ المنن۔ اللہ تعالی۔ این علوم۔ یعنی دنیا طلبی کے مکر و فریب۔ گول۔ بیوقوف۔ شوم۔ یعنی مکر و فریب۔ اندریں رہ۔ دین اور آخرت کے معاملہ میں محض عقل سے رہنمائی حاصل نہیں ہوسکتی ہے، بیکار عقل سے جہل بہتر ہے۔ آئندہ مولانا جو قصہ نقل فرمارہے ہیں اس کا خلاصہ یہی ہے۔

ع۲ جوال۔ بورا، گون جس میں سامان بھر کر چوپایوں پر لادا جاتا ہے۔ فیلسوف۔ حکیم، دانا۔ بُر۔ گیہوں۔ ریگ۔ ریت۔ حدیث انداز۔ بات کو شروع کرنے والا۔

ع۳ از وطن یعنی اس بدو سے اس کا وطن دریافت کیا۔ آوردش بگفت۔ اس کو ہم کلام بنایا۔ وندراں یعنی یہ باتیں بہت بہتر انداز سے کیں۔ مصدوق۔ سچی بات کرنے والا۔ قوت۔ روزی، خوراک۔ رمال۔ ریت۔ تنہا نماند۔ دو برابر کے بورے لادے جاتے ہیں تاکہ توازن قائم رہے۔

گفت[۱] نیم گندم آں تنگ را — در دگر ریز از پئے پاسنگ را
اُس نے کہا اُس بورے کے آدھے گیہوں — توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر دے

تا سُبک گردد جوال و ہم شتر — گفت شاباش اے حکیم و اہلِ حُر
تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں — اُس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے

ایں چنیں فکرِ دقیق و رایِ خوب — تو چنیں عُریاں پیادہ در لغوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے — تو ننگا اور پاپیادہ تھکن میں ہے

رحمش[۲] آمد بر حکیم و عزم کرد — کِش بر اشتر بر نشاند نیک مرد
دانا پر اُس کو ترس آ گیا اور اُس نے ارادہ کر لیا — کہ وہ اُس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھا لے

باز گفتش اے حکیم خوش سخن — شمّۂ از حالِ خود ہم شرح کُن
پھر اُس نے اُس سے کہا اے شیریں کلام دانا! — کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا

ایں چنیں عقل و کفایت کہ تراست — تو وزیری یا شہی برگوی راست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے — سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نِیَم از عامہ ام — بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
اُس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں، عوام میں سے ہوں — میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے

گفت اُشتر چند داری چند گاو — گفت نے این و نہ آں ما را مکاو
اُس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں — کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہیں (زیادہ) نہ کُرید

گفت رختت چیست باری در دکاں — گفت ما را کو دُکان و کو مکاں
اُس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟ — کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟

نیست قُوت و نے رخوت[۳] نے قماش — نے متاع و نیست مطبخ نیست آش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب — نہ گزارا ہے اور نہ مطبخ، نہ دلیا

گفت پس از نقد پُرسم نقد چند — کہ تو ئی تنہا رو و محبوب پند
اُسنے کہا تو میں نقد کے بارے میں، پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے؟ — کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنے والا ہے

کیمیائے مسِ عالم با تو است — عقل و دانش را گہر تو بر تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے — عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں

گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں — نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے — تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

---

[۱] گفت۔ اُس عقلمند نے کہا، بجائے اِس کے کہ دوسرے بورے میں ریت بھر کر توازن قائم کیا جائے یہ کرے کہ اِس بورے کا آدھا گیہوں دوسرے بورے میں بھر لے توازن ہو جائیگا اور بوجھ بھی ہلکا ہو جائیگا۔ شاباش۔ بدّو کی عقل میں یہ ترکیب نہ آئی تھی، بہت خوش ہوا اور اُس کی تعریف کرنے لگا۔ تو چنیں۔ پھر بدّو نے کہا اِس عقل و ذہانت کے باوجود تو ننگا اور پیادہ کیوں ہے۔ لغوب۔ تھکن۔

[۲] رحمش۔ بدّو کو اُس دانا پر ترس آیا۔ شمّہ۔ یعنی بدّو نے اُس سے کہا اپنے کچھ احوال سنا۔ کفایت۔ یعنی بڑے کاموں کو تنہا انجام دینے کی صلاحیت۔ وزیری۔ یعنی تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے اِس عقل کیساتھ یہی قرینہ ہے۔ مکاو۔ کھود کُرید نہ کر۔ رختت۔ یعنی اگر بادشاہ اور وزیر نہیں ہے تو تاجر ہوگا۔

[۳] رُخوت۔ رخت کی جمع، لباس۔ آش۔ ہریلا کھانا، کھانا۔ کیمیا۔ یعنی عقل و دانش۔ گنجہا۔ تو نے اپنی عقل و دانش سے بہت کچھ کمایا ہوگا۔

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب[۱] — در ہمہ ملکم وجوہ قوتِ شب
اُس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار! نہیں ہے — میری ساری ملکیت میں رات کا گذارا

پا برہنہ تن برہنہ می دوم — ہر کہ نانے می دہد آنجا روم
ننگے پیر، ننگے بدن گھومتا ہوں — جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں

مر مرا زیں حکمت و فضل و ہنر — نیست حاصل جز خیال و دردِ سر
مجھے اِس دانائی اور فضیلت اور ہُنر سے — سوائے خیال اور دردِ سَر کے کچھ حاصل نہیں ہے

پس عرب گفتش کہ شو دُور از برم — تا نہ بارد شومیِ تو بر سرم
تو بدو نے اُس سے کہا میرے پاس سے دُور ہو — تاکہ تیری بدبختی میرے سَر پر نہ برس پڑے

دُور بر آں حکمتِ شومت زِ مَن — نُطقِ تو شوم ست بر اہلِ زمن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دُور لے جا — زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں

یا تو آں سُو رو[۲] من ایں سُو می روم — ور ترا رہ پیش من واپس شوم
یا تو اُدھر جا اور میں اِدھر جاؤں — اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں

یک جوالم گندم و دیگر زِ ریگ — بہ بود زیں حیلہائے مُردہ ریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا — ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے

کیں جوالِ گندم و ریگم یقیں — بہ بود زاں حکمتِ تو اے مہیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً — اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہوگا

احمقی ام بس مبارک احمقی ست — کہ دلم با برگ و جانم مُتقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بیوقوفی ہے — کہ میرا دل صاحبِ ساز و سامان ہے اور جان (مصیبتوں سے) محفوظ ہے

گر تو خواہی[۳] ایں شقاوت کم شود — جہد کُن تا از تو حکمت کم شود
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے — تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے

ق

حکمتے کز طبع زاید وز خیال — حکمتے بے فیضِ نورِ ذوالجلال
وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو — وہ دانائی جو اللہ (تعالیٰ) کے نور سے بے فیض ہو

حکمتِ دنیا فزاید ظن و شک — حکمتِ دینی بَرد فوقِ فلک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے — دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے

روبہانِ زیرکِ آخر زماں — بر فزودہ خویش بر پیشینیاں
آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے — اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے

---

[۱] وجہ العرب۔ عرب کے سردار۔ وجوہ۔ گذارے کا سامان۔ پا برہنہ۔ ننگے پیر اور ننگے بدن مارا مارا پھرتا ہوں جدھر روٹی کی اُمید ہوتی ہے اُدھر چلدیتا ہوں۔ بَر۔ پہلو۔ شومی۔ اِس عقل کے ہوتے ہوئے اِتنا اِفلاس بدبختی کی دلیل ہے۔ دُور بَر۔ دور لیجا۔

[۲] یا تو آں سو۔ جدھر تو جائیگا میں اُدھر نہ جاؤں گا۔ غرضیکہ تیرا ساتھ مجھے گوارا نہیں ہے۔ یک جوالم۔ یعنی میری وہ بیوقوفی تیری اِس عقلمندی سے بدرجہا بہتر ہے۔ مُردہ ریگ۔ ناکارہ۔ مہین۔ ذلیل۔ مُتقی۔ یعنی مصائب سے بچنے والی۔

[۳] گر تو خواہی۔ تیری عقل و دانائی ہی بدبختی کا سبب ہے تو اپنی دانائی کو کم کرلے تاکہ بدبختی کم ہو جائے۔ حکمتے۔ یعنی وہ چالاکی اور دانائی جو طبعزاد ہو اور اللہ کے نور سے بے فیض ہو وہی بدبختی کا سبب بنتی ہے۔ حکمتِ دینی۔ دین کی فطانت اور سمجھ انسان کے عروج کا سبب ہے۔ روبہان۔ یعنی وہ فلاسفر جو محض اپنے عقلی تخمینوں کی وجہ سے متقدمین کی تحمیق کرتے ہیں۔

روبہانِ زیرکِ صاحب کمال — **بر فزودہ خویش را از اصحابِ حال**[1]
صاحبِ کمال، چالاک لومڑیوں نے — اصحابِ حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے

حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ — **حیلہا و مکرہا آموختہ**
حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر — حیلے اور مکر سیکھے ہیں

صبر و ایثار و سخائے نفس و جُود — **باد دادہ کاں بُود اکسیرِ سُود**
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش — کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے — **راہ آں باشد کہ پیش آید شہے**
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کُھلے — راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے

شاہ[2] **آں باشد کہ از خود شہ بُود** — **نے بمخزنہا و لشکر شہ بُود**
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو — نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو

تا بماند شاہیٔ اُو سرمدی — **ہمچو عزّ و مُلکِ دینِ احمدی**
تاکہ اُس کی شاہی ابدی رہے — جیسے دینِ احمدی کی بادشاہی اور عزت

تا قیامت نیست شرعش را زوال — **گشتہ دور از مُلکِ اُو عینُ الکمال**
قیامت تک اُن کی شریعت کو زوال نہیں ہے — نظرِ بد اُن کی سلطنت سے دور ہے

کراماتِ سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بر لبِ دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہم رح کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہم آمدست — **کو ز راہے بر لبِ دریا نشست**
ابراہیم (ابن) ادہم رح کے بارے میں منقول ہے — کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے

دلقِ خود می دوخت آں سلطانِ جاں[3] — **یک امیرے آمد آنجا ناگہاں**
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے — اچانک اُس جگہ ایک سردار آگیا

آں امیر از بندگانِ شیخ بُود — **شیخ را بشناخت سجدہ کرد زُود**
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا — اُس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

شکلِ دیگر گشت خُلق و خَلقِ اُو — **خیرہ شُد در شیخ و اندر دلقِ اُو**
اُس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی — شیخ اور اُن کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا

کو رہا کرد آنچناں مُلکِ شگرف — **برگزید ایں فقر و بس باریک حرف**
کہ انہوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی — اِس فقیری کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے

---

[1] اصحابِ حال۔ یہ لوگ حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں محض ظن و تخمین سے کام نہیں لیتے ہیں۔ حیلہ آموزاں۔ محض دنیا کمانے کے حیلے اور تدبیریں ٹھی جگر سوزی سے حاصل کی ہیں۔ صبر و ایثار، علوم خداوندی سے اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اصل فائدہ ہیں جس کو انھوں نے برباد کر دیا ہے۔ فکر۔ دنیوی معاش کی تدبیر اور فکر بے حقیقت ہے تدبیر اور فکر تو وہ ہے جس سے کسی شیخ کی طرف راہ نمودار ہو جو حقیقی شاہ ہے

[2] شاہ۔ دنیوی بادشاہ تو لشکر اور خزانہ کے ذریعہ شاہی کرتے ہیں شیخ وہ شاہ ہے جس کو اپنی شاہی کے لئے اِن چیزوں کی ضرورت نہیں۔ تا بماند شیوخ کی شاہی لازوال ہے جیسا کہ دینِ احمدی کی عزت اور سلطنت لازوال ہے۔ گشتہ۔ اسکو نظرِ بد نہیں لگ سکتی۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیوخ کی بادشاہت دنیاوی شاہوں سے بڑھ کر ہے۔ ابراہیم یعنی ادہم کے بیٹے ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سی رہے تھے۔

[3] سلطانِ جاں یعنی روحانی شاہ، ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر۔ سردار۔ سجدہ کرد۔ تعظیمی سجدہ جس کا بادشاہوں کے درباروں میں رواج تھا جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خیرہ شد۔ اس نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم کا شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا، تو

ترک کرد او ملکِ ہفت اقلیم[1] را — می زند بر دلق سوزن چوں گدا

انھوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا — فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

ملکِ ہفت اقلیم ضائع می کند — چوں گدا بر دلق سوزن می زند

ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں — فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش — شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اش

اُس کے اِس خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے — شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اسکے جنگل ہیں

چوں رجا و خوف در دلہا رواں — نیست مخفی بروے اسرارِ نہاں

دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے — اُس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں

دل نگہدارید اے بے حاصلاں — در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں

اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو — اہلِ دل کی مجلس کی حاضری میں

پیشِ اہلِ تن ادب بر ظاہر ست — کہ خدا از ایشاں نہاں را ساتر ست

اہلِ ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے — کیونکہ خدا اُن سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے

پیشِ اہلِ دل ادب بر باطن ست — زانکہ دلِ شاں بر سرائر فاطن ست

اہلِ دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے — کیونکہ اُن کا دل باطنی احوال پر ٹکنے والا ہے

تو بعکسے[2] پیشِ کوراں بہرِ جاہ — با حضور آئی نشینی پائگاہ

تو بالعکس اندھوں کے سامنے رتبہ کی خاطر — حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے

پیشِ بینایاں کُنی ترکِ ادب — نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب

بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے — اِسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے

چوں[3] نداری فطنت و نورِ ہدیٰ — بہرِ کوراں روی را میزن جلا

چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے — اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

پیشِ بینایاں حدث بر روی مال — ناز کم کن با چنیں گندیدہ حال

بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے — اِس گندی حالت پر فخر نہ کر

شیخ سوزن زود در دریا فگند — خواست سوزن را باوازِ بلند

شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی — (پھر) زور سے سوئی مانگی

فخر نہیں ہے۔ شیخ۔ چونکہ اُس امیر نے روحانی شاہی کو کمتر سمجھا تھا لہٰذا اُسکی اصلاح کے لئے یہ کرامت دکھائی کہ اپنی سوئی اُس دریا میں پھینک دی جس کے کنارے بیٹھے تھے اور پھر باواز بلند اُس سوئی کو مانگا۔

---

[1] ہفت اقلیم۔ حضرت ابراہیمؑ نے بہت بڑی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔ شیخ واقف گشت۔ بزرگانِ دین لوگوں کے قلبی وساوس کو تاڑ جاتے ہیں وہ بمنزلہ شیر کے ہیں اور لوگوں کے قلوب اُنکی کچھار ہیں۔ چوں۔ جس طرح اُمید و بیم قلب میں سرایت کرتے ہیں اسی طرح شیوخ بھی لوگوں کے قلوب میں رواں دواں رہتے ہیں اور چھپے ہوئے وسوسوں کو جان جاتے ہیں۔ دل نگہدارید۔ بزرگوں کے سامنے جاکر دل میں بُرے وسوسے نہ لانے چاہئیں۔ بے حاصل۔ وہ شخص جس کو روحانی دولت نہیں ملی۔ اہلِ تن۔ جو اصحاب ظاہر ہیں اُنکے سامنے تو ظاہر کو مؤدب رکھنا ضروری ہے اہلِ باطن کے سامنے باطن کو مؤدب رکھنا ضروری ہے۔ فاطن بمعنی ساکن۔

[2] تو بعکسے۔ لیکن عموماً لوگ اسکے بالعکس معاملہ کرتے ہیں ظاہری شاہوں کے سامنے اخلاص سے جاتے ہیں اور بزرگوں کی مجلس میں فاسد خیالات لیکر جاتے ہیں۔ کوراں۔ یعنی باطن کے اندھے۔ بینایاں۔ وہ شیوخ جنکو باطنی بصیرت حاصل ہے۔ حطب۔ ایندھن۔

[3] چوں نداری۔ اگر تو کور باطن ہے تو کور باطنوں کی مجلس میں مُنہ کو پُر رونق بناکر جا۔ پیشِ بینایاں۔ اگر تو کور باطن ہے تو بزرگوں کے سامنے مُنہ پر اور گندگی لگا کر جا۔ ناز کم کن۔ لیکن یہ تیری حالت تیرے لئے باعثِ

روبہانِ زیرکِ صاحب کمال
صاحبِ کمال، چالاک لومڑیوں نے

برفزودہ خویش را ز اصحابِ حال[1]
اصحابِ حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے

حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ
حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر

حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلے اور مکر سیکھے ہیں

صبر و ایثار و سخائے نفس و جود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش

باد دادہ کاں بُود اکسیر سُود
کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے

راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے

شاہ[2] آں باشد کہ از خود شہ بُود
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو

نے بمخزنہا و لشکر شہ بُود
نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو

تا بماند شاہئ اُو سرمدی
تاکہ اُس کی شاہی ابدی رہے

ہمچو عز و مُلکِ دینِ احمدی
جیسے دینِ احمدی کی بادشاہی اور عزت

تا قیامت نیست شرعش را زوال
قیامت تک اُن کی شریعت کو زوال نہیں ہے

گشتہ دور از مُلکِ اُو عینُ الکمال
نظرِ بد اُن کی سلطنت سے دور ہے

کراماتِ سلطانِ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ برلبِ دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہم رح کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہم آمدست
ابراہیم (ابن) ادہم کے بارے میں منقول ہے

کو ز راہے بر لبِ دریا نشست
کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے

دلقِ خود می دوخت آں سلطانِ جاں[3]
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے

یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
اچانک اُس جگہ ایک سردار آ گیا

آں امیر از بندگانِ شیخ بُود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا

شیخ را بشناخت سجدہ کرد زُود
اُس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

شکلِ دیگر گشت خُلق و خلقِ اُو
اُس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی

خیرہ شُد در شیخ و اندر دلقِ اُو
شیخ اور اُن کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا

کو رہا کرد آنچناں مُلکِ شگرف
کہ انھوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی

برگزید ایں فقر و بس باریک حرف
اِس فقیری کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے

[1] اصحابِ حال۔ یہ لوگ حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں محض ظن و تخمین سے کام نہیں لیتے ہیں۔ حیلہ آموزاں۔ محض دنیا کمانیکے حیلے اور تدبیریں بڑی جگرسوزی سے حاصل کی ہیں۔ صبر و ایثار، علوم خداوندی سے اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اصل فائدہ ہیں جس کو انھوں نے برباد کر دیا ہے۔ فکر۔ دنیوی معاش کی تدبیر اور فکر بے حقیقت ہے تدبیر اور فکر تو وہ ہے جس سے کسی شیخ کی طرف راہ نمودار ہو جو حقیقی شاہ ہے

[2] شاہ۔ دنیوی بادشاہ تو لشکر اور خزانہ کے ذریعہ شاہی کرتے ہیں شیخ وہ شاہ ہے جس کو اپنی شاہی کے لئے اِن چیزوں کی ضرورت نہیں۔ تا بماند شیوخ کی شاہی لازوال ہے جیسا کہ دینِ احمدی کی عزت اور سلطنت لازوال ہے۔ گشتہ۔ اسکو نظرِ بد نہیں لگ سکتی۔ کرامات۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیوخ کی بادشاہت دنیاوی شاہوں سے بڑھکر ہے۔ ابراہیم یعنی ادہم کے بیٹے ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سی رہے تھے۔

[3] سلطانِ جاں یعنی روحانی شاہ۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر سردار۔ سجدہ کرد۔ تعظیمی سجدہ جس کا بادشاہوں کے درباروں میں رواج تھا جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خیرہ شُد۔ اُس نے اِس سے پہلے حضرت ابراہیم کا شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا، تو اس حالت کو دیکھکر حیران ہو گیا۔ باریک حرف۔ جنفی تحریر میں ظاہری نشان شوکت نہیں ہوتی ہے اور اُسپر عبور دشوار ہوتا ہے یہی حال فقر اور تصوف کا ہے۔

ترک کرد او مُلکِ ہفت اقلیم را[۱] — **می زند بر دلق سوزن چوں گدا**

اُنھوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا — فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

مُلکِ ہفت اقلیم ضائع می کُند — **چوں گدا بر دلق سوزن می زند**

ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں — فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش — **شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اش**

اُس کے اِس خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے — شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اُسکے جنگل ہیں

چوں رجا و خوف در دلہا رواں — **نیست مخفی بر وے اسرارِ نہاں**

دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے — اُس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں

دل نگہدارید اے بے حاصلاں — **در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں**

اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو — اہلِ دل کی مجلس کی حاضری میں

پیشِ اہلِ تن ادب بر ظاہر ست — **کہ خدا از ایشاں نہاں را ساتر ست**

اہلِ ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے — کیونکہ خدا اُن سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے

پیشِ اہلِ دل ادب بر باطن ست — **زانکہ دلِ شاں بر سرائر فاطن ست**

اہلِ دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے — کیونکہ اُن کا دل باطنی احوال پر ٹکنے والا ہے

تو[۲] بعکس پیشِ کوراں بہرِ جاہ — **با حضور آئی نشینی پائگاہ**

تو بالعکس اندھوں کے سامنے رُتبہ کی خاطر — حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے

پیشِ بینایاں کُنی ترکِ ادب — **نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب**

بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کرتا ہے — اسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے

چوں[۳] نداری فطنت و نورِ ہُدیٰ — **بہرِ کوراں روی را میزن جلا**

چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے — اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

پیشِ بینایاں حدث بر روی مال — **ناز کم کُن باچنیں گندیدہ حال**

بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے — اِس گندی حالت پر فخر نہ کر

شیخ سوزن زود در دریا فگند — **خواست سوزن را بآوازِ بلند**

شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی — (پھر) زور سے سوئی مانگی

---

۱ ہفت اقلیم حضرت ابراہیمؒ نے بہت بڑی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔ شیخ واقف گشت۔ بزرگانِ دین لوگوں کے قلبی وساوس کو تاڑ جاتے ہیں وہ بمنزلہ شیر کے ہیں اور لوگوں کے قلوب اُنکی کچھار ہیں۔ چوں۔ جس طرح اُمید و بیم قلب میں سرایت کرتے ہیں اِسی طرح شیوخ بھی لوگوں کے قلوب میں رواں دواں رہتے ہیں اور چھپے ہوئے وسوسوں کو جان جاتے ہیں۔ دل نگہدارید۔ بزرگوں کے سامنے جا کر دل میں بُرے وسوسے نہ لانے چاہئیں۔ بے حاصل۔ وہ شخص جس کو روحانی دولت نہیں ملی۔ اہلِ تن۔ جو اصحاب ظاہر ہیں اُنکے سامنے تو ظاہر کو مؤدب رکھنا ضروری ہے اہلِ باطن کے سامنے باطن کو مؤدب رکھنا ضروری ہے۔ فاطن۔ مقیم، ساکن۔

۲ تو بعکسے۔ لیکن عموماً لوگ اِسکے بالعکس معاملہ کرتے ہیں ظاہری شاہوں کے سامنے اخلاص سے جاتے ہیں اور بزرگوں کی مجلس میں فاسد خیالات لیکر جاتے ہیں۔ کوراں۔ یعنی باطن کے اندھے۔ بینایاں۔ وہ شیوخ جنکو باطنی بصیرت حاصل ہے حطب۔ ایندھن۔

۳ چوں نداری۔ اگر تو کور باطن ہے تو کور باطنوں کی مجلس میں مُنہ کو پُر رونق بنا کر جا۔ پیشِ بینایاں۔ اگر تو کور باطن ہے تو بزرگوں کے سامنے مُنہ پر اور گندگی لگا کر جا۔ ناز کم کُن لیکن یہ تیری حالت تیرے لئے باعثِ فخر نہیں ہے

۴ شیخ۔ چونکہ اُس امیر نے روحانی شاہی کو کمتر سمجھا تھا لہٰذا اُسکی اصلاح کے لئے یہ کرامت دکھائی کہ اپنی سوئی اُس دریا میں پھینک دیں جس کے کنارے بیٹھے تھے اور پھر باآوازِ بلند اُس سوئی کو مانگا۔

صدﮦ ہزاراں ماہئی اَللّٰہیے
لاکھوں خدائی مچھلیاں

سوزنِ زر بر لبِ ہر ماہیئے
ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے

سوزنِ زرّیں دراں دندانِ اُو
سونے کی سوئی اُس کے دانتوں میں

کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے ہُو
کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

سَر برآوردند از دریائے حق
اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے اُنھوں نے سَر اُبھارا

کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق
کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم
اُس (شیخ) نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے

وادہ از فضلت نشانِ راستم
اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھادے

ماہیئے دیگر برآمد در زماں
فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی

سوزنِ اُو را گرفتہ در دہاں
اُن کی سوئی منھ میں لئے ہوئے

رُو بدو کرد و بگفتش اے امیر
اُسکی طرف رُخ کیا اور کہا، اے سردار!

مُلکِ دل بہ یا چناں مُلکِ حقیر
دل کی بادشاہی اچھّی ہے یا وہ حقیر سلطنت

ایں نشانِ ظاہر ست ایں ہیچ نیست
یہ ظاہر کی نشانی ہے اور (یہ) کچھ نہیں ہے

باطنے جوی و بظاہر برمایست
باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر

سوئے[۲] شہر از باغ شاخے آورند
شہر کیجانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں

باغ و بُستاں را کجا آنجا برند
باغ اور بُستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں

خاصہ باغے کاں فلک یک برگِ اُو
خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اُسکا ایک پتّہ ہو

بلکہ آں مغز ست ویں عالم چو پوست
بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہو

بر نمیداری سُوئے آں باغ گام
(اگر) تو اُس باغ کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا ہے

بُوئے افزوں جوی و کُن دفعِ زکام
تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

تا کہ آں[۳] بُو جاذبِ جانت شود
تاکہ وہ خوشبو تیری رُوح کی کشش کا سبب بنجائے

تا کہ آں بُو نورِ چشمانت شود
تاکہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے

تا کہ آں بُو سوئے بُستانت کشد
تاکہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے

وا نماید مر ترا راہِ رشد
تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کردے

چشمِ نابینات را بینا کُند
تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنادے

سینہ ات را سینۂ سینا کُند
تیرے سینے کو (کوہ) سینا کا سینہ بنادے

[۱] صدہزاراں۔ لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں میں دبائے دریا سے نمودار ہوگئیں۔ گفت۔ شیخ ابراہیم رح نے فرمایا اے خدا میں تو صرف اپنی سوئی چاہتا ہوں وہ عطا کر کے اپنی مہر کی سچّی نشانی ظاہر فرمادے۔ ماہیئے دیگر۔ اِن مچھلیوں کے علاوہ ایک اور مچھلی نمودار ہوئی جس کے مُنہ میں شیخ کی سوئی تھی۔ رُو بدو کرد۔ تب شیخ ابراہیم رح نے اُس سردار سے کہا۔ ایں۔ یعنی دنیوی شاہی۔ باطنے جو۔ یعنی روحانی شاہی کا طالب بن، ظاہری شاہی پر اکتفا نہ کر۔

[۲] سُوئے شہر۔ دنیا کی مثال ایک شہر کی سی ہے اور عالمِ غیب ایک باغ ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اِس دنیا میں دکھا دیا گیا ہے، باغ میں سے چند پھولدار شاخیں شہر میں لائی جاتی ہیں۔ خاصہ باغے۔ اِس دنیا کا آسمان بھی اُس باغ کا ایک پتّہ ہے۔ بلکہ۔ عالمِ غیب مغز ہے اور عالمِ شہود اُس کا چھلکا ہے۔ برنمیداری۔ عالمِ غیب کے باغ میں اگر قدم نہیں پہنچتا ہے تو اُس کی خوشبو حاصل کرلیجائے اور اِس زکام کو دفع کیا جائے جو خواہشِ نفسانی کی وجہ سے قوتِ شامّہ پر طاری ہوگیا ہے۔

[۳] تا کہ آں بُو۔ جب عالمِ غیب کی خوشبو سونگھے گا تو روح عالمِ غیب کی طرف کھینچے گی اور وہ خوشبو آنکھوں کیلئے نورِ بصیرت بنجائیگی اور عالمِ غیب کے لئے راہ نمودار ہوجائیگی۔

سینہ ات۔ سالک کا سینہ کوہِ سینا بن جاتا ہے جس پر تجلیاتِ رب کا ظہور ہوگا۔

گفت یوسف ابنِ یعقوبِ نبی ۔۔۔ بہرِ بُو اَلقُوا عَلٰی وَجہِ اَبِی

(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا ۔۔۔ خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈالدو

بہرِ ایں بُو گفت احمدؐ در عِظات ۔۔۔ دَائِمًا قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوة

اسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا ۔۔۔ ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

پنج حِسّ در ہمدگر پیوستہ اند ۔۔۔ رُستہ ایں ہر پنج از اصلِ بُلند

پانچوں حواس ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں ۔۔۔ ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اُگے ہیں

قُوتِ یک قُوّت باقی شود ۔۔۔ مابقی را ہر یکے ساقی بُود

ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے ۔۔۔ باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے

دیدنِ دیدہ فزاید عشق را ۔۔۔ عشق در دیدہ فزاید صدق را

آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے ۔۔۔ عشق، آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے

صِدق بیداریِ ہر حِسّ می شود ۔۔۔ حِسّ ہا را ذوق مُونس می شود

صدق، ہر حِسّ کی بیداری بن جاتا ہے ۔۔۔ حواس کے لئے ذوق، دوست بن جاتا ہے

آغازِ منوّر شدنِ حواسِ عارف بنورِ غیب بین

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے باقرار ہونے کا آغاز

چوں یکے حِسّ در رَوِش بکشاد بند ۔۔۔ مابقی حِسّ ہا ہمہ مُبدَل شوند

جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا ۔۔۔ باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

چوں یکے حِسّ غیرِ محسُوسات دید ۔۔۔ گشت غیبے بر ہمہ حِسّ ہا پدید

جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا ۔۔۔ تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے

چوں ز جُو جست از گلہ یک گوسفند ۔۔۔ پس پیاپے جُملہ زانسُو بر جہند

جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے ۔۔۔ تو سب پے در پے اُس جانب کود جاتی ہیں

گوسفندانِ حواست را بران ۔۔۔ در چرا از اَخرَجَ المَرعٰی چران

تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک ۔۔۔ اَخرَجَ المَرعٰی کی چراگاہ میں چرا

ہوا تو اُس سے دیگر جملہ حواس متاثر ہو جاتے ہیں اور اُنمیں وصلِ محبوب کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ چوں یکے حِسّ۔ جب ایک لطیفہ موانع کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو بقیہ لطائف میں بھی تبدیلی آنے لگتی ہے۔ غیر محسوسات۔ ایک لطیفہ کو عالمِ غیب کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے تو بقیہ لطائف بھی عالمِ غیب کا ادراک شروع کر دیتے ہیں۔ چوں ز جُو۔ ایک لطیفہ سے دوسرے لطائف کو آزادی حاصل کرنے کی مثال ہے کہ گلہ میں سے ایک بکری اگر نہر میں کود جاتی ہے تو بقیہ بکریاں بھی نہر کود جاتی ہیں۔ گوسفنداں۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنے لطائف کی بکریوں کو عالمِ غیب کی چراگاہ میں چرائے اور لطائف کیلئے اُس عالم سے اسرار و معارف کی غذا حاصل کرے۔ اَخرَجَ المَرعٰی۔ اُس خدا نے چراگاہ پیدا فرمائی مولانا نے چراگاہ سے عالمِ غیب کی چراگاہ مراد لی ہے۔

لہ گفت یوسفؑ۔ جبکہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنی قمیص بھیجی تھی اور کہا تھا کہ اس کو حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالدینا، مولانا فرماتے ہیں اس قمیص میں وہی عالمِ غیب کی خوشبو تھی جس کے اثر سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ بہرِ ایں یہی عالمِ غیب کی خوشبو تھی جو آنحضورؐ کو نماز کی حالت میں محسوس ہوتی تھی جس کی وجہ سے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

لہ پنج حِسّ۔ یعنی لطائفِ ستہ قلب، روح، نفس، سِر، خفی، اخفیٰ۔ چونکہ بعض صاحبان نے نفس کو روح کے تابع مانا ہے اسلئے اُن کو پانچ کہدیا ہے۔ اگر سالک ایک لطیفے کو مصفّیٰ بنا لیتا ہے تو دوسرے لطائف بھی تصفیہ قبول کر لیتے ہیں اگر ایک کو غذا حاصل ہوتی ہے تو بقیہ لطائف کے لئے بھی وہ قوت کا سبب بن جاتی ہے مثلاً لطیفہ قلب کو ذکر کی غذا حاصل ہوتی ہے تو یہ دوسرے لطائف کے لئے باعثِ تقویت ہے۔ دیدنِ دیدہ۔ ایک لطیفہ کے تاثر سے دوسرے لطائف کے متاثر ہونے کی مثال ہے۔ آنکھ متاثر ہوتی ہے تو اُس سے دل متاثر ہو جاتا ہے اور اُسمیں کیفیتِ عشق پیدا ہو جاتی ہے جس سے صدق اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

لہ صدق۔ عشق سے اخلاص پیدا

تا در آنجا سنبل و ریحاں چرند
تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں
تا بہ گلزارِ حقائق[1] رہ برند
تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں

ہر حسِ پیغمبرِ حس ہا شود
تیری ہر حس (باقی) حواس کے لئے پیغامبر بن جائے
تا یکایک سوئے آں جنت رود
تاکہ فوراً اُس جنت کی طرف چلی جائے

حس ہا با حسِ تو گویند راز
حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے
بے حقیقت بے زبان و بے مجاز
بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے

کیں حقیقت قابلِ تاویلہاست
کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے
ویں توہم مایۂ تخییلہاست
اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے

آں حقیقت را کہ باشد از عیاں
وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو
ہیچ تاویلے نگنجد در میاں
اُس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے

چونکہ[2] ہر حس بندۂ حسِ تو شد
جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی
مر فلکہا را نباشد از تو بُد
تو آسمانوں کے لئے بھی، تیرے سوا چارہ نہیں

چونکہ[3] دعویٰ میرود در ملکِ پوست
جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے
مغز آں را کہ بود قشر آں اوست
مغز جس کی ملکیت ہوگا، چھلکا اُسی کی ملکیت ہوگا

چوں تنازع در فتد در تنگ کاہ
جب گھاس کے گٹھر میں جھگڑا ہو
دانہ آں کیست آں را کن نگاہ
دانہ کس کا ہے اُس کو دیکھ لے

پس فلک قشر است و نورِ روح مغز
تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے
ایں پدید است آں خفی زیں رو ملغز
یہ کھلا ہے (نورِ روح) چھپا ہوا ہے اس سے لغزش نہ کھا

جسم ظاہر، روح مخفی آمد است
جسم ظاہر ہے، روح چھپی ہوئی ہے
جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست
جسم آستین کی طرح ہے جان ہاتھ کی طرح ہے

باز عقل از روح مخفی تر بود
پھر عقل، روح سے زیادہ پوشیدہ ہے
حس بسوئے روح زوتر رہ برد
حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے

جنبشے بینی بدانی زندہ است
تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے
ایں ندانی کو ز عقل آگندہ است
تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے

چند سے ظہور اور خفا کی مثالیں دیتے ہیں اور مخفی کے مراتب کا ذکر فرماتے ہیں، جسم اور روح کی وہی نسبت ہے جیسے آستین اور ہاتھ کی۔ باز عقل۔ عقل اور روح کے مخفی ہونے میں فرق ہے عقل روح کے اعتبار سے زیادہ مخفی ہے اسی لیے حس دوسرے کی روح کو جلد پہچان جاتی ہے اور عقل کو دیر میں پہچانتی ہے جنبش کسی جسم میں حرکت دیکھتے ہو تو فوراً سمجھ جاتے ہو کہ اسمیں روح ہے لیکن محض حرکت سے عقل کا ...

[1] حقائق۔ یعنی معرفت خداوندی کے حقائق۔ ہر حست۔ ہر لطیفہ دوسرے لطائف کے لئے معارف جنت کی پیغامبری کا کام دینے لگے۔ حس ہا۔ جب لطائف ستہ مستغنی بنجاتے ہیں تو مریدین اور مسترشدین لطائف بغیر لفظی گفتگو کے جس میں حقیقت اور مجاز اور زبان کا استعمال نہیں ہوتا ہے شیخ کے لطائف سے اپنا راز کہہ دیتے ہیں۔ کیں حقیقت۔ لفظی عبارت جسمیں حقیقت اور مجاز کا استعمال ہوتا ہے اسمیں تو تاویل کی گنجائش ہوتی ہے لیکن لطائف کی باہمی گفتگو میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ یہاں نفس الامر مشاہدہ ہوتا ہے۔

[2] چونکہ ہر حس جبکہ دوسروں کے حواس شیخ کے حواس کے تابع ہو گئے تو آسمان و زمین تک شیخ کے تابع ہو جائیں گے۔

[3] چونکہ دعویٰ۔ اگر چھلکے میں دو شخصوں کا نزاع ہو تو چھلکا اُسی کی ملکیت قرار دیا جائے گا، مغز جس کی ملکیت میں ہے، آسمان کائنات کا چھلکا ہے تو جب کائنات کے قلوب کسی کے تابع ہوں تو لامحالہ آسمان بھی اُسکے تابع ہوگا۔ چوں تنازع۔ یہ دوسری مثال ہے اگر بھوسے پر جھگڑا ہو تو بھوسا اُسی کا قرار دیا جائیگا جو اُسکے اندر کے دانوں کا مالک ہوگا۔ پس فلک۔ چھلکا گودے پر ہوتا ہے اور اُس کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے مغز اسمیں چھپا ہوا ہوتا ہے دوسرا مصرع پہلے مصرع کی دلیل ہے جسم ظاہر۔ اب چند

تاکہ[۱] جُنبشہائے موزوں سر کُند — جُنبشِ مس را بدانش زر کُند

جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے — تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے

زاں مناسب آمدن افعالِ دست — فہم آید مر ترا کہ عقل ہست

ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے — تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے

روحِ وحی از عقل پنہاں تر بود — زانکہ اُو غیب ست و اُو زاں سر بود

وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے — اسلئے کہ وہ عالم غیب سے ہے، وہاں سے ہی ظہور میں آئی ہے

عقلِ احمدؐ از کسے پنہاں نشد — روحِ وحیش مُدرکِ ہر جاں نشد

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی — اُن کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی

روحِ[۲] وحیی را مناسبہاست نیز — در نیابد عقل کاں آمد عزیز

وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں — عقل اُن کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں

گہ جنوں بیند گہے حیراں شود — زانکہ موقوف ست تا اُو آں شود

(عقل) کبھی اُن آثار کو جنون سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے — کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہو کہ (عقل) وہ (وحی کی استعداد) بنجائے

چوں مناسبہائے افعالِ خضرؑ — عقلِ موسیٰؑ بود در دیدش کدر

جیسا کہ حضرت خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں — (حضرت) موسیٰؑ کی عقل اُن کو دیکھ کر مکدر تھی

نامناسب می نمود افعالِ اُو — پیشِ موسیٰؑ چوں نبودش حالِ اُو

اُن (حضرت خضرؑ) کے افعال نامناسب نظر آئے — (حضرت) موسیٰؑ کیلئے چونکہ موسیٰؑ کیحالت اُن (خضرؑ) کیطرح نہ تھی

عقلِ[۳] موسیٰؑ چوں بود در غیب بند — عقلِ موشی خود کیست اے ارجمند

(حضرت) موسیٰؑ کی عقل جب اُسرار میں عاجز ہو — چوہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

علمِ تقلیدی بُود بہر فروخت — چوں بیابد مُشتری خوش بر فروخت

تقلیدی علم فروخت کرنے کے لئے ہوتا ہے — جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اُٹھتا ہے

مُشتریِ علمِ تحقیقی حق ست — دائما بازارِ اُو با رونق ست

تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے — اُس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے

لب بہ بستہ ہست در بیع و شری — مُشتری بیحد کہ اللہُ اشتری

منھ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہو — خریدار لامحدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے

درسِ آدمؑ را فرشتہ مُشتری — محرمِ درسش نہ دیو و نے پری

حضرت آدمؑ کے درس کا فرشتہ خریدار ہے — اُسکے درس کا رازداں نہ شیطان ہے نہ پری ہے

---

[۱] تاکہ ۔ اگر اُنکے حرکات اور سکنات موزوں ہیں تب تمھیں یقین ہوگا کہ وہ صاحب عقل ہے۔ روحِ وحی ۔ وحی کی قبولیت کی استعداد عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے، ہر انسان نے آنحضورؐ کی عقل کو جان لیا اور آنکو عقلمند کہا لیکن بہت سے انسان آپکی قبولِ وحی کی استعداد کو نہ پہچان سکے۔

[۲] روحِ وحیی ۔ وحی کی استعداد کے بھی کچھ آثار اور کچھ علامتیں ہیں لیکن چونکہ وہ نادر ہوتی ہیں اسلئے اُن کو عقل نہیں پہچانتی ہے۔ گہ جنوں ۔ اُن آثار کو عقل جنون کا اثر سمجھتی ہے کبھی حیران ہوجاتی ہے اور یہ اس لئے کہ عقل کا اس اُستعداد کو سمجھنا اِس بات پر موقوف ہے کہ دونوں میں پوری مناسبت پیدا ہوجائے۔ چوں مناسبہائے ۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے کاموں کو غیر موزوں قرار دیا اور اعتراض کیا۔

[۳] عقلِ موسیٰؑ ۔ اُسرارِ غیبی کو سمجھنے میں جب حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم پیغمبر کی عقل ناکارہ ثابت ہوئی تو چوہے جیسی عقل والے کب اُن کا ادراک کرسکتے ہیں۔ علمِ تقلیدی ۔ سنا سنایا علم۔ علمِ تحقیقی ۔ جو مشاہدہ اور ذاتی تجربہ سے حاصل ہو۔ لب بہ بند ۔ تحقیقی علم والا خاموشی کے ساتھ اللہ کے ساتھ خرید و فروخت میں لگا رہتا ہے۔ اللہُ اشتری قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ خدا نے مومنین سے اُن

آدم[1] انبئہم باسما درس گو — شرح کن اسرار حق را موبمو

(اے) آدم ان کو اسما کی تعلیم کرو، کا درس دو — ایک ایک کرکے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کرو

آنچناں کس را کہ کوتہ بین بود — در تلون غرق و بے تمکین بود

وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو — تلون میں غرق اور بے ثبات ہو

موش گفتم زانکہ در خاکست جاش — خاک باشد موش را جائے معاش

میں نے اسکو چوہا اسلئے کہا کہ اُس کا مقام مٹی میں ہے — چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے

راہہا داند ولے در زیر خاک — ہر طرف او خاک را کردست چاک

راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے — (اسلئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں

نفس[2] موشے نیست الا لقمہ رند — قدر حاجت موش را عقلے دہند

چوہے کا نفس صرف لقمہ اُڑانے والا ہے — ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دیدیتے ہیں

زانکہ بے حاجت خداوند عزیز — می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز

اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالےٰ — کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں

گر نبودے حاجت عالم زمیں — نافریدے ہیچ رب العالمیں

اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی — اللہ تعالےٰ کبھی پیدا نہ فرماتا

ویں زمین مضطرب محتاج کوہ — گر نبودے نافریدے پرشکوہ

اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج — اگر نہ ہوتی تو اُس پُرشکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا

ور[3] نبودے حاجت افلاک ہم — ہفت گردوں نافریدے از عدم

اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی — تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا

آفتاب و ماہ و ایں استارگاں — جز بحاجت کے پدید آمد عیاں

سورج اور چاند اور یہ ستارے — ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟

پس کمند ہستہا حاجت بود — قدر حاجت مرد را آلت بود

تو موجودات کی کمند ضرورت ہے — بقدر ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے

پس چو حاجت شد کمند ہستہا — قدر حاجت میرسد از حق عطا

تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے — اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بقدر ضرورت عطا پہنچتی ہے

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود — تا بجوشد از کرم دریائے جود

اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا — تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

---

[1] آدم۔ قرآن پاک میں ہے۔ یا آدم انبئہم باسمائہم یعنی اے آدم ان فرشتوں کو اسمار کی تعلیم دو۔ آنچناں کس۔ پہلے اشعار مین عقلی علوم والوں کی عقل کو چوہے کی عقل والا کہا تھا اب اُس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ تلون۔ رنگ بدلنا۔ بے تمکین۔ ناپائیدار۔ جاش۔ یعنی ان لوگوں کا تعلق عالم سفلی سے ہے۔ راہہا۔ چوہے کے علم کا تعلق زمین سے ہے۔

[2] نفس موشے۔ چوہے کو صرف خوراک کی ضرورت ہے لہٰذا اُس کو اتنی عقل عطا ہوئی ہے۔ زانکہ۔ بلا ضرورت کسی کو کوئی عطیہ نہیں ملتا۔ زمین۔ دنیا کو اگر زمین کی ضرورت نہ ہوتی زمین وجود میں نہ آتی۔ کوہ۔ اگر زمین کے ٹھہراؤ کیلئے پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ ہوتے۔

[3] ور نبودے۔ اگر دنیا کو آسمانوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ کئے جاتے۔ آفتاب۔ سورج، چاند، ستارے سب ضرورت کے ماتحت پیدا فرمائے گئے ہیں۔ پس۔ یعنی اشیاء کا وجود ضرورت کی وجہ سے ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے اُسی قدر ذرائع دیدیئے جاتے ہیں۔ پس بیفزا۔ اپنی احتیاج اور ضرورت کو بڑھاتا کہ دریائے کرم جوش میں آئے۔

این[51] گدایان بر رہ و ہر مبتلا — حاجتِ خود می نماید خلق را
یہ فقیر اور مصیبت زدہ، سرِ راہ — اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں

کوری و شلی و بیماری و درد — تا ازیں حاجت بجنبد رحمِ مرد
اندھاپن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلیف — تاکہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آجائے

ہیچ گوید ناں دہید اے مرداں — کہ مرا مال ست و انبار ست و خواں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو — کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوانِ نعمت ہے

چشم ننہادہ ست حق در کور موش — زانکہ بے چشمے ربودن ہست خوش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں — اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اُچک لینا بھلا ہے

می تواند زیست بے چشم و بصر — فارغ ست از چشم او در خاکِ تر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتا ہے — وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

جز[52] بدزدی او بروں ناید ز خاک — تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتا ہے — تاکہ اللہ (تعالیٰ) اُس چورپن سے اُسے پاک کرے

بعد ازاں پر یابد و مرغے شود — چوں ملائک جانبِ گردوں رود
اِسکے بعد وہ پر حاصل کرے اور پرندہ بنجائے — فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے

ہر زماں در گلشنِ شکرِ خدا — او برآرد ہمچو بلبل صد نوا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں — وہ بلبل کی طرح سینکڑوں نغمے گائے

کاے رہانندہ مرا از وصفِ زشت — اے کنندہ دوزخے[53] را تو بہشت
کہ اے مجھے بُرائی سے چھڑا دینے والے! — اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!

می نہی در پیہ نور و روشنی — استخواں را می دہی سمع اے غنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کر دیتا ہے — اے بے نیاز! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے

چہ تعلق آں معانی را بہ جسم — چہ تعلق فہمِ اشیا را با سم
اِن صفات کا جسم سے کیا تعلق؟ — ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ؟

لفظ چوں وکرست معنی طائرست — جسم جوئی روح آبِ سائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنی پرندے ہیں — جسم نہر ہے، اور روح رواں پانی ہے

در روانی روئے آبِ جوئے فکر — نیست بے خاشاکِ خوب و زشت ذکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح، روانی میں — کوڑے اور اچھے بُرے خیال کے بغیر نہیں رہتی

---

۵۱ این گدایان۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ فقیر جب تک اپنی مجبوری اور ضرورت کا اظہار نہیں کرتا ہے اسکو کوئی کچھ نہیں دیتا ہے۔ ہیچ گوید۔ فقیر کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں بہت مالدار ہوں لہٰذا مجھے روٹی کھلادو۔ کور موش۔ چھچھوندر کو آنکھ کی ضرورت نہ تھی لہٰذا اُس کو آنکھ عطا نہ ہوئی۔

۵۲ جز بدزدی۔ عالمِ ناسوت میں پھنسے ہوئے اگر ضرورت محسوس کریں تو خدا اُنکو نورِ بصیرت عطا کر دے۔ بعد ازاں۔ جب اُنکو نورِ بصیرت حاصل ہو جائے تو اُنکی عالمِ لاہوت کی طرف پرواز ہونے لگے۔ ہر زماں۔ پھر اُن پر اسرارِ خداوندی کھلیں اور وہ بلبل کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں۔ کاے۔ یہ اُن کے نغمے ہوں گے۔

۵۳ دوزخے۔ یعنی بُرے اعمال۔ بہشت۔ یعنی نیک اعمال۔ استخواں۔ کان کی ہڈی میں سُننے کی قوت پیدا فرمادی۔ معانی۔ یعنی صفات بصر و سمع وغیرہ۔ با سم۔ جب کوئی نام پکارتے ہیں فوراً اُس سے کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ لفظ۔ اسم اور مسمّی میں باہمی تعلق اگر سمجھ میں آتا ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پرند کا تعلق گھونسلے سے، جسم اور روح کی نسبت اگر مفہوم ہوتی ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پانی اور نہر کی نسبت ہے لیکن اِس تعلق اور نسبت کی حقیقت غیر معلوم ہے۔ در روانی یعنی روح کی قوتِ فکریہ میں ہمیشہ اچھے

तत्प्रवृत्तावप्यनिरासः संवित्स्वभावस्य — Śivasūtra, 3.32.

اُو رَوانست[1] و تو گوئی واقفست
وہ جاری ہے، تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے

اُو دَوانست تو گوئی عاکفست
وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہو

گر نہ بینی سیرِ آب از جا بجا
اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہو

چیست بر روے نو بنو خاشاکہا
تو کوڑا کرکٹ اُس پر نیا نیا کیوں ہے؟

ہست خاشاکِ نو صورتہا فکر
فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں

نو بنو در میرسد اشکالِ بکر
نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں

روئے آبِ جوئے فکر اندر روش
فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں

نیست بے خاشاکِ محبوب و وحش
اچھے اور بُرے (خس و خاشاک کے بغیر نہیں ہے

قشرہا[2] بر روئے ایں آبِ رواں
اِس رواں پانی کی سطح پر، چھلکے

از ثمارِ باغِ غیبی شُد دواں
عالمِ غیب کے باغ کے پھلوں سے چل رہے ہیں

قشرہا را مغز اندر باغ جُو
چھلکوں کا گودا، باغ میں تلاش کر

زانکہ آب از باغ می آید بجُو
اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آرہا ہے

گر نہ بینی رفتنِ آبِ حیات
اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے

بنگر اندر سیرِ ایں جُوی و نبات
اس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کرلے

آب جو انبہ تر آید در گذر
نہر کا پانی جب کثرت سے گذرے

زُو کُند قشرِ صُوَر زُو تر گذر
اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گذر جاتے ہیں

چوں بغایت تیز شد ایں جُو رواں
جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے

غم نہ پاید در ضمیرِ عارفاں
تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے

چوں[3] بغایت ممتلی بود و شتاب
جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو

بس نگنجد اندرو الّا کہ آب
تو اُس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا ہے

طعنہ زدن بیگانہ بر شیخے و جواب گفتنِ مُریدِ شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مُرید کا اسکو جواب دینا

اَبلہے یک شیخ را تہمت نہاد
ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی

کو بدست و نیست بر راہِ رشاد
کہ وہ بُرا ہے اور راہِ ہدایت پر نہیں ہے

شاربِ خمرست و سالوس و خبیث
شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے

مر مُریداں را کجا باشد مُغیث
تو مُریدوں کا کیا دستگیر ہوگا؟

---

[1] اُو روانست۔ روح کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو جس طرح سطحِ آب ٹھہری ہوئی نظر آتی ہے حالانکہ وہ رواں ہے، اسیطرح سے روح ملاءِ اعلیٰ کی طرف سے رواں ہے لیکن اِس کا احساس نہیں ہے۔ گر نہ بینی۔ سطحِ آب کی روانی نئے نئے خس و خاشاک کے گذرنے سے معلوم کی جاتی ہے۔ اسی طرح روح کی قوتِ فکریہ میں مختلف خیالات کے آنے سے اُس کی روانی معلوم کی جاسکتی ہے۔ روئے آبِ جو۔ روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر بھی اچھے بُرے خیالات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[2] قشرہا۔ روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر جو چھلکے ہیں وہ غیبی پھلوں کے چھلکے ہیں اُن چھلکوں کا مغز غیبستان میں تلاش کرو وہاں سے ہی یہ پانی چلا ہے وہاں معارفِ غیبیہ کے مغز تجھے حاصل ہونگے۔ بنگر۔ لامحالہ اُس کا کوئی منبع ہے۔ چوں بغایت۔ عام عارفوں کی روح کی روانی تیز ہے اسی لئے اُس پر غم و غصہ کے خس و خاشاک زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے ہیں۔

[3] چوں بغایت۔ خاص عارفوں کی روح غم و غصہ کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ طعنہ زدن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارفین کاملین کی روح کسی معصیت کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ اُنکے معترض کے لئے بیوقوف تھا کہ وہ شیخ کے مقام فنا کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ شارح۔

آں یکے گفتش ادب را ہوش دار
ایک شخص نے اُس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ

خورد[1] نہ بُود ایں چنیں ظن بر کبار
بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے

دُور از و دُور از اوصافِ اُو
اُس سے اور اُس کے اوصاف سے بعید ہے

کہ ز سیلے تیرہ گردد صافِ اُو
کہ اُس کا صاف پانی بہاؤ کے پانی ، سے مکدر ہو جائے

ایں چنیں بُہتاں مَنِہ بر اہلِ حق
اہلِ حق پر اِس طرح کا جھوٹ نہ بول

کایں خیالِ تُست گرداں ورق
یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے

ایں نباشد ور بود اے مُرغِ خاک
اے خشکی کے پرند! ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو

بحرِ قلزم را ز مُردارے چہ باک
بحرِ قلزم کو ایک مُردار سے کیا خطرہ؟

نیست دون القلتین و حوضِ خورد
دو قلتین سے کم، اور چھوٹی حوض نہیں ہے

کِش تواند قطرہ آب از کار بُرد
کہ اُسکو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کردے

ز آتش[2] ابراہیم را نبود زیاں
(حضرت) ابراہیمؑ کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے

ہر کہ نمرودیست گو می ترس از آں
جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اُس سے ڈرے

نفسِ نمرودست و عقل و جاں خلیلؑ
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے

روح در عین ست و نفس اندر دلیل
روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے

ایں[3] دلیلِ راہ رہرو را بُوَد
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے

کو بہر دم در بیاباں گُم شود
کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے

واصلاں را نیست جز چشم و چراغ
(اللہ تک) پہنچ جانیوالوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت ہے

از دلیلِ راہ شاں باشد فراغ
راہنما سے اُن کو بے نیازی ہوتی ہے

گر دلیلے گفت آں مردِ وصال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے

گفت بہرِ فہمِ اَصحابِ جدال
تو بحث کرنیوالوں کی عقل کیلئے بیان کرتا ہے

بہرِ طفلے نو پدر تی تی کُند
نو (عمر) بچے کے لئے باپ تُتلاتا ہے

گرچہ عقلش ہندسۂ گیتی کُند
اگرچہ اُس کی عقل جہان کی پیمائش کر ڈالے

---

[3] ایں دلیل ۔ راہنما اور دلیل راہرو کے لئے ضروری ہے جو مقصود تک پہنچ گئے وہ اِن چیزوں سے بے نیاز ہوگئے ہیں ۔ گر دلیل ۔ عارفین جو واصل ہوتے ہیں وہ بھی کبھی استدلال سے کام لیتے ہیں تو وہ اُن کے اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی تفہیم کیلئے اپنے مرتبہ سے گر کر استدلال سے کام لیتے ہیں ۔ بہرِ طفلے ۔ باپ کی زبان صاف ہوتی ہے لیکن بچے کی خاطر تُتلا کر بات کرنے لگتا ہے ۔ بڑے سے بڑا عالم بچہ کو پڑھاتے وقت اَلِف خالی با کے نیچے ایک نقطہ کہتا ہے تو وہ مُبتدی کی خاطر کہتا ہے ورنہ اُس کا مقام اِس سے بہت بلند ہے ۔

[1] خورد نہ بود ۔ بڑوں پر تہمت دھرنا چھوٹی بات نہیں ہے ۔ کز سیلے ۔ عموماً بہاؤ کا پانی گدلا ہوتا ہے ۔ ایں نباشد ۔ تونے جو بُرائیاں بیان کی ہیں وہ اُن میں نہ ہونگی اور اگر ہوں تو اُنکے لئے معصیت نہ سمجھی جائیگی کیونکہ عنایت کے غلبہ کی وجہ سے اُس معصیت کو شرعی اعتبار سے اُن کے لئے معصیت نہ سمجھا جائیگا جیسا کہ بڑے دریا میں اگر مردار گر جائے تو شرعی اعتبار سے اُس دریا کو گندہ نہ قرار دیا جائیگا ۔ اَلقُلتین یعنی دو مٹکے پانی جو بارہ سو رطل ہوتا ہے اگر اِس مقدار میں پانی ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُنہیں تھوڑی سی نجاست گرنے سے وہ ناپاک نہ ہوگا ۔ اگر اِس مقدار سے کم ہے تو نجس ہو جائے گا ۔

[2] آتش ۔ مختلف مقامات پر اشیاء کے احکام اور آثار بدل جاتے ہیں ۔ قطرۂ نجاست تھوڑے پانی کو نجس بنا سکا زیادہ کو نہ بنا سکا ۔ آگ نے نمرود کو نقصان پہنچایا حضرت ابراہیمؑ کو نقصان نہ پہنچا سکی ۔ نفس ۔ نفس کی خواہش سے وہی فعل بمنزلہ آگ کے ہے اور بتقاضائے روح وہ گلزار ہے ۔ روح در عین ۔ روح اور نفس کے اعتبار سے احکام میں فرق ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ رُوح مشاہدۂ حق میں لگی ہے جس کو دلیل کی حاجت نہیں نفس اُس سے محروم ہے اور طالبِ دلیل ہے ۔

کم نہ گردد فضلِ اُستاد از عُلو
اُستاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی
از پئے[1] تعلیم آں بستہ دہن
مُنھ نہ کھولنے والے (بچہ) کی تعلیم کے لئے
در زبانِ اُو بباید آمدن
اُس کی زبان میں آنا چاہیئے
تا بیاموزد ز تو اُو علم و فن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے
پس ہمہ خلقاں چو طفلانِ وے اند
لہٰذا تمام مخلوق اُس کے بچّے جیسے ہیں
آں مُرید[2] شیخ بد گوینده را
شیخ کے مُرید نے بُرا کہنے والے کو
گفت تو خود را مزن بر تیغِ تیز
کہا، تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا
حوض با دریا اگر پہلو زند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا
نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارا ہو تاکہ
کُفر را حدست و اندازه بداں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے، سمجھ لے
پیشِ[3] بیحد ہر چہ محدود ست لاست
لامحدود کے سامنے محدود، معدوم ہے
کُفر و ایماں نیست آنجائیکہ اوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے
ایں فنا ہا پردۂ آں وجہ گشت
یہ فانی چیزیں اُس ذات کا پردہ بنگئی ہیں

گر الف چیزے ندارد گوید او
اگرچہ وہ سمجھے الف خالی ہے
گوید او حُطّی و ہوّز کلمن
وہ حُطّی اور ہوّز (اور) کلمن کہتا ہے
از زبانِ خود بروں باید شدن
اپنی زبان سے نکل جانا چاہیئے
جُملگی از خود بباید گم شدن
اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہیئے
لازم است ایں پیر را در وقتِ پند
نصیحت کے وقت یہ بات پیر کیلئے ضروری ہے
آں بکفر و گمرہی آگنده را
اُس کفر اور گمراہی سے بھرے موئے کو
ہیں مکُن باشاه با سُلطاں ستیز
خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر
خویش را از بیخ ہستی بر کند
اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا
تیره گردد اُو ز مُردارِ شما
تمہارے مُردار سے وہ گدلا ہو
شیخ و نورِ شیخ را نبود کراں
شیخ اور اُس کے نور کا کنارا نہیں ہے
کُلّ شَیْءٍ غیر وجہِ اللّٰہ فناست
اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے
زانکہ اُو مغزست ایں دو رنگ و پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں
چوں چراغ خفیہ اندر زیرِ طشت
جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو

[1] از پئے تعلیم۔ بچے کو پڑھانے کے لئے حروفِ ابجد کا تلفظ کرتا ہے اور ابجد ہوز حطی کہتا ہے۔ در زبان۔ جو زبان وہ سمجھتا ہے اُسی لہجہ اور زبان میں اُس کو تعلیم دیتا ہے اپنے لہجہ اور زبان سے قطع نظر کر لیتا ہے پس ہمہ۔ شیخ کو بھی اپنے مریدوں کو اُنکی استعداد اور حالت کے مطابق تعلیم دینی چاہیئے۔

[2] آن مرید۔ اُس مُعترض سے کہا جو کفر اور گمراہی سے پُر تھا کہ شیخ کی مثال تیز تلوار اور شاہ کی ہے جس سے بھڑنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے نیست بحرے۔ چونکہ شیخ اخلاقِ خداوندی کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ بھی لامحدود اور دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] پیشِ بیحد۔ جب شیخ لامحدود دریا ہے تو محدود کفر اُسکے اعتبار سے غیر موجود ہے، خدا کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ کفر و ایمان۔ یہ دونوں بندوں کے فعل ہیں اور مقامِ فنا میں پہنچ کر جبکہ ذاتِ باری سے وحدت ہو گئی تو اُس مقام پر کفر و ایمان اُنکی صفت نہیں بن سکتے، اِس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ کفر کرے تو کفر کفر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اُس مقام پر کفر سے موصوف ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ ایں فنا ہا۔ فانی چیزیں جو شیخ سے متعلق ہیں وہ اُس کی حقیقتِ غیر فانی کیلئے پردہ ہیں اِسلئے عوام اُسکو نہیں دیکھ پاتے ہیں۔

پس سرِ[۱] ایں تن حجابِ آں سر ست
تو اِس جسم کا سر اُس سر کا پردہ ہے

پیشِ آں سر ایں سرِ تن کافر ست
اُس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے

کیست کافر غافل از ایمانِ شیخ
کافر کون ہے ؟ شیخ کے ایمان سے غافل

کیست مُردہ بیخبر از جانِ شیخ
مُردہ کون ہے ؟ شیخ کی جان سے بیخبر

جاں نباشد جز خبر در آزموں
آزمائش میں علم حاصل نہ ہونیکے سوا کسی اور چیز سے جان (ثابت) نہیں ہوتی

ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
جس کا علم بڑھا ہوا ہے اُس کی جان بڑھی ہوئی ہے

جانِ ما از جانِ حیواں بیشتر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے

از چہ زاں رُو کہ فزوں دارد خبر
کس وجہ سے ؟ اس لئے کہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے

پس فزوں از جانِ ما جانِ مَلک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے

کو منزّہ شد ز حسِّ مشترک[۲]
کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے

وز مَلک جانِ خداوندانِ دل
اور فرشتے سے اہلِ دل کی جان

باشد افزوں تو تحیّر را بہل
بڑھی ہوئی ہوگی ، تو حیرانی چھوڑ دے

زاں سبب آدمؑ بود مسجودِ شاں
اسی لئے آدمؑ اُن کے مسجود بنے

جانِ اُو افزوں تر ست از بودِ شاں
اُنکی جان اُن کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے

ورنہ بہتر را سجودِ دُوں ترے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا

امر کردن ہیچ نبوُد درخورے
حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا

کے پسندد عدل و لطفِ کردگار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی

کہ گُلے سجدہ کند در پیشِ خار
کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے

جاں[۳] چو افزوں شد گذشت از انتہا
جان جب بڑھ گئی ، انتہا سے گذر گئی

شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا
تمام چیزوں کی جانیں اُس کی فرمانبردار بنگئیں

مُرغ و ماہی و پری و آدمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی

زانکہ اُو بیش ست ایشاں در کمی
کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے ، وہ کمی میں ہیں

ماہیاں سوزنگرِ دلقش شوند
مچھلیاں اسکی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانیوالی بنجاتی ہیں

سوزناں را رشتہا تابع بوند
دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

تو وہ کانٹے کا مسجود نہیں ہوسکتا ہے۔

۳ جان چوں۔ جب اہل اللہ کی جان سب جانوں سے قوی ہے تو دیگر جانداروں کی جانیں اُنکے تابعِ فرمان ہیں اِسی لئے مچھلیاں حضرت ابراہیم ادہمؒ کی خادم بنگئیں اور اُنکی گدڑی سینے کیلئے سوئیاں لیکر نمودار ہوئیں۔

۱ سرِ ایں تن یعنی جسمانی سر اُسکے حقیقی سر کو چھپائے ہوئے ہے ان دونوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ مومن اور کافر میں، اِسی لئے اِس ظاہری پر تکفیر اور لعن وطعن ہوتا رہتا ہے۔ کیست۔ مولانا نے چونکہ شیخ کے جسمانی سر کو کافر کہا اب اُس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر اور مُردہ تو حقیقتاً شیخ کا منکر ہے اور اُسکے اوصاف سے جاہل ہے۔ جاں نباشد۔ علم جان کے لوازم میں سے ہے جبکہ وہ شیخ کے اوصاف سے جاہل ہے تو بے جان اور مُردہ ہے۔ علم کی کثرت اور قلت سے جان کی قوت اور کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔ جانِ ما۔ انسان کی جان حیوان کی جان سے زیادہ قوی ہے، چونکہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے۔ انسان کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم حاصل ہے حیوانات کا علم جزئیات تک محدود ہے۔

۲ حسِ مشترک۔ یعنی جو ادراک اور حواس انسان اور حیوان میں مشترک ہیں فرشتہ اُن سے بالاتر ہے لہٰذا کثرتِ معلومات کی بنا پر وہ انسان سے افضل ہے اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان افضل ہے۔ وز مَلک۔ اہل اللہ کی جان فرشتوں سے زیادہ قوی ہے اِسی لئے آدمؑ ملائکہ کے مسجود بنے۔ ورنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کی جان اور روح فرشتوں سے کم ہوتی تو افضل سے کمتر کو کیسے سجدہ کرایا جاتا۔ گُلے۔ پھول کانٹے سے افضل ہے

کم نہ گردد فضلِ اُستاد از عُلو
اُستاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہوجاتی
گر الف چیزے ندارد گوید او
اگرچہ وہ بچہ الف خالی ہے

ازپئے[1] تعلیم آں بستہ دہن
منہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے
گوید او حُطّی و ہوّز کلمن
وہ حُطّی اور ہوّز (اور) کلمن کہتا ہے

در زبانِ او بباید آمدن
اُس کی زبان میں آنا چاہیئے
از زبانِ خود برون باید شدن
اپنی زبان سے نکل جانا چاہیئے

تا بیاموزد ز تو او علم و فن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے
جُملگی از خود بباید گم شدن
اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہیئے

پس ہمہ خلقاں چو طفلانِ ویند
لہذا تمام مخلوق اُس کے بچے جیسے ہیں
لازم است ایں پیر را در وقتِ پند
نصیحت کے وقت یہ بات پیر کیلئے ضروری ہے

آں مُرید[2] شیخ بد گوینده را
شیخ کے مُرید نے بُرا کہنے والے کو
آں بکفر و گمرہی آگنده را
اُس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو

گفت تو خود را مزن بر تیغِ تیز
کہا، تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا
ہیں مکن با شاہ و با سلطاں ستیز
خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر

حوض با دریا اگر پہلو زند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا
خویش را از بیخ ہستی برکند
اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا

نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارا ہو تاکہ
تیرہ گردد او ز مُردارِ شما
تمہارے مُردار سے وہ گدلا ہو

کفر را حدست و اندازہ بداں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے، سمجھ لے
شیخ و نورِ شیخ را نبود کراں
شیخ اور اُس کے نور کا کنارا نہیں ہے

پیشِ[3] بیحد ہر چہ محدودست لاست
لامحدود کے سامنے محدود، معدوم ہے
کُلّ شَیْءٍ غیرَ وجہِ اللہ فناست
اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

کفر و ایماں نیست آنجائیکہ اوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے
زانکہ او مغزست ایں دو رنگ و پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت
یہ فانی چیزیں اُس ذات کا پردہ بنگئی ہیں
چوں چراغِ خفیہ اندر زیرِ طشت
جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو

[1] ازپئے تعلیم۔ بچے کو پڑھانے کے لئے حروف ابجد کا تلفظ کرتا ہے اور ابجد ہوز حطی کہتا ہے۔ در زبان۔ جو زبان وہ سمجھتا ہے اُسی لہجہ اور زبان میں اُس کو تعلیم دیتا ہے اپنے لہجہ اور زبان سے قطع نظر کر لیتا ہے پس ہمہ۔ شیخ کو بھی اپنے مریدوں کو اُنکی استعداد اور حالت کے مطابق تعلیم دینی چاہیئے۔

[2] آں مرید۔ اُس معترض سے کہا جو کفر اور گمراہی سے پُر تھا کہ شیخ کی مثال تیز تلوار اور شاہ کی ہے جس سے بھڑنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے نیست بحرے۔ چونکہ شیخ اخلاقِ خداوندی کے ساتھ متصف ہے لہذا وہ بھی لامحدود اور دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] پیشِ بیحد۔ جب شیخ لامحدود دریا ہے تو محدود کفر اُسکے اعتبار سے غیر موجود ہے خدا کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ کفر و ایمان۔ یہ دونوں بندوں کے فعل ہیں اور مقام فنا میں پہنچ کر جبکہ ذاتِ باری سے وحدت ہوگئی تو اُس مقام پر کفر و ایمان اُنکی صفت نہیں بن سکتے، اِس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ کفر کرے تو کفر کفر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اُس مقام پر کفر سے موصوف ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ ایں فناہا۔ فانی چیزیں جو شیخ سے متعلق ہیں وہ اُس کی حقیقت غیر فانی کیلئے پردہ ہیں اسلئے عوام اسکو نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

پس سرِ[۵۱] ایں تن حجابِ آں سرست — پیشِ آں سر ایں سرِ تن کافرست

تو اِس جسم کا سر اُس سر کا پردہ ہے — اُس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے

کیست کافر غافل از ایمانِ شیخ — کیست مُردہ بیخبر از جانِ شیخ

کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل — مُردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بیخبر

جاں نباشد جُز خبر در آزموں — ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں

آزمائش میں علم حاصل ہونیکے سوا کسی اور چیز کا نام جان (ثابت) نہیں ہوتی — جس کا علم بڑھا ہوا ہے اُس کی جان بڑھی ہوئی ہے

جانِ ما از جانِ حیواں بیشتر — از چہ زاں رُو کہ فزوں دارد خبر

ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے — کس وجہ سے؟ اس لئے کہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے

پس فزوں از جانِ ما جانِ مَلک — کو منزّہ شد ز حسِّ مشترک[۵۲]

ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے — کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے

وز مَلک جانِ خداوندانِ دل — باشد افزوں تو تحیّر را بہل

اور فرشتے سے اہلِ دل کی جان — بڑھی ہوئی ہوگی، تو حیرانی چھوڑ دے

زاں سبب آدمؑ بود مسجودِ شاں — جانِ او افزوں ترست از بودِ شاں

اِسی لئے آدمؑ اُن کے مسجود بنے — اُنکی جان اُن کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے

ورنہ بہتر را سجودِ دُوں ترے — اَمر کردن ہیچ نبُود در خورے

ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا — حُکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا

کے پسندد عدل و لُطفِ کردگار — کہ گُلے سجدہ کند در پیشِ خار

اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی — کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے

جاں[۵۳] چو افزوں شد گذشت از انتہا — شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا

جان جب بڑھ گئی، انتہا سے گذر گئی — تمام چیزوں کی جانیں اُس کی فرمانبردار بنگئیں

مُرغ و ماہی و پری و آدمی — زانکہ اُو بیش ست ایشاں در کمی

پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی — کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے، وہ کمی میں ہیں

ماہیاں سوزن گرِ دلقش شوند — سوزناں را رشتہا تابع بوند

مچھلیاں اسکی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانیوالی بنجاتی ہیں — دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

---

۵۱ سرِ ایں تن یعنی جسمانی سر اُسکے حقیقی سر کو چھپائے ہوئے ہے ان دونوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ مومن اور کافر میں، اِسی لئے اِس ظاہری پر تکفیر اور لعن و طعن ہوتا رہتا ہے۔ کیست۔ مولانا نے چونکہ شیخ کے جسمانی سر کو کافر کہا اب اُس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر اور مُردہ تو حقیقتاً شیخ کا منکر ہے اور اُسکے اوصاف سے جاہل ہے۔ جاں نباشد۔ علم جان کے لوازم میں سے ہے جبکہ وہ شیخ کے اوصاف سے جاہل ہے تو بے جان اور مُردہ ہے، علم کی کثرت اور قلت سے جان کی قوت اور کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔ جانِ ما۔ انسان کی جان حیوان کی جان سے زیادہ قوی ہے، چونکہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے۔ انسان کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم حاصل ہے حیوانات کا علم جزئیات تک محدود ہے۔

۵۲ حسِ مشترک۔ یعنی جو ادراک اور حواس انسان اور حیوان میں مشترک ہیں فرشتہ اُن سے بالا تر ہے لہٰذا کثرتِ معلومات کی بنا پر وہ انسان سے افضل ہو اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان افضل ہے۔ وز مَلک۔ اہل اللہ کی جان فرشتوں سے زیادہ قوی ہے اِسی لیے آدمؑ ملائکہ کے مسجود بنے۔ ورنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کی جان اور روح فرشتوں سے کم ہوتی تو افضل سے کمتر کو کیسے سجدہ کرایا جاتا۔ گُلے۔ پھول کانٹے سے افضل ہو تو وہ کانٹے کا مسجود نہیں ہو سکتا ہے۔

۵۳ جانِ چوں۔ جب اہل اللہ کی جان سب جانوں سے قوی ہے تو دیگر جانداروں کی جانیں اُنکے تابعِ فرمان ہیں اِسی لئے مچھلیاں حضرت ابراہیم ادہمؒ کی خادم بنگئیں اور اُن کی گدڑی سینے کیلئے سوئیاں لیکر نمودار ہوئیں۔

بقیۂ قصۂ ابراہیم ادہم قدس سرہٗ برلب دریا

حضرت ابراہیم ابن ادہم رح کے قصہ کا باقی دریا کے کنارے پر

چوں نفاذِ امرِ شیخ آں میر دید[1]
جب اُس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا

زآمدِ ماہی شدش وجدے پدید
مچھلیوں کی آمد سے اُس پر وجد طاری ہوگیا

گفت آہ ماہی زپیراں آگہ است
اُس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں

شُہ تنے راکو لعینِ درگہ است
اُس پر تُف ہے جو مردودِ بارگاہ ہے

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید
مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں، ہم دور ہیں

ما شقی زیں دولت و ایشاں سعید
ہم اس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں

سجدہ کرد و رفت گریان و خراب
اُس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہوگیا

گشت دیوانہ زعشقِ فتحِ باب
(اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہوگیا

پس تو اے ناشُستہ رُو در چیستی
تو، اے گندہ رُو! تو کس خیال میں ہے؟

در نزاع و در حسد با کیستی
کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟

با دُمِ شیرے تو بازی می کُنی
تو شیر کی دُم سے کھیل رہا ہے

بر ملائک تُرکتازی می کُنی
فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے

بد[2] چہ می گوئی تو خیرِ محض را
تو خالص خیر کو بُرا کیوں کہہ رہا ہے؟

ہاں[2] ترفع کم شمر ایں خفض را
خبردار! اس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ

بد چہ باشد مسِ محتاجِ مہاں
بد کیا ہوتا ہے؟ محتاج، ذلیل تانبہ

شیخ کہ بُود کیمیائے بیکراں
شیخ کیا ہوتا ہے؟ لامحدود کیمیا

مس اگر از کیمیا قابل نہ بُد
اگر تانبا، کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا

کیمیا از مس ہرگز مس نہ شُد
تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی

بد[3] چہ باشد سرکشِ آتش عمل
بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا

شیخ کہ بُود عینِ دریائے ازل
شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہٖ ازلی دریا

بد کہ باشد ظالمِ ظُلمت فزا
بد کون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانے والا ظالم

شیخ کہ بُود عکسِ انوارِ خدا
شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو

بد چہ باشد آتشِ پُر دود و سوز
بد کیا ہوتا ہے؟ دُھوئیں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ

شیخ آبِ کوثرے اندر تموز
شیخ ساون میں آبِ کوثر ہے

---

[1] چوں نفاذ۔ جب اُس امیر نے مچھلیوں کو حضرت ابراہیمؒ کے تابع فرمان دیکھا اور دیکھا کہ ایک مچھلی اُن کی سوئی لائی تو اُس پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ گفت۔ اُس سردار نے اپنی لاعلمی پر اظہارِ افسوس کیا کیونکہ اُس کے دل میں پہلے وسوسہ آچکا تھا اور شاہی چھوڑ کر فقر اختیار کرلینے پر متعجب تھا۔ فتح باب۔ چونکہ اُس پر اسرار کا دروازہ کُھل گیا اُسکے عشق میں دیوانہ ہوگیا۔ پس۔ اب پھر شیخ پر معترض کو خطاب ہے۔ بادمِ شیرے۔ شیر کی دُم سے کھیلنے والا یقیناً مارا جائیگا۔

[2] بد چہ می گوئی۔ اُس نے شیخ کو شرابی وغیرہ کہا تھا جو مجسّم نیکی تھے۔ ترفع۔ اپنے آپ کو بلند کرنا خفض پستی۔ بد چہ بود۔ بد تو وہ شخص ہے جو تانبے کی طرح ہے اور شیخ کا محتاج ہے جو کہ کیمیا کی طرح ہے مس۔ اگر کوئی مُرید فیض نہ حاصل کرے تو اُس سے شیخ میں کوئی نقصان نہیں پیدا ہوتا۔ تانبا اگر کیمیا کا اثر نہ قبول کرے تو کیمیا میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

[3] بد چہ باشد جس کے جہنّمی اعمال ہیں وہ بد ہے۔ شیخ ازلی دریا ہے۔ بد، ظالم اور ظلمت افزا ہے شیخ خدائی انوار کا پرتو ہے۔ تموز۔ ایک گرمی کا مہینہ ہے جو ہندی حساب سے تقریباً ساون میں آتا ہے۔

دائم۱؎ آتش را بترسانند ز آب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں

آب کے ترسید ہرگز ز التہاب
شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟

در رُخِ مہ عیب بینی می کُنی
تو چاند کے رُخ میں عیب بینی کر رہا ہے

در بہشتے خار چینی می کُنی
بہشت میں کانٹے چُن رہا ہے

گر۲؎ بہشت اندر روی اے خار جُو
اے کانٹے تلاش کرنیوالے! اگر تو بہشت میں جائیگا

ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا

می بپوشی آفتاب اندر گِلے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے

رخنہ می جوئی ز بدرِ کاملے
چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

آفتابے کہ بتابد در جہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے

بہرِ خُفّاشے کجا گردد نہاں
چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟

عَیبہا از ردِّ پیراں عیب شُد
عیب، پیروں کے رد کرنے سے عیب بنگئے

غَیبہا از رشکِ پیراں غیب شُد
(اسرار) غیب پیروں کے رشک کیوجہ سے غیب بنگئے

بس ہُنر از ردِّ آنہا عیب شُد
بہت سے ہُنر ہیں جو انکی ناپسندیدگی کیوجہ سے عیب بنگئے

بس یقیں کز رشکِ ایشاں ریب شُد
بہت سے یقین ہیں جو انکے رشک کیوجہ سے مشکوک ہوگئے

بارے۳؎ از دوری ز خدمت یار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بنجا

در ندامت چابک و پُرکار باش
ندامت میں چُست اور کارآمد بن جا

تا ازاں راہت نسیمے می رسد
تاکہ اُس راستہ سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے

آبِ رحمت راچہ بندی از حسد
حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟

گرچہ دوری دور می جُنبان تو دُم
اگرچہ تو دور ہے، دور سے ہی دُم ہلا

حَیثُما کُنتُم فَوَلُّوا وُجُوهَکُم
تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اُسکی طرف) پھیر لو

چوں خرے در گِل فتد از گامِ تیز
تیزروی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے

دم بدم جُنبد برائے عزمِ خیز
اُٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے

جائے را ہموار نہ کُند بہرِ باش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے

داند اُو کہ نیست آں جائے معاش
وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

۱؎ دائم۔ بد جبکہ آگ ہے اور شیخ آب کوثر تو آگ کو پانی سے نقصان پہنچتا ہے پانی کو آگ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ در رخِ مہ۔ شیخ آفتاب ہے اُسمیں کوئی عیب نہیں ہے۔ بہشت میں کانٹے کی تلاش سعیِ لاحاصل ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنا عیب ہے۔

۲؎ گر بہشت۔ اگر کوئی بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو خود اُس کا وجود کانٹا ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنیوالا خود عیب دار ہے۔ آفتاب۔ یعنی شیخ۔ گِل۔ یعنی عیوب۔ بدرِ کامل۔ یعنی شیخ۔ خُفّاش۔ چمگادڑ یعنی شیخ کا عیب جُو۔ عَیبہا۔ عیوب تو عیوب اسی وجہ سے بنے ہیں کہ اُن کو شیوخ نے اپنے اندر پسند نہیں کیا ہے۔ غَیبہا۔ اسرارِ غیبی اسی وجہ سے غیب ہیں کہ اُن کو شیوخ نے ظاہر کرنا گوارا نہیں کیا ہے۔ بس ہُنر۔ جس ہنر کو شیوخ پسند نہ کریں وہ ہنر نہیں ہے۔ جس یقین کو شیوخ یقین نہ سمجھیں وہ شک ہے۔

۳؎ بارے۔ آخر کار۔ ندامت۔ یعنی اب تک دربارِ شیخ پہنچنے کی شرمندگی۔ آبِ رحمت حسد کی وجہ سے اُنکے فیضان سے محروم نہ بن۔ می جنباں تو دُم۔ تو دُم ہلا یعنی محبت کر۔ حَیثُما کُنتُم۔ جس طرح سے قبلہ کا حکم ہے کہ دُور سے بھی اُس طرف رُخ کرکے نماز پڑھ لی جاتی ہے اسی طرح پیر بھی قبلہ ہے اُس کی طرف دور سے بھی رُخ کرنے سے فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ چوں خرے۔ گدھا دلدل میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے اور اُس کو جائے رہائش نہیں سمجھتا تو اگر انسان دنیاداری کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اُس کو نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حسِّ[1] تو از حسِّ خر کمتر بُدست
تیری حس گدھے کی حس سے بھی کم ہے
کہ دلِ تو زیں وَحلہا بر نجست
کہ تیرا دل اِن کیچڑوں سے باہر نہ نکلا

در وَحل تاویلِ رخصت می کُنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے
چوں نمی خواہی کزاں دل بر کَنی
چونکہ نہیں چاہتا کہ اُس سے دل ہٹائے

کایں روا باشد مرا من مُضطرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے، میں مجبور ہوں
حق نگیرد عاجزے را از کرم
اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا ہے

اے[2] چو کفتاری گرفتارِ فجور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجّو کی طرح ہے
ایں گرفتن را نہ بینی از غرور
دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں دیکھتا ہے

می بگویند اندروں کفتار نیست
(شکاری) کہتے ہیں: بجّو اندر نہیں ہے
از بروں جوئید کاندر غار نیست
باہر تلاش کرو، کیونکہ غار میں نہیں ہے

نیست در سوراخ گفتار اے پدر
اے ابّا! بجّو بھٹ میں نہیں ہے
رفت تازاں اُو بسوئے آبخور
وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے

ایں ہمی گویند و بندش می نہند
یہ کہتے ہیں اور اُس کو پھانس لیتے ہیں
اُو ہمی گوید ز من کے آگہند
وہ یہی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں؟

گر ز من آگاہ بودے ایں عدو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے
کے ندا کردے کہ ایں کفتار کو
تو یہ کب کہتے کہ یہ بجّو کہاں ہے؟

تاکہ بر بندند و بیرونش کُنند
تاکہ باندھ لیں اور اُس کو باہر نکال لیں
غافل آں کفتار ازاں ریشخند
بجّو اِس مذاق سے غافل ہے

دعوی[3] کردنِ آں شخص کہ حق تعالیٰ مرا نہ گیرد بگناہ و جوابِ گفتن شعیبؑ اُو را

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اُس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہدِ شعیبؑ
(حضرت) شعیبؑ کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا
کہ خدا از من بسے دیدست عیب
کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

چند دید از من گناہ و جُرمہا
اُس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں
وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے۔

---

[1] حسِّ تو۔ بدعمل اگر بداعمالی سے نجات پانے کی کوشش نہ کرے تو گدھے سے بدتر ہے۔ وحل۔ کیچڑ۔ دروحل۔ بعض بد اعمال اور کوتاہ عمل اپنی مجبوری کا اظہار کرکے اپنے آپ کو مُضطر قرار دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مجبور کو خدا معذور سمجھتا ہے یہ اُن کا نہایت غلط خیال ہے۔

[2] اے چو کفتاری۔ وہ گنہگار جس کا خیال ہے کہ اُس کے گناہوں پر خدا اُس کی گرفت نہیں کرتا ہے مولانا اُس کو اُس بجّو سے تعبیر کرتے ہیں جو شکاریوں کے طرزِ عمل سے دھوکے میں ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ می بگویند مشہور ہے کہ شکاری بجّو کے بھٹ پر کھڑے ہو کر آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ بجّو کو بھٹ سے باہر سمجھ رہے ہیں اور دراصل بجّو کو دھوکا دینے کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں، بجّو انکی گفتگو سے مطمئن ہو جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ رفت تازاں۔ یعنی بھاگتا ہوا پانی پینے گیا ہے۔ ریشخند۔ مذاق۔

[3] دعویٰ کردن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار گرفتار ہوتا ہے اور اُس کو اپنی گرفتاری کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ[1] گفت در گوشِ شعیبؑ
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا

در جوابِ او فصیح از راہِ غیب
صاف صاف جوابِ غیب کے راستہ سے

کہ بگفتی چند کردم من گناہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں

وز کرم نگرفت در جرمم الٰہ
اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے

عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ
اے بیوقوف! تو اُلٹی اور بالعکس بات کہتا ہے

اے رہا کردہ رہ و بگرفتہ تیہ
اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کئے ہوئے!

چند چندت گیرم و تو بے خبر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بے خبر ہے

در سلاسل ماندۂ پا تا بہ سر
پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے

زنگِ[2] تو بر توت اے دیگِ سیاہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے

کرد سیمائے درونت را تباہ
تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے

بر دلت زنگار بر زنگارہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ

جمع شد تا کور شد ز اسرارہا
جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا

گر زند آں دود بر دیگِ نوے
اگر نئی دیگ پر دُھواں لگے

آں اثر بنماید ار باشد جوے
وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جو کے برابر ہو

زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے

بر سفیدی آں سیہ رسوا شود
سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے

چوں سیہ شد دیگ پس تاثیرِ دود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دُھوئیں کی تاثیر

بعد ازاں بر وے کہ بیند اے عنود
اے سرکش! اِس کے بعد اُس پر کون دیکھتا ہے؟

مردِ آہنگر[3] کہ او زنگی بود
جو لوہار حبشی ہے

دود را با روش ہم رنگی بود
دھواں اُس کے چہرے کے ہم رنگ ہوتا ہے

مردِ رومی کو کند آہنگری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے

رویش ابلق گردد از دود آوری
دھواں دینے سے اُس کا چہرہ چتکبرا ہو جائیگا

پس نداند زود تاثیرِ گناہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے

تا بنالد زود گوید اے الٰہ
تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا!

چوں کند اصرار و بد پیشہ کند
جب اِصرار کرتا ہے اور بُرائی کو پیشہ بنا لیتا ہے

خاک اندر چشمِ اندیشہ کند
تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

---

[1] حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے بطور رومی اس کا جواب حضرت شعیبؑ سے فرمایا۔ عکس می گوئی یعنی تو واقعہ کے خلاف کہتا ہے گرفتار ہے اور کہتا ہے خدا میری گرفت نہیں کرتا ہے۔ رَہ۔ یعنی راہِ ہدایت۔ تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں بنی اسرائیل نے راستہ گم کر دیا تھا اور چالیس برس اُس میں چکر کاٹتے رہے یعنی گمراہی۔ سلاسل۔ سلسلہ کی جمع ہے، زنجیر۔

[2] زنگ۔ مسلسل گناہ کرنے والے کو اپنے گناہ کے اثر کا اور اُس پر گرفت کا احساس نہیں رہتا اس کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ گر زند۔ نئی دیگ پر دھوئیں کا اثر نمایاں ہوتا ہے جس پر تہ بہ تہ دھواں جم چکا ہو وہاں اثر نمودار نہیں ہوتا۔

[3] مردِ آہنگر۔ اگر حبشی لوہار ہو تو اُس کے چہرے کا رنگ خود کالا ہے دھوئیں کا اثر نمودار نہ ہوگا۔ رومی چونکہ گورا ہوتا ہے اُس کے چہرے پر دھوئیں کے دھبّے نمودار ہوں گے۔ پس نداند۔ جب اُس کو گناہ کا احساس ہی نہیں رہتا تو وہ یا خدا یا خدا کہہ کر کہاں روئیگا۔ اصرار۔ جمانا۔ خاک۔ اب اُس کو گناہ گناہ نظر نہیں آتا ہے۔

توبہ[1] نندیشد دگر شیریں شود — بر دلش آں جرم تا بیدیں شود

توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے، پھر میٹھا بن جاتا ہے — اُسکے دل پر وہ گناہ یہاں تک کہ وہ بیدین بنجاتا ہے

آں پشیمانی و یارب رفت ازو — شِست بر آئینہ زنگ ششصت تو

اُس سے وہ شرمندگی اور یارب (کہنا) جاتا رہا — ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا

آہنش را زنگہا خوردن گرفت — گوہرش را زنگ کم کردن گرفت

اُس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کردیا — اُسکے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کردیا

چوں نویسی کاغذِ اسپید بر — آں نبشتہ خواندہ آید در نظر

جب تو سفید کاغذ پر لکھے — وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے

چوں نویسی بر سرِ بنوشتہ خط — فہم ناید خواندنش گردد[2] غلط

جب تو لکھے ہوئے پر لکھے — سمجھ میں نہیں آتا ہے اُس کا پڑھنا غلط ہوجاتا ہے

کاں سیاہی بر سیاہی اوفتاد — ہر دو خط شد کور و معنیٰ رو نداد

اسلئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی — دونوں خط اندھے ہوگئے اور معنیٰ غائب ہوگئے

ور سوم بارہ نویسی بر سرش — پس سیہ کردی چو جانِ کافرش

اور اگر اُس پر تو تیسری بار لکھے — تو تُونے کافر کی جان کی طرح اُسکو بالکل کالا کردیا

پس چہ چارہ جز پناہِ چارہ گر — ناامیدی مس و اکسیرش نظر

تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟ — ناامیدی تانبا ہے اور اُس کی نظر اکسیر ہے

ناامیدیہا بہ پیشِ او نہید — تا ز دردِ بے دوا بیروں جہید

ناامیدیوں کو اُس کے سامنے رکھو — تاکہ لاعلاج درد سے نکل جاؤ

چوں[3] شعیب ایں نکتہا با وے بگفت — زاں دمِ جاں در دلِ او گل شگفت

جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس سے کہے — اُس روحانی پھونک سے اُسکے دل میں پھول کھلا

جانِ او بشنید وحیِ آسماں — گفت اگر بگرفت ما را کو نشاں

اُس کی جان نے آسمانی وحی سُنی — بولا، اگر اُس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟

گفت یارب دفعِ من می گوید او — آں گرفتن را نشاں می جوید او

اُن (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا! وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے — اُس گرفت کی علامت چاہتا ہے

گفت ستارم نگویم رازہاش — جز یکے رمزے برائے ابتلاش

(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اُسکے راز نہیں بتاتا ہوں — سوائے ایک اشارے کے اُسکی آزمائش کیلئے

---

[1] توبہ جب گناہ کے بارے میں گناہ کا تصور نہیں رہتا تو توبہ بھی نہیں کرتا ہے اور دین سے خارج ہوجاتا ہے۔ پشیمانی یعنی گناہ کرنے کی ندامت۔ شست۔ نشست کا مخفف ہے۔ آہنش دل کے لوہے کو گناہوں کا زنگ کھانا شروع کردیتا ہے اور دل کا گوہر بدرنگ ہوجاتا ہے۔ چوں نویسی سفید کاغذ پر لکھو گے تو کتابت نظر آئے گی لکھے پر لکھو گے تو کتابت کا اثر نہ معلوم ہوگا، یہی حال گناہ کا ہے۔ انسان شروع میں گناہ کرتا ہے تو گناہ کا اثر محسوس کرتا ہے، بار بار گناہ کرتا ہے تو اُس کا اثر نظر سے غائب ہوجاتا ہے۔

[2] گردد غلط۔ لکھے ہوئے پر لکھو گے تو پڑھ نہ سکو گے۔ ہر دو خط۔ پہلی اور اب کی تحریر نہ پڑھی جائیگی نہ اُنکے معانی سمجھ میں آئیں گے۔ جانِ کافر۔ کافر کو گناہوں کا احساس بالکل نہیں رہتا ہے۔ پس چہ چارہ۔ ایسے معصیت کار کی حالت بڑی خطرناک ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی مایوس نہ ہو اللہ کی نظرِ کرم اصلاح کرسکتی ہے۔ ناامیدیہا۔ اپنی مایوسیوں کو دربارِ خداوندی میں پیش کرکے اصلاحِ حال کی دعا کرے۔

[3] چوں شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ پر جو وحی نازل ہوئی وہ اُس گنہگار نے سُنی تو اُسکے دل میں کچھ روشنی پیدا ہوئی۔ گرفت لیکن پھر بھی گناہ پر خدا کی گرفت کی نشانی مانگنے لگا۔ ستار۔ پردہ پوش۔ رمز۔ اشارہ۔ ابتلا۔ آزمائش۔

یک نشان آنکه می گیرم ورا — آنکه طاعت دارد از صوم و دعا
اس کی علامت کہ میں اس کو پکڑتا ہوں ایک — یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے

وز نماز و از زکوٰۃ و غیر آں — لیک یک ذرہ ندارد ذوق جاں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی — لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے

می کند طاعات و افعال سنی — لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے — لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے

طاعتش نغز ست و معنیٰ نغز نے — جوزہا بسیار و در وے مغز نے
اسکی (ظاہری) عبادات اچھی ہیں اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے — اخروٹ بہت ہیں ان میں گری نہیں ہے

ذوق باید تا دہد طاعات بر — مغز باید تا دہد دانہ شجر
ذوق چاہیے تاکہ عبادات پھل دیں — گری چاہیے تاکہ دانہ درخت اگائے

دانۂ بے مغز کے گردد نہال — صورت بیجاں نباشد جز خیال
بے گری کا دانہ کب پودا بنتا ہے؟ — بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے

چوں شعیبؑ ایں نکتہا بروے بخواند — از تفکر ہمچو خر در گل بماند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس کو سنائے — سوچ میں دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کیطرح رہ گیا

بقیۂ قصۂ طعنہ زدن آں مرد بیگانہ بر شیخ و جواب مرید اورا
اس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ — کژ نگر باشد ہمیشہ چشم کاژ
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہا تھا — بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے

کہ منم بر حال زشت او گواہ — خمر خوارست و بد و کارش تباہ
کہ میں اس کی بری حالت کا گواہ ہوں — شرابی ہے اور برا ہے اور اس کا کام برباد ہے

کہ منش دیدم میان مجلسے — او ز تقویٰ عاری ست و مفلسے
کہ میں نے اس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے — وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

ور کہ باور نیست خیزی امشباں — تا بہ بینی فسق شیخت را عیاں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اٹھ — تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے

شب ببردش بر سر یک روزنے — گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
رات کو وہ اسے ایک روشندان پر لے گیا — بولا، دیکھ فسق اور مزے اڑانا

ف۱ یک نشان۔ گناہ پر گرفت کی ایک معمولی نشانی یہ ہے کہ گنہگار ہر طرح کی عبادت کرتا ہے لیکن ذوق اور لطف عبادت سے محروم رہتا ہے۔ سنی۔ بلند، روشن۔ چاشنی۔ لذت۔ طاعتش یعنی ظاہری عبادات تو ٹھیک ہیں لیکن وہ اس کے مغز اور روح سے محروم ہے اور اسکی عبادت ایسی ہے جیسے بے گری کا اخروٹ۔

ف۲ ذوق باید۔ جب تک ذوق عبادت حاصل نہ ہو جو بمنزلہ مغز کے ہے تو اس عبادت سے شجر و ثمر پیدا نہ ہوگا۔ نہال۔ پودا۔ صورت بے جان۔ بے جان تصویر۔ می لائید۔ بکواس کرتا تھا۔ ژاژ۔ بکواس۔ کاژ۔ بھینگا۔

ف۳ کہ منم معترض نے کہا میں اس شیخ کی بد چلنی کا گواہ ہوں وہ خرابی اور برا ہے۔ مجلسے۔ یعنی شراب کی محفل۔ مفلس۔ یعنی نیکیوں سے خالی۔ ور کہ۔ اگر تجھے یقین نہیں ہے تو آج رات میرے ساتھ چل اور آنکھوں سے دیکھ لے۔ روزنے۔ یعنی اس مجلس کے ایک روشندان کے پاس جہاں شیخ شراب کی مجلس میں تھا۔

بنگر آں سالوسِ روز و فسقِ شب — **روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب**

دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق — دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح رات میں ابولہب

روز عبداللہ اُورا گشتہ نام — **شب نعوذ باللہ و در دست جام**

دن میں اُس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا — رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام

دید شیشہ در کفِ آں پیر پُر — **گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر**

اُس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا — بولا، اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا

تو نمی گفتی کہ در جامِ شراب — **دیو می میزد بجِد ہر دم شتاب**

تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں — شیطان کوشش کر کے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے

گفت جامم را چناں پُر کردہ اند — **کاندرو اندر نگنجد یک سپند**

اُس (شیخ) نے کہا میرے جام کو انہوں نے اتنا بھر دیا ہے — کہ اُس کے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے

بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرہ — **ایں سخن را کژ شنیدہ غرہ**

دیکھ اِس میں کوئی ذرہ سماتا ہے — بہکے ہوئے نے اُس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا

جامِ ظاہر خمرِ ظاہر نیست ایں — **دور دار ایں راز شیخِ غیب بیں**

یہ ظاہری جام، ظاہری شراب نہیں ہے — غیب بین شیخ کو اُس سے دُور رکھ

جامِ مے ہستیِ شیخ ست اے فلیو — **کاندرو ایدر نہ گنجد بولِ دیو**

اے بیہودہ! جام شراب، شیخ کا وجود ہے — کہ اب اُس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سماتا ہے

پُر و مالامال از نورِ حق ست — **جامِ تن بشکست و نورِ مطلق ست**

وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور سے پُر اور مالامال ہے — جسم کا جام شکستہ ہو گیا ہے اور وہ مطلق نور ہے

نورِ خورشید ار بیفتد بر حدث — **او ہماں نور ست نپذیرد خبث**

سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے — وہ وہی نور ہے، نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے — **ہیں بزیر آ منکرا بنگر بوے**

شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب — خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے

آمد و دید انگبینِ خاص بود — **کور شد آں دشمنِ کور و کبود**

وہ آیا اور اُس نے دیکھا خالص شہد تھا — وہ اندھا، نیلا دشمن اندھا ہو گیا

بزیرآ - چونکہ یہ باتیں روشندان کے ذریعہ ہو رہی تھیں - دبد - یعنی اُس کے ہاتھ میں شراب نہ تھی بلکہ خالص شہد تھا۔

۱؎ سالوسِ روز - دن میں مکاری سے بزرگ بنا رہتا۔ فسقِ شب - یعنی رات کو فسق و فجور کرنا۔ ہمچوں - یعنی دن میں سنّتِ نبوی پر عمل ہے اور شب کو بولہبی میں مبتلا ہے۔ عبداللہ - یعنی خدا کا نیک بندہ۔ نعوذ باللہ - یعنی شیطان جس سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ غر - دھوکا، فریب۔ تو نمی گفتی - تو نے خود کہا تھا کہ شراب کے جام میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

۲؎ گفت - شیخ نے کہا کہ میرا جام اس قدر پُر ہے کہ اُس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سپند - حرمل، ایک دانہ ہے جس کی دھونی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دی جاتی ہے۔ کژ شنیدہ - یعنی شیخ کی بات کا مطلب وہ صحیح نہ سمجھا۔ شیخ نے جام سے جامِ شراب مُراد نہ لیا تھا بلکہ جامِ مے سے مراد شیخ کا اپنا وجود تھا۔ فلیو - بوزن نشیب، احمق بیہودہ۔ ایدر - بوزن دیگر، ایں جا، اکنوں۔

۳؎ پُر - پورا جسم نورِ حق سے پُر ہے اُس میں شیطان کے افراط کی گنجائش نہیں ہے۔ جامِ تن - بلکہ وہ تو اب مقامِ فنا میں ہے۔ نورِ خورشید - جبکہ شیخ نورِ مطلق ہے تو کوئی گندگی اور مقام اُسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے سورج کا نور اگر کوڑی پر پڑے تو اُس سے وہ نجس نہ ہوگا۔

گفت[۱] پیر آں دم مُریدِ خویش را — رَو برائے من بجو مے اے کیا
اُس وقت پیر نے اپنے مُرید سے کہا — ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو

کہ مرا رنج ست مُضطر گشتہ ام — من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہوگیا ہوں — میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں

در ضرورت ہست ہر مُردار پاک — بر سرِ مُنکر ز لعنت باد خاک
مجبوری میں ہر مُردار پاک ہے — مُنکر کے سر پر لعنت کی خاک ہو

گِرد خمخانہ بر آمد آں مُرید — بہرِ شیخ از ہر خُمے او مے چشید
وہ مُرید شراب خانہ کی جانب گیا — اُس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی

در ہمہ خُمخانہا اُو مے ندید — گشتہ بُد پُر از عسل خُمِّ نبیذ
اُس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی — شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے

گفت[۲] اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار — ہیچ خُمے در نمی بینم عُقار
اُس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟ — میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں

جملہ رنداں نزدِ آں شیخ آمدند — چشم گریاں دست بر سر می زدند
سب رند اُس شیخ کے پاس آئے — روتے ہوئے سروں کو پیٹتے تھے

در خرابات آمدی شیخِ اجل — جملہ مے‌ہا از قدومت شُد عسل
(کہ) اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے — آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں

کردہ مے را تو مبدّل از حدث — جانِ ما را ہم بدل کن از خبث
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا — ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے

گر شود[۳] عالم پُر از خون مال مال — کے خورد بندہ خدا اِلّا حلال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے — اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

گفتنِ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ

کہ تو بے مُصلّٰی بہر جا کہ میروی نماز میکنی
بے مصلے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہ رض روزے بہ پیغمبر بہ گفت — یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت
ایک دن (حضرت) عائشہ رض نے پیغمبر ص سے عرض کیا — یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں

---

[۱] گفت۔ شیخ نے اپنے مُرید کی بدگمانی دُور کرنے کے لئے اُس سے کہا۔ کہ مرا رنج یعنی میری تکلیف بھوک کی تکلیف سے بھی بڑھ گئی اور میں مُضطر کے حکم میں ہوں جس کے لئے جان بچانے کیلئے حرام چیز کھا لینا جائز ہو جاتا ہے۔ مخمصہ۔ قرآن پاک میں فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ یعنی جو بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف اُس کا جھکاؤ نہ ہو اور وہ حرام کھا لے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ منکر۔ یعنی جو اس جواز کا انکار کرے۔ پُر از عسل۔ یعنی ہر مٹکا بجائے شراب کے شہد سے بھرا ہوا تھا۔

[۲] گفت۔ مرید نے دوسرے شرابیوں سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے کسی مٹکے میں بھی شراب نہیں ہے۔ عُقار۔ شراب۔ جملہ رنداں۔ شیخ کی اس کرامت سے شرابی متاثر ہو گئے۔ خرابات۔ میخانہ۔ مبدّل از حدث۔ شراب ناپاک ہے شہد پاک ہے۔ خبث۔ یعنی گناہوں کی خباثت۔

[۳] گر شود۔ اللہ اپنے نیک بندوں کیلئے حلال روزی کی بہر حال سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔ آئندہ حکایت کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کیلئے ناپاک زمین کو بھی حکماً پاک بنا دیا ہے۔ بے مصلّی۔ یعنی زمین پر آپ کچھ

ہر کجا یابی نمازے می کُنی — می روی در خانۂ ناپاک و دنی[1]

جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں — آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں

بے مصلّیٰ می گذاری تو نماز — ہر کجا روئے زمیں بکشای راز

بغیر مصلّے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں — جہاں بھی روئے زمین ہو، راز بتائیے؟

گرچہ میدانی کہ ہر طفلِ پلید — کرد مستعمل بہر جا کہ رسید

اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ناپاک بچہ — جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کردیتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ از بہرِ مہاں — حق نجس را پاک کرد ایں را بداں

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کیلئے — اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے، اسکو سمجھ لے

سجدہ گاہم را ازاں رو لطفِ حق — پاک گردانید تا ہفتم طبق

اسلئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو — ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

ہاں وہاں ترکِ حسد کُن با شہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں

[2]خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے — ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا

کو اگر زہرے خورد شہدے شود — تو اگر شہدے خوری زہرے بود

کیونکہ وہ اگر زہر کھالے تو شہد بن جائیگا — تو اگر شہد کھائے، زہر ہوگا

کو بدل گشت و بدل شد کارِ او — لطف گشت و نور شد ہر نارِ او

کیونکہ وہ بدل گیا اور اُس کا کام بدل گیا — وہ محبت بن گیا، اُس کی آگ نور بنگئی ہے

قوّتِ حق بود مر بابیل را — ورنہ مرغے چوں کُشد مر پیل را

ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی — ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟

لشکرے را مرغکے چندے شکست — تا بدانی کاں صلابت[3] از حق ست

بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دیدی — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی

گر ترا وسواس آید زیں قبیل — رَو بخواں تو سورۂ اصحابِ فیل

اگر تجھے اِس سلسلہ میں شک ہو — جا، تو اصحابِ فیل کی سورۃ پڑھ لے

ور کُنی با اُو مرے و ہمسری — کافرم داں گر تو زیشاں سر بری

اگر تو اُس سے جھگڑا اور برابری کرے گا — مجھے کافر سمجھ اگر تو اُن سے جیت جائے

کشیدن موش مہارِ اُشترے را و معجب شدن موش در خود

چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آجانا

---

[1] دنی۔ کمتر درجہ کا۔ گرچہ میدانی۔ عموماً بچے پیشاب پاخانہ سے گھر کی زمین کو ناپاک کردیتے ہیں۔ مہاں۔ بزرگ، بڑے لوگ۔ سجدہ گاہم۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہماری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور باعثِ پاکی بنادی گئی ہے۔ یعنی میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہوں۔ دیگر امتوں کو حکم تھا کہ وہ صرف عبادتخانوں میں عبادت کریں، اور پانی نہ ہونیکی صورت میں زمین سے تیمم کرلینا تیرے لئے پاکی ہے۔

[2] کو اگر۔ خدا کا خاص بندہ اگر زہر بھی کھالے تو خدا اُس کی تاثیر بدل دیتا ہے اور وہ اُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ کا مصداق ہوتا ہے۔ تو اگر۔ ایک گنہگار کا نماز روزہ بھی مردود ہو جاتا ہے۔ قوتِ حق۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اپنی صفت کا پر تو ڈال دیتا ہے ورنہ ابابیل جیسا پرندہ ابرہہ کے ہاتھیوں کو کیسے شکست دیدیتا۔

[3] صلابت۔ سختی۔ سورہ۔ سورۃ الفیل میں ابابیلوں کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ ور کنی۔ بڑوں سے جھگڑا اور ہمسری کا دعویٰ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ کشیدن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہے نے اپنے سے بڑے اونٹ سے ہمسری کی اور شرمندہ ہوا۔ معجب۔ متکبر۔

موشکے در کفِ مہارِ اُشترے
ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں
در ربود و شد رواں اُو از مرے[1]
لے لی، اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

شتر با چُستی کہ با اُو شد رواں
جب اونٹ تیزی سے اُس کے ساتھ چلا
موش غرّہ شد کہ ہستم پہلواں
چوہے کو گھمنڈ ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں

بر شتر زد پرتوِ اندیشہ اش
اُس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا
گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اُس نے کہا تو خوش ہو لے میں تجھے دکھاؤں گا

تا بیامد بر لبِ جوئے بزرگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا
کاندرو گشتے زبوں پیلِ سُترگ
جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آجائے

موش آنجا ایستاد و خشک گشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا
گفت اشتر اے رفیقِ کوہ و دشت
اونٹ بولا، اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!

ایں توقف چیست حیرانی چرا
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟
پا بنہ مردانہ اندر جُو درآ
بہادری سے قدم بڑھا، نہر میں آجا

تو قلاوزی و پیش آہنگِ من[2]
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے
در میانِ رہ مباش و تن مزن
راستہ میں نہ رُک اور چُپ نہ ہو

گفت ایں جوئے شگرف و عمیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے
من ہمی ترسم زغرقاب اے رفیق
اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں

گفت اُشتر تا ببینم حدِّ آب
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگاؤں
پا درو بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا

گفت تا زانوست آب اے کور موش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے
از چہ حیراں گشتی و رفتی زہوش
تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا

گفت[3] مورِ تست مارا اژدہاست
(چوہے نے) کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا ہے
کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
اس لئے کہ ران اور ران میں بہت فرق ہے

گر ترا تا زانوست اے پر ہنر
اے ہنرمند! اگر تیری ران تک ہے
مر مرا صد گز گذشت از فرقِ سر
تو میرے سر کی چندیا سے سو گز اونچا ہے

گفت گستاخی مکن بارِ دگر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا
تا نسوزد جسم و جانت زیں شرر
کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان جل جائے

---

[1] مرے۔ مقابلہ، جھگڑا۔ پہلواں۔ یعنی مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اونٹ کو قابو میں کر رکھا ہے۔ اندیشہ۔ یعنی اونٹ کی ہمسری کا خیال۔ تا بیامد۔ ایسی نہر آگئی جس میں ہاتھی بھی نہ ٹھہر سکے۔ خشک گشت۔ یعنی نہر کے ڈر سے۔ توقف۔ ٹھہراؤ۔

[2] قلاوزی۔ راہنما۔ تن مزن۔ خاموش نہ ہو۔ شگرف۔ عجیب و غریب، خوفناک۔ غرقاب۔ پانی میں ڈوبنا۔ حدِ آب یعنی پانی کی گہرائی۔ کور موش۔ اندھا چوہا، چھچھوندر۔

[3] گفت۔ چوہے نے کہا کہ تیرے نزدیک معمولی اور چھوٹی چیز میرے لئے خطرناک اور بڑی ہے تیرے زانو اور میرے زانو میں بہت فرق ہے۔ فرقِ سر۔ سر کا وہ اگلا حصہ جس پر مانگ نکالی جاتی ہے۔ گستاخی۔ یعنی ہمسری کا دعویٰ۔ شرر۔ چنگاری۔

تو مرے با مثلِ خود موشاں بکن — با شتر مر موش را نبود سخن

تو اپنے جیسے چوہوں سے مقابلہ کر — چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے

گفت توبہ کردم از بہرِ خدا — بگذراں زیں آبِ مُہلک مر مرا

اُس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کیلئے — اِس مہلک پانی سے مجھے پار کردے

رحم آمد مر شتر را گفت ہیں — برجہ[۱] و بر کردبانِ من نشیں

اونٹ کو رحم آگیا، بولا، ہاں — کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا

ایں گذشتن شد مُسلّم مر مرا — بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا

میرا پار کرنا یقینی ہے — تجھ جیسے لاکھوں کو پار کردوں گا

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ — تا رسی از چاہ روزے سُوئے جاہ

جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر — تاکہ کسی دن کنویں سے نکل کر مرتبہ پر پہنچ جائے

تو رعیت باش چوں سلطاں نۂ — تک مراں چوں مردِ کشتیباں نۂ

تو رعیت بن جا جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے — گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملاح نہیں ہے

چوں[۲] نہ کامل دُکاں تنہا مگیر — دستِ خوش می باش تا گردی خمیر

جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دُکان نہ کر — تابع بن جا تاکہ تو خمیر بن جائے

چونکہ آزادیت ناید بندہ باش — ہیں مپوش اطلس برو ژندہ باش

جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا، غلام بن جا — خبردار! اطلس نہ پہن جا گدڑی میں رہ

اَنصِتوا را گوش کن خاموش باش — چوں زبانِ حق نگشتی گوش باش

"تم چپ رہو" کو سن، چپ رہ — جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بنجا

ور بگوئی[۳] مُشکل استفسار گو — با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو

تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر — شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر

ابتدائے کبر و کیں از شہوت است — راسخی شہوتت از عادت ست

تکبر اور کینہ کی ابتدا خواہش نفسانی سے ہے — خواہش نفسانی تیری کا جماؤ، عادت کی وجہ سے ہے

چوں ز عادت گشت محکم خوئے بد — خشم آید بر کسے کت واکشد

جب عادت کیوجہ سے بُری عادت پختہ ہوجائے — تجھے اُس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے

انسان ان بُرائیوں کو بار بار کرتا ہے تو نفس کی اِس خواہش میں جماؤ پیدا ہو جاتا ہے خشم اب اگر کوئی اُس بُرائی سے روکے تو غصہ آتا ہے۔

۱ برجہ - جہیدن بمعنی کودنا سے بنا ہے۔ کردباں - پالان، جھول۔ مسلّم - تسلیم شدہ، یقینی۔ چوں پیمبر - جب انسان میں صلاحیت نہ ہو تو صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تو رعیت باش - انسان کو اپنی حیثیت میں رہنا چاہیے۔ تک مراں - اگر کشتی بانی کی صلاحیت نہیں ہے تو کشتی کنارے کنارے لے جانی چاہیئے گہرائی میں نہ لے جانی چاہیئے۔

۲ چوں نہ - جب تک تجارت میں مہارت نہ ہو مستقل دکان نہ کرنی چاہیئے ورنہ نقصان ہوگا۔ دستِ خوش - تابع، مطیع، عاجز۔ خمیر - آٹے میں جب خمیر اٹھ جاتا ہے تب روٹی پکانے کے قابل ہوتا ہے چونکہ - آزادانہ زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو غلام بنا رہنا چاہیئے۔ اطلس - مشہور ریشمیں کپڑا ہے۔ ژندہ - گدڑی، غرضیکہ جب تک کمال حاصل نہ ہو کسی شیخ کے تابع رہنا ضروری ہے۔ اَنصِتوا - قرآن پاک میں ہے جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو یعنی جب تک وعظ و تلقین کی صلاحیت نہ ہو خاموشی سے شیخ کی نصیحت سنتا رہ۔

۳ ور بگوئی - اگر کوئی اشکال پیش آئے تو معترضانہ سوال نہ کر بلکہ تعلیم حاصل کرنے کے طور پر دریافت کرے۔ ابتداء - انسان بزرگوں سے ہمسری تکبر کی وجہ سے کرتا ہے یہ اور اس قسم کی برائیاں نفس کے تقاضہ سے پیدا ہوتی ہیں اور جب

چونکہ تو گلخوار[۱] گشتی ہر کہ اُو
چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے، جو بھی
وا کشد از گِل ترا باشد عدو
تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہوگا

بُت پرستاں چونکہ خُو با بُت کنند
بُت پرست چونکہ بُتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں
مانعانِ راہِ خود را دشمن اند
اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں

چونکہ کرد ابلیس خُو با سروری
چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہوگیا تھا
دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری
گدھے پن سے اُس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا

کہ بہ از من سرورے دیگر بُود
مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہوگا؟
تا کہ اُو مسجودِ چوں من کس شود
تاکہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے

سروری زہر ست جز آں روح را
اُس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے
کہ بُود تریاقِ لانی ز ابتدا
جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو

کوہ گر پُر مار شُد باکے مدار
پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پروا نہ کر
کو بُود اندر دروں تریاق زار
کیونکہ اُس میں تریاق زار ہوتا ہے

سروری چوں شد دماغت را ندیم
سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی
ہر کہ بشکستت شود خصمِ عظیم
جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہوگا

چوں[۲] خلافِ خُوئے تو گوید کسے
جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے
کینہا خیزد ترا با اُو بسے
تجھ میں اُس سے بہت سے کینے پیدا ہونگے

کہ مرا از خُوئے من بر میکند
کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے
خویش بر من میر و سرور میکند
اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے

چوں[۳] نباشد خُوئے بد سرکش درو
اُس میں جب کوئی بُری عادت ظہور پذیر نہ ہو
کے فروزد از خلاف آتش درو
تو مخالفت کی آگ اُس میں کیوں بھڑکے؟

چوں نباشد خُوئے بد مُحکم شدہ
جب اُس میں بُری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو
کے شود اندر خلاف آتشکدہ
تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟

با مُخالف اُو مُدارا می کند
وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے
در دلِ اُو خویش را جا می کند
اُس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے

زانکہ خُوئے بد بگشتت اُستوار
کیونکہ تیری عادت بڑی مضبوط ہوگئی ہے
مُور شہوت شد ز عادت ہمچو مار
نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہوگئی ہے

[۱] گلخوار: مٹی کھانے والا۔ چونکہ کرد: شیطان کو سرداری کی عادت پڑگئی تھی اِس لئے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ سروری: سرداری۔ زہر ست: حُبِ جاہ نفس کا بہت بڑا رذیلہ ہے۔ تریاقِ لانی: لان پہاڑ کا تریاق جو زہر کے ازالہ میں بہت زود اثر ہوتا ہے۔ کوہ: اولیاء اللہ کے پاس تریاق ہے لہٰذا جاہ و رتبہ کا سانپ اُن پر اثر نہیں کرتا ہے۔ ندیم: ہم مجلس، ساتھی۔ خصمِ عظیم: بڑا دشمن۔

[۲] چوں خلاف: جب کوئی کسی عادت کے خلاف اُس کو نصیحت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ نصیحت کرنے والا اپنی بڑائی اور سرداری جتاتا ہے۔

[۳] چوں نباشد: اگر انسان میں بُری عادت نہیں ہوتی ہے تو نصیحت سے اُس کو ناگواری نہیں ہوتی ہے۔ مُحکم: مضبوط۔ مدارا: خاطر تواضع۔ زانکہ: غصہ کی وجہ یہی ہے کہ تیری بُری عادت مستحکم ہوگئی ہے۔ مور: یعنی ادنیٰ نفسانی خواہش۔ مار: یعنی مہلک نفسانی خواہش۔

مارِ شہوت را بکُش در ابتدا[1] | ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال | ورنہ تیرا یہ سانپ اژدھا بن جائے گا

لیک ہر کس مُور بیند مارِ خویش | تو ز صاحبدل کُن استفسارِ خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے | تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے

ز ابتدا ایں مارِ شہوت را بکُش | ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہُش
نفسانی خواہش کے اس سانپ کو شروع میں مار ڈال | ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدھا بنجائے گا

تا نشد زر مِس نداند مَن مِسم[2] | تا نشد شہ دل نداند مُفلِسم
جبتک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں | جبتک دل شاہ نہ بنجائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں

خدمتِ اکسیر کُن مِس وار تو | جَور می کش اے دل از دلدار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر | اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر

کیست دلدار اہلِ دل نیکو بداں | کو چو روز و شب جہانست از جہاں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے اہلِ دل (ہے) | جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے

عیب کم گو بندۂ اللہ را | مُتّہم کم کُن بدزدی شاہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی ذکر | بادشاہ کو چوری نہ لگا

ورنہ باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں[3] | پس روِ ہر دیو باشی مُتّہماں
ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز تر بنجائے گا | اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بنجائے گا

کراماتِ آں درویش کہ در کشتی بدزدیش مُتّہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درونِ کشتئے | ساختہ از رختِ مردی پشتئے
ایک کشتی میں ایک درویش تھا | جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یاوہ شد ہمیانِ زر او خفتہ بود | جملہ را جُستند او را ہم نمود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہوگئی، وہ سویا ہوا تھا | اُنھوں نے سب کی تلاشی لی اُس (مالک) نے (اُنکو وہ درویش بھی دکھایا)

کیں فقیر خفتہ را جوئیم ہم | کرد بیدارش ز غم صاحب درم
اس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں | اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اُسکو بھی بیدار کیا

کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است | جملہ را جُستیم نتوانی تو رست
کہ اس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہوگئی ہے | ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو (بھی) نہ چھوٹ سکیگا

---

[1] مارِ شہوت۔ نفسانی خواہش کو ابتدا ہی میں دبا دینا چاہیے ورنہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ لیک۔ لیکن عیبدار اپنے عیب کو معمولی سمجھتا ہے۔ تو ز صاحبدل۔ کسی شیخ سے اس رذیلہ کا انجام دریافت کرلے۔

[2] تا نشد۔ جب انسان کا کوئی رذیلہ زائل ہوتا ہے تب وہ سمجھتا ہے کہ وہ رذیلہ کس قدر خطرناک تھا۔ تا نشد۔ ہر چیز ضد کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے۔ خدمتِ اکسیر۔ جو شیخ تیری حقیقت بدل دے وہ اکسیر ہے تو اسکے لئے بمنزلہ تانبے کے ہے۔ روز و شب۔ دن رات کو دنیا سے گریزاں مانا جاتا ہے صاحبدل بھی دنیا سے گریزاں اور متنفر ہوتا ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر تو اہل اللہ پر تہمت دھریگا تو حقیر ترین بن جائیگا، شیطان کا تابع ہو جائیگا۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بزرگوں پر تہمت دھرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ رختِ مردی۔ اُس کا اعتماد و بھروسہ صبر و قناعت پر تھا۔ یاوہ۔ گم، ضائع۔ او را یعنی مالک نے اُس سوئے ہوئے فقیر کو بھی لوگوں کو دکھایا۔ صاحب درم یعنی جسکی اشرفیاں گم ہوئی تھیں۔ چرمداں چمڑے کی تھیلی یعنی ہمیانی۔ جملہ را جستیم۔ ہم نے سب کی جامہ تلاشی لی ہے۔

دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق
گدڑی اُتار دے، گدڑی سے ننگا ہو جا

تا ز تو فارغ شود اوہامِ[1] خلق
تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں

گفت یا رب مر غلامت را خساں
اُس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے

متہم کردند فرماں در رساں
متہم کیا، حکم فرما دے

یا غیاثی عند کلِ کربۃٍ
اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس!

یا مُعاذی عند کلِ شدۃٍ
اے ہر مصیبت میں میری پناہ!

یا مجیبی عند کلِ دعوۃٍ
اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے!

یا ملاذی عند کلِ محنۃٍ
اے ہر مشقت میں میرے ملجا!

چوں بدرد آمد دلِ درویش زاں
جب اُس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی

سر بروں کردند ہر سو در زماں
فوراً ہر جانب سے سر نکالا

ماہیانِ بے حد از دریا ژرف
گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے

در دہانِ ہر یکے دُرِ شگرف
ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر
بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے

در دہانِ ہر یکے دُرّے چہ دُر
ہر ایک کے منہ میں موتی، کیسا (اچھا) موتی

ہر یکے[2] دُرِ خراجِ مملکتے
ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی

کز آلہ است ایں ندارد شرکتے
کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے

دُرِ چند انداخت در کشتی و جست
چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی

مر ہوا را ساخت کرسی و نشست
ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

خوش مربع چوں شہاں بر تختِ خویش
اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کیطرح اپنے تخت پر

اُو فرازِ اوج و کشتی اش بہ پیش
وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اسکے آگے

گفت[3] اُو کشتی شما را حق مرا
اُس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے میرا خدا ہے

تا نباشد با شما دزدِ گدا
تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے

تا کرا باشد خسارت زیں فراق
دیکھو اس جُدائی سے کس کا نقصان ہو

من خوشم جفتِ حق و از خلق طاق
میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں

نے مرا اُو تہمتِ دزدی نہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے

نے مہارم را بغمّازے دہد
نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے

[1] اوہامِ خلق۔ لوگوں کو تیرے اوپر بھی چوری کا گمان ہے۔ فرماں در رساں۔ کوئی حکم جاری فرما دے۔ غیاث۔ مدد۔ کُربۃ۔ مصیبت۔ مُعاذ۔ جائے پناہ۔ مُجیب۔ جواب دینے والا۔ مَلاذ۔ جائے پناہ۔ محنۃ۔ مشقت۔ چوں۔ جب فقیر کے دل سے آہ نکلی تو دریا میں چاروں طرف سے مچھلیاں نمودار ہوئیں۔ ژرف۔ گہرا۔ دُر۔ موتی۔ شگرف۔ عجیب۔ دُرّے چہ دُر۔ یعنی عجیب و غریب موتی۔

[2] ہر یکے۔ ہر مچھلی کے منہ میں ایسا بے مثل اور قیمتی موتی تھا جس کی قیمت ایک ملک کی آمدنی کی برابر تھی، چونکہ وہ بے مثل اللہ کی جانب سے تھا اسلئے خود بھی بے مثل تھا۔ دُرِ چند۔ درویش نے مچھلیوں سے چند موتی لے کر کشتی میں پھینک دیئے اور خود شاہوں کیطرح ہوا میں چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ مربع۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ فراز۔ اونچائی۔ اَوج۔ بلندی۔

[3] گفت۔ ہوا میں معلق ہو کر اُس فقیر نے کہا میں تمہاری کشتی میں نہ بیٹھوں گا تاکہ تم مجھ چور فقیر کے ساتھ نہ رہو۔ تا کرا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جدائی تمہارے لئے مُضر ہے یا میرے لئے اب میرا اور اللہ کا جوڑ ہے اور مخلوق سے میں علیحدہ ہوں۔ نے مرا۔ خدا نہ مجھ پر تہمت دھرتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ غمّاز۔ چغلخور۔

بانگ کردند اہلِ کشتی کاے ہمام[۵۱]
کشتی والے چیخے! اے بزرگ!

از چہ دادندت چنیں عالی مقام
تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟

گفت از تہمت نہادن بر فقیر
اُس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانیکی وجہ سے

وز حق آزاری پئے چیزے حقیر
اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کیوجہ سے

حاش للہ بل ز تعظیمِ شہاں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے

کہ نبودم بر فقیراں بد گماں
کہ میں فقیروں پر بد گمان نہ تھا

آں فقیرانِ لطیف و خوش نفس[۵۲]
وہ پاکیزہ، اور نیک دم فقیر

کز پئے تعظیمِ شاں آمد عبس
جنکی تعظیم کیلئے سورۂ عبس نازل ہوئی ہے

آں فقیری بہرِ پیچا پیچ نیست
وہ فقیری اینچ پینچ کے لئے نہیں ہے

بل پئے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
بلکہ اسلئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے

مُتّہم چوں دارم آنہا را کہ حق
میں ان کو کیسے مُتّہم بنا سکتا ہوں جبکہ اللہ نے

کرد امینِ مخزنِ ہفتم طبق
ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے

مُتّہم نفس ست نے عقلِ شریف
مُتّہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل

مُتّہم حسّ ست نے نورِ لطیف
مُتّہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور

نفسِ[۵۳] سوفسطائی آمد میزنش
نفس سوفسطائی ہے اُسکی سرزنش کر

کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
کیونکہ مارنا ہی اُسکے لائق ہے نہ اُس سے دلیل بیان کرنا

معجزہ بیند فروزد آں زماں
معجزہ دیکھتا ہے، اُس وقت منور ہوجاتا ہے

بعد ازاں گوید خیالے بود آں
اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا

ور حقیقت بود آں دیدِ عجب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا

چوں مقیمِ چشم نامد روز و شب
تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟

آں مقیمِ چشمِ پاکاں می بود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے

نے قرینِ چشمِ حیواں می شود
حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے

---

۵۱ ہمام۔ سردار، بزرگ، عالی مقام۔ یہ کرامت کہ ہوا کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ گفت از تہمت۔ درویش نے طنزاً کہا۔ یہ مقام فقیروں پر تہمت دھرنے اور معمولی چیز پر اللہ کا دل دکھانے سے ملا ہے۔ حاش للہ۔ پہلی بات تو طنزاً کہی تھی اب کرامات کا صحیح سبب بتایا۔

۵۲ آں فقیراں جن فقراء کی تعظیم سے یہ مقام حاصل ہوا ہے وہ پاک نفس فقراء ہیں جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی جبکہ آنحضورؐ نے ایسے ہی ایک فقیر سے ذرا بے التفاتی کا معاملہ کیا تھا۔ عبس۔ آنحضورؐ سرداران قریش سے گفتگو فرما رہے تھے اس اثناء میں عبداللہ بن ابن مکتوم نابینا آگئے اور کچھ سوال کر بیٹھے آنحضورؐ کو ناگوار گزرا اس پر سورہ عبس نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ آں فقیری۔ اللہ والوں کی فقیری کا تعلق مع اللہ کے لئے ہے لوگوں کو پھنسانے کیلئے۔ کرد امین جب اللہ کے نزدیک امین ہیں تو ان پر چوری کی تہمت کیسی۔ متہم یہ بزرگ مجسم عقل اور نور ہیں جو تہمت سے بری ہیں۔

۵۳ نفس۔ سوفسطائی فلاسفہ کا ایک فرقہ ہے جو اشیاء کی حقیقت کو نہیں مانتا ہے۔ اُن میں سے لاادریہ فرقہ ہے جو ہر دلیل کے بارے میں بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اُن کے بارے میں متکلمین نے کہا کہ اُن کے لئے صرف پانچویں کتاب یعنی لاٹھی دلیل ہے جب پٹیں گے تو اس حقیقت کے قائل ہو جائیں گے۔ معجزہ۔ یہ لوگ معجزہ کو بھی ایک حقیقت نہیں مانتے ہیں بلکہ محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حقیقت ہوتا تو مستقل طور پر نظر آنا چاہیئے تھا حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اگر حقیقتاً سانپ ہی تھی تو ہمیشہ سانپ نظر آتی، چاند اگر حقیقتاً شق ہوا تھا تو ہمیشہ پھٹا ہوا نظر آنا چاہیئے تھا۔ ایں مقیم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چونکہ ناپاک ہیں لہٰذا معجزہ جیسی پاک چیز اُنمیں نہیں ٹھہرتی ہے پاک نگاہوں میں وہ حقیقت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ مور جیسا حسین پرندہ تاریک کنویں میں نہیں ٹھہر سکتا ہے۔

کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ
کیونکہ وہ عجیب (نظارہ) اس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے

کے بود طاؤس اندر چاہِ تنگ
مور تنگ کنوئیں میں کب رہتا ہے؟

تا نگوئی[۱] مر مرا بسیار گو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ

من ز صد یک گویم و آں ہمچو مو
میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ (بھی) بال برابر

تشنیع صوفیاں پیشِ شیخ براں صوفی کہ بسیار می گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی برائی کی

پیشِ شیخ خانقاہے آمدند
(اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند دادِ جانِ ما
شیخ سے کہا، ہمارا انصاف

تو ازیں صوفی بجو اے پیشوا
اس صوفی سے کر دیجئے، اے پیشوا!

گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں
اس نے کہا، اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟

گفت ایں صوفی سہ خو[۲] دارد گراں
ایک نے کہا، یہ صوفی تین بری عادتیں رکھتا ہے

در سخن بسیار گو ہمچوں جرس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بجا رہا ہے

در خورش افزوں خورد از بست کس
کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے

ور بخسپد ہست چوں اصحابِ کہف
اگر سو جائے تو اصحابِ کہف کی طرح ہے

صوفیاں کردند پیشِ شیخ زحف
صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی

شیخ رو آورد سوئے آں فقیر
شیخ نے اس فقیر کی طرف رخ کیا

کہ ز ہر حالیکہ ہست اوساط گیر
کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر

در خبر[۳] خَیرُ الاُمُورِ اَوسَاطُھَا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں درمیانی درجہ بہتر ہے

نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا
خلطوں کا اعتدال مفید ہے

گر یکے خلطے فزوں شد از عرض
عارض کی وجہ سے اگر ایک خلط بڑھ جائے

در تنِ مردم پدید آید مرض
انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے

بر قرینِ خویش مفزا در صفت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ

کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
کیونکہ یہ یقیناً انجام کار جدائی پیدا کر دیتا ہے

نطقِ موسیٰؑ بود با اندازہ لیک
حضرت موسیٰؑ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن

ہم فزوں آمد ز گفتِ یارِ نیک
نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی

---

[۱] تا نگوئی۔ میری ناصحانہ تقریروں کی وجہ سے مجھ پر بسیار گوئی کا الزام نہ لگا تا اس لئے کہ بسیار گوئی ایک نسبتی چیز ہے۔ میرے اعتبار سے یہ بسیار گوئی نہیں ہے میں تو سو نصیحتوں میں بقدر ایک نصیحت کے بات کر رہا ہوں۔ تشنیع۔ برائی سے منسوب کرنا۔ اس حکایت کا مقصد بھی یہ ہے کہ اس درویش کی بسیار خوری اور بسیار گوئی اعتراض کرنیوالوں کی نسبت سے تھی خود اسکے اعتبار سے نہ تھی۔ شنعت۔ عیب، طعنہ۔ داد۔ انصاف۔

[۲] سہ خو۔ یعنی اس فقیر میں تین بری عادتیں ہیں۔ زیادہ باتیں کرتا ہے، زیادہ کھاتا ہے، زیادہ سوتا ہے۔ اصحاب کہف۔ یہ بزرگ غار میں صدیوں سے سو رہے ہیں۔ زحف۔ تیزی سے چلنا، حملہ کرنا۔ ہر حالیکہ۔ یعنی ہر معاملے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

[۳] در خبر۔ حدیث شریف ہے خَیرُ الاُمُورِ اَوسَاطُھَا یعنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے۔ اخلاطہا۔ بدن کی چاروں خلطیں سودا، صفرا، خون، بلغم اگر اعتدال پر رہتی ہیں تو صحت رہتی ہے ورنہ انسان مریض ہو جاتا ہے۔ عرض یعنی کسی عارض کی وجہ سے۔ در صفت یعنی جس طرح ساتھی کوئی کام کرے ویسا ہی تو کر اس سے بڑھ کر نہ کر ورنہ اختلاف پیدا ہو جائیگا۔ نطقِ موسیٰ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی باہمی گفتگو

آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق
وہ بڑھوتری (حضرت) خضرؑ سے جدائی بنگئی
گفت تو بگزیدی ہٰذا فراق
انھوں نے کہدیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے

موسیا بسیار گوئی[1] درگذر
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو
چند گوئی رو وصال آمد بسر
کتنا بولوگے؟ جاؤ، ساتھ ختم ہوا

موسیا بسیار گوئی خیز و رو
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، اٹھو اور جاؤ
ورنہ با من گنگ باش و کور شو
ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

ورنرفتی وز ستیزہ شستۂ
اگر تم نہ گئے، اور ضد سے بیٹھے رہے
تو بمعنیٰ رفتہ و بگستۂ
تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہوگئے ہو

چوں حدث کردی تو ناگاہ در نماز
جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہوگئے
گویدت سوئے طہارت رو بتاز
وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ، دوڑو

ورنرفتی خشک جنباں می شوی
اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو
خود نمازت رفت بنشیں اے غوی
اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی، بیٹھ جا

رو برِ آنہا[2] کہ ہم جفتِ تو اند
اُن کے پاس جا، جو تیرے جوڑ کے ہیں
عاشقانِ ورشنہ گفتِ تو اند
تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں

پاسباں بر خوابناکاں بر فزود
پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے
ماہیاں را پاسباں حاجت نبود
مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی

جامہ پوشاں را نظر بر گازر ست
کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر رہے
جانِ عریاں را تجلّی زیور ست
عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے

یا ز عریاناں[3] بیک سو باز رو
یا ننگوں سے علیحدہ ہوکر چل
یا چو ایشاں فارغ از تن جامہ شو
یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن

ورنمی تانی کہ کل عریاں شوی
اگر تو نہیں کرسکتا کہ بالکل ننگا ہو
جامہ کم کن تا رہِ اوسط روی
تو کپڑے کم کردے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

عُذر گفتن فقیر با آں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ سے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیر آں شیخ را احوال گفت
پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے
عذر را با آں غرامت کرد جفت
اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

---

[1] درگذر۔ معاف کر۔ وصال۔ یعنی ساتھ رہنا۔ ورنہ۔ جو کچھ میں کہوں اُنکے بارے میں سوال نہ کرو جو دیکھو اسپر اعتراض نہ کرو۔ بشستۂ۔ نشستۂ کا مخفف ہے۔ بمعنیٰ۔ یعنی میری مرضی کے بغیر ساتھ بھی رہ ہوگے تو بھی باطنی طور پر مجھ سے علیحدہ ہوگئے ہو۔ چوں حدث۔ اگر نماز میں کوئی ناپاک ہوجائے اور وہ پھر رکوع سجدے کرتا رہے تو بیکار ہے محض اٹھک بیٹھک ہے نماز نہیں ہے۔

[2] رو برِ آنہا۔ جو تیری طرح بسیار گو ہوں اور تیری طرح بسیار گوئی کے عاشق و مشتاق ہوں اُنکے ساتھ رہ۔ پاسباں۔ جب افادہ اور استفادہ ختم ہوگیا تو حاضری محض پہرہ داری ہے جس کی اہل اللہ کو ضرورت نہیں پہرہ داری کی ضرورت سونیوالوں کو ہوتی ہے اہل اللہ ہر وقت بیدار رہتے ہیں۔ جامہ پوشاں۔ کپڑے پہننے والوں اور دھوبی کا جوڑ ہے ننگے اور دھوبی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

[3] یا ز عریاناں۔ یا تو تم بھی علائقِ دنیوی قطع کرکے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ورنہ اُن سے علیحدگی اختیار کرلو۔ ورنمی تانی۔ اگر بالکلیہ دنیا سے غیر متعلق نہیں ہوسکتے ہو تو تعلق کو کم کرو۔ غرامت۔ تاوان، الزام۔

ہر سوالِ شیخ را داد اُو جواب
شیخ کے ہر سوال کا اُس نے جواب دیا
چوں جواباتِ[1] خضرؑ خوب و صواب
(حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب

آں جواباتِ سوالاتِ کلیمؑ
(حضرت موسیٰؑ) کلیم کے سوالوں کے جواب
کِش خضرؑ بنمود از ربِّ علیم
جو اُن کو خدائے علیم کی جانب سے (حضرت) خضرؑ نے دیئے

گشت مشکلہاش حل و افزوں ز یاد
اُن کی مشکلیں حل ہوگئیں اور مزید (یہ کہ)
از پئے ہر مشکلش مفتاح داد
اُن کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی

از خضرؑ درویش ہم میراث داشت
درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا
در جوابِ شیخ ہمت برگماشت
شیخ کے جواب میں توجہ کی

گفت راہِ اوسط ار چہ حکمت ست
(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے
لیک اوسط نیز ہم با نسبت ست
لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے

آبِ جُو[2] نسبت باشتر ہست کم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے
لیک باشد موش را آں ہمچو یم
لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے

ہر کرا باشد وظیفہ چار ناں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں
دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے

ور خورد ہر چار دور از اوسط ست
اگر وہ چاروں کھائے اوسط سے دور ہے
اُو اسیرِ حرص مانندِ بط ست
وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے

ہر کہ اُو را اشتہا دہ ناں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو
شش خورد می داں کہ اوسط آں بود
وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے

چوں[3] مرا پنجاہ ناں ست اشتہے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے
مر ترا شش گردہ، ہمدستیم نے
تجھے چھ روٹیوں کی، ہم برابر ہیں؟ نہیں

تو بدہ رکعت نماز آئی ملول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے
من بپانصد در نہ آیم در نحول
میں پانچسو سے بھی کمزور نہیں ہوتا

آں یکے تا کعبہ حافی می رود
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے
ویں یکے تا مسجد از خود می شود
اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہوجاتا ہے

---

[1] جواباتِ خضرؑ۔ حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو تسلی بخش جواب دیئے تھے۔ آں جوابات۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے سوالات کے جواب اللہ تعالےٰ نے حضرت خضرؑ کی زبان سے دلائے۔ گشت۔ حضرت موسیٰؑ کو جس قدر اشکالات پیش آئے تھے وہ اُن کے لئے یادداشت سے بھی زیادہ حل ہوگئے اور اشکال کے کھولنے کی کنجی انکے ہاتھ آگئی۔ از خضرؑ۔ اُس درویش کو بھی جوابدہی کے میراث حضرت خضرؑ سے حاصل تھی۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔ گفت۔ درویش نے جواب میں کہا بیشک درمیانی راہ دانائی کی بات ہے لیکن کسی چیز کا درمیانی ہونا نسبتی بات ہے ہر چیز کسی چیز کے اعتبار سے درمیانی ہے کسی چیز کے اعتبار سے کم ہے اور کسی چیز کے اعتبار سے زیادہ۔

[2] آبِ جو۔ پہلے قصہ میں نہر کا پانی اونٹ کے اعتبار سے کم تھا اور چوہے کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔ ہر کرا۔ جس کی خوراک چار روٹیاں ہوں اگر وہ دو یا تین کھائے تو درمیانی بات ہے اور اگر چار کھائے تو اوسط اور درمیانی بات نہ ہوگی۔ بط۔ بطخ ہر وقت کھاتی ہے۔ ہر کہ۔ جس کی خوراک دس روٹیاں ہیں اگر وہ چھ کھائے تو اوسط اور درمیانی بات ہے۔

[3] چوں مرا۔ پچاس روٹیاں کھانے والا اور چھ روٹیوں کی خوراک والا برابر نہیں ہیں۔ تو بدہ رکعت۔ ایک شخص نماز کی دس رکعتوں میں تھک جاتا ہے۔ تو دس رکعتیں اس کے اعتبار سے زیادہ ہیں ایک شخص پانچسو رکعتیں پڑھ کر بھی نہیں تھکتا اسکے اعتبار سے یہ دس رکعتیں کم ہیں۔ آں یکے۔ ایک شخص کعبہ تک ننگے پیر باآسانی جاسکتا ہے تو کعبہ تک ننگے پیر جانا اسکے اعتبار سے افراط نہیں ہے دوسرا شخص جو محلہ کی مسجد تک بھی ننگے پیر نہ جاسکے اسکے اعتبار سے وہ افراط ہے۔

آں ^۱ یکے در پاکبازی جاں بداد — وِیں دِگر جاں کَند تا یک ناں بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی — دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی

ایں وَسط در بانہایت می رَوَد — کہ مَرُورا اوّل و آخر بُوَد
یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے — جن کا اوّل اور آخر ہو

اوّل و آخر بباید تا دراں — در تصوّر گنجد اوسط یا میاں
اوّل اور آخر چاہیئے تاکہ ان میں — اوسط یا بیچ متصوّر ہو سکے

بے نہایت چوں ندارد دو طرف — کے بُوَد اُورا میانہ مُنصَرِف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے — تو اسکے لئے (افراط و تفریط سے) ہٹا ہوا درمیان کب ہو سکتا ہے

اوّل و آخر نشانش کس نداد — گفت لَوْ کَانَ لَہٗ الْبَحرُ مِدَادْ
اس کے اوّل اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا — فرمایا، خواہ اُس کی روشنائی سمندر ہوں

ہفت دریا گر شود کُلّی مَدید ^۲ — نیست مر پایاں شُدن را ہیچ اُمید
پورے سات سمندر اگر روشنائی بنیں — ختم ہونے کی کوئی اُمید نہیں ہے

باغ و بیشہ گر بُوَد یک سر قلم — زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں — اِس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہوگا

آں ہمہ حِبر و قلم فانی شود — وِیں حدیثِ بے عدد باقی بُوَد
وہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائینگے — یہ اَن گنت بات باقی رہے گی

حالتِ من خواب را ماند گہے — خواب پندارد مرا اُو را گمرہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے — اُس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے

چشمِ من خفتہ دلم بیدار داں — شکلِ ^۳ بیکارِ مرا برکار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا، میرے دل کو بیدار سمجھ — میری بے کار صورت کو باکار سمجھ

گفت پیغمبر کہ عَینایَ تَنَام — لَا یَنَامُ قَلْبِی عَنْ رَبِّ الْاَنَام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں — میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں سوتا ہے

گفت پیغمبر کہ خسپد چشمِ من — لیک کے خسپد دلم اندر وَسَن
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں — لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

۱ آں یکے۔ ایک پاکباز کے لئے جان دینا آسان ہے بخیل کی روٹی دینے میں جان نکلتی ہے۔ ایں وسط۔ ابتک تو اس درویش نے یہ سمجھایا تھا کہ میری خوراک انکے اعتبار سے زیادہ ہے لیکن میرے اعتبار سے وہ وسط درجہ ہے اب گفتگو کے بارے میں جواب دیتا ہے کہ درمیان اُس چیز کا ہوتا ہے جس کی ابتدا اور انتہا ہو تو اُس چیز کا وسط اور درمیان متعین ہو سکتا ہے لیکن لامحدود اور لامتناہی کا وسط متعین نہیں کیا جا سکتا کلمہ اور کلام لامحدود ہے۔ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا قرآن پاک میں ہے۔ مکمل لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّی لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّی وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا یعنی آپ کہدیجئے کہ میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے اگر سمندر روشنائی بنے تو سمندر ختم ہو جائیگا قبل اسکے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں۔ اگرچہ اُس جیسا اور سمندر مدد کیلئے لائیں یہ اللہ کے کلمات کے لئے آیت ہے لیکن مولانا نے اس سے مطلق کلمہ اور کلام مراد لیکر استدلال ذکر کر دیا ہے۔ ۲ مَدید۔ مداد کا ہم معنی ہے، روشنائی۔ باغ و بیشہ۔ تمام باغوں اور جنگلوں کی لکڑیوں کے قلم بنائے جائیں حبر روشنائی۔ حدیثِ بے عدد۔ اللہ کے کلمات۔ حالت۔ اب اُس درویش نے اپنی نیند کے بارے میں اعتراض کا جواب شروع کیا ہے —— ۳ شکلِ بیکار۔ یعنی جبکہ میں بظاہر سویا ہوا ہوں اُس وقت بھی دل یادِ خدا میں ہوتا ہے۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ تَنَامُ عَینَايَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے۔ وَسَن۔ نیند۔

چشمِ تو[1] بیدار و دل رفتہ بخواب — چشمِ من خفتہ دلم در فتحِ باب

تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے — میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں میرا دل غیب میں مشغول ہے

مَر دلم را پنج حسِّ دیگر ست — حسِّ دل را ہر دو عالم منظر ست

میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں — دل کے حس کیلئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

تو ز ضعف[2] خود مکُن در من نگاہ — بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ

تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ — تیرے لئے رات ہے، مجھ پر وہی رات صبح ہے

بر تو زنداں بر من آں زنداں چو باغ — عینِ مشغولی مرا گشتہ فراغ

تیرے لئے قیدخانہ ہے میرے لئے وہ قیدخانہ باغ جیسا ہے — تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے

پائے تو در گِل مرا گِل گشتہ گُل — مر ترا ماتم مرا سُور و دُہل

تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے — تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے

در زمینم با تو ساکن در محل — می دَوَم بر چرخِ ہفتم چوں زحل

میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں — ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں

ہمنشینت من نیم سایہ من ست — برتر از اندیشہا پایہ من ست

میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں، میرا سایہ ہے — میرا مرتبہ خیالات سے بالاتر ہے

زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام — خارج اندیشہ پویاں گشتہ ام

کیونکہ میں خیالات سے بالاتر ہو گیا ہوں — میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

حاکمِ اندیشہ[3] ام محکوم نے — زانکہ بنّا حاکم آمد بر بنے

میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں — کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے

جملہ خلقاں سُخرہ اندیشہ اند — زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند

تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے — اس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے

قاصداً خود را باندیشہ دہم — چوں بخواہم از میانشاں بر جہم

میں قصداً اپنے آپ کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں — جب چاہتا ہوں ان کے درمیان کود جاتا ہوں

من چو مُرغِ اوجم اندیشہ مگس — کے بُود بر من مگس را دسترس

میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے — مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟

---

[1] چشمِ تو بیدار۔ درویش نے معترض سے کہا۔ فتحِ باب۔ یعنی اسرارِ الٰہی کے دروازہ کی کشادگی۔ مَر دلم۔ حواسِ ظاہری کے علاوہ میرے دل کے بھی حواس ہیں۔ حواسِ ظاہر عالمِ دنیا کا ادراک کرتے ہیں دل کے حواس کا عالمِ آخرت منظر ہے۔ منظر۔ دیکھنے کی جگہ۔

[2] تو ز ضعف یعنی تو اپنی حالت پر مجھے قیاس نہ کر۔ تیرا دل خوابیدہ ہے میرا دل بیدار ہے تو تیری شب میری صبح ہے دنیاوی مشاغل تیرا قیدخانہ ہیں میں اس دنیا میں بھی باغ میں ہوں مشاغلِ دنیوی سے آزاد ہوں، مشاغلِ دنیوی میں تو مشغول ہے میں اُن سے فارغ ہوں۔ پائے تو۔ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور یہی دنیا میرے توجہ الی الحق کا ذریعہ ہے گویہ تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور خوشی کا ذریعہ ہے۔ دُہل۔ ڈھول جو عموماً شادیوں میں بجایا جاتا ہے۔ در زمینم۔ میں دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالمِ بالا کی سیر کرتا ہوں۔ سایہ من ست۔ میرا جسمِ ناسوتی تیرا ہم نشین ہے جو بمنزلہ سایہ کے ہے اور اصل روح ہے جو وحدت کی وجہ سے فکر و اندیشہ سے بالاتر ہے۔

[3] حاکمِ اندیشہ۔ مجھے اپنے خیالات پر پورا قابو ہے جس طرح بنانے والے کو عمارت پر قابو ہوتا ہے۔ جملہ خلقاں۔ عام لوگ اپنے خیالات کے تابع ہوتے ہیں اسی لئے غم و فکر میں مبتلا رہتے ہیں۔ قاصداً۔ اولیاء اللہ اپنے اوپر استغراق وغیرہ کی کیفیات طاری کرتے رہتے ہیں۔ من چو۔ بلند پرواز پرندہ پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے۔

قاصداً[1] زیر آیم از اوجِ بلند — تا شکستہ پایگاں بر من تنند
میں کبھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آجاتا ہوں — تاکہ شکستہ پا لوگ میرے چاروں طرف جمع ہو جائیں

چوں ملالم گیرد از سِفلی صفات — بر پرم ہمچوں طیورُ الصّافّات
نچلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں — الصافّات پرندوں کی طرح اوپر اُڑ جاتا ہوں

پرِ من رستست ہم از ذاتِ خویش — بر نچفسانم دو پرِ من با سریش
میرے پر اپنی ذات سے اُگے ہیں — میں اپنے دونوں پر سریش سے نہیں چپکاتا ہوں

جعفرِ طیار[2] رض را پر جاریہ ست — جعفرِ طرّار را پر عاریہ است
(حضرت) جعفر طیار رض کے پر چالو ہیں — جعفرِ طرّار کے پر مانگے ہوئے ہیں

نزدِ آنکہ لم یذق دعویست ایں — نزدِ سکّانِ اُفق معنیست ایں
جس نے مزا نہ چکھا ہو اُسکے لئے یہ باتیں محض دعویٰ ہیں — اُفق کے رہنے والوں کے لئے یہ حقیقت ہے

لاف و دعویٰ باشد ایں پیشِ غُراب — دیگِ تی و پُر یکے پیشِ ذُباب
کوّے کے سامنے یہ محض دعویٰ اور ڈینگ ہے — مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے

چونکہ در تو می شود لقمہ گہر — تن مزن چندانکہ بتوانی بخور
جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے — پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا

شیخ[3] روزے بہرِ دفعِ سوءِ ظن — در لگن قے کرد و پُر دُر شد لگن
ایک دن شیخ نے بد گمانی رفع کرنے کیلئے — سلپچی میں قے کر دی اور سلپچی موتیوں سے بھر گئی

گوہرِ معقول را محسوس کرد — پیرِ بینا بہرِ کم عقلیّ مرد
عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا — بینا پیر نے (اُس) شخص کی کم عقلی کیوجہ سے

چونکہ در معدہ شود پاکت پلید — قفل نہ بر حلق و پنہاں کن کلید
چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے — حلق پر تالا لگالے اور کنجی کو چھپا دے

ہر کہ در وے لقمہ شد نورِ جلال — ہر چہ خواہد گو بخور او را حلال
جس میں لقمہ اللہ (تعالےٰ) کا نور بنجائے — کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اُس کیلئے حلال ہے

---

[1] قاصداً۔ انبیاء اور اولیاءؑ اپنے مقام سے نزول اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام اُن سے مستفید ہو سکیں۔ چوں ملالم۔ جب عوام کی سطح اختیار کرنے سے ملال پیدا ہوتا ہے تو پھر عروج اختیار کر لیتے ہیں۔ پرِ من۔ یہ میرا عروج میرا ذاتی ہے، مستعار نہیں ہے۔

[2] جعفر طیار۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچیرے بھائی ہیں سنہ ھ میں غزوہ مُوتہ میں چند ہزار فوج کے ساتھ تین لاکھ فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے دونوں بازو کٹ جانے کے بعد شہید ہوئے تو آنحضور نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت میں دو بازو ایسے عنایت کر دیئے ہیں جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر چلے جاتے ہیں اِس بشارت کی وجہ سے اُن کا لقب طیارہ "بہت اُڑنے والا" اور ذوالجناحین "دو بازوؤں والا" ہے۔ طرّار۔ جعفرِ طرّار۔ جیب تراش جعفر عرب کا بہت چالاک شخص تھا جس نے دو فرضی بازو لگا رکھے تھے۔ نزدِ۔ اسرار کی یہ باتیں اُن لوگوں کے نزدیک محض دعویٰ ہیں جو اِس ذوق سے واقف نہیں۔ اصحابِ ذوق کیلئے یہ حقیقت ہیں۔ ایں۔ اسرار کا بیان۔ غُراب۔ کوّا جو چالاکی میں مشہور ہے۔ دیگ۔ مکھی کے لئے ایک ذرہ خوراک کافی ہے وہ دیگ کے بھرا اور خالی ہونے کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتی ہے۔

تی۔ تہی کا مخفف ہے۔ چونکہ۔ جبکہ لذیذ غذائیں شہوانی قوتوں کے اضافہ کا سبب بنیں تو حسبِ خواہش کھائی جا سکتی ہیں۔ —— [3] شیخ روزے۔ وہی درویش جو اپنی بسیار خوری کی معذرت کر رہے تھے انہوں نے کھایا ہوا قے کر کے دکھایا۔ گوہرِ معقول۔ کھانے کا گوہر بننا اگرچہ حقیقتاً نہیں ہوتا بلکہ وہ اولیاء کے پیٹ میں پُر انوار بنتا ہے لیکن اُنھوں نے بطور کرامت معنوی موتی کو ظاہری موتی بھی کر کے دکھا دیا۔ چونکہ۔ عوام اور راہِ سلوک طے کرنے والوں کے معدے میں پاک چیز پہنچ کر بھی ناپاک بن جاتی ہے اِس لئے اُن کو کم خوری چاہیئے۔

در بیان[۵۱] صدقِ دعوئ که محضِ معنی بود نزدیکِ صاحبِ حال و دوریٔ بیگانگاں

اُس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحبِ حال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اُس سے دُوری

گر تو ہستی آشنائے جانِ من — نیست دعویٰ گفتِ معنی لانِ من

اگر تو میری جان سے واقف ہے — میری حقیقت آشیانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

گر بگویم نیم شب پیشِ تو اَم — ہیں مترس از شب که من خویشِ تو اَم

اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں — خبردار، رات (ہونیکی وجہ) سے نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں

ایں[۲] دو دعویٰ پیشِ تو معنی بود — چوں شناسی بانگِ خویشاوندِ خود

یہ دونوں دعوے تیرے لئے حقیقت ہونگے — جبکہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے

پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک — ہر[۲] دو معنی بود پیشِ فہمِ نیک

سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں — دونوں دعوے اچھی سمجھ کیلئے حقیقت ہوں گے

قربِ آوازش گواہی می دہد — کایں دم از نزدیکِ یارے می جہد

آواز کا قرب گواہی دیتا ہے — کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آرہی ہے

لذتِ[۵۲] آوازِ خویشاوند نیز — شُد گوا بر صدقِ آں خویشِ عزیز

اُپنوں کی آواز کی لذت بھی — اُس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی

باز بے الہام احمق کو ز جہل — می نداند بانگِ بیگانہ ز اہل

پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے — غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے

پیشِ اُو دعویٰ بود گفتارِ اُو — جہلِ اُو شد مایۂ انکارِ اُو

اُس کے سامنے اُس کا دعویٰ (محض) گفتار ہوگی — اُس کا جہل اُس کے انکار کا سرمایہ ہوگا

پیشِ[۵۳] زیرک کاندرونش نورہاست — عینِ ایں آواز معنی بود راست

عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں — بعینہٖ یہ آواز صحیح حقیقت ہوتی ہے

یا بتازی گفت یک تازی زباں — که ہمی دانم زبانِ تازیاں

یا کوئی عربی زباں داں عربی میں کہے — کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں

عینِ تازی گفتنش معنی بود — گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود

اُس کا عربی میں بولنا حقیقت ہوگی — اگرچہ اُس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے

---

۵۱ در بیان ۔ اب چند مثالیں ایسی دیتے ہیں جن میں خود دعویٰ ہی دلیل ہوتا ہے اور وہ دعویٰ دلیل سے مستغنی ہوتا ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

گر تو ہستی ۔ اگر تو صاحبِ باطن ہے۔ دعویٰ یعنی جو دلیل کا محتاج ہو گفت معنی لان ۔ لان مخفف لانہ بمعنی آشیانہ ہے معنی لان یعنی لانۂ معنیٰ اور یہ مضاف و مضاف الیہ گفت کی صفت ہے۔ گر بگویم ۔ یہاں سے پہلی مثال ہے کہ بعض دعوے خود اپنی دلیل ہوتے ہیں کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔ ایں دو دعویٰ ۔ یعنی سامنے ہونا اور رشتہ دار ہونا ۔ فہم نیک ۔ عقلِ سلیم ان دونوں دعووں کو حقیقت سمجھے گی اور ثبوت کی طالب نہ ہوگی۔

۵۲ لذت ۔ رشتہ دار کی آواز کی لذت دعوے کی گواہ ہے۔ باز بے الہام ۔ جو اللہ کی جانب سے الہام سے محروم ہیں وہ اپنے اور بیگانہ کی آواز میں امتیاز نہیں کر سکتے ہیں اُن کے سامنے کسی بزرگ کا کچھ کہنا بیکار ہے وہ اپنی نادانی سے فوراً انکار کر دیتے ہیں۔

۵۳ پیشِ زیرک ۔ جو لوگ عقلمند ہیں اور اُن کو حق سے مناسبت ہے وہ فوراً بزرگوں کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور کسی دلیل کے بھی طالب نہیں ہوتے ۔ یا بتازی ۔ یہ دوسری مثال ہے کہ عربی داں کا عربی زبان میں دعویٰ خود دعویٰ اور دلیل ہے۔

یا نویسد کاتبے بر کاغذے
یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے
کاتب و خط خوانم و من ابجدے
میں لکھنے والا ہوں اور خط پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں

ایں نوشتہ گرچہ خود دعوی بود
یہ لکھا ہوا اگرچہ دعوے ہے
ہم نوشتہ شاہدِ معنی بود
لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ بھی ہے

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش
یا کوئی صوفی کہے کہ تو نے کل رات دیکھا
درمیانِ خواب سجّادہ بدوش
خواب میں کندھے پر مصلیٰ ڈالے ہوئے

من بدم آں و انچہ گفتم خواب در
وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا
با تو اندر خواب در شرحِ نظر
تجھسے نظر (وفکر) کی تشریح میں

گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن
یاد رکھ، بالے کی طرح کان میں ڈال لے
ایں سخن را پیشوائے ہوش کن
اس بات کو ہوش کا راہبر بنالے

چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن
جب تجھے وہ خواب یاد آئے گا، یہ بات
معجزہ نو باشد و رازِ کہن
نیا معجزہ ہوگی اور پرانا راز

گرچہ دعوی می نماید ایں ولے
اگرچہ یہ دعوی نظر آتا ہے، لیکن
جانِ صاحب واقعہ گوید بلے
صاحب واقعہ کا دل ہاں کہتا ہے

پس چو حکمت ضالۂ مومن بود
جبکہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے
آں ز ہر کہ بشنود موقن شود
اُسکو جس سے سنتا ہے یقین کرنیوالا ہوجاتا ہے

چونکہ خود را پیشِ او یابد فقط
جبکہ وہ اپنے آپ کو بالکل اسکے سامنے پاتا ہے
کے بود شک چوں کند خود را غلط
شک کب ہوسکتا ہے؟ اپنے آپکو غلط کیسے بناسکتا ہے؟

تشنہ را چوں بگوئی تو شتاب
جب تو پیاسے کو کہے، دوڑ
در قدح آبست و بستان زود آب
پیالے میں پانی ہے، جلد پانی لے لے

ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رو
کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعوی ہے، جا
از برم اے مدعی مہجور شو
اے مدعی! مجھ سے دور ہو

یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں
یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ
جنسِ آبست و ازاں ماءِ معیں
پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے

یا بطفلِ شیر مادر بانگ زد
یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو
کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد
کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں

۱؎ یا نویسد۔ یہ تیسری مثال ہے اگر کوئی شخص کاغذ پر یہ لکھے کہ میں حروفِ تہجی سے واقف ہوں اور لکھنا جانتا ہوں تو یہ دعوی بھی ہے اور خود دلیل بھی ہے۔ یا بگوید۔ یہ چوتھی مثال ہے اگر کوئی بزرگ کسی سے اُس کا رات کا دیکھا ہوا خواب بیان کردے اور یہ کہے کہ تم نے جو خواب میں ایک شخص دیکھا تھا اور اُس نے فلاں فلاں نصیحتیں کی تھیں وہ میں ہی تھا تو تم اُسکے دعوے کو فوراً مان لو گے اور کبھی مزید دلیل کے طالب نہ بنوگے۔ رازِ کہن۔ یعنی جو خواب میں دیکھا تھا۔ صاحبِ واقعہ۔ یعنی جس نے خواب دیکھا تھا۔

۲؎ پس چو حکمت۔ حکمت و دانائی کی بات کو مومن کی گم شدہ چیز قرار دیا گیا ہے۔ اپنی چیز گم کرنیوالا جب گم شدہ چیز کو دیکھتا ہے فوراً پہچان لیتا ہے اُس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ موقن۔ یقین کرنے والا۔ تشنہ۔ ایک مومن کے حکمت کو پہچان لینے کی مثال یہ ہے کہ اگر پیاسے سے کہا جائے کہ جلد آ جا پیالے میں پانی ہے لے لے تو فوراً دوڑ پڑیگا کبھی دلیل کا طالب ہوگا۔

۳؎ یا بطفل۔ اگر ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو کہتی ہے کہ جلد آجا میں دودھ پلادوں تو وہ بچہ فوراً اُس کا دعوی مان لیتا ہے اور کبھی دلیل کا طالب نہیں بنتا ہے۔

طفل گوید مادرا حجت بیار — تاکہ با شیرت بگیرم من قرار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟ — تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

در دلِ[1] ہر اُمتی کز حق مزہ ست — روی و آوازِ پیمبر معجزہ است
جس اُمتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے — پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے

چون پیمبر از برون بانگے زند — جانِ اُمت در درون سجدہ کُند
جب پیغمبر باہر سے پُکارتا ہے — اُمت کی رُوح اندر سجدہ کرتی ہے

زانکہ جنسِ بانگِ اُو اندر جہاں — از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں
اِس لئے کہ اُس کی آواز کی مانند دنیا میں — روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سُنی

آں غریب[2] از ذوقِ آوازِ غریب — در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجب آواز کے ذوق سے — سجدہ میں گرجاتا ہے اور اللہ (تعالےٰ) سے قریب ہوجاتا ہے

چون کُند سجدہ ز جان و دل غریب — از زبانِ حق شنید انّی قریب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے — اللہ (تعالےٰ) کی زبان سے سنتا ہے "بیشک میں قریب ہوں"

سجدہ کردنِ یحییٰ و مسیح یک دیگر را در شکمِ مادر

حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادرِ یحییٰ[3] چو حامل بُود از و — بُود با مریم نشستہ دو بدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب انسے حاملہ تھیں — (حضرت) مریمؑ کے رُو برو بیٹھی تھیں

مادرِ یحییٰ بمریمؑ در نہفت — پیشتر از وضعِ حملِ خویش گفت
(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے (حضرت) مریمؑ سے آہستہ سے — اپنے وضع حمل سے پہلے — کہا

کہ یقیں دیدم درونِ تو شہے ست — کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے — جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے

چون برابر اوفتادم با تو من — کرد سجدہ حملِ من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی — اے عقلمند! میرے حمل نے سجدہ کیا

این جنین مر آن جنیں را سجدہ کرد — کز سجودش در تنم اُفتاد درد
پیٹ کے اِس بچہ نے پیٹ کے اُس بچہ کو سجدہ کیا — جس کے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا

گفت مریمؑ من درونِ خویش ہم — سجدۂ دیدم ازیں طفلِ شکم
(حضرت) مریمؑ نے کہا میں نے بھی اپنے پیٹ میں — اِس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

---

[1] در دل۔ جن لوگوں کے دل میں ذوقِ حق ہوتا ہے نبی کا چہرہ اور اُس کی آواز ہی اُن کے لئے معجزہ ہوتی ہے وہ معجزے کے کبھی طالب نہیں ہوتے ہیں۔ چوں پیمبر۔ نبی کی دعوت پر فوراً اُن کی روح سرِ تسلیم خم کردیتی ہے۔

[2] غریب یعنی دنیا کا مسافر راہِ سلوک کا مسافر۔ آوازِ غریب۔ یعنی نبی کی عجیب آواز۔ در سجود آید۔ یعنی اطاعت کرلیتا ہے سرِ تسلیم خم کردیتا ہے۔ اِنّی قَرِیب۔ بیشک میں نزدیک ہوں قرآنِ پاک میں ہے جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو میں اُن سے قریب ہوں۔

[3] مادرِ یحییٰؑ یعنی حضرت زکریاؑ کی بیوی یہ حضرت یحییٰؑ کی ماں ہیں۔ مریمؑ حضرت مسیحؑ کی والدہ محترمہ۔ وضعِ حمل۔ بچہ جننا۔ درونِ تو۔ تیرے پیٹ میں۔ اولوالعزم۔ صاحبِ عزم و عزیمت پانچ بڑے رسول ہیں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، آنحضورؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ رسولِ آگاہ یعنی صاحبِ کتاب رسول۔ ذوالفطن۔ دانائی والا۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ کز سجودش۔ پیٹ کے بچہ کی حرکت سے ماں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گفت مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کی بچہ نے بھی تیرے پیٹ کے بچہ کو

اِشکال آوردنِ ناداناں بریں قصّہ

نادانوں کا اِس قصّہ پر اِشکال لانا

ابلہاں گویند ایں[1] افسانہ را
بے وقوف کہتے ہیں کہ اِس قصّہ پر
خط بکش زیرا دروغ ست و خطا
لکیر کھینچ دے، کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے

زانکہ مریمؑ وقتِ وضعِ حملِ خویش
کیونکہ (حضرت) مریمؑ اپنے وضعِ حمل کے وقت
بُود از بیگانہ دور و ہم زخویش
اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی

مریمؑ اندر حمل جُفتِ کس نشد
(حضرت) مریمؑ حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں
از برونِ شہر اُو واپس نشد
وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں

از برونِ شہر آں شیریں فسوں
وہ شیریں دم شہر کے باہر سے
تا نشُد فارغ نیامد خود درُوں
جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں

چوں[2] بزادش آنگہانش بر کنار
جب اُن کو جن لیا، اُس وقت بغل میں
برگرفت و بُرد تا پیشِ تبار
لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں

مادرِ یحییٰؑ کجا دیدش کہ تا
(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے اُنکو کہاں دیکھا تاکہ
گوید اُو را ایں سخن در ماجرا
قصّہ میں اُن سے یہ بات کہیں

جوابِ اشکال و بیانِ مقصود از قصّہ

اشکال کا جواب اور قصّہ کا مقصد

ایں بداند کانکہ اہلِ خاطر ست
اِس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحبِ دل ہے
غائبِ آفاق اُو را حاضر ست
غائب دنیا اُس کے سامنے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آید در نظر
(حضرت) مریمؑ کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے
مادرِ یحییٰؑ کہ دور ست از بصر
(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ جو دیکھنے میں دُور ہیں

دیدہا[3] بستہ ببیند دوست را
آنکھیں بند کیے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہو
چوں مشبّک کردہ باشد پوست را
جبکہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

ور ندیدش نز برون و نز درُوں
اگر اُنھوں نے اُنھیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر
از حکایت گیر معنیٰ اے زبوں
اے عاجز! تو قصّہ سے نتیجہ اخذ کر لے

نے چناں کافسانہا بشنیدہ
کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصّے سُنے ہیں
ہمچو شیں بر نقشِ اُو چسپیدہ
(اور) شین کی طرح اُنکے نقش سے تو چپٹ گیا ہو

---

[1] ایں افسانہ۔ یعنی دونوں حمل کے ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصّہ۔ خط بکش۔ قلم پھیر دے۔ زانکہ۔ قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کے قصّہ میں ہے فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا "اسپر مریمؑ کو حمل رہ گیا وہ حمل لیکر کہیں الگ دُور کے مکان میں ہو بیٹھیں۔ یعنی حضرت مریمؑ کے حالتِ حمل میں انکے پاس کوئی دوسرا نہ تھا۔ واپس نہ شد۔ وہ شہر سے نکل کر چلی گئیں تھیں لہٰذا وہاں حضرت یحییٰؑ کی والدہ کہاں تھیں۔ شیریں فسوں۔ حضرت مریمؑ۔

[2] چوں بزادش۔ قرآن پاک میں ہے فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ "وہ مریم اُس بچّہ کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائیں"۔ تبار۔ خاندان، قبیلہ۔ ایں بداند۔ اِس قصّہ کو وہ سمجھ سکتا ہے جو ایسا صاحبِ دل ہو کہ غائب از نظر چیزیں بھی اُسکے سامنے ہوں۔ پیشِ مریم۔ ایک جواب یہ ہے کہ دونوں میں باہمی روحانی طور پر گفتگو ہوئی ہو۔

[3] دیدہا بستہ۔ جن لوگوں نے مجاہدات کے ذریعہ اپنے بدن کو چھلنی بنا دیا ہو وہ آنکھیں بند کر کے دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔ ور ندیدش۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت مریمؑ نے حضرت یحییٰؑ کی والدہ کو نہ ظاہری طور پر دیکھا اور نہ باطنی طور پر اور قصّہ غلط بھی ہو تو نتیجہ جو صحیح ہے اُسپر عمل کرو یعنی اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم کرو۔ نے چناں۔ تم سب افسانے سُنتے ہو جن کا نفس الامر میں وجود نہیں ہوتا لیکن دلچسپی سے اُنکو سنکر صحیح نتیجہ نکال لیتے ہو۔ ہمچو شیں۔ حرفِ شین لفظ نقش کیساتھ ایسا جُڑا ہوا ہے کہ اُسکی اُس سے علیحدگی ناممکن ہے۔

تا ہمی گفت آں کلیلہ[1] بے زباں
حتیٰ کہ بے زباں اُس کلیلہ نے کہا

چوں سخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سُن لی؟

ور بدانستند لحنِ ہم دگر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے

فہمِ اُو چوں کرد بے نطق ایں بشر
بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا؟

درمیانِ[2] شیر و گاو آں دمنہ چوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح

شُد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا

چوں وزیرِ شیر شد گاوِ نبیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا؟

چوں ز عکسِ ماہ ترساں گشت پیل
ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟

ایں کلیلہ دمنہ جملہ افتری ست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے

ورنہ کے با زاغ لکلک را مریست
ورنہ کوّے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟

اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے

اندرو معنی مثالِ دانہ ایست
اُس میں معنی دانہ کی طرح ہے

دانۂ معنی بگیرد مردِ عقل
عقلمند انسان معنی کا دانہ لے لیتا ہے

ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل
پیمانہ کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ وہ منتقل ہو گیا

در بیانِ[3] ماجرائے شمع و پروانہ و گل و بلبل وغیرہ

شمع اور پروانہ اور گل و بلبل وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گُل گوش دار
بلبل اور گُل کا قصہ سُن

گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

ماجرائے شمع با پروانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ، تو

بشنو و معنی گزیں زافسانہ تو
سُن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے

گرچہ گفتے نیست سرِّ گفت ہست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے

ہیں ببالا پَر مپر چوں جغد پست
خبردار! اونچا اُڑ چغد کی طرح نیچے نہ اُڑ

گفت در شطرنج کایں خانہ رخ است
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رُخ کا گھر ہے

گفت خانہ اَش کجا آمد بدست
(دوسرے نے) کہا اُسکو گھر کہاں سے مل گیا؟

خانہ را بخرید یا میراث یافت
اس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا

فرخ آنکس کو سوئے معنی شتافت
مبارک ہے وہ شخص جو معنی کی طرف دوڑا

[1] کلیلہ و دمنہ۔ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جن کا باہمی مکالمہ وغیرہ اِس کتاب میں درج ہے اُسمیں مذکور ہے کہ کلیلہ نے بغیر زبان کے یہ کہا تو بتاؤ کہ دمنہ کی بات بغیر بتائے اُسنے کیسے سُن لی جو بغیر زبان کے جواب کی نوبت آئی اچھا وہ اگر آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی تھے تو یہ انسان صاحب اُس کو کیسے سمجھ گئے جو نقل کر رہے ہیں۔

[2] درمیاں۔ اُسمیں لکھا ہے دمنہ، شیر اور بیل کے درمیان ایلچی بنا اور پھر اُس نے دونوں کو دھوکا دیدیا۔ چون وزیر۔ اُسمیں لکھا ہے کہ ایک بیل ایک شیر کا وزیر تھا اور ایک ہاتھی چاند کے عکس سے بدک گیا۔ ایں کلیلہ۔ غرضیکہ سارا کلیلہ دمنہ کا قصہ جھوٹ ہے ورنہ کوّے اور لقلق کا کیا جھگڑا۔ اے برادر۔ لیکن اِن تمام قصّوں سے نتایج اخذ کر لئے جاتے ہیں لفظوں کی مثال پیمانہ کی سی ہے اور معنیٰ کی مثال غلّہ کی سی ہے مقصود غلّہ ہے نہ کہ پیمانہ۔

[3] در بیان۔ شمع و پروانہ اور گُل و بُلبل کے افسانے بھی اسی قبیل سے ہیں کہ اُن سے مقصود معنیٰ اور نتایج کا اخذ کرنا ہے۔ گرچہ گفتے۔ گُل و بُلبل کی آپس میں کبھی باتیں نہیں ہوئیں۔ گرچہ۔ ان خبروں میں اگرچہ گفتگو اور کلام نہیں ہوتا لیکن مقصدِ کلام جو نتیجہ ہے وہ حاصل ہے۔ گفت در شطرنج۔ لفظی کج بحثی کی مثال ہے یہ رخ۔

گفت نحوی[1] زید عمرواً قد ضرب
نحوی نے کہا زید نے عمرو کو مارا

گفت چونش کرد بے جرمے ادب
(شاگرد نے) کہا اُسکو بے خطا کیوں سزا دی؟

عمرو را جرمش چہ بُد کاں زید خام
عمرو کی کیا خطا تھی؟ کہ اُس نالائق زید نے

بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
اُس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا

گفت ایں پیمانۂ معنیٰ بُود
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنیٰ کا پیمانہ ہوتے ہیں

گیر معنیٰ را کہ پیمانہ است رد
معنیٰ کو لے لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے

زید و عمرو از بہرِ اعراب ست و ساز
زید اور عمرو اعراب (بتانے) کیلئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں

گر دروغ ست آں تو با اعراب ساز
اگر وہ جھوٹ بھی ہے تو اعراب کو سمجھ لے

گفت نے من آں ندانم عمرو را
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا، عمرو کو

زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
زید نے بلا قصور اور بلا خطا کیوں مارا!

گفت زو لاچار و لاغے برکشود
(نحوی نے) اُس سے مجبوراً مذاق شروع کر دی

عمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
عمرو نے ایک واؤ زیادہ چُرائی تھی

زید واقف گشت دزدش را بزد
زید کو پتہ چل گیا اُس نے اپنے چور کو مارا

چونکہ از حد بُرد او را حد سزد
چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اِس کیلئے سزا مناسب تھی

پذیرا[2] آمدنِ سخنِ باطل در دلِ باطلاں
باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اُتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل سے مان لیا

کژ نماید راست در پیشِ کژاں
ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے

گر بگوئی احولے را مہ یکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے

گویدت نے دوست و در حادث شکے ست
وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے

ور بر و خندد کسے گوید دو است
اور اگر اُس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں

راست دارد ایں سزائے بد خواست
سچ سمجھ لے گا، بدخصلت کی سزا یہی ہے

بر دروغاں[3] جمع می آید دروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے

لِلْخَبِيثَاتِ الْخَبِيثُونَ زد فروغ
خبیث لوگ خبیث عورتوں کیلئے ہیں، واضح ہے

دل فراخاں را بود دستِ فراخ
فراخدلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے

چشم کوراں را عثار سنگلاخ
اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں

---

[1] گفت نحوی۔ قد ضرب زیدٌ عمرواً نحو میں عام طور پر جملہ کی مثال اور فاعل پر پیش اور مفعول پر زبر آنے کی یہ مثال دی جاتی ہے۔ عُمَر اور عَمرو میں فرق کیلئے عمرو میں ایک واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے، مثال کا اصل مقصد سمجھنے کی بجائے یہ سوالات کرنا لفظی کج بحثی ہے۔ گفت ایں۔ اُستاد نے سمجھایا کہ مثال کا اصل مقصد سمجھ لے۔ گر دروغ ست۔ اگر زید نے عمرو کو نہیں مارا اور یہ جھوٹ بھی ہے تو تجھے اِس سے کیا بحث تو اصل مقصد سمجھ لے۔ گفت نے۔ شاگرد اصل بات سمجھنے کو تیار نہیں ہوا اور پھر یہی دریافت کرنے لگا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔ لاغ۔ مذاق۔ عمرو۔ اُسمیں جو واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے وہ اُسنے چرالی تھی اسلئے اسکو مارا ہے۔ حد۔ سزا۔

[2] پذیرا۔ غلط آدمیوں کو غلط باتیں پسند آتی ہیں۔ کژ۔ کج۔ کژاں۔ کج ہیں۔ گر بگوئی۔ بھینگا چاند کے ایک ہونے کو تسلیم نہ کرے گا چاند کا دو ہونا جو غلط ہے اُسکو تسلیم کر لے گا۔

[3] بر دروغاں۔ یعنی جھوٹے جھوٹ کو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ دل فراخاں۔ وسیع القلب لوگ۔ عثار۔ ٹھوکر کھانا پھسلنا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

ہر کہ او جنس دروغ ست اے پسر | راست پیشِ او نباشد معتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے | سچ اس کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے

ہر کرا دندانِ صدقے رستہ شد | از دروغ و از خباثت رستہ شد
جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں | وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

جستن[۱] آں درخت کہ ہر کہ میوہ آں خورد ہرگز نمیرد
اُس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اُس کا میوہ کھائے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں | کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے داستان کے طور پر کہا | کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے

ہر کسے کز میوہ او خورد و برد | نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد
کہ جس کسی نے اس کا میوہ کھایا اور حاصل کر لیا | نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا

بادشاہے ایں شنید از صادقے | بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سن لیا | درخت اور اس کے میوے کا عاشق ہو گیا

قاصد دانا ز دیوانِ ادب | سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد | تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

سالہا می گشت آں قاصد ازو[۲] | گردِ ہندستاں برائے جستجو
اُس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا | تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف

شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت | نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما | نہ کوئی جزیرہ بچا، نہ پہاڑ، نہ جنگل

ہر کرا پرسید کردش ریشخند | کایں نجوید جز مگر مجنونِ بند
اُس نے جس سے پوچھا اُسنے اسکی مذاق اُڑائی | کہ یہ (درخت) پاگلخانہ کے لائق مجنون کے سوا کوئی تلاش کریگا

بس کساں صفعش زدند اندر مزاح | بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح
بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اُڑائے | بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!

جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف | کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تجھ جیسے صاف دل ذہین کی تلاش | کب خالی جائیگی؟ کہاں بیکار ہو گی؟

ویں[۳] مراعاتش یکے صفعِ دگر | ویں ز صفع آشکارا سخت تر
اس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی | یہ چپت (اس) کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا

۱؎ جستن - اس نقصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بیں لفظوں سے رغبت رکھتا ہے معانی کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے۔ گفت - ایک عقلمند نے یہ کہا کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے کہ جو اس کا میوہ کھالے وہ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ بادشاہے - بادشاہ نے اس بیان کے لفظوں کیطرف توجہ کی اور یہ سمجھا کہ حقیقتاً کوئی ایسا درخت ہے جس سے مستقل جوانی اور زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تلاش میں ایک صاحب کو روانہ کر دیا۔

۲؎ ازو یعنی بادشاہ کا قاصد۔ جستجو یعنی درخت کی تلاش میں۔ ریشخند - مذاق، دل لگی۔ مجنونِ بند - وہ پاگل جو قید خانہ میں بند کر دینے کے قابل ہو۔ صفع - چپت، طمانچہ۔ مزاح - مذاق۔ گزاف - فضول۔

۳؎ ویں مراعاتش - اس طرح کی غلط ہمدردی اس کیلئے چپت بازی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔

می ستودندش بتسخر[1] کای بزرگ | درفلاں اقلیم بس هول وسترگ

مذاق میں اُس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ! | فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان

ق

درفلاں بیشہ درختے هست سبز | بس بلند وپہن وهر شاخیش گبز

فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے | جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اُس کی ہر شاخ موٹی ہے

قاصدِ شہ بستہ در جستن کمر | می شنید از هر کسے نوعِ دگر

بادشاہ کا قاصد جستجو میں کمربستہ تھا | (لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سنتا تھا

بس سیاحت کرد آنجا سالها | می فرستادش شہنشہ مالها

وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا | بادشاہ اُس کو بہت مال بھیجتا رہا

چوں بسے دید اندراں غربت تعب | عاجز آمد آخر الامر از طلب

جب اُس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں | انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آگیا

هیچ از مقصود[2] اثر پیدا نشد | زاں غرض غیر خبر پیدا نشد

مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا | اِس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

رشتۂ امید او بگستہ شد | جستۂ او عاقبت ناجستہ شد

اُس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا | انجام کار اُس کا قابلِ جستجو (ناقابلِ جستجو) ہو گیا

کرد عزم بازگشتن سوئے شاہ | اشک می بارید ومی برید راہ

اُس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا | آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردن شیخ سرِ آں درخت را با آں طالبِ مقلد

اُس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اُس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قطبے کریم | اندراں منزل کہ آئس[3] شد ندیم

ایک شیخ عالم، قطب شریف (رہتا) تھا | اُس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا

گفت من نومید پیشِ او روم | زآستانِ او براہ اندر شوم

بولا میں مایوس اُس کے سامنے جاؤں | (شاید) اُس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں

تا دعائے او بود همراہ من | چونکہ نومیدم من از دلخواہ من

تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے | چونکہ میں مقصود سے مایوس ہو گیا ہوں

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پرآب | اشک می بارید مانندِ سحاب

آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا | ابر کی طرح آنسو برساتا تھا

[1] تسخر۔ تمسخر۔ هول یعنی ہولناک۔ سترگ۔ بڑا عظیم الشان۔ گبز۔ موٹا۔ نوعِ دگر یعنی ہر شخص سے جداگانہ قسم کی بات سنتا تھا۔ سیاحت سفر، سیر۔ مالها۔ یعنی اخراجات کے لئے بادشاہ روپیہ پیسہ بھیجتا رہتا تھا۔ غربت۔ مسافرت۔ تعب۔ تھکن، تکلیف۔

[2] مقصود یعنی درخت۔ غرض یعنی درخت۔ غیر خبر یعنی باتوں کے سوا۔ جستۂ او۔ یعنی جس درخت کو ڈھونڈنے نکلا وہ ناقابلِ جستجو ثابت ہوا ہے۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ طالب مقلد یعنی وہ قاصد۔ قطبے یعنی وہ شیخ قطبِ وقت تھا۔

[3] آئس۔ مایوس شخص۔ ندیم۔ شریکِ مجلس۔ براہ۔ یعنی اس راستہ پر پڑجاؤں جو درخت تک پہنچا دے۔ دل خواہ۔ بمقصد۔

گفت شیخا وقتِ رحم و رافت است[1] — نا اُمیدم وقتِ لُطف این ساعت است

کہا، اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے — میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے

گفت واگو کز چہ نومیدیستت — چیست مطلوبِ تو رُو با کیستت

(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری نا اُمیدی کس چیز سے ہے؟ — نیز تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟

گفت شاہنشاہ کردم اختیار — از برائے جُستنِ یک شاخسار

اُس نے کہا بادشاہ نے مجھے چُنا — ایک درخت کی تلاش کے لئے

کہ درختے ہست نادر در جہات — میوۂ او مایۂ آبِ حیات

کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے — جس کا پھل آبِ حیات کا سرمایہ ہے

سالہا جُستم ندیدم زو نشاں — جُز کہ طنز و تسخر این سرخوشاں

میں نے سالوں تلاش کیا، اُسکا نشان نہ دیکھا — سوائے اُن مستوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم — این درختِ علم باشد در علیم

شیخ ہنسا اور اُس سے کہا اے بھولے! — یہ درخت علم کا ہے عالم کے اندر

بس[2] بلند و بس شگرف و بس بسیط — آبِ حیوانے ز دریائے محیط

جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے — محیط سمندر کا، آبِ حیات ہے

تو بصورت رفتہ اے بے خبر — زاں ز شاخِ معنیٔ بے بار و بر

اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا — اسی لئے (تو) معنی کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے

گہ درختش نام شد گہ آفتاب — گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب

کبھی اُس کا نام درخت بنا کبھی سورج — کبھی اُس کا نام سمندر ہوا اور کبھی ابر

آں[3] یکے کش صد ہزار آثار خاست — کمترین آثارِ او عمرِ بقاست

وہ ایک (ایسا عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے — اُس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے

گرچہ فرد است او اثر دارد ہزار — آں یکے را نام شاید بے شمار

اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے — اُس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں

آں یکے شخصے ترا باشد پدر — در حقِ شخصے دگر باشد پسر

وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے — دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

---

[1] رافت۔ مہربانی۔ لُطف۔ مہربانی شفقت۔ واگو۔ صاف بتا۔ اختیار۔ پسند کرنا، چُننا۔ شاخسار۔ درخت۔ جہات۔ اطراف۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس کو پی کر ابدی زندگی حاصل ہوجائے۔ سرخوشاں۔ مست و بیخود لوگ۔ سلیم۔ بھولا انسان۔ علم باشد۔ علم کے اپنے اوصاف کے اعتبار سے بہت سے نام ہیں۔ چونکہ علم کے سایہ میں انسان راحت سے زندگی گذارتا ہے لہٰذا اُس کو درخت سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں تو اُس درخت سے علم مُراد ہے۔

[2] بس بلند۔ وہ علم کا درخت عظیم الشان ہے اور علم باری اُس کا سرچشمہ ہے۔ اور وہ آبِ حیات ہے۔ دریائے محیط یعنی علم باری۔ تو بصورت۔ تو نے درخت کے ظاہری اور لغوی معنیٰ مراد لئے ہیں اسی لئے تو معنیٰ کی شاخ سے محروم ہے گہ درخت۔ چونکہ لوگ علم کے ثمرات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لہٰذا اُس کو درخت سے تعبیر کردیا جاتا ہے۔ گہ آفتاب۔ علم کو آفتاب بھی کہہ دیا جاتا ہے چونکہ لوگ اُس کی روشنی سے مُستفید ہوتے ہیں۔ گہ سمندر۔ چونکہ علم ایک بے پایاں چیز ہے اُس کو سمندر سے بھی تعبیر کردیا جاتا ہے۔ گہ سحاب۔ چونکہ علم بھی شادابی اور سرسبزی کا سبب ہے، لہٰذا اُس کو سحاب کہہ دیا جاتا ہے۔ آں یکے۔ علم ایک ہے لیکن اُس سے نتائج اور آثار لاکھوں ہیں۔ انھیں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُسکے ذریعہ سے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ آبِ حیات بھی ہے۔

[3] آں یکے۔ انسانوں میں ایک شخص کو مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے وہی ایک انسان باپ بھی ہے اور بیٹا بھی، چچا بھی ہے اور ماموں بھی ہے ایک کے اعتبار سے دشمن اور وہی دوسرے کے اعتبار سے نیک دوست اور مہربان ہے۔

در حقِ دیگر بُود قہر و عدو
ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے

در حقِ دیگر بُود لطف و نکو
دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے

در حقِ دیگر بُود اُو عم و خال
ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے

در حقِ دیگر بُود ہیچ و خیال
دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے

صد ہزاراں نام و اُو یک آدمی
وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں

صاحب ہر وصفش از وصفے عمی[1]
اُس کا ہر ایک وصف جاننے والا (دوسرے) وصف سے بےخبر ہے

ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است
جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو

ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است
تیری طرح ناامید اور پریشانی میں ہے

تو چہ بر چسپی بریں نامِ درخت
تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکتا ہے

تا بمانی تلخ کام و شور بخت
خبردار! تو ناکام اور بدنصیب رہے گا

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟

رَو معانی را طلب اے پہلواں
اے بہادر! جا معانی کو طلب کر

صورتِ ظاہر بُود چوں قشر و پوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے

معنی اندر وے چو مغز اے یار و دوست
اے یار اور دوست! اُس میں معنی گودے کی طرح ہے

در گذر[2] از نام و بنگر در صفات
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ

تا صفاتت رہ نماید سوئے ذات
تاکہ صفات، ذات تک تیری رہنمائی کریں

گم شوی در ذات و آسائی ز خود
(پھر) تو ذات میں گم ہو جائیگا اور خودی سے نجات پائیگا

چشمِ تو یکرنگ بیند نیک و بد
تیری آنکھ اچھے بُرے کو یکساں دیکھے گی

اختلافِ خلق از نام اُوفتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا

چوں بمعنی رفت آرام اُوفتاد
وہ جب معنی کی طرف گئی راحت مل گئی

اندریں معنی مثالِ خوش شنو
معنی کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سُن لے

تا نمانی تو اسامی را گرو
تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

بیانِ[3] منازعت کردنِ چہار کس جہتِ انگور با ہمدگر
انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ

بعلّت آنکہ زبانِ یکدیگر را نمی دانستند
وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

---

[1] از وصفے عمی یعنی ہر شخص ایک وصف سے واقف ہے اور دوسرے وصف سے ناواقف ہے۔ غرض صرف نام کے درپے ہونے والا خواہ کتنا ہی بھلا ہو وہ حصولِ مقصد میں ناکام اور مایوس ہوتا ہے۔ ترجیہ یہ شیخ نے قاصد سے کہا درخت کے لفظ کو نہ چپٹ۔ صورتِ ظاہر درخت کے لفظ کا بظاہر وہی مفہوم ہے جو قاصد سمجھا تھا۔ معنی اندر وے۔ انکی مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس کے ثمرات انسان کو حاصل ہوں۔

[2] درگذر۔ جبکہ معانی کے مقابلے میں اسمار کی کوئی وقعت نہیں ہے تو اسمار میں نہ اُلجھ بلکہ صفات کی طرف ترقی کر جو اُن اسمار کے معانی ہیں اور اُن سے تو ذات تک پہنچ جائیگا جو صفات کی حقیقت ہے۔ گم شوی۔ ذات میں گم ہو کر تن پرستی سے نجات پا جائیگا اور وحدت کے غلبہ کی وجہ سے تیری آنکھ کے لئے نیک و بد میں یکرنگی پیدا ہو جائیگی۔ اختلاف۔ اسمار کا اختلاف، صرف حیثیتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے تو اسمار کے پابند اپنے اسی اختلاف میں سرگرداں ہیں اُن کی حقیقت تک رسائی نہیں ہے۔

[3] بیان۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں کے پابند محض لفظی اختلاف کی وجہ سے باہمی اختلاف کرتے ہیں اگر حقیقت تک پہنچ جائیں تو وحدت پیدا ہو جائے۔

چار کس را داد مردے یک درم
ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا
هر یکے[1] از شہرے افتادہ بہم
ہر ایک، ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے

پارسی و ترک و رومی و عرب
ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی
جملہ باہم در نزاع و در غضب
سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے

پارسی گفتا کہ ایں را چوں کنم
ایرانی نے کہا کہ اِس کا کیا کروں؟
ہلں بیا تا ایں بانگوری دہم
ہاں، آ تاکہ میں انگور والے کو دیدوں

آں یکے دیگر عرب بُد گفت لا
ایک دوسرا عرب تھا، اُس نے کہا نہیں
من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور

آں یکے ترکی بُد اُو گفت اے گوزم
ایک ترکی تھا اُس نے کہا، اے احمق!
من نمی خواہم عنب خواہم اوزم
میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں

آں یکے رومی بگفت ایں قیل را
اُس ایک رومی نے کہا، اِس بات کو
ترک کن خواہیم استافیل را
چھوڑ، ہم استافیل چاہتے ہیں

در تنازع آں نفر جنگی شدند
وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی
کہ ز سِرّ نامہا غافل بُدند
کیونکہ وہ ناموں کے معنیٰ سے ناواقف تھے

مُشت بر ہم می زدند از ابلہی
حماقت سے مُکّے بازی کرنے لگے
پُر بُدند از جہل و از دانش تہی
وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی تھے

صاحب[2] سِرّے عزیزے صد زباں
معنیٰ کو سمجھنے والا، بزرگ، صدہا زبانیں جاننے والا
گر بُدے آنجا بدادے صلح شاں
اگر وہاں ہوتا تو اُن میں صلح کرا دیتا

پس بگفتے اُو کہ من زیں یک درم
وہ کہدیتا کہ میں اُس ایک درہم سے
آرزوئے جملہ تاں را می خرم
تم سب کی تمنّا خرید دیتا ہوں

چونکہ بسپارید دل را بے دغل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کردوگے
ایں درم تاں می کند چندیں عمل
تمہارا یہ درہم اتنے کام کردے گا

یک[3] درم تاں می شود چار المراد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بنجائیگا
چار دشمن می شود یک ز اتحاد
اتّحاد سے چار دشمن ایک ہوجائیں گے

گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق
تم میں سے ہرایک کی بات لڑائی اور جدائی کراتی ہے
گفت من آرد شمارا اتفاق
میری گفتگو تم میں اتّفاق پیدا کردے گی

---

[1] ہر یکے۔ اسی وجہ سے اُن کی زبانیں مختلف تھیں۔ بانگوری دہم۔ یعنی ہم انگور فروش سے انگور خریدلیں اور سب ملکر کھالیں۔ آں یکے۔ عرب نے لا کہا جس کے معنیٰ انکار کے ہیں یعنی میں انگور نہیں خریدوں گا، عنب خریدوں گا جسکے معنیٰ وہی ہیں جو انگور کے ہیں۔ گوزم۔ احمق۔ اوزم۔ یعنی میں عنب نہ خریدوں گا میں اوزم خریدونگا جس کے معنیٰ وہی ہیں جو عنب کے ہیں۔ قیل۔ قول، بات۔ استافیل۔ انگور۔ سِرّ نامہا۔ یعنی ان ناموں کی حقیقت سے ناواقف تھے۔

[2] صاحب سِرّ۔ جو ان الفاظ کے معنیٰ اور سینکڑوں زبانوں سے واقف ہو۔ آرزوئے۔ سب جھگڑا کرنے والوں کی آرزو ایک ہی چیز تھی۔

[3] یک درم۔ یعنی اِس ایک درہم سے چاروں کا مقصد پورا ہوجائے گا۔ گفت ہر یک۔ چونکہ تم لوگ محض لفظوں اور ناموں میں پھنسے ہو تو تمہاری گفتگو اختلاف کا سبب ہے۔

پس شما خاموش باشید اَنصِتُوا[1] — تا زبان تاں می شوم در گفتگو

پس تم خاموش ہو جاؤ، چُپ رہو — تاکہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بنجاؤں

گر سخن تاں می نماید یک نمط — در اثر مایہ نزاع ست و سخط

اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے — نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے

گر سخن تاں در توافق موثق ست — در اثر مایہ نزاع و تفرق ست

اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابلِ بھروسہ ہے — نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے

گرمیِ عاریتی ندہد اثر — گرمیِ خاصیتی دارد ہنر

عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے — اصلی گرمی ہنر رکھتی ہے

سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں — چوں خوری سردی فزاید بیگماں

اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دیگا — تو جب کھائے گا وہ یقیناً سردی بڑھائیگا

زانکہ گرمیِ او دہلیزی ست — طبعِ اصلش سردی ست و تیزی ست

اس لئے کہ اُس کی گرمی عارضی ہے — اُس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی کی ہے

ور بود دبج بستہ دوشاب اے پسر — چوں خوری گرمی فزاید در جگر

اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو — جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائیگا

پس ریائے شیخ بہ ز اخلاصِ ما[2] — کز بصیرت باشد آں ویں از عمیٰ

تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے — کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے

وز حدیثِ شیخ جمعیت رسد — تفرقہ آرد دمِ اہلِ حسد

شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے — اہلِ حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے

چوں سلیماں[3] کز پئے حضرت بتاخت — او زبانِ جملہ مرغاں را شناخت

جبکہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے — تو اُنھوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی

در زمانِ عدلش آہو با پلنگ — اُنس بگرفت و بروں آمد ز جنگ

اُن کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے — مانوس ہوگیا اور لڑائی سے برطرف ہوگیا

شد کبوتر ایمن از چنگالِ باز — گوسفند از گرگ ناورد احتراز

کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہوگیا — بکری نے بھیڑیئے سے بچاؤ نہ کیا

او میانجی شد میانِ دشمناں — اتحادے شد میانِ پرزناں

وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے — پرندوں میں اتحاد ہوگیا

---

[1] اَنصِتُوا۔ تم چُپ رہو۔ تازباں تاں۔ یعنی وہ زبان جو تم جانتے ہو۔ گر سخن تاں یعنی انگور، عنب، اوزم، استافیل سب کے معنی ایک ہیں۔ گرمی۔ اِن چاروں شخصوں میں عارضی اتحاد تھا جو صرف ایک معمولی سی بات پر ختم ہوگیا اسی طرح گرمی اور سردی جو اصلی ہے وہ حقیقی اثر رکھتی ہے عارضی گرمی اور سردی کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ سرکہ سرد ہے اگر آگ پر گرم کر لیا جائے تو یہ عارضی گرمی مؤثر نہ ہوگی۔ دہلیزی۔ باہری، عارضی۔ دوشاب۔ انگور کے شیرے کی تاثیر گرم ہے اُسکی عارضی ٹھنڈک مؤثر نہیں ہے۔

[2] پس۔ شیخ کی ریاکاری بھی اصولِ شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اُسمیں حقیقت اور اصلیت ہوتی ہے عوام کا اخلاص بھی حقیقت سے دور ہے لہٰذا وہ مؤثر نہیں ہے۔ حدیثِ شیخ۔ چونکہ شیخ حقیقت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا اُس کی بات موجبِ اتحاد ہے۔ مختلف المزاج مریدوں کو ایک لڑی میں منسلک کر دیتا ہے۔

[3] چوں سلیماں۔ حضرت سلیمانؑ حقیقت سے باخبر تھے تمام جانوروں میں اتحاد کا سبب بنگئے تھے۔ آہو و پلنگ چیتے اور ہرن کی دشمنی مشہور ہے لیکن وہ دو متحد ہوگئے تھے۔ شد کبوتر۔ باز کبوتر کا دشمن ہے لیکن ان کے دور میں دونوں متحد ہوگئے تھے۔ او میانجی۔ حضرت سلیمانؑ سب مختلف طبائع والے جانوروں میں صلح کرانے والے [illegible]

تو چو مورے بہرِ دانہ میدوی | ہین سلیمانؑ جو چہ می باشی غوی
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے | خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر کیوں گمراہ بنتا ہے؟

دانہ جو را دانہ اش دامے شود | واں سلیماںؑ جوی را ہر دو بود [1]
دانہ کی تلاش کرنے والے کیلئے اُسکا دانہ جال بنجاتا ہے | اور سلیمانؑ کی تلاش کرنیوالے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں

مرغِ جانہا را دریں آخر زماں | نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
اِس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندے | انکو ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کا بھی امن حاصل نہیں

ہم سلیمانؑ ہست اندر دورِ ما [2] | کو دہد صلح و نماند جورِ ما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے | جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہینگے

قولِ اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ را یاد گیر | تا بہ اِلَّا وَ خَلَا فِیْہَا نَذِیْر
اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ کا قول یاد کرلے | اِلَّا وَ خَلَا فِیْہَا نَذِیْر تک

گفت خود خالی نبودست اُمّتے | از خلیفہ حق و صاحب ہمّتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی اُمّت خالی نہوگی | صاحبِ باطن اور اللہ کے خلیفہ سے

مرغِ جانہا را چُناں یکدل کند | کز صفا شاں بے غش و بے غل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دِل بنادیگا | کہ صفائی کی وجہ سے انکو بے کھوٹ اور بے کینہ کردیگا

مُشفقاں گردند ہمچوں والدہ [3] | مُسلموں را گفت نفسٌ واحدہ
وہ ماں کی طرح مُشفق بن جائیں گے | (اللہ نے) مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے

نفسِ واحد از رسولِ حق شدند | ورنہ ہر یک دشمنِ مطلق بُدند
رسولِ حق کی وجہ سے ایک جان ہوگئے | ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا

اتّحادِ خالی از شرک و دوئی | باشد از توحیدِ بے ما و توئی
وہ اتّحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو | ما و توئی سے خالی، وحدت سے ہوتا ہے

برخاستنِ مخالفت و عداوت از میانِ انصار بہ برکتِ
انصار کے درمیان سے مخالفت اور دشمنی کا ختم ہو جانا

وجودِ پیغمبرِ خدا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام
پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت | یک ز دیگر جانِ خوں آشام داشت
دو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا | ایک دوسرے کیلئے خون پینے والی جان رکھتا تھا

[1] سلیماںؑ جو۔ یعنی کسی شیخ کو تلاش کر جو اپنے وقت کا سلیمان ہو۔ دانہ جو۔ چیونٹی کی طرح جو صرف دانہ جوئی کریگا جال میں پھنسے گا سلیمان کو تلاش کریگا تو دونوں جہان کی دولت ملیگی۔ مرغِ جانہا۔ آخری زمانہ شقاق اور اختلاف کا دَور ہے اُس میں سلیمان جیسے شیخ کی زیادہ ضرورت ہے۔

[2] ہم سلیماں۔ سلیمان صفت بزرگ ہر دَور میں موجود ہیں۔ قول۔ قرآن پاک میں اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْر۔ کوئی ایسی اُمّت نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو لہٰذا ہر دَور میں کوئی نہ کوئی نبوّت کی صفات کا حامل ضرور ہوگا۔ مرغِ جانہا۔ اگر اُس کی دستگیری کرلی جائے تو وہ دلوں کو صاف کرکے سب کو یکدل بنادے گا۔

[3] مُشفقاں۔ یعنی وہ لوگ اُن بزرگ کی وجہ سے ماں کی طرح ایک دوسرے پر شفیق بنگئے۔ آنحضورؐ نے مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے۔ از رسول۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْمُؤمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ یعنی سب مسلمان بمنزلہ ایک جان کے ہیں۔ ورنہ اوس اور خزرج کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ اتّحاد۔ وہ اتحاد جس میں باہمی شرکت اور دوئی کی بُو نہ ہو وہ تب حاصل ہوتا ہے جب مَن و تو کا جھگڑا نہ رہے اور خالص وحدت ہو جائے۔ انصار۔ اوس و خزرج کے مسلمانوں کا اسلام کے بعد انصار لقب بنگیا۔ دو قبیلہ۔ اوس و خزرج [illegible]

کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰ[۱] — محو شد در نورِ اسلام و صفا
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے انکے پرانے کینے — اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے

اولاً[۱] اخوان شدند آں دشمناں — ہمچو اعدادِ عنب در بوستاں
پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے — جیساکہ باغ میں انگور کے دانے

وز دمِ اَلْمُومِنُوْنَ اِخْوَۃٌ بہ بند — در شکستند و تنِ واحد شدند
(پھر) اَلْمُومِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سے (ترقی کرکے) بندش — توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے

صورتِ[۲] انگورہا اخواں بود — چوں فشردی شیرہ واحد شود
انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے — جب تونے انہیں نچوڑا ایک شیرہ بنگیا

غورہ و انگور ضد انند و لیک — چونکہ غورہ پختہ شد شد یارِ نیک
کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں — جب کچا انگور پک گیا اچھا دوست بنگیا

غورۂ کو سنگ بست و خام ماند — در ازل حق کافرِ اصلیش خواند
کچا انگور جو خشک ہوگیا اور کچا رہ گیا — اللہ تعالیٰ نے اس کو ازل میں اصلی کافر قرار دیا

نے اخی نے نفسِ واحد باشد او — در شقاوت نحس و ملحد باشد او
وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے — وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے

گر بگویم[۳] آنچہ او دارد نہاں — فتنۂ افہام خیزد در جہاں
اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے — دنیا میں عقلوں کے لئے وہ فتنہ بن جائے

سِرِّ گبرِ کور نا مذکور بہ — دودِ دوزخ از ارم مہجور بہ
اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے — دوزخ کا دھواں (باغِ) ارم سے دور ہی بہتر ہے

غورہائے نیک کایشاں قابل اند — از دمِ اہلِ دل آخر یک دل اند
اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے — اہلِ دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں

سوئے انگوری ہمی رانند تیز — تا دوئی برخیزد و کین و ستیز
وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں — تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے

پس در انگوری ہمی درّند پوست — تا یکے گردند وحدت وصفِ اوست
پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں — تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اسی کی صفت ہے

---

۱ اوّلاً۔ یعنی ابتداءً آنحضورؐ کی برکت سے بھائی بھائی بنگئے۔ ہمچو اعدادِ عنب۔ انگوروں میں باہمی یکسانیت تو ہوتی ہے لیکن تشخص ہر ایک کا علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح ابتداءً انصار میں یکسانیت پیدا ہوئی لیکن ہر ایک کا تشخص باقی رہا۔ وزدم۔ یعنی ابتداءً بھائی بندی کی یکسانیت ہوئی پھر اس سے ترقی کرکے وہ یکجان ہو گئے اور ہر ایک نے اپنا تشخص بھی ختم کردیا اور انگور کے شیرے کی طرح ہو گئے۔

۲ صورت۔ یعنی شروع میں وہ انگوروں کی طرح یکساں بنے جب انگوروں کو نچوڑ دیا جائے تو پھر یکجان شیرہ بن جاتا ہے وہ بھی ترقی کرکے یکجان ہو گئے۔ غورہ۔ کچا انگور، کچے اور پکے انگور میں یکسانیت نہیں ہوتی پکنے کے بعد سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ سنگ بست۔ یعنی کچا ہی رہا اور اس میں پختگی کی صلاحیت نہ رہی۔ کافرِ اصلی۔ جیسے عبداللہ بن ابی اور ابو جہل وغیرہ یہ نہ بھائی بنے اور نہ مسلمانوں سے متحد ہوئے۔

۳ گر بگویم۔ کافرِ ازلی کے کفر کا اظہار مصلحتِ شریعت کے خلاف ہے یہ چھپا رہنا ہی بہتر ہے کہ کون کافرِ ازلی ہے اور کون مومنِ ازلی۔ سِرِّ گبرِ کور۔ کور یہ باطن کافر کے باطن کے احوال بھی مسلمانوں کو سنانا بہتر نہیں ہیں وہ دھواں ہے اور مسلمان باغِ ارم ہیں، باغ سے دھویں کا دور رہنا بہتر ہے۔ غورہائے نیک۔ وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے اہلِ دل کی صحبت میں یکجان ہو جاتے ہیں۔ سوئے انگوری۔ انکو بہت جلد مومنین کے ساتھ یکسانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ پس در انگوری۔ یکسانیت کے بعد پھر انکی مومنین سے وحدتِ تامّہ ہو جاتی ہے۔

دوست[1] دشمن گردد ایرا ہم دوا ست — ہیچ یک با خویش جنگے در نہ بست
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں — کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے

آفریں بر عشقِ کلِ اوستاد — صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
عشق کو شاباش ہے جو کامل اُستاد ہے — جس نے لاکھوں ذرّوں کو اتحاد عطا کر دیا

ہمچو خاکِ مُفترق در رہگذر — یک سبُو شاں کرد دستِ کوزہ گر
جیسا کہ راستہ کی متفرّق مٹی — کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنایا

کاتحادِ جسمہائے ماء و طین — ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد — ناقص ہے جان اُس کے مشابہ نہیں ہے

گر[2] نظائر گویم اینجا در مثال — فہم را ترسم کہ آرد اختلال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں — میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما — از نشاطِ دُوربینی در عمیٰ
سلیمان اب بھی ہے، لیکن ہم — تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں

دُور بینی کور دارد مرد را — ہمچو خُفتہ در سرا کور از سرا
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے — جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے

میکُند از مشرق و مغرب گذر — وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے — اور اپنے ساتھی اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے

مُولعیم[3] اندر سخنہائے دقیق — در گرہہا باز کردن ما عشیق
ہم (دنیا کی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں — اُن کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں

تا گرہ بندیم و بکُشائیم ما — در شکال و در جواب آئیں فزا
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں — اشکال اور جواب میں قواعد کو بڑھانے والی بنجائیں

ہمچو مرغے کو کشاید بند دام — گاہ بندد تا شود در فن تمام
اُس پرند کی طرح جو (کبھی) جال کی گرہ کھولتا ہے — کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے

او بُوَد محروم از صحرا و مرج — عُمرِ او اندر گرہ کاری ست خرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے — اُس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے

خود زبونِ او نگردد ہیچ دام — لیک پرش در شکست افتد مُدام
کوئی جال اُس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے — لیکن اُس کے پَر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں

---

[1] دوست دشمن جب تک من و تو ہے تو باہمی اختلاف و نزاع کا امکان ہے اسلئے دوست دشمن بنجاتا ہے لیکن وحدت کے بعد نزاع کا امکان ختم ہو جاتا ہے اسلئے کہ کوئی شخص اپنے آپ سے دشمنی نہیں کرتا ہے۔ آفریں بر عشق عشق متحد الوجود بنا دینے میں کامل استاد ہے۔ ہمچو عشق ذرّوں کو ایسا ہی جوڑ دیتا ہے جیسا کہ کمہار مختلف اجزاء کو ملا کر گھڑا بنا دیتا ہے۔ اتحاد جسمہا۔ کمہار اور ذرّوں سے ملکر گھڑا بنجانے کی مثال ناقص ہے۔ جانوں کا اتحاد اس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

[2] گر نظائر۔ مومنین کے روحوں کے اتحاد کی مختلف مثالیں اگر سناؤں تو تھک جاؤ گے۔ دور بینی یعنی دنیاوی معاملات میں گہری سوچ بچار نے ہمیں اندھا بنا رکھا ہے۔ ورنہ ہر دور میں سلیمان صفت بزرگ موجود ہیں۔ ممی کند۔ دنیاوی تفکر میں انسان ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اسکو آس پاس کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] مولعیم۔ ہم دنیاوی اُلجھاؤ کو سُلجھانے کے عاشق ہیں اور اُس میں سوال و جواب کیلئے قواعد تراشتے ہیں۔ ہمچو مرغے۔ دنیاوی دھندوں کی گرہ کشائی میں ہم اُس پرند کی طرح ہیں جو جال کی گرہ کھولنے اور باندھنے میں مہارت پیدا کرتا ہو وہ لامحالہ تین کی سیر سے محروم رہیگا اور پوری عمر اسی کام پر صرف

باگرہ کم کوش تا بال و پرت — **نگسلد یک یک ازیں کرّ و فرت**

گرہ میں کم مصروف ہوتا کہ تیرے بال و پر — اِس اُدھیڑبن سے ایک ایک کرکے نہ ٹوٹ جائیں

صد[۱] ہزاراں مرغ پرہاشاں شکست — **واں کمین گاہِ عوارض را نہ بست**

لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے — (لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کرسکے

حالِ ایشاں از نُبے خواں اے حریص — **نقّبوا فیہا ببیں ہل من محیص**

اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے — غور کر، انھوں نے زمین میں نقب لگائے، کہیں چھٹکارا ہے

از نزاعِ ترک و رومی و عرب — **حل نشد اشکالِ انگور و عنب**

ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے — انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا

تا[۲] سلیمانِ لسینِ معنوی — **در نیاید بر نخیزد ایں دوی**

جب تک حقیقت پسند زبان داں سلیمان — نہیں آتا، یہ دوئی نہیں اُٹھتی

جملہ مرغانِ منازع بازوار — **بشنوید ایں طبلِ بازِ شہریار**

سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح — بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو

زاختلافِ خویش سوئے اتحاد — **ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد**

اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب — خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہوجاؤ

حیث ما کنتم فولّوا وجوہکم — **نحوہٗ ہٰذا الذی لم ینہکم**

تم جہاں بھی ہو اپنا رُخ موڑ لو — اُس کی جانب، یہ وہ ہے جس سے اُس نے تمہیں نہیں روکا

کور[۳] مرغانیم و بس نا ساختیم — **کاں سلیماں را دمے نشناختیم**

ہم اندھے پرندے ہیں اور بہت اُنگھڑ — کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلیمان کو نہ پہچانا

ہمچو جغداں دشمنِ بازاں شدیم — **لاجرم واماندہ و ویراں شدیم**

ہم جغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے — لامحالہ پسماندہ اور تباہ ہوگئے

می کنیم از غایتِ جہل و عمی — **قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا**

انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں — اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ

جملہ مرغاں کز سلیماں روشن اند — **پرّ و بالِ بے گنہ کے بر کنند**

وہ تمام پرندے جو سلیمان کی وجہ سے روشن دل ہیں — وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟

بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند — **بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند**

بلکہ وہ عاجزوں کی طرف چینہ (دانہ) لیجاتے ہیں — وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے کے خوش ہیں

---

۱ صدہزاراں۔ بڑے بڑے دنیاداروں کے ساتھ دنیا نے غداری کی ہے۔ از نُبے۔ قرآن پاک میں ہے وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ھُمْ اَشَدُّ مِنْھُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ، ھَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ۔ "اور اُن سے پہلے ہم نے کتنی اُمتیں ہلاک کردیں جو کہ اُن سے بل بوتے میں بڑھ کر تھیں انھوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بچاؤ کی جگہ ہے" یعنی وہ ہلاک ہوگئے۔ از نزاع۔ اِن چاروں شخصوں کی لڑائی معاملہ کو حل نہ کرسکی تھی۔

۲ تا سلیماں۔ "مردے ز غیب بروں آید و کارے بکند" یا امام مہدی مراد ہیں۔ لسین۔ بوزن امین زبان داں۔ طبلِ باز۔ وہ نقارہ جو باز کو واپس بلانے کیلئے بجایا جاتا ہے۔ زاختلاف۔ رسم و رواج کے اختلافات کو ترک کرکے متحد ہوجاؤ۔ حیث ما کنتم۔ مسلمانوں کو حکم ہے جہاں کہیں بھی ہوں وہ نماز میں قبلہ رُخ ہوجائیں مولانا فرماتے ہیں سب کو متوجہ الی الحق ہو جانا چاہیئے یہی چیز اتحاد پیدا کردے گی۔

۳ کور مرغانیم۔ بزرگانِ دین سلیمانِ وقت ہیں ہم اتنے اندھے ہیں کہ انکو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہمچو جغداں۔ جغدوں کی باز سے دشمنی کا قصہ مولانا پہلے بیان کرچکے ہیں۔ بازاں۔ وہ بزرگ جو طائرانِ قدس ہوں۔ عزیزاں۔ یعنی خاصانِ خدا۔ جملہ مرغاں۔ بزرگوں سے تربیت یافتہ لوگ

هُدہُدِ[۱] ایشاں پئے تقدیس را — مے کُشاید راہِ صد بلقیس را

ان (کے) کا ہُدہُد تقدیس کے لئے — سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے

زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود — بازِ ہمت آمد و مازاغ بود

ان کا کوا اگرچہ بظاہر کوا تھا — ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا

لکلکِ ایشاں کہ لکلک می زند — آتشِ توحید در شک می زند

ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے — وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے

واں کبوتر شاں ز بازاں نشکہد — باز سر پیشِ کبوتر شاں نہد

ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے — باز اُن کے کبوتر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے

بُلبُلِ[۲] ایشاں کہ حالت آرد او — در درونِ خویش گلشن دارد او

ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے — وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے

طوطیِ ایشاں ز قند آزاد بود — کز درونِ قندِ اَبد رُویش نمود

ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا — کیونکہ اس میں ابدی قند رونما ہو گئی تھی

پائے طاؤسانِ ایشاں در نظر — بہتر از طاؤس پرّانِ دگر

اُن کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں — دوسروں کے موروں جیسے پَر والوں سے بہتر ہیں

کبکِ ایشاں خندہ بر شاہیں زند — در تعلّق راہِ علّیین زند

ان کی چکور شاہین کی مذاق اُڑاتی ہے — تعلق (مع اللہ) میں علّیین کا راستا اختیار کرتی ہے

مَنطقُ[۳] الطّیرانِ خاقانی صداست — مَنطقُ الطّیرِ سُلیمانی کجاست

خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے — وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟

تو چہ دانی بانگِ مُرغاں را ہمے — چوں ندیدستی سُلیماں را دمے

تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟ — جبکہ تو نے ایک لمحہ کیلئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے

پرِ آں مُرغے کہ بانگش مُطربست — از برونِ مشرق و ز مغرب ست

اُس پرند کا پر جس کی آواز مست کر دینے والی ہے — وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے

---

۱ ہُدہُد۔ چونکہ شیخِ وقت کو سلیمانِ وقت قرار دیا لہٰذا اس کے مُریدین کو ان پرندوں سے تعبیر کیا ہے جو حضرت سلیمان کے جلو میں رہتے تھے۔ تقدیس یعنی سبوحٌ قدوسٌ کا وظیفہ پڑھنا حضرت سلیمانؑ کی ہدہد حضرت بلقیس کے لئے راہنما بنی تھی۔ مازاغ۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی [illegible] کی نظر نہ کسی طرف کو بہکی اور نہ اُچٹی یعنی دیدار میں معروف رہی۔ لکلک۔ لقلق پرند کے بولنے کی آواز لک لک ہے تو گویا وہ لَكَ الْحَمْدُ لَكَ الثَّنَاءُ "اے پروردگار! تیرے لئے تعریف ہے تیرے لئے ثناہے" کہتا ہے اور توحید کے گُن گاتا ہے۔ واں کبوتر۔ مریدین اور مجازین میں سے جو مسکنت میں کبوتر ہیں دنیا کے سرکش ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ نشکہد مضارع منفی ہے شکوہیدن۔ شان و شوکت دکھانا، ڈرنا۔

۲ بلبل۔ انکی بلبل اپنے اندر گلشن دیکھ کر وجد کرتی ہے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے اُن بزرگوں کی طوطی کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں ان کے باطن خود قند سے معمور ہیں۔ پائے طاؤساں۔ مور کا پیر بدصورتی میں اور اس کا پر حسن میں مشہور ہے یعنی اس شیخ کے مُریدوں کے بظاہر نازیبا افعال دوسروں کے زیبا افعال سے زیادہ قابلِ قدر ہیں۔ کبک۔ چکور کا قہقہہ اور رفتار ضرب المثل ہیں۔

۳ مَنطق الطیر۔ پرندوں کی بولی۔ افضل الدین خاقانی شاعر نے ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے جس میں پرندوں کی زبانی گفتگو کی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو بھی مَنطق الطیر حاصل تھی۔ تو چہ دانی۔ جب تم اہلُ اللہ سے نہیں ملے تو اُن کے متعلقین کے کمالات کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ پرِ آں مرغے۔ اُن مریدین اور متوسلین کا تعلق عالمِ بالا سے ہے۔

ہر یک[۱] آہنگش ز کرسی تا ثرےٰ ست | وز ثرےٰ تا عرش در کرّ و فرست
اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے | اور زمین سے عرش تک شان و شوکت میں ہے

مرغ کو بے ایں سلیماں می رود | عاشق ظلمت چو خفاشے بود
وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے | وہ چمگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے

باسلیماں خو کن اے خفاشِ رد | تا کہ در ظلمت نہ مانی تا ابد
اے مردود چمگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال لے | تاکہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

یک گزے رہ کہ بداں سو می روی | ہمچو گز قطبِ مساحت می شوی
اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا | تو گز کی طرح پیمائش کا مدار بن جائیگا

وانکہ لنگ و لوک آں سو می جہی | از ہمہ لنگی و لوکی می رہی
اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے | (اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پا جائیگا

قصۂ بط بچگاں کہ مرغ خانگی پروردشاں

بطخ کے اُن بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخم بطی[۲] گرچہ مرغ خانہ ات | کرد زیر پر چو دایہ تربیت
تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے | پَروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادرِ تو بطِ آں دریا بدست | دایہ ات خاکی بد و خشکی پرست
تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی | تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی

میلِ دریا کہ دلِ تو اندرست | آں طبیعت جانت را از مادرست
دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے | تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے

میلِ خشکی مر ترا زیں دایہ است | دایہ را بگذار کو بد رایہ است
خشکی کی طرف میلان اُس دایہ کی وجہ سے ہے | دایہ کو چھوڑ کر وہ غلط راہ والی ہے

دایہ را بگذار در خشک و بران | اندر آ در بحرِ معنیٰ چوں بطاں
دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر | بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آجا

گر ترا[۳] دایہ بترساند ز آب | تو مترس و سوئے دریا راں شتاب
اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے | تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانک دے

تو بطے بر خشک و بر تر زندہ | نے چو مرغ خانہ خانہ کندہ
تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے | نہ کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو کریدا ہے

۱ ہر یک۔ یعنی اسکی پرواز زمین سے آسمان تک ہے۔ مرغ۔ یعنی وہ لوگ جو نہ کسی نبی کے پیرو ہیں نہ کسی شیخ سے متعلق ہوں وہ نورِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ رد۔ مردود۔ یک گزے رہ۔ شیخ کی زیرِ تربیت تھوڑا مجاہدہ بھی بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔ وانکہ۔ جس قدر عیب شیخ کے پاس لیکر جائیگا سب سے نجات مل جائیگی۔ لنگ۔ لنگڑا۔ لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔

۲ تخم بطی۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر استعداد ہوتی ہے تو تھوڑی سی محنت سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے، بطخ کا وہ بچہ جو مرغی کے نیچے نکلا اور پلا ہو اسمیں سمندر میں تیرنے کی استعداد موجود ہے ذراسی محنت سے تیرنا سیکھ سکتا ہے اسی طرح سے روح جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اگرچہ اس کی پرورش خاکی جسم کے زیرِ اثر ہو رہی ہے معمولی محنت سے ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے لگتی ہے۔ تخمِ بط۔ بطخ کا انڈا۔ مرغِ خانہ۔ گھریلو مرغی۔ دایہ یعنی گھریلو مرغی۔ میلِ دریا۔ بطخ، دریائی چیز ہے۔ زیں دایہ۔ گھریلو مرغی جو خشکی پر رہتی ہے۔

۳ گر ترا۔ جسم انسانی عروج سے مانع بنتا ہے۔ تو بطے۔ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جسم خاکی چیز ہے اور روح بحرِ وحدت سے متعلق ہے۔

توز کرّمنا بنی آدم شہی
تو کرّمنا بنیٓ آدم کی وجہ سے شاہ ہے

ہم بخشکی ہم بدریا پا نہی
خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے

کہ حملناھم علی البحری بجاں
تو روح کی وجہ سے حملناھم علی البحر کا مصداق ہے

از حملناھم علی البر پیش راں
حملناھم علی البر سے آگے چل

مر ملائک را سوئے بر راہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے

جنس حیواں ہم زبحر آگاہ نیست
حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے

تو بہ تن حیواں بجانے از ملک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار فرشتوں میں سے ہے

تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک
تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

تا بظاہر مثلکم باشد بشر
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے

با دل یوحیٰ الیّ دیدہ ور
(لیکن) یوحیٰ الیّ کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے

قالب خاکی فتادہ بر زمیں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے

روح او گرداں براں چرخ بریں
اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے

ما ہمہ مرغابیانیم اے غلام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں

بحر میداند زبان ما تمام
سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے

پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں

در سلیماں تا ابد داریم سیر
ہمیشہ سلیمان میں ہمارا مطالعہ ہے

با سلیماں پائے در دریا بنہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ

تا چو داؤد آب سازد صد زرہ
تاکہ پانی (حضرت) داؤد کی طرح سینکڑوں زرہیں بنا دے

آں سلیماں پیش جملہ حاضر ست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے

لیک غیرت چشم بند و ساحر ست
لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے

تا ز جہل و خوابناکی و فضول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے

او بہ پیش ما و ما از وے ملول
ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے

جب شیخ کی طرح گھسو گے تو تمہاری حفاظت کے لئے سینکڑوں زرہیں تیار ہو جائیں گی جو ہمیں اس راہ کے خطرات سے محفوظ رکھیں گی۔ دریا میں پیر رکھنے سے لہریں بصورت زرہ پیدا ہوتی ہیں۔ آں سلیماں۔ شیخ وقت موجود ہے لیکن تو اپنی بڑائی کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیرت کے خلاف سمجھتا ہے اس لئے تجھے وہ نظر نہیں آتا ہے۔

ا کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ "ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا" مولانا نے یہاں بحر سے بحر وحدت مراد لیا ہے مقصد یہ ہے کہ انسان کو مادی زندگی سے گذر کر حَمَلْنٰھُمْ عَلَی الْبَحْرِ والی زندگی حاصل کرنی چاہیئے اور اُسکو بحر وحدت کی سیر کرنی چاہیئے۔

۲ مر ملائک۔ ملائکہ کا دنیاوی زندگی سے تعلق نہیں ہے۔ حیواں۔ حیوانات کا عالم آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو۔ انسان میں حیوانیت بھی ہے اور ملکوتیت بھی لہٰذا اس کا دونوں عالم سے تعلق ہے۔ تا بظاہر۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ۔ آنحضور کو خطاب ہے کہ آپ کہدیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے تو جس طرح آنحضور کا جسم عالم دنیا سے متعلق ہے اور دل کا تعلق عالم بالا سے ہے اسی طرح شیخ وقت کا تعلق دونوں عالم سے ہے۔

۳ ما ہمہ۔ ہماری اور شیخ کی وہی نسبت ہے جو مرغاب اور دریا کی۔ بحر یعنی اضافی بحر جو کہ شیخ ہے وہ ہماری سب باتیں سمجھ لیتا ہے سلیمان شیخ بمنزلہ بحر کے ہے اور ہم اُس سلیمان کے پرند ہیں۔ با سلیماں۔ دریائے معرفت میں

تشنہ[۱] را درد سر آرد بانگ رعد — چوں نداند کو گشاید ابر سعد

کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے — جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھولدیگی

چشم او ماندست در جوئے رواں — بے خبر از ذوق آب آسماں

اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے — وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے

مرکب ہمت سوئے اسباب راند — از مسبب لاجرم محروم ماند

اس نے توجہ کی سواری اسباب کیجانب دوڑادی — لامحالہ سبب پیدا کرنیوالے سے محروم ہوگیا

آنکہ[۲] بیند او مسبب را عیاں — کے نہد دل بر سببہائے جہاں

جو شخص سبب پیدا کرنے والے کو کھلا دیکھتا ہے — وہ دنیا کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے؟

از مسبب یابد اندر یک صباح — از نجات و از فلاح و از نجاح

وہ سبب پیدا کرنیوالے کیجانب سے ایک صبح کو پاجاتا ہے — نجات اور فلاح اور کامیابی

آنچہ در صد سال مشت حیلہ مند — دہ یکے زاں گنج حاصل نا ورند

وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنیوالے کی مٹھی میں سو سال میں نہ آیا) — اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں

حیران شدن حاجیان در کرامات آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بُد در میان بادیہ — در عبادت غرق چوں عبادیہ

صحرا میں ایک زاہد تھا — عباد ان کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق

حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد — دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد

حاجی (مختلف) شہروں سے اسکے پاس پہنچے — ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی

جائے زاہد خشک بود او تر مزاج — از سموم بادیہ بودش علاج

زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا — صحرا کی لُو اس کا علاج تھی

حاجیاں[۳] حیراں شدند از وحدتش — واں سلامت در میان آفتش

حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہوگئے — اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے

در نماز استادہ بُد بر روئے ریگ — ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ

وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا — ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی اُبلنے لگے

---

[۱] تشنہ را۔ اگر انسان کو انجام کی بھلائی پر یقین ہو تو اس کے لئے مقصد کے حصول کی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں۔ چشم او۔ انسان اپنی غفلت کی وجہ سے ادنیٰ مطلوب میں لگا رہتا ہے اور اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔ مرکب۔ جو لوگ اسباب دنیوی کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ اُن اسباب کے پیدا کرنے والے خدا سے غافل رہتے ہیں۔

[۲] آنکہ۔ جس شخص کو حضرت حق کا مشاہدہ حاصل ہے اور وہ مسبب الاسباب کو دیکھ رہا ہے، اسباب اسکی نگاہ میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ از مسبب۔ جو لوگ مسبب الاسباب سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ تھوڑی سی دیر میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو اسباب اختیار کرنیوالا سو سال میں بھی حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ حیراں شدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلا اسباب بھی اللہ تعالیٰ بہت بہت کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ بادیہ۔ صحرا، جنگل۔ عبادیہ۔ عباد ان کی طرف منسوب مانا جائے جو ایک نہایت گرم مقام ہے یعنی عباد ان کے رہنے والے یا منسوب بسوئے عبادت۔

[۳] حاجیاں۔ وہ صحرا اُن حاجیوں کا رہگذر تھا۔ زاہد خشک۔ وہ عبادت گذار جو ذوق عبادت سے محروم ہو لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں اسلئے ہم نے لاغر کا ترجمہ کیا ہے۔ تر مزاج۔ خوش مزاج۔ سموم۔ گرم زہریلی ہوا، لُو یعنی لُو اس کے مرض کا سبب نہ تھی بلکہ صحت کا سبب تھی۔ حیراں شدند۔ اس قدر مہلک صحرا میں اس کا صحیح و سلامت رہنا باعث حیرت بنا۔ آب دیگ۔ یعنی ریت اس قدر گرم تھا کہ اس کی گرمی پانی کو کھولا دے۔

گفتی[1] سرمست در سبزہ و گل ست
تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہو
یا سوارہ بر براق و دُلدُل ست
یا بُراق اور دُلدل پر سوار ہے

یا کہ پایش بر حریر و حُلہاست
یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں
یا سموم اُو را بہ از بادِ صباست
یا اس کے لئے لُو پُروا ہوا سے زیادہ مفید ہے

ایستادہ تازہ رُوی اندر نماز
تازہ رُو نماز میں کھڑا ہوا
با خضوع و با خشوع و بر نیاز
خشوع و خضوع کیساتھ اور عاجزی سے بھرا ہوا

ق

با حبیبِ خویشتن می گفت راز
وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا
ماندہ بود استادہ در فکرِ دراز
لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا

پس بماندند آں جماعت با نیاز
تو وہ گروہ نیازمندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا
تا شود درویش فارغ از نماز
تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے

چوں ز استغراق باز آمد فقیر
جب درویش استغراق سے نکلا
زاں جماعت زندہ روشن ضمیر
اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے

دید[2] کابش می چکید از دست و رُو
دیکھا کہ اسکے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے
جامہ اش تر بود ز آثارِ وضو
اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے

پس بپرسیدش کہ آب از کجاست
تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا
دست را بر داشت کز سوئے سماست
اس نے ہاتھ اُٹھایا کہ آسمان سے

گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد
اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے
بے ز چاہ و بے ز حبلٍ مِّن مَّسَد
بغیر کنوئیں اور بغیر مونج کی رسّی کے

مشکلِ ما حل کن اے سُلطانِ دیں
اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے
تا[3] ببخشد حالِ تو ما را یقیں
تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرما دے

وا نما سرّے ز اسرارے بما
اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے
تا ببرّیم از میاں زنّارہا
تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں

چشم را بکشود سُوئے آسماں
اس نے آسمان کی جانب آنکھ اُٹھائی
کہ اجابت کُن دعای حاجیاں
کہ حاجیوں کی دُعا قبول فرما لے

رزق جوئی را ز بالا خُو گرم
میں (عالَمِ) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں
چوں ز بالا بر گشودستی درم
چونکہ تو نے میرے لئے (عالَم) بالا کا دروازہ کھولدیا ہے

---

[1] گفتی۔ اس قدر تکلیف دہ مقام پر وہ عبادت میں اس قدر خوش تھا جیسا کہ کوئی سبزہ و گل میں مسرور ہو یا دُلدُل اور بُراق کی سواری میں مسرور ہو۔ یا کہ۔ یعنی گرم ریت اس کے لئے ریشمین کپڑا تھا۔ حریر۔ ریشمی کپڑا۔ حلہہا۔ قیمتی لباس۔ بادِ صبا۔ پُروا ہوا ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ راز۔ نماز کی حالت کو مناجات یعنی اللہ کے ساتھ سرگوشی کہا گیا ہے۔ استغراق۔ وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں بزرگ ماسوا اللہ سے غافل ہوتا ہے۔ ضمیر۔ قلب۔

[2] دید۔ یعنی وضو کا پانی ہاتھوں اور چہرے سے ٹپک رہا تھا اور کپڑوں پر بھی وضو کے پانی کا اثر تھا۔ سما۔ آسمان۔ حبلٌ مِّن مَّسَد۔ کھجور کے پتّے کے ریشے کی رسّی، مونج کی رسّی۔

[3] تا بہ بخشد۔ یعنی آپ کی کرامات دیکھ کر ہمارے یقین کے مراتب میں اضافہ ہو جائے۔ زنّارہا۔ یعنی شکوک و شبہات۔ اجابت۔ قبولیت۔ بالا۔ عالمِ بالا۔

اے نمودہ تو مکاں[1] از لامکاں
اے وہ! کہ تونے مکان (والے) کو لامکان دکھا دیا ہے

فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ کردہ عیاں
"فی السّماءِ رزقکم" کا تونے مشاہدہ کرادیا ہے

درمیانِ ایں مُناجات ابرِ خوش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر

زود پیدا شد چو پیلِ آبکش
پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہوگیا

ہمچو آب از مشک باریدن گرفت
اُسنے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا

در گو و در غارہا مسکن گرفت
جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا

ابر[2] می بارید چوں مشک اشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا

حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا
سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں

یک عجائب در بیاباں وانمود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا

ابر چوں مشکے دہن را برکشود
بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا

یک جماعت زاں عجائب کارہا
ایک جماعت اِن عجیب معاملوں کی وجہ سے

می بُریدند از میاں زُنّارہا
کمر سے جنیؤ کاٹ رہی تھی

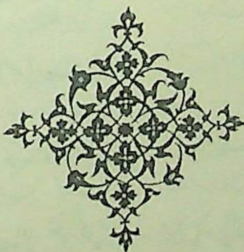
قومِ دیگر را یقیں در ازدیاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہورہی تھی

زیں عجب[3] وَاللہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
اس تعجب انگیز واقعہ کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملہ کو زیادہ جانتا ہے

قومِ دیگر ناپذیرا تُرش و خام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونیوالے کھٹے اور کچے تھے

ناقصانِ سرمدی تَمَّ الْکَلَام
(یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

ختم شد



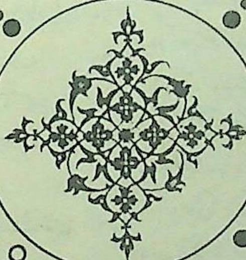
[1] مکاں۔ یعنی وہ مخلوق جو مکانی ہے۔ لامکاں۔ عالمِ بالا جو مکانیت سے منزہ ہے۔ وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ۔ قرآن پاک میں ہے "اور آسمانوں میں ہے تمہارا رزق"۔ مناجات۔ سرگوشی، دعا۔ گو۔ گڑھا۔ مسکن۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

[2] ابر۔ جو ابر نمودار ہوا اُس نے اِس طرح برسنا شروع کیا جس طرح پانی مشک سے گرتا ہے۔ زنّارہا۔ یعنی ان لوگوں کے تشکّک و شبہات زائل ہوگئے۔

[3] عجب۔ یعنی بارش کی کرامات۔ ناقصانِ سرمدی۔ جو ازلی ناقص تھے اور اُن میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔

فہرستِ مضامینِ مثنویِ مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ دفترِ دوم

تمام شد



MATHNAWI RUMI

TRANSLATED BY
QAZI SAJJAD HUSAIN

PRINCIPAL
MADRESA-E-ALIA
FATEHPURI, DELHI

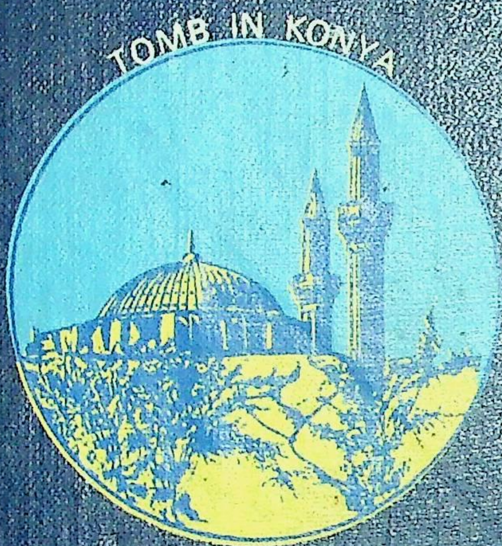
Published by:
SABRANG
KITAB GHAR
Delhi-6

او من كان ميتا
ييناه وجعلنا له نورا

التشريع أبين منها فى اى
باب آخر من ابواب العلم
فقد كان من الطب

اصنام المشركين وتغزو
الاقطار المجاورة للبلاد

فترات قاسية ، ابتلوا فيها
أعظم ابتلاء وامتحنوا فيها
أقسى امتحان



MATHNAWI RUMI

TRANSLATED BY
QAZI SAJJAD HUSAIN

Published by:
SABRANG KITAB GHAR
Delhi-6